مسئلہ

رفع ونزولِ مسیح علیہ السلام

از قلم
مولانا عبداللطیف مسعود

ناشر
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ ملتان

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی:

وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ -

وَقَالَ تَعَالٰی: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْهِ - (القرآن)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

ان عیسیٰؑ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة (درمنثور)

مسئلہ
رفع نزول مسیح علیہ السلام
کا مل

زیر نظر کتاب قادیانی مبلغ قاضی نذیر لائلپوری کی تعلیمی پاکٹ بک کے حصہ حیات مسیح کا علمی۔ مسکت اور تفصیلی جواب ہے جو کہ تاہنوز محتاج تردید تھی الحمد للہ کتاب زیر نظر میں قادیانی قاضی کی مسئلہ حیات نزول مسیحؑ کے خلاف پیش کردہ ۸ + ۵ = ۱۳ آیات کا علمی، مفصل اور مبہوت کن جواب ہے جو کہ بیسوں آیات قرآنیہ، سینکڑوں احادیث نبویہ اور بے شمار تفسیری، لغوی اور دیگر علمی کتب اہل حق کے سینکڑوں اقتباسات وحوالہ جات کا مرقع ہے انشاء اللہ اس کے مطالعہ سے اس مسئلہ کے متعلقہ ملحدین کے جملہ اعتراضات، اشکالات اور مغالطے ھباءً منثورا ہو جائیں گے۔

از قلم:

احقر الناس عبداللطیف مسعود خادم ختم نبوت ڈسکہ

انتساب

اپنے ان اساتذہ کرام اور شیوخ عظام کے نام جن کے فیض تعلیم و تربیت سے بندہ حقیر اس تحریر کی تدوین کے اہل ہُوا۔

پھر ان مقدس و عظیم ہستیوں مسیحؑ و خاتم الانبیاءؐ کے نام جن کی تعلیمات و ارشادات کے تقاضا میں اس حقیر پُر تقصیر کا فرض منصبی بن گیا کہ ان کے منصب و عظمت کا تحفّظ اور دفاع کیا جائے تاکہ روزِ حشر ان کی شفاعت کی توقع ہو سکے۔

احقر النّاس :

عبداللطیف مسعود ڈسکہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین (حصہ اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ایھاالناس۔ دین اسلام ایک کامل ترین۔ آخری اور ہمہ گیر دین فطرت ہے جس میں انسانیت کی ہمیشہ تک کے لیے فکری اور عملی رشد و ہدایت فراہم کر دی گئی ہے۔

اسلام جمیع افراد انسانی کی تمام ظاہری اور باطنی۔ روحانی اور مادی ضروریات اور تقاضوں کی مکمل کفالت کرتا ہے جس کے بعد مزید کسی بھی رشد و ہدایت کے اصول و ضوابط کی قطعا" ضروت نہیں رہتی۔

دین اسلام انسانی فطرت کے جمیع تقاضے۔ عقائد و نظریات' عبادات معاملات معاشرت و آداب و اخلاق۔ عین عقل و فکر کے مطابق باحسن انداز پورے کرتا ہے۔

دین اسلام کے تمام شعبے (مذکورہ بالا) دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مدلل و مبرہن کر دیئے گئے ہیں نیز اس میں تمام احکام و فرامین۔ ترغیب و ترہیب کے دلنشیں اور دلکش پیرائے میں بیان فرمائے گئے ہیں محض آرڈر برائے آرڈر کا اصول نہیں اپنایا گیا۔

دین اسلام اپنے اصول ثلاثہ (توحید' رسالت' اور مسئلہ آخرت) کو نہایت اہم اور اساسی حقیقت قرار دیتا ہے اور بار بار مختلف پیرایوں میں عقلی و نقلی دلائل سے مزین کر کے ان کو انسانی ذہن میں مستحکم اور راسخ کرتا ہے پھر ان میں سے اصل الاصول یعنی مسئلہ توحید خالص کی اہمیت سب سے نمایاں طور پر دلائل و شواہد اور تجربات کی روشنی میں اجاگر کر کے انسانی ذہن کو اس کا گرویدہ بناتا ہے۔

اسلام انسانی سعادت و نجات فراہم کرنے کے لیے ہر وہ نظریہ پیش کرتا ہے جس کا تعلق مندرجہ بالا اصول ثلاثہ سے وابستہ ہو۔

بالاخر اسلام ان تمام امور کو حد اختتام و کمال تک بیان فرما کر مزید اضافہ یا

ترمیم و تنسیخ کی نفی فرما کر برملا ختم نبوت کا پر زور اعلان بھی کرتا ہے۔

چنانچہ ان نظریات میں سے ایک نظریہ حیات و نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے جس کی اہمیت اس بنا پر نہایت نمایاں ہے کہ اس کا تعلق تینوں امور سے وابستہ ہے یعنی توحید' رسالت' اور مسئلہ قیامت کے ساتھ۔ اس لیے کہ آپ کی امت نے اس راستباز نبیؑ کو خدا قرار دے کر توحید الٰہی میں رخنہ اندازی کر دی تھی۔ آپ کے معجزات کو غلط رنگ دے کر مسئلہ رسالت میں خرابی پیدا کر دی۔

قیامت کے اختیارات سے وابستہ کر کے مسئلہ قیامت کے عظمت و اہمیت کو بے وقعت کرنے کی سعی کی۔ نیز عقیدہ کفارہ اختراع کر کے مسئلہ جزا و سزا کو مخدوش کر دیا تھا علاوہ ازیں مزید کئی وجوہات کی بنا پر خالق دوجہاں نے ان کی حیات طیبہ کو مختلف اور متنوع اطوار والوان میں مقدر فرما کر امم عالم کو مطلع فرما دیا۔ چنانچہ انجیل و قرآن ان حقائق کو علی وجہ الکمال والبیان پیش فرما رہے ہیں۔ بالخصوص قرآن مجید نے کیونکہ اسی کے دور میں یہ واقعہ رونما ہونے والا تھا ازاں بعد اصدق الخلق امین و صادق خاتم الانبیاء ﷺ نے تو نہایت ہی وضاحت و صراحت کے ساتھ آپ کی آمد کو بیان فرما دیا کہ گویا کائنات میں اپنے وقت پر اس سے عظیم تر کوئی اور واقعہ نہیں ہے۔

فخر دوعالم ﷺ نے آپ کے حالات و کوائف اتنی اہمیت اور صراحت سے بے شمار ارشادات میں بیان فرمائے کہ اب کسی بھی ہوشمند انسان کے لیے اس میں ایک لمحہ کے لیے بھی تردد باقی نہیں رہ جاتا اگرچہ اس سے قبل مسیحؑ کے حوالہ سے اناجیل اربعہ میں بھی آپ کا رفع و نزول جسمانی نہایت تفصیل سے مذکور ہے مگر قرآن و حدیث کی تصریحات تو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ مگر برا ہوائے نفس اور طاغوت پرستی کا۔ کہ جس نے انسانی ذہن کی اتنی برین واشنگ کر دی۔ کہ اس سے اپنے دائیں بائیں کی تمیز بھی کھو دی۔ آسمان و زمین کا فرق بے نشان کر دیا حتی کہ خدا اور مخلوق کا امتیاز بے نشان کر دیا جس کے نتیجہ میں اشرف المخلوقات اپنے خالق کو چھوڑ کر مخلوق پرستی پر اتر آئی اپنے خدام (ارض وسماء اور ماحولیات) کو اپنی مخبوط الحواسی کی بنا پر مخدوم ہی نہیں بلکہ اپنا معبود بنا لیا۔ حتی کہ معبود حقیقی کو نظر

انداز کر کے تمام تدبیر و ربوبیت اور الوہیت و معبودیت مظاہر قدرت سے وابستہ کر بیٹھے اور بعض ان سے بھی ترقی کرتے ہوئے خالق حقیقی کے سرے سے ہی منکر ہو گئے۔

اس کے بعد مسئلہ دوم یعنی رسالت میں بھی انسانیت افراط و تفریط میں عجیب سے عجیب روش اختیار کر گئی اور مسئلہ سوم کے متعلق تو تمام انسان نہیں بلکہ بعض خدا پرست افراد بھی غوایت و ضلالت کے بھنور میں جا گرے الغرض ازلی طاغوت نے اپنی کینہ طبعی کی بنا پر اسی بھولے بھالے انسان سے خوب انتقام لیا۔ اسے ہر طرف سے اور ہر طرح سے راہ حق سے بھٹکا دیا چنانچہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یعنی مسئلہ حیات و نزول مسیح کے متعلق بھی کئی بدفطرتوں نے رنگا رنگ کے اشکالات و شبہات پیدا کرنے کی سعی ناکام کی۔ باوجود اس کے کہ اسلام کے تمام عقائد و فروعات روز اول سے تاہنوز بالکل مخبوط و مصئون چلے آرہے ہیں۔ ہر تفسیر و حدیث و دیگر اقسام کتب میں تواترا" اور مسلسل اس کا ذکر و بیان ہو رہا ہے مگر پھر بھی دشمنان راستی و حق نے ہر طریقہ سے اس کو مخدوش و مشکوک کرنے کی سعی لاحاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ شروع میں معتزلہ جہمیہ اور خارجی وغیرہ اس الحاد و تشکیک کے سٹیج پر رونما ہوئے پھر فلاسفر اور دیگر کج طبع افراد سامنے آئے حتی کہ ہمارے قریبی دور میں انگریزی استعمار کا لاڈلا اور ہونہار سپوت جناب مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ مغل ساکن قادیان ضلع گورداسپور اس منصب الحاد و ضلالت پر نہایت عزم و استقلال کے ساتھ براجمان ہوا۔ حتی کہ سابقہ تمام ملحدین سے بازی لے گیا۔ کیونکہ پہلوں نے مختصر اور سادے دعوے کیے تھے اس خاتم الملحدین کی طرح متنوع اور متعدد دعوے نہ کیے۔ نیز ان میں سے کسی نے اپنے الہامات و کشوف میں اتنے دجل و الحاد کے چکر بھی نہ چلائے تھے۔ کہ کہیں یہ ظالم قرآنی آیات استعمال کر رہا ہے کہیں آدھی اور کہیں مکمل اور کہیں قرآنی جملہ میں اپنے اختراعی الفاظ ملا کر اسے الہام الٰہی قرار دیتا ہے۔

قادیانی کا خلاصہ دعاوی

یوں تو اس نے بے شمار دعوے کر ڈالے مگر ان میں مرکزی اور بنیادی

دعوے تین ہی بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے خود بھی یہی اظہار کیا ہے (خزائن ص ۶۸' ۲۱)

نمبر۱۔ دعوی وحی والہام۔ جس کے تحت مہدویت' مجددیت' محدثیت وغیرہ کے دعوے لے آیا۔

نمبر۲۔ دعوی مسیحیت۔ اور اس کے ساتھ دعوی نبوت نیز مذکورہ بالا دعاوی کو بھی گانٹھ لیا۔

نمبر۳۔ دعوی نبوت و رسالت۔ بظاہر مجازی' ظلی و بروزی مگر در پردہ حقیقی نبوت کا دعوی کر بیٹھا ازاں بعد اس کا ہر دعوی مختلف قسم کے تضاد و تناقض اور ناقابل فہم الجھنوں کا مرقع ہے۔ خناس کی طرح کبھی کسی دعوی میں اقدام کبھی ادبار کبھی اظہار اور کبھی اخفا اور دستبرداری لیکن اس نے زیادہ زور درمیانی دعوی یعنی مسیحیت پر دیا گویا یہ اس کا مرکزی سٹیج ہے۔ جس پر براجمان ہو کر یہ ہر طرف یلغار کرتا ہے۔ اس نے اس دعوی کے ساتھ نہایت چابکدستی اور عیاری سے دیگر دعاوی بھی گانٹھ لئے۔ تحتانی اور فوقانی تمام مناصب کو اس وسطانی سٹیج پر ہی سجالیا۔

اس ذات وضیع نے پہلے مسیح حقانی کی آمد ثانی کو تسلیم کرتے ہوئے خود ان کے مثیل ہونے کا دعوی کیا اور پھر وفات مسیحؑ کا اعلان کر کے خود ہی اس منصب پر براجمان ہو بیٹھا پھر اس کے ساتھ لامھدی الا عیسی کے تحت منصب مہدویت کو بھی گانٹھ لیا۔ باقی محدثیت اور مجددیت کا ٹانکا تو نہایت سہولت سے لگالیا۔ پھر چونکہ حضرت مسیحؑ صاحب نبوت و رسالت بھی تھے لہٰذا اس طرف بھی پیش رفت بسہولت کر لی۔ اس طرح یہ صاحب بہادر اپنے ہدف کو پاکر اپنے فرض منصبی (انگریز کی ایجنٹی بسلسلہ تحریم جہاد) بجا لانے کا لائق ہوا۔ پھر جب ان دعاوی کی بھرمار میں آتش حرص بھڑک اٹھی تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر ہر قوم کے مناصب کو بھی اپنے کھاتہ میں ڈال لیا مثلاً" آریوں کا کرشن بھی بن بیٹھا ساتھ ہی رودر گوپال حتی کہ سکھوں کا جے سنگھ بہادر بھی بن بیٹھا۔

اس نے سب سے بھیانک اور ہولناک کردار۔ منصب مسیحیت کے حوالہ سے امت کے بنیادی نظریہ ختم نبوت کے متعلق ادا کیا۔

اگرچہ یہ مثیل دجال اکبر ختم نبوت کا نفس مفہوم بھی تسلیم کرتا ہے مگر پھر عوام الناس کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت دجل و فریب سے اس نظریہ کو مسئلہ نزول مسیح سے متضاد قرار دے کر الحاد و تشکیک کی فضا قائم کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ اس کی بیباکی یہاں تک ہو گئی کہ اس نے لکھ دیا۔

ومعذالک اذا کان نبینا ﷺ خاتم الانبیاء فلا شک انه من آمن بنزول المسیح الذی هو نبی من بنی اسرائیل فقد کفر بخاتم الانبیاء (خزائن ص ۳۴ ج ۷)

کہ ایک طرف مسلمان آنحضور ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت حضرت مسیحؑ کی آمد بھی تسلیم کرتے ہیں لہٰذا آپ آخری کیسے ہوئے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ختم نبوت کا نفس مفہوم ذہن نشین کر لینے سے یہ تمام شبہات سو فیصد کافور ہو جاتے ہیں۔

الغرض مرزا کادیانی کے دعاوی اور ان کے دلائل سب کچھ محض دجل و فریب اور کذب و افتراء کا ملغوبہ ہیں۔ نہ اس کا کوئی دعوی صحیح اور نہ ہی اس کے دلائل صحیح۔ سب چکر ہی چکر ہے۔ آنجہانی ہر موقعہ و مقام پر معقولیت اور راستبازی سے کوسوں دور کھڑا نظر آتا ہے چنانچہ آپ یہ تمام حقائق آئندہ اس تحریر میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیں گے۔

ملت اسلامیہ سے ذمہ دارانہ گزارش ہے۔ کہ فتنہ قادیانیت کے متعلق ہرگز کبھی بھی شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ کیونکہ ان کے تمام اشکالات محض ابلیسی تلبیس و تسویل ہی ہوتی ہے اس لیے ایسے موقعہ پر آپ اپنے مبلغین سے رابطہ قائم کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان حاصل کریں۔

اعتذار و گزارش

ناظرین کرام بندہ خادم نے قادیانی کتب کا گہرا مطالعہ کر کے ان کے تمام اشکالات اور شبہات کا مسکت اور لاجواب حل پیش کر دیا ہے ان کے تمام دعاوی اور ان پر نام نہاد دلائل کا مکمل پوسٹ مارٹم کر دیا ہے اگر آپ نے اس تحریر کو

بغور ملاحظہ کر لیا تو انشاء اللہ قادیانیت کے تصور سے بھی آپ محفوظ ہو جائیں گے۔ آپ ان سے کسی بھی پوائنٹ پر اپنے آپ کو کمزور نہ پائیں گے انشاء اللہ۔ کیونکہ بندہ خادم نے اس تحریر میں اصولی اور فروعی تمام مباحث کو جمع کر دیا ہے۔

نیز اہل علم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ بندہ حقیر نے محض اکابر کے ارشاد پر لوجہ اللہ تعالیٰ۔ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہونے کے لیے یہ ناقص سی محنت کی ہے ورنہ مجھے کوئی علمی دعویٰ نہیں ہے۔ نہ ہی زور کلام اور سلامت بیان کا زعم ہے مجھے بشرح صدر اقرار ہے کہ اس میں کئی مباحث زم ہوں گے۔ ان کی مضبوط ترجمانی نہیں کر سکا مگر مجموعی طور پر بفضل خدا تعالیٰ یہ تحریر اس محاذ پر مفید خیال کرتا ہوں اکابر کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ ایسے موقع کے متعلق میری راہنمائی فرمائیں اور ضرور فرمائیں۔ اس کا مطالعہ اپنے مقام رفیع کے تحت نہیں بلکہ بندہ حقیر کی پوزیشن کے مطابق فرمائیں۔

آخری عام گزارش یہ ہے کہ بندہ خادم نے اس تحریر کے سلسلہ میں حوالہ جات اور عبارات کے نقل کرنے میں حتی الامکان نہایت دیانتداری سے احتیاط کی ہے لیکن اگر پھر بھی کہیں کوئی سہو قلم و فہم سامنے آئے تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فقط

احقر الانام۔ عبداللطیف مسعود خادم مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

البراھین الفرقانی لرد اوہام الکادیانی

المعروف بہ

مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ قادیانیت کے تناظر میں

جملہ اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنجنابؑ خدا کے مقدس اور راستباز اولوالعزم رسولؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد خصوصیات سے نوازا تھا آپ کی سیرت متعدد خصوصیات کی حامل ہے۔ مثلاً"

۱۔ آپ کی ولادت بلا پدر ہوئی۔

۲۔ آپ کو متعدد عجیب و غریب معجزے عطاء فرمائے گئے۔

۳۔ آپ نے سید الرسل خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی نمایاں طور پر بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انجیل عطا فرمائی تھی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھالیا اور پھر قرب قیامت دوبارہ زمین پر اتریں گے۔

۵۔ آپ زمین پر چالیس یا پینتالیس سال زندگی گزاریں گے۔ شادی کریں گے دو بچے بنام موسیٰ و محمد پیدا ہوں گے۔ دین حق کی نمایاں طور پر اشاعت و ترویج فرمائیں گے پھر طبعی طور پر فوت ہوں گے۔

اہل اسلام کے ہاں یہ نظریہ از روئے قرآن و حدیث اتنا صحیح۔ مدلل اور طے شدہ ہے کہ ہر دور میں مسلمان معاشرہ میں یہ مسئلہ نہایت مشہور و معروف

اور زبان زد رہا ہے حدیث کی ہر کتاب نیز تفسیر و عقائد کی جملہ کتب میں اس مسئلہ کو اجماعی اور متواتر عقیدہ کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ حوالجات آئندہ چل کر نقل کروں گا تا آنکہ چودھویں صدی ہجری میں پنجاب ضلع گورداسپور کے ایک گمنام گاؤں قادیان میں ایک شخص بنام غلام احمد پیدا ہوا۔ جس نے انگلش سرکار کی بعض اغراض کی تکمیل کے پیش نظر اس اجماعی عقیدہ میں رخنہ اندزی کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ راز کھولا ہے کہ عیسیٰ تو فوت ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ اس نے مجھے متعین فرمایا ہے لھذا مجھے مسیح موعود مان لو۔ نیز بحکم احادیث مجھے نبی بھی تسلیم کر لو۔ یاد رکھو جو مجھے نہ مانے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ پھر اس نے قرآن و حدیث میں تاویلات اور تلبیسات کا وہ دجالانہ چکر چلایا کہ ابلیس رجیم بھی انگشت بدندان رہ گیا۔

ادھر نظریہ اسلام کی تائید و حمایت میں علمائے اسلام نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قادیانیت کا موثر اور کامیاب تعاقب فرمایا جس سے قادیانی دجل و فریب کا غبار مکمل طور پر چھٹ گیا۔ جس کے نتیجہ میں آج کوئی قادیانی مبلغ ان حقائق کا سامنا کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ بندہ حقیر بھی نظریہ اسلام کی تائید و حمایت اور قادیانی گروہ کی مغالطہ آمیزیوں کے رد میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہے۔

نوٹ۔ یاد رہے کہ مرزا قادیانی سے پہلے بھی کچھ عقلیت پرست افراد نے اس اجماعی نظریہ سے اختلاف کیا ہے مگر وہ سب درجہ شذوذ میں داخل ہیں۔ اجماع امت کے تقابل میں ان کی کچھ اہمیت نہیں نیز انہوں نے اس نظریہ پر کسی قسم کی استواری نہیں کی کہ اصل مسیح تو فوت ہو گئے اب ان کی جگہ دوسرا کوئی فائز ہو گا یا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں سرسید علی گڑھی نے اس نظریہ کو اپنی تفسیر قرآن میں بالوضاحت پیش کیا ہے جس کو بتمامہ مرزا صاحب نے لے لیا ہے۔ مگر سرسید نے اس نشست پر کسی فرد کے متمکن ہونے کا احتمال و امکان ظاہر نہیں کیا۔ جبکہ مرزا صاحب یہ سیٹ خالی دیکھ کر جھٹ خود ہی براجمان ہو گیا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جناب سرسید کے صرف اسی نظریہ اسلام سے اختلاف نہیں

کیا بلکہ انہوں نے تو تردید کرتے ہوئے خوب لکھا ہے دیکھیے مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ص ۲۷۳ کا طویل ترین حاشیہ۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور دیگر منکرین حیات میں یہ نمایاں امتیاز ذہن نشین رہے۔

مرزا قادیانی اور مسئلہ حیات و نزول مسیح

اسلامی مسئلہ حیات و نزول مسیح کے مقابلہ میں قادیانی نظریہ وفات مسیح کے کئی پہلو زیر بحث ہو سکتے ہیں کیونکہ قادیانی لٹریچر سراسر تناقض اور تضاد کا مرقع ہے اس کا ہر نظریہ صرف ایک آدھ نہیں بلکہ متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر ایک دوسرے کا بالکل نقیض متناقض۔ لہٰذا قادیانی دلائل کی تردید سے قبل دیگر عمومی پہلوؤں کو پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ یہ بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ابتدا میں جمہور اہل اسلام کا ہی ایک فرد تھا انہوں نے دینی تعلیم بھی مکمل تو نہیں مگر کافی حد تک مختلف اساتذہ سے حاصل کی تھی۔ کس مسئلہ میں منفرد نہ نکلے مگر آہستہ آہستہ اپنے ماحول کے مطابق غیر مسلموں (آریہ اور عیسائیوں) کے ساتھ بحث و مناظرہ میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسے اپنے گرد و پیش میں کچھ شہرت حاصل ہوگئی اور ادھر سرکار انگلشیہ کے ساتھ کچھ ساز باز کر لی گئی۔ یہ دونوں امر مل کر ان کے لئے مرحلہ وار مختلف دعوؤں کی طرف قدم زن ہونے کا باعث بن گئے۔ چنانچہ انہوں نے شروع میں صرف الہام کا اظہار کرنا شروع کیا پھر مجدد۔ مہدی۔ مثیل مسیح۔ پھر مسیح ہونے کا دعوی داغ دیا جس کے ضمن میں نبوت و رسالت تک بھی ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے حتی کہ تمام انبیا کا اوتار نیز کرشن اوتار اور رودر گوپال بھی بن بیٹھے۔ گویا کہ جو بھی نمایاں منصب نظر آتا اسی کا دعوی کر دیتے حتی کہ ان مختلف اور متضاد دعوؤں کی بھرمار میں اپنا اصل تشخص بھی کھو بیٹھے۔ لہٰذا اب کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی اصل حقیقت واضح کر سکے کہ در اصل وہ تھے کیا؟

الغرض آپ ذیل میں مسئلہ حیات و نزول مسیح کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے متضاد نظریات ملاحظہ فرمائیں یا بالفاظ دیگر اسکے دعاوی کے مختلف مراحل کا

جائزہ لیں۔

دور اول

مرزا قادیانی حیات و نزول کے قائل تھے

۱۔ چنانچہ آنجناب اپنے الہامات کے تحت لکھتے ہیں کہ

اور فرمایا فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلمیہ

آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشنگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین ص ۴۹۸ ص ۴۹۹)

۲۔ دوسری آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

عسی ان یرحم علیکم (اصل میں ان پر حکم ہے ناقل)وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیراO

ترجمہ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

یہ آیت اس مقام پر مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف و احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضح اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ اسلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے (براہین احمدیہ ص ۵۰۵ مندرج خزائن ص ۵۷۰ تا ۵۸۰ ج اول)

اسی طرح دیگر مقامات پر مرزا صاحب نے اصل اجماعی اور اتفاقی مسئلہ کو بعینہ نہایت جوش و خروش سے قبول کر لیا ہے جیسے ان کی کتاب شہادۃ القرآن (ص ۴ و ص ۹

ص ۶۰۶ ربوہ طبع لاہور خز ص ۲۹۸ و ۳۰۲ ج ۶) میں نہایت تفصیل سے اور دلائل کثیرہ کی روشنی میں یہ مسئلہ تحریر کیا گیا ہے۔

مسئلہ حیات و نزول مسیح کا کامل عروج

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ مرزا صاحب نے از روئے احادیث و دیگر کتب اسلامیہ بھی اس نظریہ کی صحت اور اجماعیت کا اعتراف کیا ہے۔

ذیل میں کچھ اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

سو واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیشگوئی موجود ہے بلکہ قریباً کیونکہ کچھ عقل پرست معتزلہ اور ملحد فلسفی نیز اس زمانہ کی آزاد خیال مغرب زدہ اذہان اس نظریہ کے منکر ہیں۔ جن کی اتباع میں مرزا صاحب بھی اس طرف چلے گئے پھر صرف قائل ہی نہ ہوئے بلکہ یہ تو فاعل بھی بن گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو گا اور یہ پیشگوئی بخاری مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اکثر ہر ایک حدیث اپنی ذات میں مرتبہ احاد سے زیادہ نہیں مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس قدر طرق متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مدون ہو چکی ہیں ان سب کو یکجائی نظر کیساتھ دیکھنے سے بلاشبہ اس قدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور پھر جب ہم ان احادیث کے ساتھ جو اہل سنت و جماعت کے ہاتھ میں ہیں ان احادیث کو بھی ملاتے ہیں جو دوسرے فرقے اسلام کے مثلاً" شیعہ وغیرہ ان پر بھروسہ رکھتے

ہیں تو اور بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوئی ہے اور پھر اس
کے ساتھ جب صد ہا کتابیں متصوفین کی دیکھی جاتی ہے تو وہ بھی اسی کی
شہادت دے رہی ہیں پھر بعد اس کے جب ہم بیرونی طور پر اہل کتاب
یعنی نصاری کی کتابیں دیکھتے ہیں تو یہ خبران سے بھی ملتی ہے (جیسا کہ
اس کتاب میں نقل ہو چکی ہیں) اور ساتھ ہی حضرت مسیح کے اس فیصلے
سے جو ایلیا کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں ہے یہ بھی انجیل
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی خبریں کبھی حقیقت پر محمول نہیں
ہوتیں لیکن (مسیح کی آمد حقیقت پر محمول ہے کیونکہ ناقل) مسیح موعود
کے آنے کی پیشگوئی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی
ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی کہ اس
کے تواتر سے انکار کیا جائے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں
جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آ رہی ہے۔ صدی وار
مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہیں ہوں
گی ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے کہ جو اسلامی کتابوں سے
بالکل بے خبر ہے درحقیقت ایسے اعتراض کرنے والے (حیات مسیح کے
منکر اور احادیث کو غیر معتبر کہنے والے ناقل) اپنی بد قسمتی کی وجہ سے
کچھ ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بصیرت حاصل ہی نہیں ہوئی
کہ فلاں واقعہ کس قدر قوت اور مضبوطی کے ساتھ اپنا ثبوت رکھتا ہے
پس ایسا ہی صاحب معترض نے کسی سے سن لیا ہے کہ احادیث اکثر احاد
کے مرتبہ پر ہیں اور اس سے بلا توقف یہ نتیجہ پیدا کیا کہ بجز قرآن
شریف کے اور جس قدر مسلمات اسلام ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد
اور مشکوک ہیں جن کو یقین اور قطعیت سے کچھ حصہ نہیں لیکن
درحقیقت یہ بڑا بھاری دھوکہ ہے جس کا پہلا اثر دین و ایمان کا تباہ ہونا
ہے کیونکہ اگر یہی بات سچ ہے کہ اہل اسلام کے پاس بجز قرآن کریم کی
جس قدر منقولات ہیں وہ تمام ذخیرہ کذب اور جھوٹا اور افترا اور ظنوں

اور اوہام کا مجموعہ ہے تو پھر شائد اسلام میں سے کچھ تھوڑا ہی حصہ باقی رہے گا۔ (شہادۃ القرآن ص ۴ طبع لاہور اور ص ۲ طبع ربوہ خزائن ص ۲۹۸ ج ۶)

پھر اس کے بعد آگے چل کر لکھا کہ

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارہ میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو۔ اور بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتدا سے مسلمانوں کے رگ وریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اس قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر اس کو ابتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لئے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نعوذ باللہ یہ امر افترا ہے تو ان کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی؟ اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا؟ اور کس مجبوری نے ان کو اس افترا پر آمادہ کیا؟ (شہادۃ القرآن ص ۹۔ ۱۰ طبع لاہور۔ خزائن ص ۳۰۴ ج ۶)

ناظرین یہ طویل اقتباس بالکل واضح اور ناقابل تشریح ہیں۔ ان میں مرزا صاحب نے بالصراحت اعتراف کیا ہے کہ

۱۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی آنے والے ہیں

۲۔ مندرجہ بالا قرآنی آیات کے علاوہ اہل اسلام کے بے شمار صحیح مرفوع اور متصل احادیث بھی سب کتب صحاح میں مندرج ہیں۔

۳۔ ان کے علاوہ شیعہ روایات بھی اس نظریہ کی تائید میں موجود ہیں۔

۴۔ پھر صدہا متصوفین کی کتابیں اسی نظریہ کی شہادت دے رہی ہیں کہ مسیح آئیں گے۔

۵۔ علاوہ ازیں کتب نصاری بھی اسی نظریہ کی موافقت کر رہی ہیں۔

۶۔ یہ تمام کتب اگر مسلسل جمع کی جائیں تو ان کی تعداد صدہا نہیں ہزارہا ہو جاتی ہے۔

۷۔ اگرچہ یہ پیشگوئی بائبل کے واقعہ ایلیا کی بنا پر مجازی معنی پر محمول ہو سکتی ہے مگر

۸۔ اس خبر کا متواتر مشہور اور زبان زد ہونا نہایت نمایاں ہے لہٰذا یہ اسکی نظیر نہیں بن سکتی۔

۹۔ اس نظریہ برحق کا انکار بوجہ احادیث احاد کے کرنا نہایت بے یقینی اور جہالت و محرومی کی بات ہے۔ کیونکہ وہ احادیث مجموعی طور پر درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

۱۰۔ یہ نظریہ ابتدا ہی سے ہر مسلمان فرد بطور عقیدہ کے اپنا حرز جان بنائے ہوئے ہے۔

۱۱۔ اس شہرت کی بنا پر یہ پیشگوئی ایک اتفاقی عقیدہ کی طور پر ہر مسلمان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی چلی آ رہی ہے۔

۱۲۔ اس کا ثبوت صرف احادیث پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ ایک متعین اور ثابت شدہ حقیقت ہے محدثین نے تو اس اسلامی تواتر کے لئے سند تلاش کر کے اس کو مضبوط کیا ہے ورنہ اس کا ثبوت فقط احادیث پر مبنی نہیں۔

۱۳۔ لہٰذا اس نظریہ کا انکار نہایت جہالت کی بات ہے اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اس طور پر اسلام کا اکثر حصہ بھی ہاتھ سے چلا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ ہر مسلمان کا اجماعی اتفاقی عقیدہ ہے جس سے انکار یا انحراف جہالت ضلالت ہے۔

اس عقیدہ کے اتفاقی اور اجماعی ہونے کی مزید شہادت

مرزا صاحب اقرار کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح بن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور باعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال رسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بیشک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں اس کے علاوہ اور آلات اور محک بھی تو ہیں جن کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی صداقتیں آزمائی جاتی ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷-۵۵۸)

ناظرین کرام اس اقتباس میں بھی مندرجہ بالا تمام حقائق کا اعتراف و اقرار بالصراحت موجود ہے کہ یہ نظریہ ملت اسلامیہ کا از روئے دلائل و براہین۔ اتفاقی اور اجماعی ہے حتی کہ انجیل بھی اس کی مصدق و موید ہے۔ لہٰذا ایسے طے شدہ مرقع حقیقت نظریہ کا انکار کرنا بالکل محرومی اور بے بصیرتی ہے۔

۱۴۔ پھر یہ بھی واضح ہوا۔ کہ دین حق کا ہر ایک نظریہ اور اصول محض عقل اور عام قانون قدرت سے ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہاں یومنون بالغیب درجہ اولیت رکھتا ہے نیز قانون قدرت کا احاطہ ہماری عقل و ادراک میں محصور نہیں۔ بلکہ وہ نہایت وسیع ہے لہٰذا شرعی نظریات کا محک (معیار) صرف عقل ہی نہیں ہے۔ بلکہ

بہت سے امور ماورائے عقل بھی تسلیم کرنے پڑتے ہیں۔ پھر اس عقیدہ کی اتفاقی اور اجماعی کیفیت کو مرزا صاحب نے دیگر مقامات پر بھی تسلیم کیا ہے مثلاً (ملفوظات ص ۳۰۰ ج ۱۰ اور چشمہ معرفت ص ۸۳) وغیرہ

نیز قرآنی نصوص سے بھی اسی کو ثابت شدہ تسلیم کیا ہے مثلاً (براہین پنجم ص ۸۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱ اربعین ص ۲۱ ج ۲ خزائن ص ۳۶۹ ج ۱۷)

دوسرا دور

تبدیلی نظریات اور آغاز دعاوی

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب سیالکوٹ کی ملازمت ترک کر کے نئی ملازمت اختیار کی تو ایک مضبوط منصوبہ اور پروگرام سے اس کا آغاز کیا اور یہ بھی ایک حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ مرزا صاحب کو ان کا اصلی ہدف سو فیصد معلوم تھا۔ مگر اس کی تکمیل مختلف اور مرحلہ وار دعاوی کی صورت میں کرنے کا منصوبہ تھا چنانچہ اس حقیقت کا اظہار خود مرزا صاحب یوں کرتے ہیں کہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔ (براہین پنجم ص ۵۳ خزائن ص ۶۸ حاشیہ)

اس درج بالا اقتباس کو بار بار ملاحظہ کیجئے۔ اصل حقیقت تمام کی تمام صرف یہی تھی کہ اصل مشن۔ ڈیوٹی اور ہدف۔ اسلام کے نظریہ جہاد کو مضمحل اور مخدوش کرنا تھا جس سے تمام کفر لرزاں ترساں رہا ہے۔ کیونکہ وہ عملی طور پر خلافت راشدہ سے لے کر آج تک مختلف ادوار میں اس تلخ تجربہ سے خوب واقف تھا۔ صلیبی حروب کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوئے تھے خلافت عثمانیہ کی یلغار کی گھن گرج ان کو ذہنوں سے ابھی محو نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد سلطان ٹیپو شہید کی ایمانی یلغار سے ابھی وہ لرز رہے تھے لہٰذا انہوں نے مسئلہ جہاد کو ملت اسلامیہ کے اذہان سے کھرچنے کے لئے ہر طرح کے مکروہ حربے اختیار کئے۔ نظام تعلیم کے طور پر سیاسی اور اقتصادی یلغار کے انداز پر اور آخر میں مرزا غلام احمد جیسے غداران ملت و ملک کے ذریعے انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے کوشش کی۔ اور بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے یہ ڈیوٹی قبول کر کے اپنے سفر کا آغاز نہایت ہی پر پیچ اور انوکھے طریقہ سے کیا۔ زیر بحث مسئلہ کے حوالہ سے پہلے آپ کا یہی نظریہ تھا کہ حضرت مسیح واقعتہ از روئے قرآن و حدیث دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لئے تشریف لاویں گے پھر جب مزید پیش رفت کی تو قسم

قسم کے ڈرامے رچانے لگے۔ ذیل میں ایک انداز یوں اختیار کیا۔ جس کے متعلق آنجناب اپنی کتاب حقیقتہ الوحی میں لکھتے ہیں کہ

میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسی رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں (بالکل غلط آنجناب تمام مسلمانوں کا اتفاقی عقیدہ لکھ چکے ہیں) کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسی علیہ اسلام آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا۔ جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین میں شائع کیا لیکن بعد اس کے بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صد ہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعی الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخر خلیفہ مسیح موعود کے نام سے اسی امت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعی الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو جائے مجھے اس بات کی ہر گز تمنا نہ تھی میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی

مجھے جانتا نہ تھا نہ مجھے خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں۔ پس اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے (حقیقتہ الوحی ص ۱۴۹)

اسی طرح کی تحریر مرزا صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ص ۷ پر بھی مذکور ہے۔ (خزائن ص ۱۵۳ ج ۲۲)

اب دیانتداری سے فرمایئے کہ مرزا صاحب کو جبراً مسیح موعود بنایا گیا۔ ورنہ یہ صاحب اس پر قطعاً راضی نہ تھے مگر آپ کو مدت تک دعوی مسیحت پر مجبور کیا جاتا رہا مگر یہ صاحب ٹس سے مس نہ ہوتے تھے آخر نہایت جبر کر کے تمام دیسی ولایتی ہرکات (ٹیچی مٹھن لال وغیرہ) اس کے پیچھے لگا دیئے گئے تب کہیں جا کر یہ راضی ہوئے۔استغفر اللہ و معاذ اللہ کیا خدا کو اور کوئی نہ ملتا تھا کہ جو ایک ہی اشارہ سے یہ منصب قبول کر لے۔ اتنے جبر کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ ناممکن مرحلہ کیوں طے کیا گیا جو نہ کبھی ظاہر ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت کے مصداق کو جو صدیوں سے طے شدہ ہو پھر اس کو بدل دیا جائے۔

چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

قرآن مجید کی وہ آیات (جن کو براہین میں نزول مسیح کے لئے لکھا تھا) جو پیشگوئی کے طور پر حضرت عیسی کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیات میری طرف منسوب کر دیں۔ (خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

دوسری جگہ لکھا کہ

سوچنے سے ظاہر ہو گا کہ میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسی رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیات تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔

(اربعین ص ۲۱ ج ۲ خزائن ص ۳۴۹ ج ۱۷) یہ ہے قادیانی دعاوی کا فلسفہ اور حقیقت کہ جس کی مثال نہ تاریخ نبوت و رسالت میں مہیا ہو سکتی

ہے اور نہ ہی تاریخ فلسفہ اور عقلیت پرستی میں۔ حتی کہ اس کی مثال تاریخ الحاد و ضلالت میں بھی مشکل ہے۔

ناظرین کرام فرمایئے کہ کیا یہ ڈرامائی تبدیلی رافضیوں کے مسئلہ بداء کی صورت نہیں وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا کو کبھی بدا ہو جاتا ہے (معاذ اللہ) یعنی پہلے ایک منصب کا اہل ایک فرد کو متعین کر لیا جاتا ہے مگر بعد ازاں کسی وجہ سے اس کو بدلنا ناگزیر ہوتا ہے جیسے ان کے ہاں امام زین العابدین کے بعد منصب امامت کے سلسلہ میں گڑبڑ پیش آئی کہ پہلے اس منصب کا اہل ان کے صاحبزادے اسمٰعیل کو متعین کیا مگر بعد میں امام باقر کو متعین کرنا پڑا۔ اسی طرح امام باقر کے بعد بھی یہی صورت پیش آئی کہ اول حضرت زید کو مسئلہ امامت کا اہل قرار دیا گیا مگر اس کے بعد امام جعفر صادق کو اس پر متعین کر دیا جس کے نتیجہ میں شیعہ میں اسمٰعیلی اور زیدی شیعہ کی شاخیں پھوٹ پڑیں۔ کچھ اسی طرح مرزا صاحب کا معاملہ ہے۔ کہ از روئے حقیقت تو یہی متعین و مشخص حقیقت تھی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی آخر زمانہ میں نازل ہوں گے قرآن مجید اور ارشادات نبویہؐ میں بھی اس کی نہایت وضاحت و صراحت فرما دی گئی مگر آخر زمانہ میں رفع نزول کے مصداق کو یکسر بدلنا پڑا۔ صاحب منصب کے ساتھ ساتھ تمام متعلقات کو بھی بدلنا پڑا۔ الفاظ۔ رفع۔ نزول۔ توفی۔ خلت۔ کسر صلیب۔ قتل خنزیر۔ قتل دجال۔ غلبہ اسلام وغیرہ تمام تر متعلقات ہی کو بدلنا پڑا۔ قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح اصول نحو و معانی۔ لغت و محاورہ۔ احادیث نبویہ کا مصداق نیز ان کے مندرجات سب کو یکسر تبدیل کرنا پڑا شیعہ کی بداء سے یہ تبدیلی و تبدل تو نہایت وسیع اور گھمبیر ہے۔ کیونکہ وہاں تو وقتی طور پر شخصیت کی ہی تبدیلی واقع ہوئی اور کچھ بھی معرض تسخ میں نہیں آیا۔ نہ کسی آیت کا ترجمہ و مفہوم اور نہ ہی دیگر کوائف و حالات میں گڑبڑ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ مگر مسئلہ قادیانی کائنات کا ایک بے نظیر اور نادر حادثہ ہے۔

۲۔ مسیح حقانی کے منصب دار کو بدلنے کا دوسرا ڈرامائی انداز

وہ ہے جو آپ نے اپنی لاجواب کتاب کشتی نوح وغیرہ میں تحریر فرمایا کہ پہلے مجھے دو سال تک مریم بنایا گیا پھر اس دوران مجھے عیسیٰ کا حمل ہو گیا جو دس ماہ تک منتجلی رہا ازاں بعد اس حمل سے میں خود ہی پیدا ہو گیا۔ (دیکھئے کشتی نوح ص ۴۵ تا ۴۸)

۳۔ منصب وار مسیحیت کی تبدیلی کا ایک اور انداز

وہ ہے جس کو آپ نے اپنی بے نظیر کتاب ازالہ اوہام میں ذکر کیا ہے کہ

میرے دوستو! آخری وصیت سنو میں تمہیں بطور راز کے کہتا ہوں کہ اگر تم غلبہ اسلام چاہتے ہوں تو حضرت مسیح کی آمد کی بجائے ان کی موت کا نظریہ اپنا لو۔ اگر تم یہ نظریہ اپنا کر دنیا میں اعلان کر دو تو صلیب پرستی ختم ہو کر نور توحید تمام اکناف عالم میں پھیل جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں غلبہ اسلام کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا۔ (گو پہلی تمام آیات و احادیث منسوخ و بیکار) ہو جائیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ

مسیح بن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وکان وعدا مفعولا انت معی وانت علی الحق المبین انت مصیب و معین للحق۔ (ازالہ اوہام ص ۵۶۳ تا ۵۶۰)

ناظرین کرام یہ طریقہ تبدیلی کا بغور مطالعہ فرمائیں تو شائد کچھ آپ کے پلے پڑ سکے۔ کہ کس مجبوری کی بنا پر یہ سارا منصوبہ بدلنا پڑا۔ آیات بدلی گئیں احادیث بے اثر ہو گئیں وعدے بدل گئے یہ سب کچھ بدل کر مرزا صاحب کے لئے سیٹ خالی کرائی گئی۔ لیکن اتنی خرابی کے بعد بات یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا آیا وہ مقصد غلبہ اسلام اور کسر صلیب پورا ہو گیا یا جوں کا توں رہا آپ یہ نتیجہ بھی اسی صاحب منصب کی زبانی ہی سماعت فرمائیں۔

جناب مرزا صاحب خود ہی لکھتے ہیں کہ

الہام مرزا= ایک موسیٰ ہے کہ میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا۔ پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اس کو گھسیٹوں گا اور اس کو دوزخ دکھاؤں گا یعنی عیسیٰ بن مریم کے ظہور سے تو لوگ کچھ بھی متنبہ نہ ہوئے اب میں اس بندہ کو موسیٰ کی صفات میں ظاہر کروں گا اور فرعون اور ہامان کو وہ دن دکھاؤں گا جس سے وہ ڈرتے تھے۔

سو اے عزیزو! مدت تک میں مسیح بن مریم کے رنگ میں دکھ اٹھاتا رہا اور جو کچھ قوم نے کرنا چاہا میرے ساتھ کیا اب خدا میرا نام موسیٰ رکھتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۳ و ۸۴ خزائن ص ۵۱۹ و ۵۲۰ ج ۲۲)

اس تمام ڈرامے کا آخری انجام

اس کے بعد جناب قادیانی نے آخری مرحلہ میں اس تمام تر تگ و دو کے ناکام ہونے کا کھلم کھلا اعتراف کیا ہے۔
چنانچہ آنجنانی لکھتے ہیں کہ
مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری مراد تھی۔ اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی۔ میں اس درد کو ساتھ لیجاؤں کہ جو کچھ کرنا چاہئے تھا میں نہیں کر سکا........ جب مجھے اپنے نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں نہ آدمی۔ اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳ ج ۲۲)
معلوم ہوا کہ یہ تمام بھاگ دوڑ محض فضول اور بے نتیجہ رہی۔
مرزا صاحب اپنے مقاصد یعنی کہ صلیب اور غلبہ میں کامیاب نہ ہو سکے

حتی کہ خدا کو مرزا صاحب کا یہ منصب ہی بدلنا پڑا۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ یہ ہے حضرات قادیانی کا آغاز و انتہا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اس کے بعد جناب کادیانی نے آخری مرحلہ میں اس تمام تر تگ و دو کے ناکام ہونے کا کھلم کھلا اعتراف کر لیا۔ دیکھئے (تتمہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳ ج ۲۲)

فاعتبروا یا اولی الابصار

واقعی کسی نے سچ کہا ہے۔

نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

نفس مسئلہ کی پوزیشن

مرحلہ اولیٰ۔ اس شق میں بھی قادیانی بیانات باہم متناقض ہیں۔ چنانچہ قادیانی مسیح لکھتے ہیں کہ

۱۔ اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہماری ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ (از ازالہ اوہام ص ۱۴۰ خزائن ص ۱۷۱ ج ۳)

۲۔ رفع جسمانی بصورت معراج نبوی اور رفع جسمانی مسیح دونوں ایک ہی نوعیت کے امور ہیں تو جیسے ام المومنین رضی اللہ عنہا اور دیگر اصحاب معراج جسمانی کے قائل نہ تھے مگر ان پر فتویٰ کفر نہیں (حالانکہ منکر کوئی بھی نہیں یہ محض مرزا کا دجل ہے ناقل) ایسے ہی رفع جسمانی مسیح کا انکار بھی کفر نہیں ہو گا۔ (ازالہ اوہام ص ۲۸۹ خزائن ص ۲۴۸ ص ۳)

ف تو پھر رفع و نزول بھی وجہ شرک و کفر نہ ہو گا تم اس کو شرک عظیم کیسے کہتے ہو الاستفتا ص ۳۹۔

۳۔ ناظرین پر واضح ہو کہ میاں عبدالحق نے مباہلہ کی بھی درخواست کی تھی لیکن میں اب تک نہیں سمجھ سکا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جس کی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھہر سکتا کیونکر مباہلہ جائز ہے۔

فریق مخالف میرا کاذب ہے... اب میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی بنا پر مجھے کاذب کہتے ہیں لیکن میں انہیں کاذب نہیں کہتا بلکہ مخطی جانتا ہوں اور مخطی مسلمانوں پر لعنت (بصورت مباہلہ) جائز نہیں (ازالہ ص ۶۳۷ خزائن ص ۴۴۳۔ ۴۴۴ ج ۳)

ف یعنی اہل اسلام اور قادیانیوں میں بنیادی نہیں فروعی اختلاف ہے

ف میرے اور ان کے درمیان رفع مسیح کا سخت اختلاف خطاوصواب کا ہے بنیادی نہیں لہذا مباہلہ جائز نہ ہو گا۔

۴۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دربارہ وفات و حیات مسیح میرا اور مسلمانوں کا اختلاف فروعی اور جزوی ہے جس میں فتویٰ تکفیر نہیں مل سکتا۔ (ازالہ ص ۵۹۵ خزائن ص ۴۲۱ ج ۳)

۵۔ شروع میں مرزا صاحب قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مسائل کو فروعی مسائل کہ کر بات کو ٹال دیا کرتا تھا کہ یہ عام اور فروعی مسائل ہیں ان میں تنازعہ نہیں چاہیے (حقیقتہ الوحی ص ۳۸۱ خز ص ۳۹۶ ج ۲۲)

ناظرین کرام یہ مرزا صاحب کی ایک حالت تھی کہ وہ اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانے کے لئے ان مسائل کو عامیانہ اور جزوی قرار دیتا تھا مگر پھر دیگر امور کی طرح ان مسائل کو بھی بنیادی اور نظریاتی قرار دینے لگا گویا اس کا تمام چکر تدریجی ہے۔

مرحلہ ثانیہ

چنانچہ اس کے بعد اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمایئے

۱۔ فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ مامات۔ ان ھوالا شرک عظیم۔ الاستفتاص (۳۹ خزائن ۶۶۰ ج ۲۲)

۲۔ فان بحث الوفاۃ و الحیاہ اصل مقدم فی ھذا المناظرات۔ (انجام آتھم ص ۱۳۳ و ۱۳۴) نیز ضمیمہ براہین احمدیہ (ص ۱۷۷ خزائن ص ۳۴۷ ج ۲۱) و

آئینہ کمالات (ص ۳۳۹) وغیرہ۔

ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے قدم پر مرزا صاحب اہل اسلام کے عین مطابق عقیدہ رکھتا تھا اور دوسرے نمبر پر جب طبیعت خراب ہونے لگی تو آہستہ آہستہ اگلی منزل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور پہلے نظریہ سے ترقی کر کے مسئلہ کو پہلے کے خلاف مگر غیر اہم قرار دیا۔ کہ مسئلہ یوں ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے وہ تو فوت ہو گئے اس کے بعد تیسرے پوائنٹ پر اس مسئلہ کو بنیادی اور اہم قرار دیدیا کہ اس کا قائل نہ ہونا تو خالص شرک ہے یہ مسئلہ تو ہمارے تمہارے درمیان اصل اصول ہے عام بات نہیں اب اس کے اگلے مرحلہ کی طرف تیاری ہوتی ہے۔

عقیدہ رفع و نزول مسیح اور انجیل

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی اجماعی اور اتفاقی ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے (ازالہ اوہام ص ۵۵۷ خزائن ۴۰۰ ج ۳) نیز شہادۃ القرآن ازالہ ص ۲ مندرج خزائن ص ۲۹۸ ج ۶) ذیل میں اس مسئلہ میں اناجیل کے اقتباسات سماعت فرمایئے۔

۴۔ رفع مسیح۔ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

تیسری انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۱ ایضاً" مرقس ۱۶:۱۹۔

۳۔ فرمان مسیح میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا مگر یہ دنیا میں ہیں اور میں تیرے پاس آتا ہوں جب تک میں ان کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ان کی حفاظت کی میں نے ان کی نگہبانی کی لیکن اب میں تیرے پاس آتا ہوں اور یہ باتیں دنیا میں کہتا ہوں انجیل یوحنا (۱۷:۱۱)

ا۔ یسوع نے کہا میں اور تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا تم مجھے ڈھونڈو گے پاؤ گے نہیں اور جہاں میں جاتا ہوں

تم نہیں آ سکتے انجیل چہارم یوحنا(۷:۳۳)

۴۔ مسیح کا اپنے حواریوں کو پیغام

اے بچو میں اور تھوڑی دیر تمہارے ساتھ ہوں تم مجھے ڈھونڈو گے اور جیسا میں نے یہودیوں سے کہا(سابقہ حوالہ میں) جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آ سکتے ویسا ہی اب تم سے بھی کہتا ہوں۔ انجیل چہارم یوحنا باب ۱۳ آیت ۳۳)

۵۔ یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے وقت جو وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے گلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔ کتاب اعمال باب اول آیت ۹ تا ۱۱۔

نزول مسیح حقیقی اور اناجیل اربعہ مع آثار قیامت

فرمان مسیح اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہو گا۔

۱۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کر دے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور اپنے آپ کو مسیح کہیں گے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے (انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱تا۵۔

۲۔ پھر فرمایا اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی بڑھ جانے کے سبب بہتوں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

(۲۴:۱۱و۱۲)

۳۔ فرمایا۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں (جیسا

قادیانی کا ڈرامہ ہے) دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند دو کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہو گا(یعنی ابن آدم مسیح اچانک آ جائے گے) جہاں مردار رہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔ (متی ب ۲۴ آیت ۲۳ تا ۲۸) انجیل دوم مرقس میں ہے کہ!

۴۔ یسوع نے ان سے کہنا شروع کیا خبردار کہ تمہیں کوئی گمراہ نہ کرے بہترے میرا نام لے کر آئیں گے اور یہ کہہ کر کہ وہ (مسیح) میں ہی ہوں بہتوں کو گمراہ کریں گے (مرقس ب ۱۳ آیت ۵ تا ۶) پھر آگے فرمایا۔ اور اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دیکھائیں گے تاکہ ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں لیکن تم ہوشیار رہو دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ (۲۲،۲۳ و ۲۳)

۵۔ انجیل لوقا میں علامات قیامت کے متعلق حواریوں کے جواب میں مسیح نے کہا

اس نے کہا خبردار گمراہ نہ ہونا کیونکہ بہترے میرا نام لے کر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں ہی ہوں اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وقت نزدیک آ پہنچا ہے مگر تم ان کے پیچھے نہ چلے جانا اور جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سنو تو گھبرا نہ جانا کیونکہ ان کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت فورا خاتمہ نہ ہو گا (انجیل سوم لوقا باب ۲۱ آیت ۸ و ۹ نیز ۲۸)

ملاحظہ فرمایئے مندرجہ بالا تینوں اقتباسات میں کتنی صراحت اور وضاحت سے نزول مسیح اور اس کے تمام متعلقات اور ماحول کو بیان فرمایا گیا ہے کیا واقعی یہ تمام تفصیلات مرزا غلام احمد پر سو فیصد صادق نہیں آتیں۔ خدا کا مقدس نبی کتنی وضاحت سے حق شفقت اور خیر خواہی ادا فرما رہا ہے کہ خبردار ایسے نو سربازوں کی باتوں میں نہ آنا۔

اس کے بعد سردار حواریاں جناب پطرس کا اعلان

وہ فرماتے ہیں کہ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں (مسیح کا کفارہ تو ہو چکا اب یہ کیا) اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ ساری چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر تمام پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے دیکھئے (کتاب اعمال باب ۳ آیت ۱۹ تا ۲۲)

مندرجہ بالا متعدد حوالجات کی روشنی میں انجیل مقدس کا مسلمہ عقیدہ دربارہ رفع و نزول مسیح بالکل کلیر اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا چنانچہ جمہور نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے اور قرآن مجید بھی اس کا موید اور مصدق ہے حتی کہ خود مرزا صاحب نے اس حقیقت کو جمہور نصاریٰ کا نظریہ قرار دیا ہے دیکھئے (ازالہ ص ۴۱۹ خزائن ص ۳۱۹ ج ۳) یہاں ذرا دبی زبان سے تسلیم کیا مگر (ازالہ ص ۲۲۸ خزائن ص ۲۲۵ ج ۳) پر شرح صدر سے تسلیم کر لیا ہے (فالحمد للہ والمنہ)

مختصر تفصیل ملاحظہ فرمائیں

کیونکہ تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (ازالہ اوہام ص ۲۲۸ خزائن ص ۲۲۵ ج ۳)

ملاحظہ فرمایئے کہ یہاں انہوں نے عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ رفع و نزول کا تسلیم کر لیا ہے ایک ہی کتاب میں یہ دونوں باتیں درج ہیں۔

اس عقیدہ کی صحت پر برہان عظیم۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ رسالت میں عیسائیوں کے مشہور اور مسلم عقائد یہ تھے کہ

۱۔ وہ خدا اور اس کے بیٹے ہیں

۲۔ باپ بیٹا روح القدس۔ تین خدا ہیں اور ان کے مجموعہ کو وہ تثلیث کہتے

تھے

۳۔ وہ کفارہ لوا کرنے کے لئے مصلوب ہو گئے

۴۔ وہ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

تو قرآن مجید نے ان کے ان نظریات کے متعلق فیصلہ دیتے ہوئے ان کے باطل عقائد کی نفی فرمائی مثلاً"

۱۔ وہ خدا نہیں نہ اس کے بیٹے بلکہ وہ ان ھو الا عبدا انعمنا علیہ یعنی وہ خدا کے مقبول بندے تھے ان سے اعلان بھی کروایا کہ انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا

۲۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (المائدہ ۱۷)

۳۔ یا اھل الکتاب لاتغلوا فی دینکم ولا تقولو علی اللہ الا الحق۔ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الی مریم و روح منہ۔ فامنوا باللہ ورسولہ۔ ولا تقولوا ثلثہ انتھوا خیرالکم۔ انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون لہ ولد۔ لہ مافی السموات وما فی الارض وکفی باللہ وکیلا النسا ۱۷۱

ملاحظہ فرمائیے ان کے تمام عقائد پر تبصرہ فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل نظریات کی تردید فرمائی کہ

۱۔ مسیح انسان ہے خدا نہیں۔

۲۔ وہ خدا کا بیٹا نہیں بلکہ مریم کا بیٹا انسان ہے۔

۳۔ اور خدا کا برگزیدہ نبی ہے۔

تین خدا نہیں بلکہ انما اللہ الہ واحد خدا تو صرف ایک ہی ہے باقی سب اسکی مخلوق ہے اس طرح عقیدہ صلیب کے متعلق وضاحت فرما دی کہ وما قتلوہ وما صلبوہ کہ یہود نہ تو آپکو قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے گویا ان کے تمام غلط نظریات کی موکدہ طور پر تردید فرما دی۔ مگر ان کے عقیدہ رفع جسمانی پر کوئی تنبیہہ نہیں فرمائی۔ بلکہ مزید تصدیق و تائید فرما دی کہ انی رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ جبکہ باقی عقائد کا نامزد رد فرمایا لیکن اسکا رد نہیں بلکہ انہی الفاظ میں

تصدیق فرمائی تو اس تقابل سے سو فیصد واضح ہو گیا کہ ان کا عقیدہ رفع جسمانی بالکل صحیح اور مطابق حقیقت ہے

فالحمد للہ والمنۃ

نوٹ

ناظرین کرام اتنی وضاحت کے بعد اب مرزا صاحب نزول ایلیا کی مثال پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اول تو وہ صرف بائبل کا بیان ہے جیسا کے آگے وضاحت ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ رفع و نزول مسیح کی طرح اس کی اتنی صراحت وضاحت نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ بفرض صحت یوحنا کے ایلیا ہونے کی گواہی مقدس نبی نے ہی دی ہے جبکہ مثیل (مسیح) کے مصداق کی شہادت و تصدیق کسی نبی نے تو کجا کسی صدیق و صالح نے بھی نہیں دی بلکہ سب نے کھل کر مخالفت فرمائی ہے لہٰذا ایلیا کی مثال دینا سراسر جہالت و ضلالت ہے)

تیسرا دور۔ مسئلہ وفات مسیح قطعی الثبوت ہے

اس سے قبل جناب قادیانی صاحب مسئلہ حیات و وفات کو غیر اہم قرار دیکر اسے ایک فروعی امر تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے بعد اسے ایک بنیادی اور اہم ترین نظریہ بھی قرار دے چکے ہیں اب اسی بنیاد کو مزید سے مزید اہمیت دیکر ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ فانظر کیف بین وفاۃ المسیح فی کتابہ ثم انظر ھل یکون من البیان والشرح والایضاح والتصریح اکثر من ھذا (حمامتہ البشری ص ۲۲ مندرج روحانی خزائن ص ۲۰۴ ج ۷)

ترجمہ سو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی وضاحت سے وفات مسیح کو اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے پھر دیکھو کیا اس سے واضح صاف تفصیل و تصریح سے بڑھ کر کچھ ہو سکتا ہے۔

۲۔ دوسری جگہ لکھا کہ

کہ وفات مسیح تو قطعی اور یقینی نصوص سے ثابت ہے۔ (حمامتہ البشری ص ۵۶ خزائن ص ۲۵۴ ج ۷)

۳۔ ہم نے وفات مسیح کے بارہ میں قرآن مجید کی تیس آیات پیش کی ہیں۔ (ازالہ اوھام ص ۳۳۱ جنکی تفصیل ازالہ ص ۵۹۸ سے ص ۶۲۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔

۴۔ اعلم ان الوفاہ حق ثابت بالنصوص لیقینیۃ القطعیتہ القرآنیہ والحدیثیہ آئینہ کمالات (ص ۵۵۲ و خزائن ص ۳۹۰ ج ۲۱)

۵۔ غرض تمام صحابہؓ کا اجماع حضرت عیسیٰ کی موت پر تھا بلکہ تمام انبیاء کی موت پر منعقد ہو چکا ہے (حقیقتہ الوحی ص ۳۵ مثلہ ص ۳۳ و

ص ۳۰ و ایضاً خزائن ص ۲۹۳ ج ۲۲ ضمیمہ براہین ص ۲۱۲ ج ۵ خزائن ص ۳۹۱ ج ۲۱) وغیرہ

۶۔ ولما صعود عیسیٰ و نزوله فهو امر یکذبه العقل و کتاب الله الفرقان(الاستفتاء ص ۲۰ خزائن ص ۱۳۲ ج ۲۲ تحفہ گولڑویہ ص ۵۱ خزائن ۱۷۳ ج ۱۷)

۷۔ یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا صرف بے ہودہ اور بے اصل اور متناقض روایات پر اس کی بنیاد معلوم ہوتی ہے (ازالہ ادہام ص ۲۴۷ طبع لاہور (العیاذ باللہ)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے جناب قادیانی جس طرح پہلے زور شور سے اور ٹھوس ترین قرآن و حدیث کے متواتر حوالجات سے حیات مسیح کے لئے دلائل فراہم کرتے تھے اب اسی زور کے ساتھ اس کے بالکل برعکس ان کی وفات پر دلائل و براہین کا انبار لگا رہے ہیں قرآن مجید کی صرف ایک دو نہیں بلکہ پوری تیس آیات وفات مسیح کے لئے پیش فرما رہے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ آیات پہلے بھی قرآن مجید میں تھیں یا اب نئی اتری ہیں جو پہلوں کو نظر نہ آئیں اور آپ کو نظر آر ہی ہیں یا کوئی اور ہی چکر ہے۔ ویسے ایسی کوئی بھی مثال اسلام میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے اور رہنا چاہئے کیونکہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اعلان الٰہی ہے نیز مرزا صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ

دین کے بنیادی امور ہر زمانہ میں برابر شائع ہوتے رہے ہیں۔ کرامات الصادقین ص ۲۰ مندرج خزئن ص ۶۲ طبع ربوہ ج۷ نیز لکھا ہے کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے (شہادۃ القرآن ص ۳۵، ۴۵) تو فرمائیے جب تمہارے ہاں وفات مسیح بنیادی مسئلہ ہے تو کیا ہر زمانہ میں اس تمہارے انداز کے مطابق شائع ہوتا رہا ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو ثبوت۔ اگر نہیں تو آپ کو اب اس ہنگامہ آرائی کا کیا فائدہ؟ آپ کیوں ویتبع غیر سبیل المومنین کے

راستے پر چل کر نولہ ماتولی و نصلہ جہنم کا مصداق بن رہے ہیں۔

مسئلہ حیات و نزول مسیح کا چوتھا قادیانی دور

اس سے قبل نمبروار تین مرحلے مطالعہ کرنے کے بعد ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے جناب قادیانی ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ

اس سے پہلے تیرہ سو سالہ عرصہ میں کسی بھی بڑے یا عام مسلمان پر یہ مسئلہ منکشف ہی نہ ہوا تھا ملکہ میں ہی وہ فرد واحد ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ بھید اور راز واضح فرمایا چنانچہ جناب قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ

کتنے ہی علوم و معارف تھے جو پچھلوں کے لئے باقی رکھے گئے۔ میرے رب نے مجھ پر کئی مخفی راز کھولے۔ اور کئی امور کے متعلق مجھے باخبر فرمایا۔ نیز مجھے اس صدی کا مجدد بھی مقرر فرمایا اور مجھے اپنے علوم میں بسط و وسعت سے نوازا اور اپنے مرسلین کا وارث کامل بنایا اس کے آثار تعلیم اور نوازشات تفہیم میں یہ بات خصوصیت کی حامل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام طبعی طور پر فوت ہو گئے ہیں۔ اور اپنے مرسل بھائیوں میں جا ملے۔ اور مجھے بشارت سنائی کہ تو ہی وہ مسیح ہے جس کے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ اور وہی مہدی مسعود ہے جس کے لوگ منتظر ہیں کیونکہ ہم جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ پس تم کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا نہ ہونا۔ اس نے فرمایا کہ ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا ہے اس طرح اس نے اپنے مخفی بھید کی مہر توڑ دی اور وقائق حقیقت پر مجھے مطلع فرما دیا۔ مجھ پر یہ الہامات اور بشارات اس قدر تسلسل اور تواتر سے وارد ہوئے کہ میں بالکل مطمئن ہو گیا لیکن پھر بھی میں نے راہ احتیاط اختیار کرتے ہوئے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جو راہ سلامتی ہے تو میں نے اسے اس حقیقت پر شاہد اول پایا اور اس شہادت سے بڑھ کر اور کونسی شہادت واضح ہو سکتی ہے جو قرآن مجید نے فلما توفیتنی کے ذریعے ادا کی پس خدا تعالیٰ موت سے قبل تیری راہ نمائی فرمائے اور تجھے صاحب بصیرت بنائے۔ (اتمام الحجہ ص ۲ خزائن ص ۲۷۵ ج ۸

۲۔ دوسری جگہ تحریر فرمایا کہ

وعلمت من لدنه ان النزول فی اصل مفہومه حق ولکن ما فہم المسلمون حقیقته لان اللّٰہ تعالٰی اراد اخفاء ہ فغلب قضاء ہ ومکرہ ابتلاء علی الافہام فصرف (اصل صرفت چاہیے تھا) وجوہہم عن الحقیقة الروحانیة الی الخیالات الجسمانیته فکانوا بہا من القانعین وبقی ہذا الخبر مکتوما مستورا کالحب فی السبله قرنا بعد قرن حتی جاء زماننا ہذا..... فکشف اللّٰہ الحقیقة علینا (آئینہ کمالات ص ۵۵۲ و ص ۴۰۴ و ۴۰۵ و کرامات الصادقین ص ۳۸ خزائن ص ۸۰ ج ۷) وقال ایضا۔ یا اخوان ہوالامر الذی اخفاہ اللّٰہ عن اعین القرون الاولی (ص ۴۲۹)

ترجمہ مجھے (من جانب اللہ) معلوم ہوا ہے کہ نزول اپنے اصل مفہوم میں برحق ہے لیکن تمام مسلمان اس کی حقیت سمجھ نہ سکے (اصل مفہوم کا برحق ہونا اور پھر حقیقت کا معلوم نہ ہونا عجیب چکر ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے چھپانا چاہا تھا لہٰذا اس کا یہ فیصلہ اور تدبیر غالب آگئی (کہ کوئی بھی اسے نہ سمجھ سکا) لوگوں کی توجہ اصل حقیقت روحانیہ سے ہٹا دی گئی اور مادی خیالات کی طرف مبذول کر دی گئی تو وہ اسی پر اکتفاکر بیٹھے اور یہ خبر مکتوم و مستور ہی رہ گئی جیسے دانہ خوشہ میں مستور ہوتا ہے۔ پھر مدتوں تک یہی کیفیت رہی حتی کہ ہمارا دور آگیا تو اللہ نے ہم پر یہ راز افشا کر دیا۔ (ایضا" خزائن ج ۲۲)

سلف صالحین اور مسئلہ حیات و نزول مسیح

مرزا صاحب کے ہاں جب یہ مسئلہ اتنا مخفی اور مستور تھا اور ادھر سلف صالحین اجماعی اور تواتر کے طور پر حیات و نزول جسمانی کے قائل چلے آرہے ہیں تو پھر یہ لوگ بقول قادیانی شرک عظیم کے مرتکب ہوئے۔ قرآن و حدیث کے مخالف و منکر ہوگئے یہ تو بڑا عجیب اور سنگین معاملہ ہوگیا۔ لہٰذا مرزا صاحب اس کا حل یوں پیش کرتے ہیں کہ

۱۔ ما کان ایمان الا خیار من الصحابۃ والتابعین نزول المسیح

علیہ السلام الا اجمالیا وکانو یومنون بالنزول اجمالیا۔(تحفہ بغداد مندرج خزائن ص ۹۸ ج ۷)

۲۔ واما سلف الصالح فما تکلموا فی ھذہ المسئلہ تفصیلا بل آمنوا اجمالا بان المسیح عیسیٰ بن مریم قد توفی(حمامتہ البشریٰ ص ۱۸ خزائن ص ۱۹۸ ج ۷) (وایضاً" ص ۳۱۲ ج ۷)۔

۳۔ مرزا صاحب سے پہلے اگر کسی نے مسیح کی آمد ثانی کا خیال کیا بھی ہے تو وہ ان کی اجتہادی غلطی ہے ان سے اس پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ (حقیقتہ الوحی ص ۳۰ حاشیہ نیز ضمیمہ حقیقتہ الوحی ص ۴۲ و ۴۴ خزائن ص ۶۶۴ و ۶۶۶ ج ۲۲ ص ۱ خزائن ص ۲۶۸ ج ۲۲) وغیرہ

پھر یہ تبدیلی کیسے ہوئی؟

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا (بالکل جھوٹ ہے) اور قرآن کی وہ آیتیں جو پیشگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں۔ (براہین ص ۸۵ ج ۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

ناظرین کرام بغور ملاحظہ فرمایئے کہ جو عقیدہ پہلے قرآن مجید کی تیس آیات اور اجماع صحابہؓ سے ثابت تھا وہ پھر ایک مخفی راز بن جاتا ہے۔ جو صرف اسی ذات شریفہ پر منکشف ہوتا ہے۔ دیکھئے کیسا عجیب اور عظیم ٹھٹھ اور مذاح ہے مخلوق خدا کے ساتھ بھلا ایسا کبھی ہوا بھی ہے کہ ایک مسئلہ قرآن مجید کی ایک دو نہیں بلکہ تیس آیات سے ثابت ہو۔ تمام صحابہؓ اس پر متفق ہوں وہ پھر ایک بھید اور راز بن جائے۔ ملاحظہ فرمایئے مسئلہ وضو جو اہل اسلام کے ہاں مسلسل اجماعی چلا آ رہا ہے لیکن یہ صرف ایک ہی آیت سے ثابت ہوا ہے حرمت خمر بھی ایک ہی آیت سے ثابت ہے مگر آج تک ایک فرد بھی اس میں مختلف نہیں۔ حرمت سود بھی ایک دو

آیات سے ثابت ہے مگر آج تک کسی بھی زمانہ میں کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا مگر حیرت ہے کہ مسئلہ وفات مسیح قرآن کی تیس آیات سے ثابت ہو۔ مگر وہ تیرہ سو سال تک بھید ہی رہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب خود تو مراقی تھے ہی یہ اہل اسلام کو بھی بیوقوف بنا رہے ہیں محض اپنے ولی نعمت انگریز بہادر کی خوشنودی اور تکمیل اغراض کے لئے یہ تمام پاپڑ محض اسی لئے بیلے جا رہے ہیں

اس مسئلہ کا پانچواں پہلو

یہ عقیدہ اہل اسلام میں کیسے رونما ہوا؟

جناب آنجہانی لکھتے ہیں کہ

۱۔ یہ عقیدہ (حیات نزول مسیح) اسلام میں صرف ان عیسائیوں کے ذریعے سے آیا جو ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے (نام بھی بتا دیجئے) ورنہ قرآن شریف میں اس کا کہیں ذکر نہیں اور کسی صحیح حدیث میں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ بمع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے ہاں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ کے نام سے ایک شخص آنے والا ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۰۰ خزائن ص ۲۲۸ و ۲۲۹ ج ۲۳)

۲۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانے سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیالات ساتھ لائے ہوں گے اس بیجا عظمت کے قائل ہو گئے ہیں جس کو قرآن شریف تسلیم نہیں کرتا اس لئے خاص طور پر مسیح کی تعریف کے بارہ میں ان میں حد موزوں سے زیادہ غلو پایا جاتا ہے۔ (ازالہ ص ۲۵۳)

۳۔ مرزا صاحب نے کہیں ان عیسائی خواتین کو اس عقیدہ کے پھیلنے کا موجب قرار دیا ہے جن سے مسلمانوں نے شادی کر لی تھی۔ خدا جانے وہ کونسی اور کتنی تعداد میں تھیں؟ چند ایک کا نام لیا ہوتا

یا اخوۃ اسلام آپ یہ تمام۔ قادیانی چکر بازی ملاحظہ فرمائیے کہ

۱۔ پہلے حیات و نزول مسیح کو جسمانی طور پر از روئے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کثیرہ تسلیم کیا

۲۔ پھر اس کے بالکل برعکس وفات مسیح کو قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اجماعی عقیدہ تسلیم کیا

۳۔ پھر اس کو ایک مخفی راز قرار دیا جو کہ صرف انہی پر منکشف ہوا

۴۔ پہلے اس کو ایک غیر اہم نظریہ قرار دیا پھر اسے ایک بنیادی امر تسلیم کیا

۵۔ پہلے نمبر کے خلاف یہ قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ ابتدائی نو مسلم عیسائیوں کے ذریعے اسلام میں آیا پھر لکھا کہ عیسائی عورتوں کے ذریعے سے آیا۔

۱۔ فرمائیے اس کے کس نظریئے کو تسلیم کیا جائے؟ یہاں تو تناقض و تضاد ہی نظر آ رہا ہے اور مرزا صاحب خود متناقض الکلام والے کو مخبوط الحواس اور پاگل قرار دیتے ہیں۔

اب بتائیے کہ کیا ہم اس پاگل کے کہنے پر اپنے راستباز سلف صالحین کا دامن چھوڑ دیں گے؟

قادیانی کی ایک اور عجیب چکر بازی تضاد و تناقض کا شاہکار

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں مذکور عقیدہ آمد مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اے نادانو اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ (نزول مسیح اسرائیلی) خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں۔ اور مجھے کب دعوی ہے کہ میں عالم الغیب ہوں جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے پہلے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا...... اور مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھوالذی ارسل

رسولہ تاہم یہ الہام جو براہین میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجود یہ کہ میں براہین میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین میں لکھ دیا۔

پھر میں قریباً ۱۲ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات ہوئے کہ میں ہی مسیح موعود ہوں پس جب ان باتوں میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ فاصدع بما تومر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے..... میں براہین کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی (ضمیمہ نزول المسیح المعروف بہ اعجاز احمدی ص ٦ و ٧ خزائن ص ۱۱۳ و ۱۱۴ ج ۱۹)

ملاحظہ فرمایئے کہ اس اقتباس میں صاف اور بار بار اعتراف ہے کہ باوجہ الہام کے میں بے خبر اور غافل ہی رہا۔ مجھے پتہ نہ لگا۔ میں خدا کی وحی کو سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

اب اس کے برعکس سماعت فرمایئے

جناب قادیانی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

واللہ قد کنت اعلم من ایام مدیدہ انی قد جعلت المسیح بن مریم وانی نازل فی منزلہ ولکن اخفیت نظرا الی تاویلہ بل مابدلت عقیدتی وکنت علیھا من المتمسکین و توقفت فی الاظہار عشر سنین (آئینہ کمالات ص ۵۵۱)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں عرصہ طویل سے یہ بات خوب جانتا تھا (غافل اور بے خبر نہ تھا) کہ مجھے مسیح بن مریم بنایا گیا ہے اور اب میں ہی اس کے قائم مقام

آیا لیکن باوجود جاننے کے کسی تاویل کے پیش نظر اسے مخفی رکھا بلکہ میں نے اپنے عقیدہ سابقہ میں بالکل تبدیلی نہ کی بلکہ اسی پر ڈٹا رہا اور دس سال تک اس عقیدہ کے اظہار میں توقف کیئے رہا (وکذالک فی کتابہ نجم الھدی ص ۱۱ مندرج در خزائن ص ۳ ج ۱۴) حالانکہ یہی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر میں اپنی وحی میں ایکدم بھی شک کروں تو کافر ہو جاؤں (خزائن ص ۴۱۲ ج ۲۰) مگر یہاں بارہ سال یہی موقف رہا۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا دونوں اقتباس کا بغور مطالعہ فرمایئے۔ اور ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے اقتباس میں اقرار ہے کہ باوجود وحی الٰہی کے میں بالکل بے خبر اور غافل رہا کہ میں کیا ہوں اور میں اس اسلفی عقیدہ پر ڈٹا رہا تاآنکہ بارہ برس کے بعد مجھ پر یہ حقیقت (وفات المسیح) واضح کی گئی۔ مگر دوسرے اقتباس میں اس کے بالکل الٹ حلفا اقرار کیا جا رہا ہے کہ میں خوب جانتا تھا کہ مسیح اصلی فوت ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ میں مقرر کیا گیا ہوں مگر کسی تاویل کی تلاش میں اس کا اظہار نہ کیا حتی کہ دس سال تک اسی ملتوی رکھا۔ یہی مضموت نجم الھدی میں ہے۔

اب اصل حقیقت کیا ہے؟

ناظرین کرام یہ مختلف بیانات سب قادیانی کا دجل و فریب ہے یہ ذہول بے خبری اور غفلت کے سب بہانے ہیں یہ وحی الٰہی کا نزول بھی محض اس کا فراڈ اور مکاری ہے نہ اسے کوئی وحی ہوتی ہے نہ الہام۔ نہ ہی کوئی غفلت و ذہول کا مسئلہ ہے بلکہ اس نے سب کچھ پہلے ہی طے کیا ہوا تھا کہ ایسے ایسے نمبروار اس اس بہانے سے دعوی کرنا ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت مرزا صاحب کی کتاب شہادۃ القرآن طبع لاہور کے ص ۶۱ سے بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس اعلان کی بنیاد ۱۲ برس پہلے ہی براہین میں رکھ دی گئی تھی اور اس کے متعلق اپنے الہامات شائع کر دیئے گئے تھے پھر مرحلہ وار اظہار و اعلان شائع کیئے جاتے رہے نیز یہی مضمون خزائن ص ۶۸ ص ۲۱ ج میں بھی مندرج ہے۔ چنانچہ ایک دو جگہ پر مرزا صاحب یہ بھی درج کرتے ہیں کہ

اے برادران دین و علماء شرع متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو عام لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالٰی سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہو گا میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کو خدا تعالٰی نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں اور دوسرے کئی امور جن کی تصریح انہی رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح بن مریم کی زندگی سے اتنی مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آتی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا جس کے آنے کی قرآن شریف میں اجملا اور احادیث میں تصریح بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں پہلے ہی براہین میں بالتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر (نہ کہ جسمانی طور پر) قرآن اور احادیث میں دی گئی ہے۔ (ازالہ اوھام ص ۱۹۰ و ۱۹۱ خزائن ص ۱۹۲ ج ۳) اسی مشابہت مسیح کو ایک اور مقام پر بڑی شدومد سے بیان کیا ہے۔ (آئینہ ص ۴۳۸) ث دیگر مقامات۔

ملاحظہ فرمایئے یہاں بھی اس نے صراحت سے آمد مسیح حقانی کو جسمانی طور پر تسلیم کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کی تمہید کے طور پر محض کچھ مناسبت کی بنا پر ان کا مثیل قرار دیا ہے اور اس کو مسیح موعود کہنے والوں کو مفتری اور کذاب کہا ہے۔ اور یہ بات اس نے اپنے متواتر الہامات کی روشنی میں تحریر کی ہے لہٰذا اب اس کا بار بار اپنے آپ کو مسیح بن مریم قرار دینا کذب اور افترا علی اللہ نہیں تو اور کیا ہو گا؟ پھر یہی مفہوم اس نے (ازالہ ص ۲۶۱) میں بھی ظاہر کیا ہے۔ اب فرمایئے کہ قادیانی کے اس متعدد متضاد و متناقض دعاوی اور متعدد پہلو دار بیانات کی

روشنی میں ہم یا دیگر کوئی فرد انسانی کسی ٹھوس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ معمول عقل رکھنے والا بھی اس دجل و فریب کے پلندے کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک کر امت کے اجماعی نظریہ کو ہی حرز جان بنائے گا کیونکہ اسی میں اس کی سلامتی ہے۔

مزید شگوفہ

وفات مسیح کے بعد مرزا صاحب اس کے لازمہ یعنی قبر مسیح کے بارہ میں بھی متضاد بیان دیتے ہیں۔ مثلاً کبھی کہتے ہیں کہ وہ گلیل میں جاکر فوت ہو گئے (ازالہ ص ۴۷۳ نیز رسالہ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ص ۴۱)

۲۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان کی قبر بلاد شام میں ہے۔ اتمام الحجہ ص ۱۸ و ۱۹

۳۔ اور کبھی ان کی قبر سری نگر میں بتاتے ہیں (حقیقتہ الوحی ص ۱۰۱) فرمایئے کونسی بات پر اعتماد کیا جائے

۴۔ اسی طرح جناب مرزا صاحب کبھی یوں بیان کرتے ہے کہ از روئے حدیث مسلم آنے والا مسیح موعود نبی بھی ہو گا کیونکہ مسلم میں کئی بار اسے نبی کہہ کر پکارا گیا ہے اور کبھی بحوالہ بخاری شریف لکھ دیتا ہے کہ امام بخاری بھی مسیح موعود کے متعلق صرف امام منکم کہہ کر چپ ہو گئے ہیں یعنی وہ تمہارا امام ہو گا اور صرف مسلمان ہو گا اور کچھ نہیں (ازالہ اوھام ص ۹۵)

ایسے ہی کبھی مسیح کی عمر ۱۲۰ سال بتلاتا ہے (ایام الصلح ۱۴۳ خزائن ص ۳۸۹ ج ۱۴) کبھی ۱۳۰ سال اور کبھی ۱۲۵ سال دیکھئے مسیح (ہندوستان میں ص ۵۳ خزائن ص ۵۵ ج ۱۵ تریاق القلوب ص ۳۵) اور کبھی ۱۵۳ سال بھی کہہ ڈالتا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۲۷ خزائن ص ۲۹ ج ۲۰)

الغرض اصل عقیدہ اور اس کی تمام جزئیات تضاد و تناقض کی شکار ہیں لہٰذا دریں صورت ایسی تحریرات سے کوئی نظریہ ثابت نہیں کیا جا سکتا ہاں ایسی تحریرات سے مرزا کی مخبوط الحواسی اور پاگل پن ضرور واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک اور عجیب حادثہ

یہ سامنے آیا ہے کہ جناب مرزا صاحب اعلان کرتے ہیں۔ کہ

اللہ نے مجھے پہلے مسیح موعود بنایا چونکہ مسیح پیار و محبت کے پیکر تھے جس سے لوگ متنبہ نہ ہو سکے آخر خدا تعالیٰ نے اس نرم خو عیسیٰ کو جلالیت میں لاکر موسیٰ بنا دیا کہ عیسیٰ سے لوگ کچھ بھی نہ متوجہ ہوئے لہٰذا اب مظہر جلال حضرت موسیٰ کے منصب پر فائز کر دیا ہے۔ (خلاصہ تتمہ حقیقتہ الوحی ص ۸۴ و ۸۵)

گویا حضرت مسیح نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے اس لئے ان کی تبلیغ اور جدوجہد سے عوام کچھ بھی متاثر نہ ہوئے تو پھر خدا نے دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اسی بناوٹی مسیح (مرزا قادیانی) کو اوور ہال کر کے نہایت جلالیت اور دبدبہ والے مزاج اور خو سے بدل دیا۔ تاکہ مطلوبہ اغراض و مقاصد حاصل ہو سکیں۔ لیکن مراقی صاحب یہ بھول گئے کہ ابتدا میں تو انہوں نے حقیقی مسیح کو انہی جلالی اور قہری صفات کا حامل تحریر فرمایا تھا۔ (براہین احمدیہ) پھر خدا جانے کہ اس نے اس اصل صاحب جلال مسیح کی جگہ اس خشی مزاج حلیم الطبع اور بے اثر بناوٹی مسیح کو کیوں مقرر کر دیا؟ جو کہ مدت تک اپنے حلم و شفقت کے ناکام جلوے دکھا دکھا کر گزارا کرتا رہا آخر اسے جلالی مزاج بنا کر برنگ موسیٰ ظاہر کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا شائد کوئی قادیانی جیالا اس الجھن کو دور کر سکے۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل سے آپ بخوبی معلوم کر چکے ہوں گے کہ قادیانیت قدم قدم پر تضاد و تناقض کا مرقع اور ملغوبہ ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی نظریہ کو مرزا صاحب کے کہنے پر قبول کرتا ہے وہ سراسر غلطی اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا لہٰذا ہم قادیانیت کے جال میں پھنسے ہوئے افراد انسانی سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس دجل و فریب کے چکر سے نکل کر اسلام کے صراط مستقیم کی طرف جلد از جلد پیش رفت کیجئے ورنہ عاقبت مخدوش ہے۔

ایک اور قادیانی شگوفہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اب رہا یہ امر کہ کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عنہ الشرع جائز ہے یا

نہیں؟ پس واضح ہو کہ درحقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اس غرض سے بھیجے گئے ہیں تاکہ لوگ ان کے مثیل بننے کی کوشش کریں اگر ہم ان کی پیروی کرنے سے ان کے مثیل نہیں بن سکتے بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر ملحد بن جاتا ہے تو اس صورت میں انبیاء کا آنا عبث اور ہمارا ان پر ایمان لانا بھی عبث ہے۔ (دیکھئے ازالہ اوہام ص ۲۵۶ خزائن ص ۲۲۹ ج ۳) طبع لاہور مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کس نبی کے مثیلوں نے ایسے دعوی بھی کر کے دنیا میں تم جیسا اودھم مچایا تھا۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالٰی کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جن کے نام آسمان پر نبیوں کے نام پر ہوتے ہیں کیونکہ وہ بندے انبیاء کے ساتھ اپنے جواہر اور طبائع میں مشابہ ہوتے ہیں اور وہ ان کے انوار حاصل کرتے ہیں اور انہی کے اخلاق و عادات پر پیدا ہوتے ہیں تو اللہ تعالٰی ان کو اپنے موروثوں کا وارث قرار دیتا ہے اور ان کو ان کے مورث کے نام پر بلاتا ہے اروح کو باہمی مناسبت ہوتی ہے جن کی حقیقت کا ادراک مشکل ہے پس جو لوگ باہمی متناسب الطبع ہوتے ہیں وہ ایک ہی فرد شمار ہوتے ہیں اور ان پر ایک دوسرے کے نام استعمال ہوتے ہیں اللہ تعالٰی کا دستور ایسے ہی جلد آتا ہے اسی بنا پر سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ وہ بعض اولیا کو بعض انبیاء کے نقش قدم پر بھیجتا ہے اس ولی کا نام ملاء علی میں اس نبی کے نام پر ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی اس ولی پر اس نبی کے روحانی بھید۔ اس کے جوہر کی حقیقت صفائی سیرت اور اس کی عادات نازل فرماتا ہے اور اس کے جوہر کو اس نبی کے جوہر سے متحد کر دیتا ہے اور اس کی طبعیت کو نبی کی طبعیت سے متفق کر دیتا ہے اور اس کو اس نبی کا نام بھی دے دیتا ہے انکو ہم ارادہ ہم توجہ اور ہم مقاصد بنا دیتا ہے اور ان دونوں کو آمنے سامنے شیشوں کی طرح کر دیتا ہے جو کہ طلب فیض اور افاضہ فیض میں شیئی واحد ہوتے ہیں ...... اسی راز اور بھید کی بنا پر اللہ نے مجھے مسیح موعود کے لقب سے نوازا ہے فتفکروا فی اسر ولا تکونوا من المتعلمین

ناظرین کریم ملاحظہ فرمایئے کہ آنجناب نے بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دی۔ کہ اولیا کو انبیاء کے ساتھ بعض صفات میں مناسبت اور توافق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اولیا ان انبیاء کے اسماء سے موسوم ہو جاتے ہیں (ملا اعلیٰ میں) پھر یہ ملا علی کا بھید بیان کرتے کرتے اپنے آپ کو اسی نکتہ میں سمو کر اپنا نام مسیح موعود بھی کرالیا۔ جب کہ اس قسم کے اتحاد اسم کی عالم خارج میں کوئی مثال نہیں ہے مرزا سے پہلے کوئی پر بھی ابراھیم کے مقام پر اور سچا مثیل ظاہر نہیں ہوا۔ کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہوا مناظرے کیے ہوں چیلنج اور مباھلے کیے ہوں۔ نہ کوئی موسیٰ کے قدم پر آنے والا ولی موسویت کا مدعی ہوا ہے نہ کوئی سامانی مرزا کا ایسے اختراعی نکتوں سے مقصد صرف اپنا الو سیدھا کرنا مقصد ہے اور کچھ بھی مقصد نہیں۔

اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو یہ صرف ملا اعلیٰ کا مسئلہ ہے۔ جبکہ اس عالم ناسوت میں ان نبیوں کے مثیل پہلے کبھی نہیں دیکھے یا سنے گئے اگر کوئی سو پچاس ہوئے ہوں تو قادیانی ان کی نشاندہی فرمائیں پھر پہلے اقتباس کے ضمن میں جناب مرزا صاحب مثیلوں کا گروہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی اس لبادے میں مکمل طور پر ظہور پذیر ہو سکیں۔ مگر یہ سب محض لفاظی ہے جو حقیقت سے یکسر خالی ہے بعد ازاں جناب مرزا صاحب آہستہ آہستہ مزید پیش رفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۱۔ بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آئے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں (ازالہ ص ۱۵۵ خزائن ص ۱۷۹ و ۱۸۰ ج ۳)

دوسری جگہ لکھا کہ۔

۲۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں مین میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔ (ازالہ ص ۱۹۹)

۳۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے قطعی اور یقینی طور پر پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے

کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہو گی وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ درست کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا... فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہرالحق والعلا کان اللہ نزل من السماء (ازالہ ص ۱۵۶ خزائن ص ۸۰ ج ۳)

۴۔ اس عذر کا جواب یہ ہے کہ اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوی نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔ (ازالہ ص ۲۹۴ و ۲۹۵ خزائن ص ۲۵۱ ج ۳)

۵۔ اب اگرچہ میرا یہ دعوی تو نہیں اور نہ ایسے کامل تصریح سے خدا تعالی نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہو گا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔ (ازالہ ص ۷۳ گویا حدیث میں مذکور عیسیٰ دمشق میں ضرور آئے گا۔

۶۔ اگر اس حدیث کو ظاہر ہی پر حمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مسیح ایسا بھی ہو کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۴۷۰ (صاحب ہمیں تو وہی مطلوب ہے)

ملاحظہ فرمایئے ان چھ اقتباسات میں جناب مرزا صاحب نے کیا کچھ کہدیا ہے کہ سابقہ قاعدہ کی رو سے نبیوں کے مثیل اور ہمنام مصلحین ظاہر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ اس ضابطہ کے تحت خدا نے مجھے بھی حضرت مسیح کا مثیل بنایا ہے اور یہ مثیلیت صرف مجھ تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ آئندہ بھی چلتا رہے گا حتی کہ ہزاروں مثیل آئیں گے حتی کہ کم از کم ایک تو لازما میری ذریت سے بھی نزول اجلال فرمائے گا۔ جو کہ کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہو گا لہذا میرے اس دعوی مثیل مسیح پر (نہ کہ مسیح موعود کے دعوی پر) برا فروختہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں دیکھو میں تو یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ دمشق والا مسیح بھی آجائے گا جو کہ

احادیث میں مذکورہ ظاہری علامتوں کا مصداق ہو گا حتی کہ روضہ رسولؐ میں مدفون ہونے والا بھی آسکتا ہے میں تمہارے نظریات اور قرآن و حدیث میں ذکر کردہ مسیح موعود کے آنے کی نفی تو نہیں کرتا لہٰذا میرے خلاف اتنے اشتعال میں آنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں کوئی اصل مسیح کی آمد سے منکر تھوڑا ہوں اسکا تو میں قائل ہوں لیکن جناب من یہ سب اس کی محض مکاری اور حیلہ سازی وقت گزاری ہے قرآن و حدیث کے مطابق مسیح تو صرف ایک ہی آوے گا جیسی کہ خود مرزا صاحب نے بھی کئی جگہ تصریح کی ہے۔ پھر یہ امکان تعدد کا کیا جواز ہے؟ اور اس کا کیا مفاد ہے؟ نیز ابھی تک اس امکان کا ایک بھی فرد عالم وجود میں نہیں آیا حتی کہ اس کی ذریت سے بھی کوئی نہیں دھمکا۔ لہٰذا یہ سب فراڈ اور تماشا ہے جو لوگوں کو نرم کرنے اور ورغلانے کے لئے دکھایا جا رہا ہے۔ تاکہ لوگ آہستہ آہستہ مانوس ہو جائیں۔ میرے دعوی پر زیادہ مشتعل نہ ہوں۔ اور میں آہستہ آہستہ اپنے لئے زمین ہموار کرلوں اور اصلی مسیح کی آمد کو مخدوش کرتا جاؤں۔

ایک اور قادیانی ڈھکوسلہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ ایک سر الہٰی اور بھید کی بات ہے کہ جب کسی نبی اور رسول کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی شریعت بگڑ جاتی ہے تو امت اس نبی کی تعلیم میں گڑبڑ کر کے. اصل تعلیم کو ضائع کر دیتی ہے اور خود نئی تعلیم و نظریات اختراع کر کے اس نبی کی طرف منسوب کر دیتی ہے تو ایسے حالات میں اس نبی کی روحانیت نہایت مضطرب ہو کر کسی اپنے نائب اور قائم مقام کا تقاضا کرتی ہے کہ جو دنیا میں ظہور پذیر ہو کر ان پر کیئے گئے افتراآت اور غلط نسبتوں کا ازالہ کرے چنانچہ اسی ضابطہ کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی روحانیت بھی عیسائیوں کے گمراہ ہو جانے پر دو دفعہ مضطرب ہوئی۔ پہلی دفعہ اضطراب کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ پھر اس کے بعد عیسائی گمراہی میں مزید بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا ہم نام بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو بذریعہ کشف اس عاجز پر

کھلی اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کر آئے گا اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور مخلوق کو خدا بنانے کی جاہلیت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی تو ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتم ہو گا تب آخر ہو گا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ (پہلے دو مرتبہ لکھا تھا) دنیا میں نازل ہو دیکھئے مرزا صاحب کی (کتاب آئینہ کمالات ص ۳۴۲ تا ۳۴۶ طبع ربوہ)

ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب پہلے مسیح کے ہزاروں مثیل بتا رہے تھے اب یہاں صرف تین پر اکتفا کر گئے مگر ترتیب عجیب یہ رکھی کہ پہلے ۔بمثیل خاتم الانبیاء تھے دوسرا میں ہوں تیسرا مثیل آخر میں آئے گا۔ اب خدا جانے وہ کب آئے اور کس نام سے آئے گا۔ نیز جب یہ قائم مقام اس نبی کے ہمنام آتے ہیں تو آنحضورؐ کا اسم گرامی کیوں نہ آپ (مسیح) کے نام کے موافق رکھا گیا۔ صرف مرزا صاحب کا نام ہی مسیح موعود قرار پانے کی کیا خصوصیات ہیں؟ آخری مثیل کا نام بھی ظاہر نہیں کیا ممکن ہے کہ وہی اصل مسیح موعود ہوں اور مرزا صاحب محض اپنا الو سیدھا رکھنے کے لئے اس کا نام نہ لیتے ہوں؟ یا اخوۃ الاسلام۔ قادیانیت کی حقیقت محض دجل و فریب ہے۔ ابتداع و اختراع ہے بے اصولی اور بے ضابطگی ہے۔ خود ہی ایک اصول گھڑتے ہیں اور خود ہی اس پر استواری کرنے لگتے ہیں مگر بد قسمتی سے وہ استواری جب مطابقت نہیں کرتی تو اس میں مزید دجل فریب کا مسالہ لگا کر سنوارنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر سب بے سود و بے کار۔

ملاحظہ فرمایئے اس اقتباس میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح کا قائم مقام قرار دیدیا اور اپنے آپ کو بھی۔ تو گویا دونوں مسیح کے نائب ہو کر ہم مرتبہ اور ہم مقصد ہو گئے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ جب کہ مرزا صاحب بیشتر

مقامات پر آنحضورؐ کو مثیل موسیٰ لکھتے ہیں اور کہیں ابراہیم کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ یا للعجب

یہ ہے قادیانیت اور اس کا فلسفہ

اب ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مسئلہ حیات و نزول مسیح کے متعلق مرزا صاحب نے اتنے پلٹے کھائے ہیں اتنے پہلو دار انداز میں اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ کیا کوئی ذی ہوش انسان اس گڑ بڑ اور تضاد و تناقض سے بھرپور لٹریچر سے کسی صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے؟ اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ جو انسان کوئی نظریہ قادیانیت کے حوالہ سے اختیار کرتا ہے اس سے بڑا احمق اور جاہل کوئی نہیں ہو سکتا مرزا صاحب نے اس مسئلہ کی طرح دیگر مسائل بھی اس طرح پہلو دار ہی پیش کیے ہیں ان کا کوئی نظریہ اور مسئلہ یکجہتی سے مانوس نہیں بلکہ ہر جگہ تضاد و تناقض کی بھرمار ہے جو کہ اس کے باطل ہونے کا عظیم برھان ہے۔ لہذا ایسے عیار قلم کار سے بچنے میں ہی سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر فرد انسانی کو یہ نعمت سلامتی نصیب فرمائے

آمدم بر سر مطلب

مندرجہ بالا تمہید گفتگو کے بعد بندہ خادم قادیانیوں کے خصوص دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر اس سے پہلے چند مسلمہ اصول و ضوابط کا ذکر ضروری ہے جن کی روشنی میں قادیانی دلائل کی صحیح پوزیشن واضح ہو جائے گی اور قادیانیوں کی پیش کردہ آیات فرقانیہ کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ لہٰذا ذیل میں قادیانیوں کے ساتھ گفتگو کو بامقصد بنانے کے لئے چند راہنما اصول ملاحظہ فرمایئے۔

ضابطہ ۱۔ قرآن مجید کے وہ معانی اور مطالب سب سے زیادہ قابل قبول ہوں گے جن کی تائید قرآن شریف ہی میں دوسری آیات سے ہوتی ہو یعنی شواہد قرآنی (دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ص ۱۳ تالیف مرزا صاحب قادیانی)

ضابطہ ۲۔ دوسرا معیار تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن مجید کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس اگر آنحضرت ﷺ سے تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کر لے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہے۔ (برکات الدعا ۱۳ تا ۱۵)

ضابطہ ۳۔ تیسرا معیار صحابہؓ کی تفسیر ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہؓ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الٰہی ان کی قوت مدرکہ ساتھ تھی کیونکہ ان کا نہ صرف مال (ظاہر) بلکہ حال تھا۔ حوالہ مذکور

ضابطہ ۴۔ پھر اگر کسی وقت کلام اللہ اور حدیث رسولؐ کے سمجھنے میں اختلاف رونما ہو جائے اور خلقت گمراہ ہونے لگے تو اللہ نے اس کے لئے ہر صدی میں ایسے علمائے ربانی پیدا فرمانے کا انتظام فرما رکھا ہے جو اختلافی مسائل کو خدا اور رسول کی منشا کے مطابق واضح کرتے رہتے ہیں چنانچہ سید المرسلینؐ کا ارشاد ہے۔

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتهال المبطلين وتاويل الجاهلين۔ مشکوۃ ص ۳۶

۲۔ ان اللہ يبعث لہذہ الامتہ علی راس کل مائۃ من يجدد لها دينها ص ۳۶

۳۔ لا تزال طائفۃ امتی قائمتہ بامر اللہ لايضرهم من خزلهم ولا من خالفهم حتی یاتی امر اللہ وهم علی ذالک۔ متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ ص ۵۸۳

شان مجددین کادیانی نظر میں

جناب مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ

۱۔ جو لوگ خدا کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخواں فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجنابؐ کے خلیفہ ہوتے ہیں خدا تعالی انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔ (فتح الاسلام ص ۹ خزائن ص ۷ ج ۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

۲۔ مجدد کا علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ آنا ضروری ہے۔ (ازالہ ص ۱۵۴ خزائن ص ۱۷۹ ج ۳)

تیسری جگہ لکھا کہ

۳۔ مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے گمشدہ دین پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں۔ خدا کے حکم سے انحراف ہے۔ وہ فرماتا ہے۔من کفر بعد ذالک فاولئک هم الفاسقون۔ بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیا کا ماننا فرض ہے۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک فرض ہے ان کی مخالفت کرنے والے فاسق ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص ۳۶ طبع

لاہور خزائن ص ۳۳۹ ج ۶)

چوتھی جگہ لکھتے ہیں کہ

۴۔ ایسے اکابر و آئمہ جن کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہؐ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کی ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔ (ایام الصلح ص ۵۵ خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۴)

پانچویں جگہ لکھا کہ

۵۔ مجدد مجملات کی تفسیر کرتا اور کتاب اللہ کے معارف بیان کرتا ہے۔ (روحانی خزائن ص ۲۹۰ ج ۷)

چھٹی جگہ لکھا کہ

۶۔ مجدد خدا تعالیٰ کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں۔ (سراج منیر کے چار سوالوں کے جوابات ص ۱۵ خزائن ص ۳۴۱ ج ۳)

ضابطہ ۵۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

نصوص (قرآن وحدیث کے واضح المفہوم الفاظ) کو ظاہری معنی پر محمول کرنے پر اجماع ہے۔ (ازالہ ص ۴۰۹ خزائن ص ۳) النصوص یحمل علی ظواہرھا۔(ازالہ ص ۵۴۰ خزائن ص ۳۹۰ ج ۳)

نیز لکھا کہ

والقسم یدل علیٰ ان الخبر محمول علی الظاہر لا تاویل رقیہ ولا اشنا والا فای فائدہ کانت فی ذکر القسم۔(حمامتہ البشری ص ۱۴ خزائن ص ۱۹۲ ج ۷)

ضابطہ ۶۔ جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے تو اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور یہی میرا مدعا ہے۔ مجھے اپنی قوم سے اصول اجماعی میں کوئی اختلاف نہیں۔ (انجام

آتھم ص ۱۴۴ خزائن ص ۱۴۴ ج ۱۱)

ضابطہ ۷۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔ من فسر القرآن برائیہ فھو لیس بمومن بل ھو اخ الشیطان۔ (اتمام الحجۃ ص ۴ خزائن ص ۲۴۶ ج ۸)
(ازالہ اوھام ص ۱۳۷) یہ ضابطہ اس حدیث پاک کے تحت ہے کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برایہ بغیر علم فلیتبوا مقصدہ من النار۔ (ابوداؤد۔ الاتقان للسیوطی ص ۱۷۹ ج ۲ و مشکوۃ ص ۳۵)

ضابطہ ۸۔ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔ (ازالہ اوھام ص ۳۷۴ و ۳۷۵ خزائن ص ۲۹۳ ج ۳) اس کے برعکس (ص ۳۸۹ ج ۳ ازالہ ص ۵۳۸)

ضابطہ ۹۔ قادیانیوں کی ایک مشہور کتاب عسل مصفی از مرزا خدا بخش قادیانی ہے جس کا ایک ایک لفظ مرزا صاحب نے سن کر مصنف کو داد دی تھی۔ لاہوری اور قادیانی دونوں گروہوں کی تصریقات اس پر موجود ہیں خاص کر مرزا بشیر الدین اور محمد علی لاہوری کی۔ اس کی جلد اول کے پانچویں باب کی فصل اول میں گزشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کی باحوالہ فہرست دی گئی ہے۔ مختصراً" سماعت فرمایئے۔

پہلی صدی کے مجدد۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ قاسم۔ مکحول۔ سالم۔ کل چار افراد

دوسری صدی کے مجدد۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ یحییٰ بن معین وغیرہ کل ۱۲

تیسری صدی کے مجدد۔ امام طحاوی۔ احمد بن شعیب نسائی وغیرہ کل ۱۰ افراد

چوتھی صدی کے مجدد۔ امام ابوبکر باقلانی۔ امام حاکم نیشاپوری۔ وغیرہ کل ۱۱ افراد

پانچویں صدی کے مجدد۔ امام غزالی۔ امام سرخسی وغیرہ کل ۶ افراد

چھٹی صدی کے مجدد۔ امام رازی۔ ابن کثیر۔ حافظ ابن جوزی کل ۷ افراد

ساتویں صدی کے مجدد۔ امام ابن تیمیہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ کل ۷ افراد

آٹھویں صدی کے مجدد۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ حافظ زین الدین عراقی وغیرہ ۴ افراد

نویں صدی کے مجدد۔ امام جلال الدین السیوطی۔ امام سخاوی وغیرہ کل ۳ افراد

دسویں صدی کے مجدد۔ ملا علی القاری۔ علامہ محمد طاہر گجراتی۔ علی متقی کل ۳ افراد

گیارھویں صدی کے مجدد۔ اورنگ زیب عالمگیر۔ مجدد الف ثانی۔ آدم بنوری کل ۳ افراد

بارھویں صدی کے مجدد۔ محمد بن عبد الوہاب۔ شاہ ولی اللہ۔ امام شوکانی وغیرہ کل ۷ افراد

تیرھویں صدی کے مجدد۔ سید احمد شہید۔ شاہ اسمٰعیل شہید۔ شاہ عبدالعزیز۔ شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ یہ کل ۸۲ مجددین کی فہرست ہے۔

ضابطہ ۱۰۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

فسئلو اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تاکہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ (ازالہ ص ۶۱۶ خزائن ۴۳۳ ج ۳)

نیز لکھا ہے کہ

زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ ساری کتابیں (توراۃ و انجیل) محرف اور مبدل ہیں بلاشبہ ان مقامات (رفع و نزول دیگر صحیح پیشگوئیاں ناقل) سے

تحریف کا کچھ تعلق نہیں اور دونوں فریق یہود و نصاری ان مقامات کی صحت کے قائل ہیں اور پھر ہمارے امام المحدثین حضرت اسمٰعیل صاحب (اصل محمد بن اسمٰعیلؒ ہے) اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں ہوتی۔ (ازالہ ص ۲۷۳) اکثر توراہ مطابق قرآن ہے۔ (ازالہ ص ۵۷۶) انجیل برنباس نہایت معتبر تفسیر ہے۔ (سرمہ چشمہ آریہ ص ۱۸۲۔۱۷۸)

ضابطہ ۱۱۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۰ بمطابق ۱۳۰۰ھ میں مجدد اور مامور من اللہ اور ملہم ہونے کا دعوی کیا تھا چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ

کتاب براہین احمدیہ جس کو خدا تعالی کی طرف سے مولف نے ملہم اور مامور من اللہ ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے اور مولف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۴ و ۱۵ ج ۱) (ازالہ ص ۱۸۵۔ ۱۸۶ مفہوم)

ضابطہ ۱۲۔ قرآن مجید کے حروف و الفاظ کیطرح اس کا مفہوم بھی ہر زمانہ میں موجود اور محفوظ رہا ہے۔انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے بموجب خدا نے ہر زمانہ میں قرآن مجید کے الفاظ۔ معانی اور مفہوم کی حفاظت علی وجہ الکمال کرائی ہے۔ (شہادہ القرآن ص ۳۵ و ۴۵۔ ایام الصلح ص ۵۵ خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۴)

دوسری جگہ لکھا کہ

۲۔ مگر وہ باتیں جو مداد ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر شائع ہوتی رہیں۔ (کرامات الصادقین ص ۲۰ خزائن ص ۶۲ ج ۷)

۳۔ (مسلم مفہوم کے علاوہ) ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا بھی تو الحاد و تحریف ہے خدا مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ (ازالہ ص ۷۴۰ خزائن

ص ۵۰۱ ج ۳)

ضابطہ ۱۵۔ کسی اجماعی عقیدہ سے انکار و انحراف موجب لعنت کلی ہے۔ (انجام آتھم ص ۱۴۴)

ضابطہ ۱۳۔ جو لوگ خدا سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعوی نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کرتے۔ (ازالہ اوھام ص ۱۹۸ خزائن ص ۱۹۷ ج

ضابطہ ۱۴۔ ان اللہ لا یترکنی علی خطا طرفتہ عین و یعصمنی من کل مین و یحفظنی من سبل الشیاطین (نور الحق ص ۸۶ خزائن ص ۲۷۲ ج ۸)

ناظرین کرام مندرجہ بالا ضوابط کو بغور ملاحظہ کیا جائے تو مندرج ذیل نتائج بالکل واضح ہیں۔

۱۔ اصل سند قرآن و حدیث ہے

۲۔ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم معتبر ہو گا جس کی تائید شواہد قرآنی سے ہوتی ہو نیز جسے خود صاحب وحی نے بیان فرمایا ہو۔

۳۔ کسی قرآنی آیت یا حدیث میں اختلاف کی صورت میں صحابہ کا فہم فیصلہ حجت ہو گا۔

۴۔ کسی دینی نظریہ یا عقیدہ و عمل کا صحیح مفہوم و مصداق ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ کیونکہ خدا نے حفاظت دین کا ذمہ خود لیا ہے۔

۵۔ جو عقیدہ یا نظریہ عہد صحابہؓ سے چل کر آئمہ دین اور مجددین امت میں یکساں مسلم ہو اس سے اختلاف وانحراف بے دینی اور گمراہی ہے۔

۶۔ مجددین امت خدا کی توفیق سے دین میں پیدا شدہ کمی بیشی (بدعات) کو دور کر کے دوبارہ دین کی اصل میں پیش کر دیتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

کوئی بھی دین کی صحیح بات آج تک غائب نہیں ہو سکی اور نہ ہی کوئی غلط بات اس میں داخل ہو سکی۔ امت مرحومہ جن اجماعی عقائد و اعمال پر قائم چلی آ رہی ہے وہی کامل اور صحیح دین ہے۔ نیز سلف خلف کے لئے بطور وکیل اور حجت ہوتے ہیں ان کے فیصلے خلف کو لازماً" ماننے پڑتے ہیں۔

۷۔ قرآن و حدیث کے نصوص کو ظاہر پر رکھنا فرض اور طریق ہدایت و صواب ہے۔ انکو کھینچ تان کر غلط تاویلات کرنا سراسر گمراہی ہے۔ (کماھو المذکور فی مکتوب نوردین ص ۸)

۸۔ قادیانیوں کی پیش کردہ فہرست مجددین سے واضح ہو رہا ہے کہ مجددیت کوئی ایسا منصب نہیں کہ جس کا دعویٰ کرنا مجدد کے لئے ضروری ہو بلکہ بسا اوقات خود مجدد کو اپنی حیثیت مجددیت کا علم تک نہیں ہوتا۔ بلکہ بعد کے لوگ ان کی خدمات دین اور کارکردگی ملاحظہ کر کے ان کو مجدد کا خطاب دیتے ہیں چنانچہ مندرجہ بالا مذکور مجددین میں سے کسی ایک نے بھی دعوی مجددیت کر کے اپنی الگ جماعت نہیں بنائی اور نہ ہی کوئی اس پر مناظرہ بازی کی۔ حتیٰ کہ ائمہ اربعہ" نے بھی دعوی مجددیت و الہام کر کے کوئی جماعت بندی نہیں فرمائی کیونکہ دعوئی تو صرف رسالت تک محدود ہے۔ لمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صدی میں صرف ایک ہی مجدد نہیں آتا بلکہ متعدد بھی ہو سکتے ہیں بلکہ قادیانی لسٹ میں ایک کسی صدی میں بھی نہیں ہوا جیسا کہ عسل مصفی کی وضاحت اور ارشادات نبوت سے واضح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کوئی قادیانی فرد طلب حق کے لئے کسی بھی مسئلہ پر گفتگو زبانی یا تحریری کرنا چاہئے تو ہم اسے مندرجہ بالا اصول و ضوابط کی روشنی میں نہایت فراخدلی سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اصولوں پر ہر وقت گفتگو کرنے کا مجاز ہے۔ اب قادیانیوں پر اخلاقی طور پر لازم ہے کہ اگر وہ واقعتہ اپنے آپ کو صحیح تصور کرتے ہیں اور مرزا صاحب کو اپنی تعلیمات

میں سچا گمان کرتے ہیں تو وہ بڑی خوشی سے مندرجہ بالا اصولوں (جو کہ خود مرزا صاحب کے ہی پیش کردہ ہیں) کے تحت ہر موضوع پو گفتگو کر سکتے ہیں ہم صادق و امین خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا خدام اور امتی وعدہ کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا اصولوں کے پابند طالب حق قادیانی کو اپنی شہادت پیش کرنے کا پورا پورا موقعہ دیں گے اور کسی قسم کی دھونس یا قانونی چارہ جوئی نہ کریں گے نیز اسے اپنے صحیح نام اور مکمل پتہ ظاہر کرنے پر واقعی مخلص اور حق جو بھی تسلیم کریں گے۔ ہماری اس با اصول اور مخلصانہ پیش کش کو بھی اگر ایک قادیانی صدق قلب سے طالب حق نہ ہو بلکہ محض اپنی انانیت پر اڑ کر مرغ کی ایک ہی ٹانگ بتاتا رہے تو ہم یہ حقیقت پالینے میں مجبور ہوں گے کہ ان لوگوں کو اپنی آخرت کی کوئی فکر نہیں محض جہالت اور ناعاقبت اندیشی پر گامزن ہو کر ابد ہلاکت اور غضب الٰہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ بلکہ مزید خلق خدا کو دانستہ طور پر گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے اور تمام گم کردہ راہوں کو بھی ہدایت اور سعادت دارین سے نوازے۔ (آمین)

نوٹ

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مرزائی ضابطہ یہ ہے

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

پس حدیث کی قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کی نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض جو قرآن کے مطابق یا مثلاً ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہ ہوگی۔ (کشتی نوح ص ۵۸ خزائن ص ج ۱۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوی میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا۔ (ازالہ اوحام ص ۸۸۴ خزائن ص ۵۸۲ ج ۳)

نزول مسیح کی متفقہ احادیث کے متعلق

لکھتے ہیں کہ

اور اگر یہ کہو کہ کیوں جائز نہیں کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہوں اور آنے والا کوئی بھی نہ ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایسا خیال بھی سراسر ظلم ہے۔ کیونکہ یہ حدیثیں ایسے تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں کہ عند العقل ان کا کذب محال ہے اور ایسے متواترات بدیہیات کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ (ایام الصلح ص ۴۸ خزائن ص ۲۷۹ ج ۱۴)

نیز بخاری شریف کی اصح الکتب بعد کتاب اللہ تو بار بار تحریر کرتے ہیں مثلاً" (خزائن ص ۳۶۹ و ص ۲۷۹ ج ۱۴) (ازالہ اوحام) وغیرہ

مسئلہ حیات و نزول مسیح حقانی دلائل قرآنیہ کی روشنی میں

یا اخوۃ السلام۔ یہ حقیقت سو فیصد ذہن و قلب میں پختہ فرما لیجئے کہ قادیانیت کو دین و مذہب کے ساتھ رتی بھر تعلق نہیں ہے یہ تو محض ایک پولیٹکل تحریک ہے جسے عالمی صیہونیت نے اپنے مکروہ اغراض و مقاصد کے لئے جنم دیکر پروان چڑھایا ہے چنانچہ مفکر اسلام علامہ اقبال نے صاف فرما دیا تھا کہ

قادیانیت۔ یہودیت کا چربہ ہے۔

جناب مرزا صاحب اور اس کی ذریت باطلہ نفس اپنی پردہ داری کی غرض سے چند مذہبی مسائل کو اختیار کرتے چلے آ رہے ہیں تاکہ مذہب کے پردہ میں عوام الناس کو دین حق سے برگشتہ کیا جا سکے جیسے شیعہ نے محبت اہل بیت کا عنوان اختیار کر کے اپنے مکروہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی اس طرح قادیانی مسئلہ

حیات و نزول مسیح حقانی اور مسئلہ ختم نبوت کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں چونکہ عوام الناس محض آیات قرآنیہ اور ان کی باطل تاویلات سن کر ان کی گمراہ کن باتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اس بنا پر ان لوگوں نے یہ راستہ اختیار کر رکھا ہے ورنہ ان کو دین حق کی کسی بھی حقیقت کے ساتھ کوئی رابطہ اور واسطہ قطعاً نہیں ہے۔

چنانچہ یہ لوگ مسئلہ حیات و نزول مسیح (جو کہ ایک طے شدہ اور اجماعی مسئلہ تھا) میں چند الفاظ کے معانی اور مفہوم کو مشتبہ کر کے لوگوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے بڑے بڑے عیار افراد نے کافی مناظرے کئے اور کتابیں لکھیں چنانچہ ان کی کتب میں سے ایک احمدیہ پاکٹ بک لکھی گئی۔ جس کا مسکت جواب ہمارے ایک ماہر عالم نے محمدیہ پاکٹ بک کے نام سے شائع کی جس کا آج تک جواب نہیں دے سکے اور نہ ہی ممکن ہے۔

اس کی بعد فیصل آباد کے ایک قادیانی مبلغ قاضی نزیر احمد نے مزید اشکالات اور شبہات سے لبریز تعلیمی پاکٹ بک کے نام سے کتاب لکھی جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

وجہ تالیف

بندہ خادم اپنی کم مائیگی کا معترف ہے مگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے محض حسن نظر فرماتے ہوئے ایک حاضری میں ارشاد فرمایا کہ اس تعلیمی پاکٹ بک کے حصہ حیات مسیح کا جواب لکھو۔ تو بندہ نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے حضرت کے ارشاد پر لبیک کہدی۔ پھر عرض کیا کہ حضرت میرے پاس تو وہ پاکٹ بک بھی موجود نہیں۔ تو فرمایا کہ ہم مرکز سے بھیج دیں گے چنانچہ حضرت نے چند ایام کے بعد اصل

کتاب کی فوٹو کاپی بنا کر بذریعہ ڈاک ارسال فرما دی۔ تو بندہ حقیر نے خدا کا نام لے کر آہستہ آہستہ اس پر کام شروع کر دیا۔ جس میں بوجہ تجزیہ کاری کے کافی دقت بھی پیش آئی نیز حوالہ جاتی کتب کی بھی کافی کمی تھی مگر حضرت کی دعاؤں اور اس محاذ ختم نبوت کی برکت سے کام آہستہ آہستہ شروع کر دیا گیا جو چند ماہ کی محنت سے بحمد اللہ تعالیٰ بصورت حاضرہ مرتب ہو گیا۔

اب بندہ خلوم تعلیمی پاکٹ کی ترتیب سے ہی اس مسئلہ پر تفصیلاً" بمع قادیانی اشکالات کے جوابات کے شروع کرتا ہے اللہ کریم مجھے اپنے فضل و کرم سے مسئلہ کی صحیح صحیح تفہیم کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

چونکہ قادیانی حیات و نزول کے مسئلہ کو بوجہ علمی مسئلہ ہونے کے بڑے جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں اور پھر وہ اپنی فرعوصہ دلائل میں سے سب سے اول نمبر پر سورہ مائدہ کی آیت اذ قال اللہ یاعیسی ائنت قلت للناس۔بوجہ زیادہ مشکل ہونے کے سب سے پہلے پیش کر کے مغالطہ آمیزی کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا بندہ خلوم بھی قاضی صاحب کی پیش کردہ آیات کو انہی کی ترتیب سے پیش کر کے ان کا صحیح مفہوم اور ان کے مغالطوں کا حل پیش کرتا ہے۔ وہ آیت کریمہ یوں ہیں کہ

و اذقال اللہ یعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک علام الغیوب○ ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شی ء شھید○(المائدہ ۱۱۷ و ۱۱۸)

ترجمہ از قاضی صاحب اور جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں کو

"

کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو خدا کے سوا۔ تو (عیسیٰ نے) کہا پاک ہے تو ناممکن تھا میرے لئے کہ میں کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا اگر میں نے (ایسا) کہا ہو تو تجھے معلوم ہی ہو گا تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے یقیناً تو غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر نگران تھا اس وقت تک ہی جب تک میں ان میں موجود رہا پس جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔ (پاکٹ بک ص ۳ و ۴)

وجہ استدلال قادیانی

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

قیامت کے دن حضرت عیسی علیہ السلام کے جواب کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم سے ظاہر ہے کہ وہ جب تک اپنی قوم میں موجود رہے ان کی قوم نہیں بگڑی تھی کیونکہ اس وقت وہ ان پر نگران تھے اور جب اللہ تعالی نے ان کی توفی کر لی تو پھر قیامت تک خدا ہی ان کی قوم کا نگران تھا حضرت عیسی علیہ اسلام نے اس کے بعد نگرانی نہیں کی۔ اس بیان سے واضح ہے کہ ان کی قوم سے علیحدگی جب توفی کے ذریعے ہو گئی تو توفی کے بعد وہ قوم میں دوبارہ نہیں آئے ہوں گے بلکہ وہ قیامت تک قوم کے بارہ میں کوئی مشاہداتی علم نہیں رکھتے ہوں گے۔ (پاکٹ بک ص ۵)

الجواب بعوان الوہاب العلام

مندرجہ بالا اقتباس قابل جواب تو نہیں ہے۔ کیونکہ خود اسی میں اس کا جواب بھی موجود ہے جس طرح آئندہ سطور میں آپ پر واضح ہوتا جائے گا۔ (وہ

یوں کہ)

۱۔ قاضی صاحب نے آیت کریمہ کے مجموعی مفہوم میں کافی گڑبڑ کر دی ہے اصل بات سے ہٹ کر دوسری بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ آیت کا اصل یہ ہے کہ روز حشر مسیح کو برائے توبیخ نصاری یہ سوال ہو گا کہ انت قلت کہ آپ نے خود اپنی امت کو تین خدا بنانے کی تعلیم دی تھی۔ تو آپ جواب دیں گے کہ ماقلت لھم کہ میں نے ان کو کوئی ایسی تعلیم نہیں دی میں نے تو ان کو ان اعبدو اللہ ربی وربکم کی ہی تعلیم دی تھی۔ یہ سوال ہی نہیں ہو گا۔ کہ آپ کو اپنی قوم کے بگڑنے کا علم ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی صاحب بمع مرزا قادیانی اور امت قادیانیہ بار بار یہی راگ آلاپ کر آیت کے اصل مفہوم میں گڑبڑ کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

۲۔ قاضی صاحب کا جملہ کسی قوم سے علیحدگی جب توفی کے ذریعے ہو گی۔ یہ ہمارے حق میں ہے اور فیصلہ کن اعتراف ہے جیسا کہ آئندہ واضح ہو گا۔

۳۔ قاضی صاحب کے جملہ "وہ قوم میں دوبارہ نہیں آئے ہوں گے۔ بلکہ وہ قیامت تک قوم کے بارہ میں کوئی مشاہداتی علم نہیں رکھتے ہوں گے"۔ "یہ ہوں گے وہ ہوں گے" کے لفظ قادیانی موقف کی کمزوری ظاہر کر رہے ہیں کبھی نظریات وعقائد "ہوں گے ہوں گے" کے الفاظ سے بھی ثابت ہوا کرتے ہیں۔

بہر حال آپ اصل مسئلہ سمجھنے کے لئے نیز آیت کریمہ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے سلف صالحین کے شہادات کے ساتھ دوبارہ مطالعہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

واذقال اللہ یعیسی بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ قال سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ وان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام

الغیوب○ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید○ (المائدہ آخر)

ترجمہ از شاہ عبدالقادر الدہلوی مجدد صدی سیزدھم " اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسی مریم کے بیٹے تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوائے اللہ کے؟ بولا تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو حق نہیں پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھ کو خوب معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بر حق تو ہی ہے جانتا چھپی بات کو۔ میں نے نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

یہی ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی اور یہی ترجمہ ان کے والد محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے۔ اور یہ تینوں بزرگ قادیانیوں کے ہاں مسلم مجدد ہیں۔ اور بقول مرزا صاحب مجدد خدا کی وحی سے اور اس کے حکم سے بولتے ہیں اور یہ ہر زمانہ میں خدا کے دین کو تازہ رکھتے ہیں لہٰذا ان کا ترجمہ و مفہوم بالکل برحق اور صحیح ہو گا جس پر ایمان لانا فرض ہے اور ان سے انکار و انحراف کفر و فسق ہو گا۔ نیز یہ نظریہ تمام سلف کی گواہی ہے جسے خلف کو ماننا ہی پڑتا ہے۔

اب ذیل میں قادیانی موقف کی روح رواں لفظ توفی کی بحث مفصل سماعت فرمایئے۔

مفہوم توفی مفسرین امت کے حوالہ سے

۱۔ قال البیضاوی۔ فلما توفیتنی۔ بالرفع الی السماء لقولہ انی متوفیک ورافعک الی والتوفی۔ اخذالشیی وافیا۔ والموت نوع منہ ص ۱۹۳ ج ۱

۲ قل فی المظہری وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلماتوفیتنی۔ یعنی قبضتنی ورفعتنی الیک۔ والتوفی اخذالیشئی وافیا والموت نوع منہ۔

۳ وقال السیوطی۔ اذقال ای یقول اللّٰه یعیسی فی القیامنه توبیخًا لقومه وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلماتوفیتنی قبضتنی بالرفع الی السما جلالین ص ۱۱۱

۴ قال ابو سعود۔ واذ قال اللّٰه ای اذکر للناس وقت قول اللّٰه له علیه اسلام فی الاخره تو بیخا للکفرة وتبکینالهم۔ فلماتوفیتنی بالرفع الی السماء کمافی قوله تعالیٰ متوفیک ورافعک الی۔ فان التوفی اخذالیشی وافیا ص ۱۵۷ ج دوم

۵ قال صاحب المدارک۔ اذ قال۔ المجهور علی ان هذا السول یکون یوم القیامنه۔ دلیله: سیاق الایة وسباقها وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم (مدة کونی فیهم)

۶ قال ابن کثیر فی تفسیره و اذقال اللّٰه هذا ایضا مما یخاطب اللّٰه به عبده و رسوله عیسی بن مریم بحضرة من اتخذه وامه الهین من دون اللّٰه (وهذا تهدید للنصاری و تو بیخ و تصریح فعلی رؤس الاشهاد و هکذا قاله قتاده وغیره واستدل قتاده علی ذلک بقوله هذا یوم ینفع الصادقین۔ وایضا" یستدل علیه "یوم یجمع الرسل فی ابتداء الرکوع

۷ وقال القرطبی انما المعنی رفعتنی الی السما قال الحسن الوفاه فی کتاب اللّٰه علی ثلاثه اوجه ۔ وفاه الموت و ذلک قوله اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها۔ یعنی وقت انقضا اجلها ۔ ووفاه النوم قال وهوالذی یتوفاکم باللیل ینیمکم ووفاة الرفع قال یاعیسی انی

متوفیک ص ۳۷۷ ج ۶

۸ قل الامام الرزی فی الکبیر۔ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم ای کنت شھیدا علی ما یفعلون ما دمت مقیما فیھم فلماتوفیتنی) المرادمنہ وفاہ الرفع الی السماء من قولہ انی متوفیک ورافعک الی۔ (

تفیسر کبیر ص ۲۷۳ ج ۳

۹ وقل العلامۃالوسی فی روح المعانی توفیتنیای قبضتنی بالرفع الی السما کماقیل توفیت المال اذا قبضتہ وروی ھذا عن الحسن وعلیلہ

الجمھور ص ۷۹ ج ۷ لاہور

۱۰ وقل الراغب فی مفرداتہ

(وفی) لوافی الذی بلغ التمام درھم واف وکیل واف ولوفیت الکیل دلوزن قل تہ ودفوا الکیل اذا کلتم۔ وفی بعھدہ یعنی وفاء اذا تم العھد ولم ینقص حفظۃ واشنقاق صدہ وھوالعنز یدل علی ذلک وھو لترک والقرآن جاء بلوفی قل ولوفو بعھدی لوف بعھدکم وقول ابراہیم الذی وفی فتوفیتہ انہ بزل المجھودفی جمیع ماطولب بہ مما اشار الیہ فی قولہ ان اللہ اشتری واشار بقولہ واذابتلی ابراہیم ربہ بکلمات تاتمھن..... وقد عبر عن الموت والنوم بالتوفی قل اللہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وھوالذی یتوفاکم باللیل۔ قل یتوفاکم ملک الموت..... یاعیسی انی متوفیک ورافعک الی وقد قیل توفی رفعتہ والختصاص۔ لا توفی موت قل بن عباسؓ توفی موت لا نہ اماتہ ثم احیاہ۔المفردات ص ۵۵۰

ترجمہ الوافی جو کہ کسی کام کو مکمل کر دے کہا جاتا ہے درھم واف اور کیل واف یعنی پورے درھم اور پورا تول اور (وافیت الکیل والوزن) یعنی میں نے تول اور وزن پورا کر دیا اللہ تعالی نے فرمایاولوفوالکیل اذا کلتم کہ جب تم وزن کرو تو پورا

کرو۔ کہا جاتا ہے کہ (فی ۔عہدہ) بعض اس نے اپنا عہد مکمل اور پورا کیا اور اس کی پابندی میں کچھ بھی کوتاہی نہ کی۔ وفی کی ضد جو غدر یعنی بد عہدی ہے۔ اس کے اس مفہوم پر واضح دلالت کرتا ہے۔ قرآن مجید نے باب افعل استعمال فرمایا ہے جیسے فرمایا کہ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم یعنی تم میرا عہد (اطاعت و بندگی) پورا کرو میں تمہارا عہد (انعام و احسان) پورا کروں گا۔ اور حضرت ابراہیم کے متعلق جو آیا ہے الذی وفی تو ان کے توفی کا مصداق اس آیت میں ہے واذابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن گویا توفیۃ کا معنی اتمام یعنی پورا کرنا ہوا۔ اور کبھی توفی کی تعبیر موت سے بھی کی جاتی ہے نیز نیند سے بھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا اور وھوالذی یتوفاکم باللیل۔ قل یتوفاکم ملک الموت وغیرہ

اور جو اللہ نے فرمایا ہے۔یاعیسی انی متوفیک ورافعک الی تو اس کے مفہوم میں کہا گیا ہے کہ یہ توفی عظمت واختصاص کی ہے یہ موت کی توفی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہاں توفی موت کی مراد لی ہے لیکن ان کے نزدیک صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پہلے تین گھڑی موت دیدی پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لیا (گویا وہ مسئلہ حیات واضح مسیح میں ہمارے ہی ساتھ ہیں) حرف کیفیت رفع میں اختلاف سا اختلاف کرتے ہیں۔

۱۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وبودم بر ایشاں نگاہ بان ما دامیکہ درمیان ایشاں بودم پس وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان بر ایشان۔ (ترجمۃ القرآن از شاہ ولی اللہ

۱۲۔ صاحب جامع البیان لکھتے ہیں۔

فلما توفیتنی۔ رفعتنی من بینھم از تفسیر جامع البیان برحاشیہ فتح البیان۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ تمام مجددین و ملھمین اور مفسرین لفظ توفی کے مفہوم پر متفق

ہیں۔ سب نے توفیتنی کا مفہوم رفعتنی ہی لیا ہے اور اگر کسی نے توفی کا معنی موت لیا بھی ہے تو اس نے یہ بھی کہدیا ہے کہ اللہ نے پہلے مسیح کو چند ساعت مار دیا لیکن پھر زندہ کر کے آسمان پر لے گیا۔ گویا بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھایا جانا سب تسلیم کرتے ہیں اور بعض نے لفظ لفظ توفی کو بمنزلہ جنس تسلیم کر کے اس کی تین انواع بیان کی ہیں۔ توفی بالجسد توفی بالنوم اور توفی بصورت اماتت۔ اور تینوں ہی حسب قرینہ مراد جائیگی۔ چنانچہ ثالث کا استعمال عام ہے جیسا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وغیرہ۔ دوم توفی بالنوم۔ وھوالذی یتوفکم باللیل یہاں لیل قرینہ ہے۔ لہذا معنی نیند ہو گا۔

سوم توفی بالجسد جیسے یا عیسی انی متوفیک ورافعک کہ اس میں قرینہ ورفعک اور بل رفعہ اللہ الیہ ہے توفی کی یہ تقسیم مجدد صدی ہفتم امام رازی بن تیمیہ اور امام حسن سے واضح طور پر منقول ہے۔ نیز مسیح کے بارہ میں توفی بالنوم والا معنی بھی لیا جا سکتا ہے۔ کما ھو المنقول عن البعض۔ کہ اللہ نے بحالت نوم مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا۔ نیز خود مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موت صرف اخراج الروح کا نام ہی نہیں بلکہ اس کا معنی نوم بھی ہے تو گویا مرزا صاحب بھی ہمارے ساتھ بالآخر متفق ہو ہی گئے۔ (ازالہ اوھام) علاوہ ازیں آپ کے حق میں توفی بمعنی موت بھی حقیقی لیا گیا ہے لیکن پھر متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر تسلیم کرنا ہو گی اور یہ قرآن اور محاورہ عرب میں مستعمل ہیجے۔ چنانچہ اس پر امام سیوطی مجدد صدی نہم نے الاتقان میں مستقل باب مقصود فرمایا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے۔ (وارکعی واسجدی) کی بجائے واسجدی وارکعی آیا ہے جیسا کہ سورہ انعام میں کئی انبیاء کا تذکرہ ہے مگر ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقام پر ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ مطلق ان کا تذکرہ فرمانا مقصود ہے۔ ایسے ہی ایک مقام پر فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اور دوسری جگہ یعذب من یشاء ویغفر من یشاء

من یشاء آیا ہے۔ ۴:۵ وکذالک امثل اخری۔ ومنھا قولہ تعالی کذبت ثمود و عاد بالقارعۃ الحاقہ آیت ۴ تا ۶

پھر مزے کی بات یہ بھی ہے کہ

توفی بھی موت لے کر پھر بھی ہمارا نقصان نہیں ہوتا کیونکہ خود فریق مخالف یعنی مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے کہ موت کا معنی صرف اخراج الروح ہی نہیں ہوتا بلکہ نیند اور غشی بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے ان کی مشہور کتاب ازالہ اوہام ص ۹۴۳ نیز ص ۶۴۰ پر لکھا کہ

اگر یہ کہو معجزہ کے طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقی موت نہیں ہوتی بلکہ غشی یا نیند وغیرہ کے قسم سے ہو گی کیونکہ ملت کے معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔ اسی طرح اگر ہم کہیں کہ لفظ توفی درحق مسیح بھی نیند ہے کہ آپ کو بحالت نیند آسمان پر اتفاقاً لیا گیا تو اس میں کون سا بعد لازم آئے گا؟ ایسے ہی (ازالہ ص ۲۶۵ اور ص ۵۴۱ وغیرہ پر مذکور ہے۔

ویسے یہ مفہوم صحیح بھی ہے کیونکہ حدیث میں سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں یہ مفہوم موجود ہے جیسے سوتے وقت کی دعا یوں ہے بلسمک لموت ولحیی۔ ای انلم وایقظ اور جاگنے کی دعا۔الحمد للہ لذی احیانا بعد ما اماتنا۔ ای ایقظنا بعد ما انامنا لہٰذا اگر مرزا صاحب کی ضد پر ہم توفی بمعنی موت ہی مراد لے لیں تو بھی موت کے دو مفہوم ہیں ایک افتراق کلی بین الروح والجسد دوم افتراق جزوی یعنی نیند۔ تو اس مفہوم پر مراد یہ ہو گی کہ حضرت مسیح کو نیند طاری کر کے آسمان پر اٹھا لیا گیا غرضیکہ بہر حال ہمارا مدعا اور مقصود ثابت ہو جاتا ہے۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ التوفی ۔ بمعنی القبض لے کر پھر اس کی دو صورتیں ہیں القبض مع الامساک وھو الموت والثانی القبض مع الارسال وھو النوم فاصل التوفی القبض مطلقا" ناظرین کرام۔ مندرجہ بالا آیت کے متعلق

متعدد مجددین اور مفسرین کرام کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔ کہ

نمبر ۱۔ یہ سوال (ء انت قلت) حضرت مسیحؑ سے بروز قیامت امت کے متعلق ہو گا عیسیٰؑ کیا آپ نے اپنی امت کو یہ بات فرمائی تھی کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں مریمؑ کو بھی معبود مان لو۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب بھی یہ حقیقت متعدد مقامات پر تسلیم کرتے ہیں۔

اب اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ

جب بروز حشر الوہیت مسیح اور تثلیث کے قائل عیسائیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ عقائد کہاں سے لئے تو وہ کہیں گے کہ ہمیں ان کی تعلیم ہمارے خداوند حضرت مسیح نے دی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ محض عیسائیوں کی تکذیب و توبیخ کے لئے حضرت عیسیٰؑ سے سوال کریں گے تا کہ آمنے سامنے سوال جواب ہونے سے گمراہ عیسائیوں کی تردید و تکذیب ہو جائے ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ چنانچہ سوال ہو گا اے میرے مقدس بندے عیسیٰ ء انت قلت

اس پر حضرت مسیح گھبرا جائیں گے کہ یہ ظالم میرے ذمے کتنی غلط اور بری بات لگا رہے ہیں اور نہایت عاجزی اور پریشانی سے عرض کریں گے کہ سبحانک کہ اے اللہ تو ہر قسم کے شریک و سہیم سے پاک و منزہ ہے۔ تو نے مجھے اپنا معظم نبی بنا کر ان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا تو پھر مجھے ایسی غلط بات کہنے کا کیسے حق پہنچتا تھا۔ اے میرے مالک و خالق میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کہی بالفرض اگر کہی بھی ہو تو تو خوب جانتا ہے کیونکہ تو میری زبان کی بات تو کجا میرے دل کی بات بھی خوب جانتا ہے۔ لیکن میں تیرے بھید کی بات نہیں جان سکتا کیونکہ تو ہی تمام غیوب کا جاننے والا ہے اے میرے مالک و مولیٰ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم کہ اس اللہ کی پرستش کرو

جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی بات کہنے کا ہر گز استحقاق نہ تھا اور نہ میں نے کہی تھی۔ الحاصل۔ یہاں سوال یہ ہوا۔ (ء انت قلت) کہ تم نے یہ بات کہی تھی؟ اور جواب یہ دیا گیا کہ (ما قلت لھم) کہ میں نے ہرگز نہیں کہی۔ باقی امور سب اس کے متعلقات اور عذر داری کی تمہید و تائید میں ہیں۔ نیز یہ سوال بغرض تکذیب و توبیخ نصاری کے ہے کسی استعلام و اعلام اور استخبار و اخبار کی غرض سے نہیں۔ فافہم ولا تکن من الحالکین

اس عنوان کے دیگر قرآنی شواہد

مندرجہ بالا سوال و جواب کسی بات کے جاننے کے لئے نہیں بلکہ محض عیسائیوں کو جھٹلانے اور شرمندہ کرنے کے لئے ہے تاکہ ان کا جرم پوری طرح ان پر واضح ہو جائے۔ اور حضرت عیسی کی طہارت بھی واضح ہو جائے جیسے اس طرز پر اور بھی کئی افراد سے ایسے سوال ہوں گے۔ جن جن افراد کی باغوائے ابلیس پوجا ہوتی رہی۔ ان کا نام لے کر لوگوں میں شرک و کفر پھیلایا جاتا رہا۔ ان عابدین اور معبودین سب سے اس طرز پر سوال و جواب ہوں گے تاکہ ان کی خوب تردید و تکذیب ہو جائے اور ان گمراہوں کا جرم خوب ثابت ہو جائے نیز ان مقدسوں اور راستبازوں کی حقانیت اور بے قصوری بھی علی رؤس الاشہاد ثابت ہو جائے۔

شاہد اول

۱۔ فرمایا ویوم نحشرھم جمیعا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم و شرکاء کم فزیلنا بینھم وقال شرکاء ھم ما کنتم ایانا تعبدون○ فکفی باللہ شھیدا بیننا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین○ ھنالک تبلوا کل نفس ما اسلفت وردوا الی اللہ مولھم الحق وضل عنھم ما کانوا

یفترون۔ یونس ۲۸۔۲۹۔۳۰۔

ترجمہ اور جس دن ہم یعنی قیامت کو ان (عابد و معبود) سب کو اکٹھا کریں گے پھر ہم شریک بنانے والوں کو حکم دیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ پھر ہم دونوں کو جدا جدا کر دیں گے تو ان کے شریک ان کو کہہ دیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے۔ لو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ ہے کہ ہم یقیناً" تمہاری عبادت سے سراسر بے خبر ہیں۔ اس وقت ہر نفس خوب جان لے گا کہ اس نے پہلے کیا کچھ کرتوت کئے ہیں اور ان کو ان کے مولائے حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اور جو کچھ جھوٹ بنایا کرتے تھے سب کافور ہو جائے گا۔

یعنی مشرک لوگ جن بزرگوں۔ اولیاء۔ انبیاء۔ کو خدا کے سوا حاجت روا سمجھ کر پکارا کرتے تھے ان کے نام کی نذر و نیاز اور منتیں مانا کرتے تھے ان کی قبروں پر سجدے۔ طواف و اعتکاف اور عرض و مناجات کیا کرتے تھے وہ مقدس حضرات ان تمام امور کا سرے سے انکار کر دیں گے کہ ہم نے تمہیں نہ یہ تعلیم دی تھی اور نہ ہی ہمیں تمہاری ان حرکات بد کا علم ہے لہذا تم کس طرح یہ تعلیم ہماری طرف منسوب کر رہے ہو۔ اس وقت مشرکوں کی خوب آنکھیں کھل جائیں گی کہ اصل مسئلہ وہی تھا جو توحید خالص انبیاء اور صلحائے امت تلقین کیا کرتے تھے۔ اور ہمارا یہ سب کچھ فریب ابلیس ہی تھا۔

دوسرا شاہد۔ اولیاء کرام سے سوال

ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ فیقول ءانتم اضللتم عبادی ھولاء ام ھم ضلوا السبیل قالوا سبحنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء ولکن متعتھم و آباء ھم حتی نسوا الذکر و کانوا قوما بورا

○ فقد کذبوکم بما تقولون فما تستطیعون صرفا ولا نصرا○ ومن یظلم منکم نذقه عذابا کبیرا○ (الفرقان ۱۸۔ ۱۷)

ترجمہ اور جس دن وہ ان کو اکٹھا کرے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کے سوا پوجا کیا کرتے تھے پھر فرمائے گا (نیک لوگوں کو) وہ یعنی اللہ والے کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو (شرک کی تعلیم دیکر) گمراہی میں ڈالا تھا یا یہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ کہینگے کہ اے اللہ تو پاک ہے (ہر قسم کے شرک سے) ہمیں کب یہ حق پہنچتا تھا کہ ہم تیرے سوا اور بھی رفیق و ساتھی اور حاجت روا مشکل کشا بنا لیں۔ بلکہ ہوا یہ کہ تو نے ان لوگوں کو دنیاوی مفادات اور اسائشوں سے نوازا حتیٰ کہ یہ خدا کی یاد کو ہی بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی تباہ ہونے والے۔ پھر ان مشرکوں کو فرمائے گا لو دیکھو تمہارے بزرگوں نے تو تم کو جھٹلا دیا ہے تو اب تم اس عذاب سے نہ خود کھسک سکتے ہو اور نہ ہی تمہاری کوئی ان کی طرف سے مدد ہو سکتی ہے۔ اور جو کوئی بھی ظلم یعنی شرک کرے گا ہم اسے سنگین عذاب دیں گے۔

تیسرا شاہد۔ فرشتوں سے سوال

مشرکوں نے انبیاء و اولیاء کے علاوہ فرشتوں کو بھی خدا کی بیٹیاں قرار دیکر ان کو مشکل کشا سمجھا ہوا تھا انکی نذر و نیاز اور منتیں مانی تھیں۔ لہذا بروز حشر ان سے بھی مشرکوں کو کرنے کے لئے ان کے رو برو کر کے سوال ہو گا۔ فرمایا ویوم یحشرهم جمیعا ثم یقول للملائکته اهولاء ایاکم کانوا یعبدون ○ قالوا سبحنک انت ولینا من دونهم بل کانوا یعبدون الجن اکثرهم بهم مومنون○

ترجمہ اور جس دن اللہ ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں کو فرمائے گا کہ کیا یہ

تمہاری پوجا پاٹ کرتے تھے (یعنی تم نے انہیں کوئی ایسا اشارہ کیا تھا) وہ کہہ اٹھیں گے (سبحنک) اے اللہ تو پاک ہے تو ہی ہمارا مولی اور دوست ہے پھر کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں بلکہ یہ تو شیطانوں کی پوجا کرتے تھے (یعنی ان کے کہنے سے غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے) یہ اکثر بیشتر انہی پر یقین رکھتے تھے۔ لہٰذا ہم بے قصور ہیں اور تو بھی ان خرافات سے پاک ہے۔ لہٰذا اب جس فریق کے حق میں اس کا صحیح مفہوم فیصلہ کرے گا اسی کا نظریہ درست ہو گا اور وہی حق پر ہو گا اور اس کے خلاف فریق ثانی غلط کار اور باطل پرست ہو گا۔

اس لئے بندہ حقیر اس آیت کریمہ کی روشنی میں نیز خارجی حقائق کی روشنی میں اس لفظ کا صحیح اور قطعی مفہوم پیش کر کے اس تنازعہ اور الجھن کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دینا چاہتا ہے۔

وہ یوں کہ

حضرت مسیح بروز حشر درگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ جب تک میں ان اہل فلسطین میں سکونت پزیر رہا (نہ کر زندہ رہا) میں ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا رہا کہ یہ گمراہ نہ ہوں پھر جب تو نے میری توفی کر لی۔ تو اس کے بعد تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ تھا۔ تجھے ان کے تمام حالات خوب معلوم ہیں۔ (جیسا کہ انجیل یوحنا ۱۷ : ۱۳ تا ۱۵) کے حوالہ جات میں گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام اہل فلسطین سے جدا اور الگ بذریعہ توفی ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب اگر توفی کا معنی قادیانیوں والا کریں کہ جب تو نے مجھے موت دیدی تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی بات قاضی نذیر نے بھی تسلیم کر لی ہے۔ کیونکہ پھر مطلب یہ ہو گا کہ مسیح فلسطینیوں سے بذریعہ موت جدا ہو گئے یعنی آپ اس وقت مر گئے زندہ رہتے ہوئے کشمیر نہ گئے۔ تو دریں صورت حیات مسیح کا صرف ایک ہی مرحلہ اور دور باقی رہ جائے گا۔ جو کہ قادیانیوں کو بھی تسلیم

نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کے ہاں بھی مسیح یہاں سے منتقل ہو کر کشمیر میں ۹۲ سال تک سکونت پذیر رہے۔ تو اب اگر قادیانی مفہوم یعنی موت لیا جائے تو گویا اس کے ساتھ قادیانیوں کی بھی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ حیات کشمیر ثابت نہ ہو سکی جو ان کے نظریہ میں مسلم ہے۔ لیکن اگر اس کا مفہوم جمیع مجددین۔ ملہمین۔ مفسرین اور محدثین کرام والا لیا جائے یعنی جب تو نے مجھے اپنے قبضہ حفاظت میں لے کر زندہ آسمان پر اٹھا لیا تو بات درست رہتی ہے یعنی آپ کی حیات کے دو دور ثابت ہو جاتے ہیں جس کے متعلق خود مسیح بھی ابتدا میں اشارہ فرما چکے ہیں کہ وجعلنی مبارکا این ما کنت یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں (مریم) معلوم ہوا کہ مسیح نے واقعتہ ایک سے زیادہ مقامات پر زندگی گزارنا ہے لہٰذا اگر توفی کا معنی رفعتنی کریں تو بات درست رہتی ہے کہ آپ اہل فلسطین سے الگ ہو کر اور منتقل ہر کر دوسری جگہ چلے گئے یعنی آسمان پر لیکن بقول قادیانی اس کا ترجمہ موت کریں تو دوسرا دور ثابت نہ ہو سکے گا کہ آپ ۹۲ سال کشمیر میں سکونت پذیر رہ کر فوت ہوئے۔ نیز ہمارے مفہوم اور نظریہ کی تائید میں جناب قادیانی صاحب بھی زیر آیت (انی متوفیک) گواہی دے چکے ہیں۔ کہ یہ لفظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ توفی جلد پورا ہونے والا ہے اس میں کچھ بھی توقف نہیں۔ (آئینہ کمالات ص ۴۶ طبع ربوہ)

اب فرمایئے کہ لفظ توفی کا مفہوم اور معنی جلدی بلا توقف کس صورت میں پورا ہوتا ہے۔ آیا اہل اسلام کے مفہوم کے لحاظ سے کہ وہ اس کا "ترجمہ اپنے قبضہ میں پورا پورا لینا"۔ کرتے ہیں یا قادیانیوں کے لحاظ سے کہ اس کا معنی موت کرتے ہیں فرمائیں کیا موت جو کہ بعد از ہجرت ۹۲ سال کے بعد واقع ہوئی۔ تو کیا آپ اہل فلسطین سے جدا بذریعہ موت ہوئے یا وہاں سے ہجرت فرما کر اور کسی دوسری جگہ کافی وقت حیات گزار؟ پھر طبعی موت سے دو چار ہوئے۔

اب فرمایئے کیا ۹۲ سال کا وقفہ اور عرصہ کچھ بھی نہیں؟ جو ان کے ہاں مسیح نے کشمیر میں گزارا ہاں ہمارا نظریہ درست رہتا ہے کہ ہم توفی کا معنی انخذلشیئی و افیاکرتے ہیں تو اس لحاظ سے واقعی یہ معنی جلد اور بلا توقف پورا ہو جاتا ہے کہ اللہ نے فوراً اپنی حفاظت میں لے کر ان کو آسمان پر اٹھا لایا اور وہاں بحکم الٰہی مدت تک رہ کر آخر زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے اور قادیانیوں اور یہود و نصاریٰ کے غلط نظریات کا قلع قمع فرمانے کے لئے چالیس سال تک زمین پر زندہ رہے گے اور دجال کو قتل کریں گے حتیٰ کہ تمام یہود و نصاریٰ جو دجال کی حمایت میں قتل ہونے والوں کے علاوہ بچ جائیں گے وہ آپ پر ایمان لے آئینگے اور پھر تمام دنیا پر صرف دین اسلام ہی رائج ہو جائے گا بالآخر آپ طبعی طور پر وفات پا کر روضہ رسولؐ میں مدفون ہوں گے جیسا کہ بے شمار احادیث میں یہ تمام تفاصیل مذکور ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب بھی ان متواتر احادیث سے مجبور ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مثیل مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے ظاہر معنی صادق آتے ہوں۔ ازالہ۔ یہ بھی اقرار کیا کہ ہو سکتا ہے کوئی ایسا بھی مسیح آ جائے جو دمشق میں نازل ہو۔ نیز لکھا کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا بھی مسیح آ جائے جو روضہ رسولؐ کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۴۷۰) تو جب ایسا ممکن ہے تو ہم اسی مسیح کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں تمہاری کچھ بھی حاجت نہیں۔ تم جاؤ جا کر ملکہ برطانیہ کی خوشامدیں کرتے پھرو۔

ناظرین کرام ملاحظہ فرمایئے کہ از روئے قرآن کریم کیسے اس مسئلہ کا فیصلہ سو فیصد حد تک اہل اسلام کے حق میں ہو گیا ہے۔ اور قادیانی جس جملہ کو اپنی حمایت میں ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اسی جملہ سے فیصلہ بالکل ان کے خلاف ہو رہا ہے۔

نیز لفظ توفی کے مفہوم میں ہم نے متعدد مجددین اور مفسرین کے حوالہ جات

بھی نقل کیے۔ وہ سب کے سب فلما توفیتنی کے معنی رفعتنی ہی کر رہے ہیں ان کے علاوہ تیرہ صدیوں کے کسی بھی مجدد اور مفسر نے مرزا صاحب والا معنی نہیں کیا ہاں اگر عبداللہ بن عباسؓ اور کس نے توفی بمعنی موت لیا ہے۔ تو وہ یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ بعد از اماتت عارضی آپ کو زندہ کر کے آسمان پر بھیجا گیا غرضیکہ مسئلہ حیات و نزول مسیح کے بارہ میں کوئی بھی متنفس مختلف نہیں۔ لہذا جب تمام امت من اولہ الی آخرہ نیز قادیانیوں کے ہاں کے بھی مسلمہ مجددین کرام توفی کا معنی مرزا صاحب کے خلاف ہی کر رہے ہیں تو جناب مرزا صاحب کو ان کی بات تسلیم کر لینا ضروری اور جزو ایمان ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ہاں ملہم بلا بلائے نہیں بولتے (ازالہ ص ۱۹۸)

نیز مجدد لوگ دین میں کمی بیشی نہیں کرتے بلکہ گمشدہ دین پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں نیز لکھا ہے کہ یہ لوگ قرآن کے اجمالی مقامات کو احادیث نبویہؐ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور تعلیم کو ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ (ایام الصلح ص ۵۵)

نیز یہ لوگ خدا کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں ان کو تسلیم کرنا فرض ہے اور ان سے انحراف کفر و فسق ہے۔ اس بنا پر قادیانیوں کو ان کی مخالفت کی صورت میں اپنا انجام سوچ لینا چاہئے۔ تو جب مجددین کی یہ شان ہے اور واقعی ہے تو پھر مرزا صاحب کو ان کے بیان کردہ مفہوم اور نظریہ سے انحراف کر کے یہ کہنا کہ توفی کا معنی رفع کرنا الحاد ہے (معاذاللہ) (ازالہ ۲۰۱) کہاں تک معقول ہو گا؟ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں سابقہ مجددین کو الحاد کے مرتکب تسلیم کرنا آسان ہے یا من یتبع غیر سبیل المومنین کے مصداق جناب مرزا صاحب کو فیصلہ خود فرمایئے۔ جب کہ مرزا صاحب نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ قرآن کا غیر منقول معنی کرنا الحاد ہے (ازالہ ص ۳۰۱) اور اب خود ہی غیر منقول معنی اختیار کر رہے ہیں۔ لہذا فرمایئے

کہ طوق الحاد کس کے گلے میں سج رہا ہے۔

خلاصہ کلام

ناظرین کرام یہاں تک ہم نے قادیانوں کی مایہ ناز دلیل قرآنی خود انہی کے مسلمہ اصولوں بلکہ اقراری شہادت کی روشنی میں خود انہی کے سراسر خلاف ثابت کردی ہے کہ

اس آیت میں سوال ءانت قلت ہے کہ آپ نے ان کو یہ شرکیہ بات کا حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود مان لو؟ تو مسیح اس کا جواب دیں گے۔ کہ ما قلت لھم الخ تمام مذکورہ امور اس اعتذار کی تمہید و تائید میں ہیں پھر ان کے مابہ النزاع جملہ فلما توفیتنی۔ کا صحیح صحیح مفہوم دلائل مشاہدات اور مسلمہ امور کی روشنی میں دیانتداری کے ساتھ واضح کر دیا گیا کہ اس جملہ کا صحیح اور حقیقی مفہوم اہل اسلام کے حق میں سو فیصد واضح ہے اور قادیانی بالکل خالی ہاتھ اور محروم رہ جاتے ہیں۔

نیز اہل اسلام کی حمایت میں قادیانیوں کے تمام مسلمہ مجددین و ملہمین بھی پر زور شہادت دے رہے ہیں بالخصوص بارھویں تیرھویں صدی کے مجددین شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین۔ رحمھم اللہ

تو چونکہ مجددین دین کی صحیح حقیقت پیش کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ بن بلائے نہیں بولتے اور ان کا انکار کفر و فسق ہے لہذا ان ملہمین و مجددین کا بیان کردہ مفہوم ہی قابل قبول ہو گا۔ ان کے خلاف ہر معنی اور مفہوم قابل رد ہو گا۔ لہذا قادیانیوں کو اپنے نظریہ سے دستبردار ہو کر راستباز مجددین اور ملہمین کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہئے تاکہ وہ ان کے منکر اور مخالف ہو کر کفر و فسق کے تحت نہ آجائیں نیز امت مسلمہ کی رفاقت بھی نصیب ہو جائے اور آئے دن کا خلفشار

اور محاذ آرائی ختم ہو جائے۔

ورنہ بصورت دیگر آمد مسیح ثانی پر جیسے یہود و نصاری اپنے غلط نظریات کی سزا پائیں گے اس طرح قادیانی بھی حضرت مسیح اور آپ کے متبعین کے ہاتھوں سزا سے بچ نہ سکیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال اگر کوئی یوں کہے کہ مندرجہ بالا آیت(فلماتوفیتنی)میں توفی کا مفہوم طبعی موت بھی لیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ سوال و جواب یقیناً اور بالاتفاق بروز قیامت ہو گا تو اس وقت تک دونوں قسم کی توفی (اصعاد الی السماء و طبعی موت) واقع ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا اس آیت کریمہ میں لفظ توفی کا مفہوم طبعی موت لیا جا سکتا ہے۔

جواب یہ امر مسلم ہے کہ یہ سوال و جواب بروز حشر ہی ہو گا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اس وقت تک دونوں قسم کی توفی ہو چکی ہو گی۔ مگر یہ بات مسلم نہیں کہ پھر یہاں توفی یعنی موت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ

سوال(ء انت قلت) زمانہ رسالت کے متعلق ہے۔ فریضہ رسالت کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ وہی دور ہے جس کے حوالہ سے امت ان کی طرف یہ تعلیم (اتخاذ الوہیت) منسوب کر رہی ہے کہ یہ تعلیم ہمیں حضرت مسیح نے ہی دی تھی۔ ہم نے نہ تو از خود اختیار کی ہے اور نہ ہی کسی اور نے ہمیں دی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سوال و جواب کا تعلق اس دور سے ہے جبکہ حضرت عیسیٰ نے یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم ورسولا الی بنی اسرائیل کا دعویٰ اور اعلان فرمایا تھا۔ نہ کہ مرحلہ ثانی میں کیونکہ وہ اس وقت ورسولا الی بنی اسرائیل کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ دین مصطفیٰ کی اشاعت و ترویج اور قتل دجال کے لئے تشریف لائیں گے کسی دعویٰ کے مدعی نہ ہوں گے لہٰذا اس توفی سے مراد صرف اصعاد الی السماء ہی مراد ہو گا جیسا کہ جملہ مفسرین کرام اس کا ترجمہ رفعتنی ہی فرمایا ہے۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا وضاحت کو بغور ملاحظہ فرمائیں یہ تفصیل آپ کو بہت سے قادیانی شبہات سے بھی نجات دلانے کی ضامن ہو گی۔ انشا اللہ العزیز

اس آیت کریمہ کے بارہ میں قادیانی اشکالات

استدلال ا۔ قادیانی عموماً اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ

مسیح کا بیان ہے کہ جب میں ان میں موجود تھا تو یہ قوم بگڑی نہیں تھی میری توفی کے بعد ان کا صرف خدا ہی نگران تھا۔ مسیح نہ تھے تو اگر مسیح دوبارہ ان میں آئے ہوتے تو یہ بات کیسے درست رہے گی کہ جب تک میں ان میں موجود رہا تو میں نگران تھا یہ نہیں بگڑے لہٰذا معلوم ہوا کہ مسیح اپنی قوم میں صرف ایک ہی دفعہ آئے ہیں دوبارہ نہیں۔

(تعلیمی پاکٹ بک از قاضی نذیر قادیانی ص ۵)

الجواب بعون الوہاب

مسیحی امت کی تربیت اور نگرانی کا دور صرف ایک ہی ہے وہ ہے جب آپ نے رسولا الی بنی اسرائیل کا اعلان فرمایا تھا۔

اب دوبارہ آمد جو کہ نصوص قرآنیہ و حدثیہ اور اجماع امت سے ثابت ہے یہ رسولا الی بنی اسرائیل کی حیثیت سے نہ ہو گی۔ بلکہ شرع خاتم الانبیاء کی اشاعت و ترویج کے لئے ہو گی۔ لہٰذا اب وکنت علیھم شھیدا والا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو دور اول کا فریضہ تھا نہ کہ ثانی کا۔ نیز یہ خرابی دور اول کے بعد ظاہر ہوئی تھی نہ کہ دور ثانی کے وقت یا اسکے بعد ۔ لہٰذا زیر بحث صرف دور اول ہی ہو گا یعنی دور اول ہی کے متعلق سوال ہو گا اور اسی کے متعلق جواب ہو گا۔ ورنہ آپ کو ہجرت الی السماء کے بعد دور نزول ثانی سے قبل ہی امت کی گمراہی کا علم ہو گیا تھا جیسا کہ خود مرزا صاحب نے بھی آئینہ کمالات ص ۲۶۸ میں تسلیم کیا اور خود مسیح بھی روز حشر فرمائیں گے کہ انی عبدت من دون اللّٰہ (ترمذی ص ۱۴۳ ج ۲)

قادیانی اشکال ع۲

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میرے کچھ امتیوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں طرف (جہنم) کی طرف لیجایا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں فرشتے کہینگے انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھید مادمت فیھم فلما توفیتنی (از بخاری)

قادیانی استدلال یوں ہے

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں خدا کے حضور عذر میں ویسے ہی کہوں گا جیسے کہ عبد صالح عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ میں ان پر نگران رہا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مری توفی کرلی تو پھر تو ہی نگران تھا۔ تو گویا آنحضور ﷺ اپنے بارہ میں حضرت مسیح والے الفاظ (فلما توفیتنی) ہی استعمال کر رہے ہیں جبکہ آپ نے طبعی طور پر وفات پائی تھی لہذا حضرت عیسیٰ کا بھی طبعی طور پر فوت ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ دونوں کے بارہ میں لفظ توفی آیا ہے۔

اب تو یہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ توفی حضور ﷺ کے بارہ میں تو طبعی موت کے معنی میں ہو اور مسیح کے بارہ میں زندہ آسمان پر اٹھانے کے معنی میں لیا جائے۔

الجواب ا۔ یہ ہے کہ قادیانی مبلغ قاضی نذیر وغیرہ یہاں بھی دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ یہ معنی تب ہوتا کہ جب عبارت یوں ہوتی۔ اقول ما قال۔ کہ میں بھی وہی بات لکھوں گا جو مسیح نے کہی۔ جب کہ یہاں قول کما حرف تشبیہ کے ساتھ ہے لہذا اتحاد فی القول ثابت نہ ہو گا۔ صرف معذرت اور اعتذار میں موافقت ہے الفاظ و مفہوم میں یکسانگی نہیں۔ مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ جیسے مسیح یہ عذر پیش کریں گے میں بھی کوئی عذر پیش کروں گا۔

۲۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے مسیح یہ بات کہیں گے میں بھی کوئی بات کہوں گا گویا فلما توفیتنی صرف قال کا مقولہ ہے یہاں اقول کا مقولہ مذکور نہیں۔ یا ممکن ہے کہ آپ کا مقولہ یہ ہو۔ ان تعذ بھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم جیسے حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے ساری رات نماز میں اسی آیت کریمہ کو دہرایا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی بخشش کے لئے رب کے حضور دعا کی تھی۔ تو میری وہ دعا قبول ہو گئی۔ وہ یہی تھی ان تعذبھم فانھم عبادک

۳۔ یہ جملہ حرف ک کے ساتھ ہے جو کہ تشبیہ کے لئے آیا ہے اس میں دونوں چیزوں کی کلی متابقت مراد نہیں ہوتی۔ جیسے قرآن مجید میں ہے

لقد جئتمونا کما خلقنکم اول مرہ کہ تم ہمارے حضور حاضر ہو گے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ ۲۔ کما بدآکم تعودون (الاعراف ۲۹) یعنی جیسے اس نے ابتدا میں پیدا کیا تم دوبارہ لوٹو گے۔ ۳۔ کما بدآنا اول خلق نعیدہ ۱۰۴:۲۱

ترجمہ جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا دوبارہ پیدا کریں گے۔ فرمایا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم وغیرہ

ملاحظہ فرمایئے یہاں بھی لفظ کما ہے۔ تو کیا یہ معنی ہو گا کہ جیسے انسانوں کی پہلی پیدائش ہے کہ ماں باپ کے نکاح اور ملاپ کے ذریعے بچہ پیدا ہوتا ہے پھر بڑا ہوتا ہے ایسے ہی قیامت کو بھی بعینہ پیدائش ہو گی۔ ہر گز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسے اس نے تمہیں پہلی بار عالم وجود میں ظاہر کیا اسی طرح وہ دوبارہ بھی تمہیں موجود اور حاضر کر لے گا ذرائع اور کیفیت چاہے کیسی ہو صرف ایجاد اور حاضر کرنے میں موافقت ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ تشبیہ میں کلی موافقت نہیں ہوتی بلکہ ادنی مشابہت کی بنا پر بھی ایک چیز دوسری کے نام سے موسوم کر دیتے ہیں جیسا کہ لفظ شیر کہ محض وصف شجاعت کی بنا پر کسی آدمی کو اسد یعنی شیر کہہ دیتے ہیں۔ (ازالہ ص ۷۲۔۷۷) حاشیہ یہ مراد نہیں کہ زید شیر کی طرف پنجوں اور کھال بال والا بھی ہو۔

ایسے ہی یہاں معاملہ ہے کہ اقول کما قال میں مشابہت صرف وصف اعتذار میں ہے قول میں ہے مقولہ میں نہیں۔ مثلا قرآن میں ہے۔ فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم (البقرہ)

تو تشبیہ صرف اہتمام و تکرار میں ہے نہ کہ الفاظ و انداز میں ایسے ہی اقول کما قال میں سمجھئے چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ ایک دفعہ دوران سفر صحابہ نے دیکھا کہ مشرک لوگ اپنی تلواریں وغیرہ ایک درخت ذات انواط نامی پر لٹکاتے ہیں تو عرض کرتے گئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھی ہمارے لئے کوئی ذات انواط مقرر فرما دیں تو ارشاد فرمایا تم نے تو وہی بات کہی جو قوم موسی نے نیل

پار کر کے کہی تھی کہ اجعل لنا الها کما لھم الھہ کہ اے موسی آپ بھی ہمارے لئے کوئی الہ مقرر کر دیں جیسے کہ ان لوگوں کا معبود ہے۔

اب ملاحظہ فرمائے کہ کیا صحابہ کرامؓ نے ذات انماط کا مطالبہ کر کے معاذ اللہ بت پرستی کی اجازت طلب کی تھی دیکھئے یہاں بھی لفظ کما ہے مگر مشابہت کلی موجود نہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہاں اقول کما قال۔ میں خرف تشبیہ ہے جس میں کلی مطابقت ہرگز نہیں۔ بلکہ محض ایک جزئی میں موافقت کی بنا پر یہ حرف تشبیہ ذکر کر دیا گیا ہے وہ ہے اعتذار اور قول۔ کہ میں بھی کچھ بسلسلہ عذر کہوں گا جیسے مسیح کہے گا مگر وہ کہنا یا مقولہ یہاں مذکور نہیں۔ لہذا قادیانیوں کا اشکال بالکل غلط ثابت ہوا یا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے عیسی علیہ اسلام کی قوم میں کی عدم موجودگی کی صورت میں خرابیاں پیدا ہو گئیں اسی طرح میری امت میں خرابیاں واقع ہو گئیں گویا در صورت موجودگی در قوم۔ قوم نہیں بگڑی بلکہ اس کے بعد نبی کی غیر موجودگی میں بگڑی ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ غیر موجودگی کس طریقہ سے واقع ہوئی۔ طبعی وفات سے یا رفع الی السما کے ذریعہ۔ مبحوث عنہ۔ فساد قوم ہے نہ کہ کیفیت غیر موجودگی۔

عیسائی قوم کے بگڑنے کا معاملہ

قادیانی اس بات پر خوب زرو دیتے ہیں کہ حضرت عیسی قیامت کو اپنی قوم کے بگاڑ سے عدم علم کا اظہار کریں گے تو اگر آپ دوبارہ دینا میں آئے ہوتے تو اس وقت عیسائی خوب بگڑ چکے تھے۔ جنہیں آپ نے دیکھ بھی لیا تھا تو قیامت کے روز کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے ان کے بگڑنے کا علم نہیں میرے بعد تو ہی نگران و محافظ تھا۔ تو ہم اسے جواب میں کہتے ہیں کہ سوال علم فساد یا عدم فساد کا نہیں کیونکہ یہ تو موضوع ہی نہیں بلکہ سوال صرف اتنا ہی ہے کہ تم نے ان کو یہ بات کہی تھی؟ جس طرح دوسرے شواہد کا معاملہ ہے۔ جس کا جواب دیا گیا۔(ما قلت لھم)یعنی میں نے ان کو اپنے عہد رسالت میں نہ کوئی غلط تعلیم دی تھی اور نہ ہی یہ لوگ اس وقت بگڑے تھے بلکہ یہ بعد میں بگڑے ہیں جس کی وجہ اور وقت

کا مجھے علم نہیں ہے وہ تو ہی بہتر جانتا ہے تو ظاہر ہے آپ کی دوبارہ آمد پر آپ کسر صلیب کریں گے قتل خنزیر کریں گے اپنی اصل حیثیت (بشریت و رسالت) واضح کریں گے جس پر تمام موجود یہود و نصاری ایمان لے آئیں گے اور بروز قیامت آپ ان گمراہوں کے خلاف ضرور گواہی دیں گے کما قال ویوم القیامہ یکون علیھم شھیدا یہ گواہی اسی کے متعلق ہے ورنہ دوسرا کوئی مفہوم واضح کیا جائے۔

باقی اس بات پر ضد کرنا کہ یا تو "ابھی عیسائی بگڑے نہیں" مان لو یا پھر نزول کا انکار تو امر مشاہدہ یہ ہے کہ عیسائی واقعی بگڑ چکے ہیں لہذا نزول مسیح کا انکار ہی ضروری ہو گا۔

تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ واقعۃً عیسائی بگڑ چکے ہیں اور مسیح کو اس کا علم بھی آ کر ہو جائے گا۔ مگر بروز حشر اس کا سوال یہ نہیں ہو گا۔ سوال تو صرف کہنے یا نہ کہنے کا ہے وہ آپ صاف کہہ دیں گے کہ (ما قلت لھم) لہذا بات ختم باقی عیسائیوں کے بگڑنے کا علم تو آپ کو پہلے بھی حاصل ہے جسے آمد ثانی میں آپ مشاہدہ بھی کریں گے۔ مگر یہ بات آمد ثانی سے کچھ بھی متعلق نہیں۔

آیئے ہم جناب مرزا صاحب کی زبانی عیسائیوں کے بگڑنے اور مسیح کا اس سے مطلع ہو جانے کے متعلق ثابت کرتے ہیں جس کے ضمن میں ہمارا مسئلہ حیات جسمانی آسمانی بھی باوضاحت ثابت ہو جائے گا۔

نیز لفظ آسمان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا۔ لو سنئے

جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں

انجیل پر ابھی تیس برس بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی یعنی حضرت عیسی خدا بنائے گئے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۵۴ خزائن ص ۲۳)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں

خدا تعالی نے اس عیسائی فتنہ (جس کا ذکر اوپر ہوا ہے) کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دیدی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے۔ (آئینہ کمالات ص ۲۶۸)

لو صاحب۔ حضرت مسیح کو عیسائیوں کے بگڑنے کی اطلاع صرف دوبارہ آمد پر ہی منحصر نہیں بلکہ یہ تو پہلے بھی بقول مرزا صاحب حاصل ہے لہٰذا آپ خدا کے حضور بقول شما جو یہ عرض کریں گے کہ مجھے ان کے بگڑنے کا علم نہیں۔ جیسے یہ آمد ثانی کی بنا پر معاذ اللہ غلط بیانی ہوگی۔ مرزا صاحب کی صراحت کے مطابق اس کے بغیر بھی ہو رہی ہے۔ تو کیا مرزا صاحب کی یہ تحریر بھی کذب بیانی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ حضرت مسیح سے بروز حشر امت کے بگڑنے یا نہ بگڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا بلکہ سوال تو صرف انت قلت ام لم تقل ہو گا۔ وہ بھی بطور استعلام و استخبار نہیں بلکہ محض تثلیث پرست عیسائیوں کی تکذیب و تردید اور توبیخ و تبکیت کی غرض سے جیسے کہ بندہ نے اس کے تین دیگر شواہد قرآنی بھی پیش کئے ہیں۔

علاوہ ازیں قادیانوں کا اکثر سوال کہ مسیح کے رفع کے بارہ میں آسمان کا لفظ دکھاؤ۔ لیجئے وہ مسئلہ بھی بزبان مرزا صاحب حل ہو گیا کیونکہ آنجناب آسمان پر موجود تھے تو تبھی ان کو نزول انجیل کے تیس سال بعد آسمان پر اطلاع پہنچائی گئی اگر وہ قوم سے جدا ہو کر کشمیر چلے گئے ہوتے اور وہاں وہ ۹۲ سال تک زندگی گزارتے تو اطلاع کشمیر میں ان کے پاس پہنچائی جانی چاہیئے تھی۔ نہ کہ آسمان پر۔ لیجئے مرزا صاحب کی اس تحریر سے سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ کہ ان کا آسمان پر جانا بھی ثابت ہو گیا اور کشمیر کی سکونت اور سری نگر کے مقبرے کی کہانی بھی فراڈ ثابت ہوئی۔

نیز مسیح کا دوبارہ آمد ثانی کے بغیر بھی اپنی امت کے بگڑنے کا علم بھی ثابت ہو گیا اب فرمایئے قادیانیوں کے ہاتھ اس مسئلہ کی کون سی مشق باقی رہ گئی۔ قوم کا بگڑنا اور مسیح کو اس کا علم ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے دیکھئے مسیح کہیں گے۔ انی عبدت من دون اللّٰہ (ترمذی ص ۱۴۳ ج ۲) نیز انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ جب آپ آمد ثانی آئیں گے تو زمین پر ایمان نہیں پائیں گے۔ (لوقا ۱۸ آیت)

مرزا صاحب کا دوسرا بیان

یہ ایک سر الٰہی ہے کہ جب کسی نبی یا رسولؑ کی تعلیم و شریعت اس کی

وفات کے بعد فراموش کر دی جاتی ہے اور اس کی امت اصل تعلیمات سے منحرف ہو کر غلط عقائد واعمال اختیار کر کے ان کی نسبت خود نبی کی طرف کرنے لگتی ہے تو اس نبی برحق کی روحانیت جوش میں آکر اس نسبت اور افترا کا ازالہ چاہتی ہے کہ کوئی ایسا مصلح دنیا میں پیدا ہو جو ہماری نسبت اس افترا اور تہمت کا ازالہ کرے چنانچہ مسیح کی روحانیت نے قوم کی گمراہی کے پیش نظر مضطرب ہو کر دو مرتبہ اپنا قائم مقام طلب کیا۔ جس کے نتیجہ میں پہلی مرتبہ آپ کے چھ سو سال بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور دوسری مرتبہ آپ کی صفائی اور تنزیہ کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کے ہم صفات فرد کو وہی نام دے کر مجھے مبعوث فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب کی کتاب۔ (آئینہ کمالات ص ۳۴۲ تا ۳۴۶)

فرمایئے حضرت عیسیٰ کو قیامت سے قبل اپنی قوم کے فساد کا علم ہے یا نہیں؟ لیجئے یہاں مرزا صاحب کے بقول مسیح نے یہ خرابی امت معلوم کر کے دو مرتبہ اس کے ازالہ کے لئے اضطراب کا اظہار بھی فرمایا ہے جس کے نتیجہ میں آپ کے دو قائم مقام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ بلکہ مندرجہ بالا کا بھی ذکر ہے۔ ص ۳۴۶ مسیح کے تیسری بار اضطراب کا بھی ذکر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بروز حشر بگڑنے یا نہ بگڑنے کا سوال نہیں ہو گا بلکہ ان کو غلط بات کہنے یا نہ کہنے کا سوال ہو گا جس کے جواب میں مسیح صاف اعلان فرمادیں گے کہ (ما قلت لھم)

لفظ توفی کی مزید لغوی تحقیق

اس سے قبل توفی کی تفسیری تفصیلات پیش کر چکا ہوں اب لغوی تفسیر بھی ملاحظہ فرمایئے۔

یہ لفظ توفی یعنی لفیف مفروق ہے جس کا معنیٰ پورا کرنا ہے کما ذکر من قبل عن التفاسیر واللغات وغیرھما۔

اسی طرح یہ لفظ باب افعال اور تفعیل میں بھی یہی مفہوم دیتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اکثر یہی دو باب مستعمل ہیں مجرد مستعمل نہیں۔ ہاں صرف ایک دفعہ استفعال

استعمال ہوا ہے۔
یہ لفظ باب تفعل میں جا کر اپنے خاصہ لزوم کے تحت اخذ الشیٔ وافیا کے مفہوم میں ہو جائے گا چنانچہ مفسرین نے مثال دیتے ہوئے لکھا ہے یقال توفیت المال اذا قبضتہ جب مال کو پورا پورا قبضہ میں کرلیا جائے توفیتہ بولا جاتا ہے اسی طرح اس میں باب استفعل۔ یعنی استوفیتہ بھی آتا ہے۔
ذیل میں مستند کتب لغت کے حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے
لسان العرب میں ہے۔

۱۔ توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخزتہ کلہ یعنی پورا پورا مال وصول کر لینا

۲۔ توافہ منہ واستوفاہ لم یدع منہ شیاء

۳۔ توفیت عدالقوم اذا اعددتہم کلہم۴۔ شعر۔ ان بنی الادرد لیسوا من احد = ولا توفاھم قریش فی العدد
ترجمہ بیشک قبیلہ اورد کسی میں سے نہیں اور نہ ہی قریش نے ان کی گنتی پوری پوری کی۔

۵۔ الوفاء ضدالغدر یقال وفی بعہدہ واوفی بمعنی

۶۔ المنجد ومخاطبات العرب۔ توفی توفیا لوفی حقہ اخذہ وافیا تاما یقال توفیت من فلان مالی علیہ

۳۔ اساس البلاغۃ و محاورات العرب۔ استوفاہ و توفاہ استکملہ۳۔

مجمع البحار
وفی الحدیث فمرات بقوم تقرض شفاھھم کلما قرضت وفت ای تحت وطالت قال النبی۔ اذا غددت حسناء اوفت بعھدھا۔ ومن عھدھا ان لایدوم لھا عمدٌ

۵۔ تاج العروس شرح القاموس
ومن المجاز ادرکتہ الوفاہ ای الموت والمنیتہ و توفی فلان اذا مات

۶۔ اساس البلاغۃ

ومن المجاز توفی فلان و توفاه اللہ وادرکتہ الوفاہ

۷۔ الفریدات میں ہے

وقد عبر من الموت والنوم بالتوفی۔

۸۔ تفسیر کبیر

التوفی جنس تحتہ الواع بعضھا بالموت و بعضھا بالاصعا دالی السماء

۹۔ تفسیر بیضاوی

النوفی اخذالشیء وافیا ولموت نوع منہ

ناظرین کرام مندرجہ بالا لغوی حوالہ جات بغور ملاحظہ فرمایئے کہ

تمام اہل لغت اس حقیقت پر متفق اللسان ہیں کہ توفی بمعنی اخذا الشیی وافیا" ہے کیونکہ اس کا مادہ وفی ہے جس کا معنی الاتمام والا کمال ہے لہٰذا یہ کسی بھی باب میں منتقل ہو کر اپنے اصل بنیادی مفہوم سے الگ نہیں ہو سکتا صرف لزوم و تعدیہ کا فرق ہو سکتا ہے۔ ہاں بطور مجاز کسی لفظ کا معنی بدل سکتا ہے جیسے اس مادہ کے متعلقات بھی کئی اہل لغت اظہار کر رہے ہیں کہ مجازا"توفی کا معنی موت بھی ہے۔ چنانچہ امام راغب بھی قد عبر سے اسی حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں نیز توفی کا مقابل عذر کو بتا کر بھی اس کے حقیقی مفہوم کو واضح کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ مفسرین اور ماہرین جیسے امام رازی مجدد صدی ہشتم توفی کو بطور جنس کے قرار دیکر پھر اس کی تقسیم الی انواع ثلثہ فرماتے ہیں جو کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے متعین ہوں گی کہیں توفی بمعنی موت کہیں بمعنی نوم اور کہیں بمعنی اصعذوالی السماء ہو گا۔ اور یہی حقیقت امام حسن سے منقول ہے۔

قرآن مجید اور لفظ توفی

قرآن مجید میں اس مادہ وفی کا استعمال مختلف صیغوں میں 67 مرتبہ ہوا ہے اور سب کے سب مزید فیہ کے صیغے ہیں مجرد کا کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوا نیز لفظ توفی ہر نوع میں استعمال ہوا ہے کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور یہ کوئی تعجب

کی بات نہیں کہ بسا اوقات کسی لفظ کا حقیقی معنی میں استعمال نادر ہوتا ہے بلکہ اس کا اکثر استعمال اصطلاحی یا مجازی معنی میں ہی ہوتا ہے جیسے لفظ صلوۃ جس کے حقیقی معنی تحریک صلوین بھی ہے۔ دعا بھی نیز دیگر معنی بھی ہیں مگر اصطلاح شرع میں یہ لفظ چند خاص افعال اعمال کے مجموعہ پر استعمال ہوا ہے ایسے ہی لفظ زکوۃ و حج وغیرہ ہیں جن کا استعمال قرآنی صرف اصطلاحی معنی میں ہوا ہے مگر اس کے حقیقی معانی کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی قرآن مجید یا محاورہ عرب میں لفظ توفی کا استعمال اکثر ایک نوع یعنی موت میں ہوا ہے اور ایک آدھ دفعہ بمعنی نوم بھی ہوا تو اس سے اس کے حقیقی مفہوم اخذ الیشئی وافیا کا انکار کیسے ہو سکے گا؟ کسی عربی لفظ کے محاورہ عرب میں اکثر استعمال یا کمتر استعمال سے اس کی حقیقت سے انکار لازم نہیں آتا۔ جیسے لفظ رحمان خالص عربی لفظ ہے جو الرحمہ سے ماخوذ ہے مگر اہل عرب میں بوجہ عدم شیوع کے قریش مکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق کیا کچھ شگوفے نہ چھوڑتے تھے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے ایسے ہی اگر لفظ توفی بمعنی اصعاد الی السماء لغتہ عام مستعمل نہ ہو تو اس سے اس کے اس استعمال سے انکار کیسے جائز ہو سکتا ہے اس کے معنی ماوضع لہ سے انکار کیسے کریں گے۔ ویسے قرآن مجید میں لفظ موت و حیات کا تقابل تو اکثر جگہ ظاہر ہے مگر حیات اور توفی کا تقابل کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا بلکہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا جملہ لا کر اس کے اصل معنی موضوع پر مہر لگا دی ہے۔

موت کی اضافت ہر جگہ اللہ کی طرف ہے جبکہ توفی کا یہ معاملہ نہیں ہے۔

قرآن مجید لفظ توفی اور موت میں منافاۃ کا اعلان کرتا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے کہ

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ والتی لم تمت فی منامھا۔ (الزمر ۴۲)

ترجمہ اللہ تعالی ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے اور جو نہیں مرتیں ان کو نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اگر توفی اور موت ایک ہی چیز ہوتی تو یہ کیوں فرمایا جاتا کہ اللہ جانوں کو انکی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور نہ مرنے والوں کو نیند میں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ توفی اور ہے اور موت امر دیگر ہے پس یہ بات واضح ہو گئی کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں بلکہ اخذ الشیء وافیا ہے۔ جس پر تمام اہل لغت اور تمام مجددین ملہمین اور مفسرین امت متفق ہیں ہاں مجازی طور پر توفی موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے کما ذکرہ اہل اللغۃ والادب

مرزا صاحب اور لفظ توفی

مرزا صاحب بھی جب تک مراق و ہسٹریا کے قبضہ میں نہ آئے تھے اور مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ میں جملہ اہل اسلام کے ہم نوا تھے تو اس وقت آپ بھی اس کا معنی پوری نعمت دنیا اور کامل اجر بخشا کرتے تھے جیسا کہ ان کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ص ۵۱۹ و ص ۵۵۶ پر بالوضاحت مذکور ہے اسی طرح ان کے مجموعہ الہامات نام البشریٰ ص ۵۱ ج ۲ پر اور تذکرہ ص ۱۱۳ پر متوفیک کا معنی مندرج ہے پھر آپ کے خلیفہ حکیم نور دین صاحب بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں دیکھئے ان کی کتاب تصدیق براہین ص ۸۔ (جو کہ مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کی تصدیق میں لکھی گئی) مرزا غلام احمد صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پہلے توفی کا معنی "پوری نعمت دینا" کرتے تھے پھر اس میں تبدیلی کرتے ہوئے اس کا معنی موت کرنے لگے۔ دیکھئے ان کی مشہور کتاب حقیقۃ النبوۃ ص ۲۸۶۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب پہلا معنی بھی از روئے لغت اور محاورہ عرب اور قرآن کے مطابق ہی کرتے تھے پھر اس میں اپنے کس خاص مقصد کے تحت تبدیلی کر کے معنی بدل دیا۔ جس کا کوئی معقول جواز نہ تھا کیونکہ قرآن و حدیث پہلے بھی موجود تھے لغت عربی اور جزیرہ عرب پہلے ہی عالم وجود میں آیا ہوا تھا۔ پھر اس تبدیلی کا کیا جواز جو کہ تمام مجددین ملہمین کے بھی خلاف ہو۔ اجماع امت کے بھی خلاف ہو۔ جن کا تسلیم کرنا فرض اور ایمان اور ان امور کا انکار کفر و فسق اور الحاد ہے۔ کما قال القادیانی۔

ان ھذا الا اختلاق۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔ حقیقۃ و مجاز کے متعلق ایک قادیانی ضابطہ۔

مرزا صاحب حقیقی اور مجازی معنی کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

ثم اعلموا ان اللفظ الموضوع لمعنیٰ ان یوجد المعنی الموضوع له فی جمیع افراده من غیر تخصیص و تعیین۔ ضمیمہ حقیقتہ الوحی ص ۴۳ خزائن ص ۲۶۵ ج ۲۲

ترجمہ پھر جان لو کہ کسی لفظ کا معنیٰ کہ جس کے لئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس کا حق یہ ہے کہ وہ مفہوم اسکے تمام افراد میں پایا جائے۔

ہم بقول شما اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ

اگر حقیقت یہی ہے اور یقیناً ہے بھی یہی تو آؤ اس ضابطہ کے تحت اس متنازعہ مسئلہ کا حل تلاش کر لیتے ہیں۔

ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ لفظ وفیٰ (نہ کہ وفاۃ) سے بنا ہے جس کا مفہوم کسی چیز کا پورا کرنا ہے اب اس بنیاد پر اس کے تمام اشتقاقات اور جمیع صیغوں میں یہی بنیادی مفہوم جاری ساری تسلیم کرنا پڑے گا لہٰذا کسی بھی صیغہ یا باب میں منتقل ہو کر اس کا مفہوم اصلی نہیں بدلے گا۔ چاہے وہ وفا ہو۔ ایفا استیفاء ہو توفی یا توافی ہو بنیادی مفہوم ہر حالت میں موجود رہے گا ہاں لزوم و تعدیہ کا فرق آ سکتا ہے اس بنا پر جب اس لفظ کا معنیٰ موضوع لہ اتمام و اکمال ہے جس کی ضد عذر ہے تو پھر باب تفعل میں جا کر اس کا مفہوم موت کیسے ہو جائے گا۔ جب کہ اس کا معنیٰ موضوع لہ یہ نہیں ہے۔

ثانیاً اگر لفظ کا معنیٰ موضوع ہر جگہ برقرار رہنا بلا شرط لازمی ہے تو آپ باب تفعل کے متعلق یہ متعدد شروط (کہ فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو) کیوں لگاتے ہو جبکہ معنیٰ موضوع خود بخود بلا شرط ظاہر ہوتا ہے اس کے لئے کسی شرط یا قرینہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہاں مجازی کسی قرینہ کی ضرورت لاحق ہو گی۔ بنا برایں تمہاری یہ شرائط لگانا خود دلیل معنیٰ مجازی کی ہو گی چنانچہ اس چیز کا اظہار من اجاز اور قد جبر عتہ کہ کر کئی اہل لغت نے فرمایا ہے۔

فالان ما ذا بعد الحق الا الضلال والا الحاد والزندقہ عافانا اللہ منہا برحمتہ الخاصتہ انہ ھو البر الرحیم

آیت استخلاف کا مصداق حقیقی

چونکہ آیت استخلاف میں مکمل صراحت ہے۔ کہ یہ خطاب صحابہ کرامؓ سے ہے کہ تم میں سے مخصوص افراد کو خلافت ارضی پر متمکن کیا جائے گا۔ اور پھر ان کی خصوصیات کا تذکرہ بھی فرما دیا۔ لہٰذا اس خلافت کا مصداق صرف خلفائے اربعہ ہی ہیں جن کی خلافت آیت میں مذکور علامات پر پوری اتری۔ ان کی بعد بھی کئی صالح تخت خلافت پر متمکن ہوئے مگر آیت کے صحیح اور کامل ترین مصداق یہی خلفائے راشدین تھے جن کی خلافت علی منہاج النبوہ تھی۔ اور آنحضور ﷺ نے امت کو انہی سے وابستہ رہنے کی تلقین بھی فرمائی ہے۔

جیسے فرمایا

فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین المھدین تمسکوا بھا و عضوا علیھا بالنواجذ۔ (مشکوہ ص ۳۰)

ترجمہ میرے بعد زندہ رہنے والوں کے سامنے بہت سے اختلافات رونما ہوں گے پتو تمہیں لازم ہے کہ تم میرے اور میرے رشدہ و ہدایت والے خلفائے کے طریقہ و کردار پر رہنا اسی سے وابستہ رہنا اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم نے میرے بعد صدیق و فاروقؓ کی پیروی اور اتباع کرنا۔ غرض یہ کہ آیت استخلاف کا مصداق یہی خلافت راشدہ ہے جن کی صلاحیت اور کامیابی کی اطلاع بھی دیدی گئی۔ حتی کہ آنحضور ﷺ نے اس کی مدت بھی ۳۰ سال بیان فرما دی۔

تمام امت نے آیت کا مصداق۔ یہی خلافت راشدہ قرار دی ہے۔

منکرین خلافت بھی اسی خلافت کی بنا پر اہل حق میں الجھتے رہتے ہیں۔

خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بھی آیت کا مصداق اسی خلافت راشدہ کو

قرار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اولین مصداق صدیق اکبرؓ کی خلافت کو قرار دیتا ہے۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب سرالخلافتہ۔ خزائن ص ۳۳۴۔۳۳۶ و ۳۵۲ ج ۸)
لہٰذا قادیانی قاضی صاحب کا مشبہ اور مشبہ بہ کا چکر محض مغالطہ انگیزی اور دجل و فریب ہے۔

نیز اس آیت میں خلافت فی الارض یعنی حکومت و اقتدار کا تذکرہ ہے جو مرزا قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوئی۔ جس طرح رافضیوں کے مذعوم ائمہ موصوفین کو میسر نہ ہو سکی۔ لہٰذا آیت کا مصداق یہی خلافت راشدہ ہے۔ جو کہ علی منہاج النبوۃ تھی۔ آیت میں مذکور تمام علامات کے مطابق تھی اور لسان نبوت کی ذکر کردہ تیس سالہ مدت کے مطابق بھی تھی۔

قادیانی اشکال ۳

حضرت محمد رسول کریم ﷺ کا فیصلہ

حضرت امام بخاری کتاب التفسیر زیر آیت ھذا یہ حدیث لائے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما

ان یجا برجال امتی فیوخذبهم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم۔ فیقال ان هولاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم (بخاری ص ۶۶۵ ج ۲)

استدلال= جو معنی توفیتنی کے اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے بیان کے لئے جاتے ہیں۔ وہی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں لئے جائیں گے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کا اپنی وفات کے بعد قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں بیان دینا واضح کرتا ہے۔ کہ فلما توفیتنی والا بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی وفات کے بعد ہوا اور توفی کے بعد انہیں قوم میں اصالتاً" دوبارہ آنے کا موقعہ نہیں ملا جس طرح آنحضرت ﷺ کو توفی کے بعد اصالتا قوم میں آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ (پاکٹ بک ص ۷ تا ۹)

الجواب بعون العلام

یہ اشکال قادیانی دجل و فریب کا عظیم شاہکار ہے۔ اور اس کا مرکزی نکتہ جملہ اقول کما قال کے تحت لفظ توفی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے اس لفظ کو اپنے بارہ میں استعمال فرمایا ہے۔ تو جو معنی آپ کے بارہ میں لیا جاتا ہے وہی معنی اور مفهوم حضرت مسیح کے بارہ میں لینا لازمی ہے۔ ورنہ تشبیہ کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اشکال کو مرزا قادیانی نے بھی متعدد مقامات پر دہرایا ہے اور بار بار عوامی ذہن پر پریشر ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ جب آنحضور ﷺ کے بارہ بالاتفاق توفی کا معنی موت لیا جاتا ہے تو حضرت مسیحؑ کے بارہ میں وہی لفظ توفی ہے ان کے بارہ میں الگ معنی لینے کا کیا جواز ہے۔ قادیانی اس روایت کو فیصلہ رسولؐ اور نص قطعی قرار دیکر تمام امت کو منکرین حق قرار دیتے ہیں۔

نیز امام بخاریؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے متوفیک ممیتک معنی کر کے اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا ہے۔ وہ تو ہمارے موافق وفات مسیحؑ کے قائل ہیں جیسے کہ دیگر اکابرین امت اس نظریہ کے قائل ہیں۔ پھر امام بخاری نے یہ حدیث نقل کر کے بالکل آخری فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ مسیحؑ واقعی فوت ہو چکے ہیں۔ توفی کا معنی موت ہی ہے۔ لہذا اس تمام تفصیل سے قادیانیوں کا یہ اشکال بڑی سنگین صورت اختیار کر جاتا ہے اسی بنا پر ان کو اس اشکال پر بڑا ناز اور فخر ہے۔ وہ اسے اپنے لئے ناقابل تسخیر دلیل قرار دیتے ہیں۔

مگر آپ مطمئن رہیے یہ تمام گفتگو محض دجل و فریب ہے اس میں ذرہ بھی وزن نہیں توجہ فرمایئے۔

۱۔ رفع و نزول کا نظریہ اہل اسلام کا از روئے قرآن و حدیث اور اجماع امت ایک طے شدہ حقیقت ہے جس سے ایک بھی فرد امت اختلاف نہیں کرتا۔ نہ بخاری نہ کوئی دوسرا۔ لہذا یہ اشکال محض قادیانی دجل کا ایک مزین اور ملمع شدہ شگوفہ ہے۔

۲۔ قادیانی قاضی صاحب نے نقل حدیث میں زبردست خیانت کی ہے جو کہ قادیانیت کا مزاج ہے۔ پوری حدیث یوں مذکور ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال خطب رسول اللہ
علیہ وسلم فقال یاایھا الناس انکم محشورون الی اللہ

حفاة عراة غرلا ثم قال کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین الی آخر الایة ثم قال الا وان اول الخلائق یکسی یوم القامة ابراھیم الا وانه یجاء برجال۔ (بخاری ص ۶۶۵ ج ۲ والیضا ص ۴۷۳ ج ۱ و ص ۴۹۰ ج ۱ ص ۶۹۳ ج ۲ و ص ۹۶۶ ج ۲)

یعنی بخاری شریف میں یہ حدیث چھ مرتبہ مذکور ہے۔ اور ہر موقعہ پر مندرجہ بالا مکمل عبارت کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ تفصیلا سماعت فرمایئے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سو فیصد عقیدہ رفع و نزول جسمانی میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی اس کے خلاف کچھ کہنے یا لکھنے کا اشارہ تک نہیں۔

۱۔ کیونکہ۔ انہوں نے اپنی صحیح میں حضرت مسیح کے جسمانی نزول کے اثبات میں مستقل باب منعقد فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے بخاری شریف ص ۴۹۰ ج اول

جس میں امام صاحب متعدد احادیث ذکر فرماتے ہیں جن میں حضرت مسیح کے نزول جسمانی کے ساتھ ساتھ آپ کے تمام حالات و کوائف تفصیل سے مذکور ہیں۔

پھر امام نے اتنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے ایک ایک جملہ پر مستقل باب منعقد فرمایا ہے مثلا

۲۔ اسی صحیح کے (ص ۲۹۶ ج ۱) پر قتل خنزیر کا عنوان قائم کر کے اسی حدیث کو لائے ہیں۔

۳۔ اس کے بعد (ص ۳۳۶ ج ۱) پر کسر صلیب و قتل الخنزیر کے عنوان کے تحت پھر اسی حدیث کو لائے ہیں جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول مسیح کو موکد بحلف بیان فرمایا ہے۔

ہے۔ امام عالی مقام نزول مسیحؑ کے عنوان کے تحت سب سے اول نمبر پر وہ حدیث درج کرتے ہیں کہ جس کی آخر میں راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اس فرمان نبوی کی تصدیق چاہتے ہو۔ تو پڑھ لو۔

وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا

یعنی جس نے حیات مسیحؑ پر اجماع صحابہؓ ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس بیان پر کسی ایک صحابی نے کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ کہ اس مسئلہ میں یا اس آیت کے مفہوم میں یہ بات ہے کہ سو فیصد تمام صحابہ کرامؓ نے عقیدہ حیات مسیحؑ اور اس آیت کے صحیح مفہوم پر اتفاق کرتے ہوئے مہر تصدیق لگا دی ہے۔ جس سے تمام صحابہؓ اور ان کی اتباع میں امت کا اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ثابت ہو جاتا ہے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نزول مسیحؑ کے باب میں پہلے نمبر پر اس اجماعی حدیث پاک کو ذکر کے اپنا فیصلہ دیدیا۔ کہ میں بھی تمام صحابہؓ اور تمام ائمہ امت اور افراد کے ساتھ اس عقیدہ میں سو فیصد متفق ہوں۔ میں کسی بھی شق میں ذرہ برابر امت سے منفرد نہیں۔

امام بخاری کا متوفیک ممینک سے کوئی اشتباہ نہیں پڑتا۔ کیونکہ توفی کا معنی اگر موت بھی لیا جائے تو بھی ابن عباسؓ کے قول کے مطابق معنی یہ ہو گا۔ کہ آپ کو پہلے چند ساعت عارضی موت سے دو چار کر کے پھر زندہ کیا گیا۔ اور پھر بجسد العنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ یا اس میں تقدیم و تاخیر کا قاعدہ چلایا جائے گا۔ یہ بھی ابن عباسؓ سے تفاسیر معتبرہ میں منقول ہے۔ کما مر ذکرہ۔

لہٰذا قادیانیوں کا یہ واویلا کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے توفی کا معنی موت لکھا ہے۔ بالکل بیکار ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں نزول مسیحؑ کا باب تو منعقد فرمایا ہے۔ مگر کہیں وفات مسیحؑ یا ہجرت کشمیر کا باب ہرگز

نہیں باندھا۔ بلکہ انہوں نے اس حدیث نبوی کے ایک ایک جملہ پر مستقل باب منعقد فرماکر اپنے متعلق ہر قسم کے وسوسے اور اشتباہ کو دور فرما دیا ہے کہ مسیح بن مریم اتریں گے۔ وہی کسر صلیب کریں گے۔ وہی قتل خنزیر کریں گے۔ اور کوئی فرد مجازی یا استعاراتی طور پر آنے کا بالکل متوقع یا متخیل نہیں ہے۔

باقی قادیانیوں کا حدیث اقول کما قال سے استدلال۔ تو وہ بھی بالکل دجل ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ سے ناجائز مفاد اٹھانے والوں کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ حدیث پاک چھ مرتبہ بخاری شریف میں منقول ہے اور ہر موقعہ پر امام صاحب نے سورہ انبیاء کی آیت کما بدأنا اول خلق نعیدہ بالا اہتمام پہلے نقل فرمائی ہے۔ جس کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جیسے ہم نے ابتداء میں انسان کو پیدا فرمایا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے۔ گویا دونوں خلقتوں کو لفظ کما سے بیان فرمایا۔ مگر دونوں میں موافقت کلی نہیں کہ جیسے پہلی بار انسان کی پیدائش کی تفصیل ہے مرد و عورت کے ملاپ سے پیدائش ہوتی ہے۔ جو تدریجا بڑا ہو کر جوانی اور کمال کو پہنچتا ہے اسی تدریج سے دوبارہ نہیں ہو گی۔ بلکہ دوسری بار فوری طور پر تمام انسان زندہ ہو کر دربار الٰہی میں حاضر ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (یٰسٓ) وغیرہ۔ تو لفظ کما سے جیسے دونوں پیدائشیں کیفیت میں یکساں نہیں اسی طرح اقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی اور حضرت مسیح کی توفی بھی یکساں نہیں بلکہ دونوں میں نمایاں فرق ہے۔

ایک توفی تو بصورت طبعی وفات کے متحقق ہو گی۔ اور دوسری یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی بوجہ قرینہ بل رفعہ اللہ علیہ وغیرہ اصعاد الی السماء کی صورت میں ہو گی تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دفعہ پہلے سورہ انبیاء کی آیت جس میں لفظ کما آیا ہے وہ

ذکر کی پھر سورہ مائدہ کی آیت ذکر فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ نہ توکما بدانا اول خلق نعیدہ میں دونوں خلقیں یکساں ہیں اور نہ ہی فرمان رسول اقول کما قال میں دونوں مقدسین کی توفی ہم معنی اور یکساں ہے۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی اشتباہ و اشکال کا بالکل ستیاناس کر دیا۔

۲۔ یا اقول کما قال العبد الصالح میں قال کا مقولہ تو وہی ہے جو آگے مذکور ہے۔ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب ہے۔ اور اقول کا مقولہ یہ مکمل نہیں بلکہ وہ صرف اتنا ہی ہے جس کو امام نے (ص ۶۶۵ ج ۲) پر دوسرے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم

جیساکہ حدیث ابو ذرؓ سے اس کی تائید صریح ہو رہی ہے کہ ایک دفعہ خاتم الانبیاء ﷺ نے ساری رات ایک رکعت میں یہی الفاظ دہرائے۔ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ نماز رعیت تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی بخشش کے لئے التجا کی۔ جو کہ قبول ہو گئی۔ فالحمد للہ

۳۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ آیت میں اقول کما قال ہے ما قال نہیں۔ اور حرف تشبیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ دو چیزوں کو تشبیہ دی جاتی ہے مگر دونوں میں موافقت کلی نہیں ہوتی۔ بلکہ محض ایک آدھ بات میں بھی مشابہت ہونا کافی ہوتا ہے جیسے کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم میں تشبیہ فقط نفس فرضیت صیام میں ہے۔ نہ دنوں میں موافقت ہے نہ اوقات اور دیگر متعلقات میں۔ اسی طرح اقول کما قال میں تشبیہ فقط اعتذار میں ہے۔ کہ جیسے حضرت مسیح یہ الفاظ کہہ کر اپنا عذر پیش کریں گے میں بھی کچھ کہہ کر اپنی برات پیش کروں گا۔

اب اس تمام تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سو فیصد اہل حق کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے صرف بطور توجیہ کے منوفیک ممینک کہہ دیا تو اس سے پیدا شدہ یا کردہ شدہ تمام وساوس کی خوب جڑ بھی کاٹ دی کہ کوئی ملحد میرے متعلق وفات مسیحؑ کے قائل ہونے کا وہم بھی نہ کرے میں تو سو فیصد اہل حق کے ساتھ ہوں۔ اس لئے انہوں نے ہر طریقہ سے بار بار اس وسوسہ کی تردید فرمائی۔

اب فرمایئے کہاں گیا مرزا صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا الزام امام بخاری پر۔ کہ وہ بھی وفات کے قائل ہیں انہوں نے یہ فرمایا۔ یہ روایت نقل کی۔

آپ کے سامنے بندہ نے تمام حقیقت الم نشرح کر دی ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ قادیانی اشکال کتنا دجل تھا۔ جس کی صفائی بتوفیقہ تعالیٰ خوب سے خوب تر ہو گئی۔ فالحمد للہ والمنہ

لہٰذا جب دونوں مقدسین کی توفی الگ الگ مفہوم رکھتی ہے تو قادیانی کی اگلی تفریع بالکل بیکار ہو گئی۔ کہ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اصالتاً" قوم میں نہیں آئے اسی طرح حضرت مسیحؑ بھی اصالتاً" دوبارہ اپنی قوم میں نہیں آئیں گے۔

یہ تلازم قطعاً بے ثبوت ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور انتقال من الدنیا عالم مشاہدہ میں ہے کہ آپ طبعی وفات سے رفیق اعلیٰ میں منتقل ہوئے ہیں۔ آپ کی تکفین و تدفین ہوئی جنازہ ہوا۔ روضہ اطہر تیار ہوا اور آج تک ملک وانس کے لئے مرجع زیارت بنا ہوا ہے۔ پھر آپ کے ساتھ صدیق و فاروقؓ بھی استراحت فرمائیں مزید سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی وضاحت فرما دی۔

اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد۔ اور لا تجعل قبری عیدا" اور من زار قبری وجبت لہ شفاعتی او کما قال وغیرہ من الاحادیث بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے۔

آپ کے متعلق بیسیوں نصوص قطعیہ سے واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ بجسد العنصری مرفوع الی السماء ہو گئے۔ پھر قرب قیامت نازل ہوں گے۔ اور مدت تک اپنے فرائض منصبی ادا فرما کر پھر طبعی وفات سے دو چار ہوں گے۔ اس کے بعد آپ کا جنازہ بھی ہو گا اور روضہ رسول میں استراحت فرما ہوں گے۔ اور روز حشر خاتم الانبیاء ﷺ کے ہمراہ محشور ہوں گے۔ تو جب دونوں مقدسین کے متعلق اتنی تصریحات الگ الگ مذکور ہیں۔ تو پھر قادیانی قاضی کا محض الکل پچو سے اسی حقیقت کو مخدوش کرنا کون احمق سنے گا۔ الا من سفہ نفسہ

۱۔ اس موت کے مفہوم مراد لینے کی کئی صورتیں ہیں۔ وھب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین گھڑی تک موت دیدی۔ پھر اٹھالیا گیا محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سات گھڑی تک موت دی کر پھر زندہ کر دیا اور پھر آسمان پر اٹھالیا امام ربیع کہتے ہیں کہ موت سے مراد نیند ہے کہ خدا نے آپ کو نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھالیا۔ اس کے بعد مزید مفہوم بھی بیان کرتے ہیں۔

چوتھی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں واؤ ہے جو ترتیب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح سے یہ چار معاملات فرمائے گا جیسے بھی موقعہ ہو گا۔ جب چاہے گا اور جیسے چاہے گا اور یہ بات دلیل پر موقوف ہے اور اب چونکہ رفع الی السماء کی دلیل حدیث صحیح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ نازل ہوں گے اور کسر صلیب کریں گے قتل خنزیر کریں گے اور اس کے بعد آپ فوت ہوں گے۔ (لہٰذا یہ سب سے پہلے وقوع میں آئے گا اور موت بعد میں)

پانچویں وجہ یہ ہے کہ توفی عن شہوات نفس ہے اس کے بعد رفع الی السماء ہو گا۔

چھٹی وجہ توفی بمعنی اخذ الشئی وافیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آئندہ بعض لوگ رفع روحانی کا نظریہ قائم کر کے گمراہی پھیلائیں گے لہٰذا اس نے واضح فرمادیا کہ مسیح جسم بمع روح اٹھائے گئے ہیں صرف روحانی رفع نہیں۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے۔ آج قادیانی جس بات پر سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اس مجدد وقت نے پہلے ہی اس کا قلع قمع فرما کر بات صاف کر دی ہے۔

ولکن الظالمون لا یومنون بل ینحرفون ویکفرون باللہ وبالرسولؐ والمجددین الملھمین۔ خذھم اللہ ولعنھم اللہ اجمعین۔

۷۔ متوفیک ای اجعلک کالمتوفی۔ لانہ اذا رفع الی السماءوانقطع خبرہ واثرہ عن الارض۔ یعنی جب آپ آسمان پر چلے گئے تو زمین سے تمام

تعلقات مثل میت کے ختم ہو گئے۔ تو گویا اس لحاظ سے آپ فوت شدہ لوگ کی طرح ہو گئے۔

۸۔ توفی بمعنی قبض ہے۔

یقال وفانی فلان دراہمی ولوفانی وتوفیتھا منه کما یقال سلم فلان دراھم الی وتسلمتھا منه وقد یکون ایضا"

توفی بمعنی استوفی یعنی توفی بمعنی کسی چیز کی پوری ادائیگی کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے مجھے میری رقم پوری دیدی ہے اور میں نے وصول کر لی ہے۔ تو اس بنا پر معنی یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو بحفاظت تمام آسمان پر اٹھا لیا۔ یہ معنی ہے توفی کا۔

غرضیکہ امام صاحب توفی کا مفہوم۔ اخذ الشئی وافیا"۔ اور قبض الشئی ہی لیتے ہیں اور بہر صورت اور مال کار رفع الی السماء ثابت فرما رہے ہیں قادیانی مفہوم تو ان کے بلکہ کسی بھی فرد مسلم کے احاطہ خیال میں بھی نہیں ہے۔ قادیانی محض دجل و فریب سے امام رازی کی عبارات سے کوئی ایک آدھ جملہ جس کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لے اڑتے ہیں اور شور مچا دیتے ہیں کہ فلاں بھی ہمارے موافق ہے فلاں ہمارے مطابق ہے۔ حالانکہ ان فلاں فلاں کے فرشتوں کو بھی اس کا وہم نہیں ہوتا۔

طریق ثانی

پھر دوسرا طریقہ پر یوں بیان فرماتے ہیں کہ اگر اس کا مفہوم موت مراد لیا جائے تو پھر ان مفسرین کی تائید ہو جائے گی جو یہ فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم و تاخیر مراد ہے یعنی توفی کا معنی موت ہی ہے مگر معنی یوں ہو گا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فی الحال تو آسمان پر اٹھا لوں گا پھر آخر وقت زمین پر نازل کر کے طبعی موت سے وفات دوں گا۔ کیونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی بلکہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے اور اس تقدیم و تاخیر کے مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں (چنانچہ الاتقان

ج ۲ میں امام سیوطیؒ نے اس پر ایک مستقل باب منعقد فرمایا ہے) تو گویا امامؒ فرما رہے ہیں کہ اگرچہ یہ مفہوم بھی جائز ہے مگر جب توفی کا لغوی مفہوم رفع ہے تو پھر ہمیں ایک غیر معروف قاعدہ کے تحت تفسیر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ناظرین اصل بات تو یہ تھی جس کو قادیانی نے اپنے باطل نظریہ کی تائید کے لئے مغالطہ اور فریب کاری میں ڈال دیا۔ جو کہ ان کا بنیادی وطیرہ ہے۔ لہٰذا ان کے وسوسہ میں کبھی نہ آئیں۔

ایک مزید وضاحت

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بڑے بڑے سرکردہ مفسرین نے تقدیم و تاخیر کا اظہار فرمایا ہے جبکہ قادیانی اس طریقہ کو اپنے خبث باطن سے الحاد کہتا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس تقدیم و تاخیر کے قائل تو امام سیوطیؒ اور دیگر مجددین وقت بھی ہیں جو کہ بقول شما خدا کی وحی سے بولتے تھے اور تم ان کے قول کو الحاد کہہ رہے ہو جبکہ ان کا ماننا فرض اور نہ ماننا فسق و کفر ہے۔ تو بتلایئے کہ اب ان کی بات کیسے الحاد ہو سکتی ہے جبکہ پہلے وہ بالکل صحیح اور وحی الٰہی کے مطابق تھی۔ کیا تمہارے ہاں کبھی الحاد اور فسق و کفر عین ایمان بھی بن جاتا ہے آخر اپنے وضع کردہ ضوابط پر تو قائم رہو صرف اپنی اغراض فاسدہ کے لئے کسی اصول و ضابطہ کو بھی خاطر میں نہ لانا کون سی دیانتداری ہے؟ نیز فرمایئے کہ ان اکابرین سے منحرف ہو کر آپ فسق و کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں یا ہم؟ مرزا صاحب آپ ان کا انکار کر کے فاسق و کافر بن چکے ہیں لہٰذا آپ کسی بھی دعوی کے لائق نہیں رہے اب چھٹی کرو۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ملہم، مفسرین و مجددین نے لفظ توفی کا مفہوم یوں بیان فرمایا ہے کہ لفظ توفی کا بنیادی اور حقیقی مفہوم اخذ الیشئی وافیاو القبض ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں کبھی تو اخذ و قبض بصورت طبعی موت وقوع پذیر ہوتا ہے اور کبھی بصورت نوم اور کبھی بصورت رفع الی السماء بجسدہ وروحہ۔ تمام مفسرین نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

اب حضرت عیسیٰؑ کی توفی کسی صورت اور نوعیت میں وقوع پذیر ہوئی تو اس بارہ میں اجل مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ آپ کی توفی بلا نوم اور موت رفع الی السماء کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس تفسیر کو سب نے بہترین اور صحیح تفسیر فرمایا ہے مگر دیگر احتمالی معنی لے کر بھی رفع الی السماء کے نظریہ پر زد نہیں پڑتی کیونکہ بصورت نوم کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کو نیند کی حالت میں اٹھایا گیا تاکہ آپ گھبراہٹ اور وحشت محسوس نہ کریں۔ اور اگر توفی بمعنی موت مراد لی جائے تو پھر بھی خیر ہے کہ اصل نظریہ رفع جسمانی الی السماء مخدوش نہیں ہوتا۔ کیونکہ بقول بعض آپ پر تین یا سات گھڑی موت طاری ہوئی یا بقول نصاریٰ تین دن۔ اس کے بعد آپ کو زندہ کر کے آسمان پر لے جایا گیا۔ یا موت سے مراد جسمانی اور مادی خواہشات و جذبات کا انقطاع ہے کہ ان سے مبرا کر کے اور ملکوتی صفات سے مزین کر کے آسمان پر اٹھایا گیا اس لئے آپ کو وہاں بشری و طبعی ضروریات مثل اکل و شرب وغیرہ کی کوئی ضرورت لاحق نہیں ہوئی یا پھر طبعی موت مراد لے کر آیت میں تقدیم و تاخیر کا طریقہ جو کہ اہل علم کے ہاں معروف ہے اختیار کیا جائے گا کہ فی الحال تو رفع سماوی ہو گا پھر جب آپ زمین پر اتریں گے تو اپنی زندگی پوری فرما کر طبعی موت سے دوچار ہوں گے گویا بہر صورت نظریہ رفع الی السماء کا کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں ہوتا اور نہ ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور بے شمار احادیث اس کی موید ہیں۔ برخلاف یہ قادیانی ٹولہ محض دجل و فریب سے مجددین کی عبارات سے چند الفاظ نکال کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں لہٰذا ان کی کسی بھی بات اور حوالہ پر کان نہ دھریں نیز ان کے پیش کردہ حوالہ جات سے ہرگز پریشان نہ ہوں کیونکہ یہ محض دجل و فریب سے کام لے کر بالکل غلط اور بے بنیاد اور من گھڑت حوالجات پیش کرتے ہوئے ذرہ بھر نہیں شرماتے چنانچہ اس سلسلہ میں بندہ خادم بعد از تجربہ طویل پورا وثوق رکھتا ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بزرگان سلف کے سامنے قرآنی تفسیر و تشریح تھی کوئی ایسا گمراہ طبقہ ملحوظ خاطر نہ تھا جو آج کل کے قادیانیوں جیسے عقائد کا حامل ہو زیادہ سے زیادہ عیسائی تھے جو کہ اپنی بے بنیاد روایات کی بنا پر صلیب مسیح

کے قائل تھے تو انکے بالمقابل ابن تیمیہ اور رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے اتنی وضاحت اور تفصیل فرمائی ہے کہ جس سے عیسائیت اور قادیانیت کا جنازہ نکل گیا ہے بالفرض اگر یہ خبیث ٹولہ ان کے ملحوظ خاطر ہوتا تو خدا جانے وہ کیا کچھ ان کی گت بناتے۔۔۔
المختصر ابن تیمیہ اور امام رازی رحمہ اللہ کی تحریرات میں قادیانیوں کی تردید کے لئے کافی ٹھوس اور بہترین مواد موجود ہے نیز ان کی جملہ تحریرات اور تعلیمات میں ان کی تائید میں ایک جملہ نہیں بلکہ ایک لفظ بھی نہیں ہے۔

قادیانی گروہ کا تیسرا ڈھکوسلہ

قادیانی قاضی صاحب نے ایک مشہور مرزائی ڈھکوسلہ یہ بھی پیش کیا ہے کہ ایک نحوی قاعدہ ہے کہ جب لفظ توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح یا انسان ہو تو وہاں لازما" معنی موت ہی ہوتا ہے۔ (تعلیمی پاکٹ بک)
یہ قادیانی ڈھکوسلہ عام استعمال کیا جاتا ہے جسے ابتدا میں مرزا غلام احمد نے وضع کر کے نہایت زور و شور سے بطور چیلنج کے پیش کیا تھا اور اس پر ازالہ اوہام میں ایک ہزار روپیہ انعام بھی پیش کیا تھا کہ جو اس قانون کو توڑے اسے میں ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا وغیرہ وغیرہ۔
الجواب یہ ہے الاول۔ کسی نحوی کتاب کا حوالہ دیا جائے۔ یہ قاعدہ تو تمہارا اپنا اختراعی ہے لہٰذا مردود ہے۔ خاص کر جب کہ تم خود بھی بحوالہ قرآن تسلیم کرتے ہو کہ یہ لفظ انہی شرائط کے ساتھ قرآن میں استعمال ہوا ہے جیسے ھوالذی یتوفاکم بالیل اور والتی لم تمت فی منامھا تو ظاہر ہے کہ تمہارا موجبہ کلیہ اپنی ضد سالبہ جزیہ سے ہبا منثورا ہو گیا فماذا بعدالحق الا الضلال
الثانی۔ اس لفظ کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے "پوری نعمت دنیا" اور کامل اجر بخشا کیا ہے (براھین احمدیہ) کما مربیانہ تفصیلا") تو کیا اس وقت تم نے نحوی کتب اور ان میں مندرج یہ قاعدہ نہ دیکھا تھا۔ یا اس وقت تک وہ کتب نحو مرتب اور شائع ہی نہ ہوئی تھیں۔
الثالث مرزا کے صاحبزادہ بشیر الدین نے صاف اقرار کیا ہے کہ حضرت

صاحب پہلے توفی کا معنی "پوری نعمت دنیا کرتے" (جب کہ آپ ابھی مسلمان تھے اور امتہ مسلمہ کے اجماعی نظریات اور مسائل کو تسلیم کرتے تھے ناقل) پھر اس کے بعد حسب قاعدہ مذکور موت دینا کرنے لگے دیکھئے بشیر الدین کی مشہور کتاب (حقیقتہ النبوہ ص ۲۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کا صحیح معنی پہلا ہی ہے مگر جب مرزا صاحب باغوائے نفس و ابلیس اور بحکم گورنمنٹ انگلشیہ منصب مسیحت کی طرف قدم زن ہوئے تو اس وقت ایسے مصنوعی عقیدے اور ان کی تائید کے لئے من گھڑت قواعد بھی بنانے اور لکھنے لگے۔

الرابع یہ قاعدہ اور قانون آج تک نہ کسی مجدد و ملہم اور مفسر و محدث نے لکھا اور نہ ہی کسی نحوی کے حاشیہ خیال میں آیا یہ صرف عزازیل کی لائبریری کی کسی کتاب میں ہی درج ہو گا۔ جس تک اھل حق کی نہیں بلکہ اس کے کسی پیروکار کی ہی رسائی ہو سکتی ہے الخامس ہم کہتے ہیں کہ تمہارا قاعدہ خود تمہاری تسلیم سے ٹوٹ گیا کہ قرآن مجید میں ھوالذی یتوفاکم بالیل آیا دیکھئے لفظ توفی بھی ہے فاعل اللہ ہے اور مفعول بھی انسان ہے مگر معنی صرف نیند ہے موت نہیں۔

السادس۔ نحن نقول یہاں صرف لفظ توفی نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ رفع بھی ہے اور وہ بھی موصول بصلہ الی۔ لہٰذا تمہارا اختراعی قاعدہ بھی یہاں فٹ نہیں دیکھئے ہم نے تمہارا قاعدہ از روئے قرآن مجید توڑ دیا اب ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم ہمارے اس قاعدہ کو توڑو۔ کہ لفظ توفی ہو اور اس کے بعد لفظ رفع موصول بصلہ الی ہو وہاں لازما" معنی زندہ اٹھانا ہوتا ہے نہ موت اور نہ نیند وغیرہ۔ ہے کوئی قادیانی سپوت اور جیالا جو اس قانون کو توڑ کر منہ مانگا انعام حاصل کر کے مرزا کی لاج رکھ لے۔

قادیانی ڈھکوسلے کا آخری انجام

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے متعدد وجوہ کی بنا پر لفظ توفی کا مفہوم اہل اسلام کے حق میں معلوم کر لیا ہے اب ہم قادیانیوں کی سو فیصد ناکہ بندی کرتے

ہوئے قادیانی تابوت میں آخری اور مضبوط کیل ٹھونکتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔
قادیانی چیلنج کو اپنے زور سے نہیں کسی لغوی یا ادیب و شاعر کے حوالہ سے نہیں بلکہ اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان اقدس سے
چنانچہ ارشاد رسول ﷺ ہے کہ

من رمی الجماد لا یدری احد ما لہ حتی یتوفاہ اللہ یوم القیامہ اخرجہ العلامہ المنذری فی کتابہ الترغیب و الترہیب عن ابن عمر (ص ۲۰۷ جلد دوم فی باب فضل رمی الجمار) طبع فی باب فضل رمی الجماد

ترجمہ جس نے جمروں کی رمی کی تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کا اجر وصلہ کیا ہے حتی کہ روز حشر اللہ خود اسے پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

لیجئے انعامی چیلنج کرنے والو! اور اختراعی ضابطے بنانے والو۔ کہ جب توفی از باب تفعل ہو اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح یا انسان ہو تو وہاں معنی لازماً" موت ہی ہو گا۔

ہمارا چیلنج ہے کہ یہ قاعدہ کسی بھی لغوی کتاب سے قیامت تک نہیں دکھایا جا سکتا اور نہ ہی کہیں ہے اب دیکھئے ہماری پیش کردہ حدیث مبارک میں جس کی صحت کی تصریح بھی کتاب مذکور میں منقول ہے اس میں خاتم الانبیاء ﷺ نے لفظ توفی مع شرائط کے استعمال فرما کر ہماری تائید فرما دی کہ قیامت کے روز (جبکہ موت کا کوئی امکان و احتمال ہی نہیں) اللہ رمی جمار کرنے والوں کو بے حساب و گمان پورا پورا اجر دیں گے۔ اب کرو ترجمہ "یتوفاہ اللہ" کہ اللہ اسکے بدلہ ماریں گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قادیانی قاعدہ محض تیجی کی گپ تھی نحوی مسئلہ نہ تھا افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی شرائط کے ساتھ مذکور فعل کا مفہوم وہ بیان فرمایا جو کہ ہماری تائید کر رہا ہے اور قادیانیوں کی تکذیب پر دائمی مہر لگا دی۔ فالحمد للہ والمنہ

اس آیت کریمہ کا دوسرا جملہ ورافعک الی

ترجمہ اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

تمام آئمہ دین۔ مفسرین۔ محدثین مجددین اور ملہمین اس عقیدہ پر متفق اللسان و القلب ہیں کہ جملہ ورافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ وغیرہ حضرت عیسیٰ کے زندہ بمع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے لئے نصوص قطعیہ ہیں جن میں رتی بھر شبہ نہیں۔ پھر یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن مجید نے تو مسیح کا رفع بیان فرمایا ہے اور خاتم الانبیاء مفسر قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دوسری جہت اور لازم یعنی نزول کو بالصراحت بیان فرمایا ہے تاکہ حیات مسیح کی دونوں جہتیں مدلل و مبرھن ہو جائیں نیز قرآن و حدیث کا باہمی توافق و تصادق بھی ثابت ہو جائے۔ ولکن الملحدین لا یفقھون۔ فلا یجدون عن جھنم محیصا

رفع کا لغوی مفہوم اور قرآنی استعمال۔

۱۔ الرفع ضد الوضع۔ المنجد ص ۲۷۲ رفع یعنی اٹھانا۔ رکھنے کی ضد ہے۔

۲۔ امام اللغۃ امام راغب لکھتے ہیں کہ

الرفع یقال تارہ فی الاجسام الموضوعۃ اذا اعلیتہا عن مقرھا نحو ورفعنا فوقکم الطور۔ وقال تعالی الذی رفع السموات بغیر عمد ترد نھا۔ (ص ۱۹۹)

ترجمہ اٹھانا کبھی تو نیچے رکھے ہوئے اجسام کو ان کی جگہ سے اوپر اٹھانے کو کہا جاتا ہے جیسے فرمایا ورفعنا فوقکم الطور اور ہم نے تم پر طور پہاڑ کو اٹھایا۔ یعنی کوہ طور کو اٹھا کر تمہارے اوپر مثل سائبان کے کر دیا کما جاء فی مقام آخر واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ (الاعراف ۱۷۱) یعنی ازالہ تجوز کے لئے فرمایا کہ طور کو ہم نے حقیقتہ" اوپر اٹھانا نہ کہ مجازا اور کبھی لفظ رفع کسی چیز کی عظمت اور درجہ کی بلندی کے لئے بولا جاتا ہے جیسے کہ ورفعنا لک ذکرک۔

وقولہ تعالی بل رفعہ اللہ الیہ یحتمل رفعہ الی السماء ورفعہ من حیث التشریف یعنی حضرت مسیح کے بارہ میں بل رفعہ اللہ الیہ کا مفہوم دونوں معانی کو جامع ہے۔ رفع جسمانی اور رفع مرتبہ کے لئے بھی۔ یعنی آپ کو آسمان پر بھی اٹھایا گیا اور عظمت و شان بھی دی گئی۔ ص ۱۹۹ ظاہر ہے کہ یہ رفع سماوی برائے رفع

درجات ہے جیسے کسی آنے والے کو کرسی یا چارپائی یا پلنگ وغیرہ کے اوپر بٹھاتے ہیں تو مقصود اکرام ہی ہوتا ہے۔ مگر اس سے حسی طور پر بٹھانے کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ دونوں کا اثبات ہے۔

قرآن مجید اور لفظ رفع

یہ لفظ قرآن مجید میں کل مختلف صیغوں کی صورت میں ۲۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے حقیقی معنوں میں ۱۷ مرتبہ اور مجازی معنوں میں یعنی رفع درجات کے معنوں میں ۱۲ مرتبہ حقیقی معنی کی چند مثالیں۔

۱۔ اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونھا (۲:۱۳)

۲۔ انتم اشد خلقا ام السماء بناھا رفع سمکھا (۲۸:۷۹)

۳۔ واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور (۶۳:۲)

۴۔ ورفعنا فوقھم الطور بمیثاقھم (۱۵۴:۴)

۵۔ اذ قال اللہ یاعیسی انی متوفیک ورافعک الی (۵۵:۳)

۶۔ بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما (۱۵۸:۴)

۷۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (۱۰:۳۵)

۸۔ والی السماء کیف رفعت (۱۸:۸۸)

۹۔ والسقف المرفوع (۵:۵۲)

۱۰۔ ورفع ابویہ علی العرش (یوسف)

مجازی معنی کی چند مثالیں

۱۔ ورفع بعضھم فوق بعض درجٰت (۱۶۵:۶)

۲۔ منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت (۲۵۳:۲)

۳۔ ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضاً سخریا (۳۲:۴۳)

۴۔ لو شئنا لرفعنٰہ ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ (۱۷۶:۷)

۵۔ نرفع درجلت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم (۱۲:۷۶)
۶۔ یرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین اوتو الاالعلم درجلت (۵۸:۱۱)
۷۔ وتلک حجتنا اتیناھا ابراہیم علی قومہ نرفع درجلت من نشاء (۸۳:۶) وغیرہ

ملاحظہ فرمایئے کہ جہاں جہاں۔ رفع مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے وہاں ساتھ اس کا قرنیہ لفظ درجات مذکور ہے اور جہاں حقیقی معنوں میں مستعمل ہے وہاں بلا قرنیہ کے مطلق استعمال ہوا ہے۔

اب اس کا مقابل لفظ وضع ہے جو کہ قرآن مجید میں کل ۲۶ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور وہ بھی دونوں معنوں میں۔ مثلاً"

والسماء رفعھا......والارض وضعھا للانام۔ (الرحمن) ایسے ہی خافضۃ رافعۃ

دیکھئے دونوں لفظ (رفع۔ وضع) بالمقابل حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں ایسے ہی حدیث میں سوتے وقت کی ایک دعا یوں منقول ہے۔

اللھم باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ

رفع وضع معنوں کی مثال

قال النبی ﷺ ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما" ویضع بھا آخرین (مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۸۴)

یہاں فرمان رسولؐ میں بھی دونوں لفظ یعنی وضع اور رفع بالمقابل حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور حدیث مسلم ہیں مجازی معنیٰ میں۔

قادیانی اعتراف

قاضی نذیر قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ

الرفع ضدالوضع (تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۳)

تو معلوم ہوا کہ اس لفظ کا معنی ما وضع لہ اور حقیقی یہی ہے کہ کسی مادی چیز

کو اسکی جگہ سے اوپر کو اٹھا لینا اور اس کے مقابلہ میں کسی اٹھائی ہوئی چیز کو نیچے کسی جگہ پر رکھ دینا وضع کہلاتا ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو ور فعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ آیا ہے تو اس کا بالاتفاق اہل اللغۃ والتفسیر یہی مفہوم ہے کہ آپکو اللہ تعالیٰ نے بمع جسد عنصری زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا نہ کہ آپ کو موت دیکر آپ کی روح کو اٹھا لیا اور عزت و شرف سے نوازا آخر آپ پیغمبر برحق ہیں آپ کی عزت و عظمت تو بہرحال مسلم ہے اس میں تو کسی کو رتی بھر شبہ نہیں نہ عیسائیوں کو اور نہ ہم کو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ کے حق میں لفظ رفع استعمال فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد وکان اللہ عزیزا۔ حکیما بھی فرمایا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ رفع روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے جو کہ زبردست قدرت کا مظہر اور خدائی حکمتوں کا شاہکار ہے عام رفع مراد نہیں جو ہر نبی ولی تو کجا ہر مومن کو بھی حاصل ہے جیسے فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ اور مندرجہ بالا رفع روحانی کی متعلقہ آیات قرآنی۔ اس میں آپکی کیا تخصیص ہے کہ جو اس اہتمام سے اس کا ذکر کیا جا رہا ہے؟۔ یہ رفع تو غیر نبی کو بھی اور عام حالات میں بھی حاصل ہے۔ مثلا یرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین اوتوالعلم درجت وغیرہ مذکورہ بالا آیات

احادیث خاتم الانبیاء کی صلی اللہ علیہ وسلم میں مزید رفع کا استعمال

ایک موقعہ پر آپ نے لوگوں کو سفر کے دوران روزہ افطار کرنے کا فرمایا تو عام لوگ کچھ ہچکچاتے فرفعہ الی یدہ ای رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیرلہ الناس فیفطرون (مجمع البحار)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افطاری کے لئے پانی کا پیالہ اوپر اٹھا لیا جتنا آپ کا ہاتھ مبارک اوپر جا سکتا تھا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر کہ آپ نے افطار کر لیا ہے تو ہمیں بھی افطار کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

تو دیکھئے یہاں رفع حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہی مفہوم خیر فرمان نبویؐ میں دوسری حدیث میں آیا ہے۔

یرفع اللہ عمل الیل قبل عمل النہار ای الی خزائنہ لیحفظ الی یوم الجزاء وغیرھا من الاحادیث النبویہ

ناظرین کرام مندرج بالا تفصیل سے آپ لفظ رفع بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں استعمل شدہ الفاظ ورا فعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ کا صحیح مفہوم ذہن نشین کر چکے۔ اب ذیل میں اس سلسلہ میں قادیانی کے وسوسے اور ڈھکوسلے بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان کا صحیح اور مسکت جواب ملاحظہ فرما کر اپنے ایمان وعقیدہ کو مضبوط اور تروتازہ فرمایئے۔

قادیانی وسوسہ (۱)

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں لفظ رفع سے مراد رفع روحانی ہے کیونکہ اس مسئلہ کا پس منظر یہ تھا کہ یہود جو حضرت مسیح کے مخالف اور دشمن تھے ان کا نظریہ تھا کہ صلیب پر مرنے والا لعنتی ہوتا ہے اس کا رفع روحانی نہیں ہو سکتا اس لئے وہ آپ کو سولی پر چڑھا کر معاذ اللہ لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے تو ان کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ آپ پیغمبر برحق ہیں آپ معاذ اللہ ملعون نہیں بلکہ نہایت معزز اور مقام و مرتبہ والے اور رفیع الدرجات ہیں تو اس حقیقت کے اثبات کے لئے توفی کے بعد رفع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

الجواب بعون الوہاب العلام

میرے علم میں قادیانیوں کا یہ سارا تانا بانا محض دھوکا کی ٹٹی اور جناب ابلیس علیہ ما علیہ کا اغوا ہے۔ اسکی کسی بھی شق میں رتی بھر صداقت اور واقعیت نہیں ہے۔

۱۔ یہ کہنا کہ یہود کے نزدیک ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ یہ بالکل بکواس ہے۔ کیونکہ انکی توراۃ میں صاف لکھا ہے کہ

اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس کا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت سے لٹکی نہ رہے۔

استثناء (۲۱:۲۲،۲۳)

دیکھئے اس میں قادیانی کلیہ بحوالہ یہود بالکل نہیں ہے کہ ہر مصلوب ملعون

ہوتا ہے جب کہ اصل میں ہر نبی ہی نہیں بلکہ ہر راستباز اور مومن مصلوب بھی اعلیٰ درجات کا حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ لہٰذا تمہارا مسیح کے بارہ یہ قاعدہ اور نظریہ استعمال کرنا بالکل خلاف حق اور واقعہ ہے۔ لہٰذا اس شبہ کے ازالہ کی بنا پر یہ ذکر رفع ہرگز نہیں ہے۔

پھر مسیح تو پہلے ہی وجیھافی الدنیا والاخرۃ تھے۔ لہٰذا نئے سرے سے ان کی رفعت کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔

نیز اگر مسیح کی اس اہانت کے دفعیہ کے لئے یہ لفظ آیا ہے تو بتلائے کہ دیگر انبیاء کرام جو یقتلون الانبیاء اور قتلھم الانبیاء کے مصداق ہیں ان کے رفع کے لئے خدا نے کہاں رفعکم یا رفعھم اللہ فرمایا ہے آخر وہ بھی تو خدا کے عظیم الشان نبی تھے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ قادیانیوں کا یہ نظریہ سراسر باطل اور بے بنیاد ہے اور اس باطل نظریہ کے لئے ان کا حوالہ توراۃ بھی دجل و فریب کا شاہکار ہے۔

قادیانی ڈھکوسلہ (۲)

قادیانی قاضی صاحب کہتے ہیں کہ جب فعل رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول انسان ہو تو وہاں ہمیشہ رفع درجات ہوتا ہے پھر چند وہ آیات نقل کیں جن میں لفظ درجات آیا ہے جیسے کہ اوپر آیات نقل ہو چکی ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جب مطلق رفع بغیر صلہ الی کے ہو تو معنی غالبا" یہی ہو گا مگر جب اس کا صلہ الی ہو گا تو پھر اس کا معنی الی اللہ یعنی آسمان کی طرف ہو گا اور ایسی ترکیب آئی بھی صرف مسیح کے لئے ہے پھر اس پر قادیانی ایک روایت نقل کرتا ہے کہ تمہارا یہ ضابطہ اس روایت سے منقوض ہو جاتا ہے۔

اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعہ بالسلسلہ (پاکٹ بک ص ۲۷ (بحوالہ کنز العمال ص ۲۵ ج ۲)

اس پر ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآنی آیت پیش کی تھی اور تم نے اس کے مقابلہ میں ایک دور دراز کی روایت پیش کی ہے جس کی

صحت سند و متن غیر معلوم ہے۔ (کیونکہ معروف روایت من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ ہی ہے) اور اصولاً" نص قرآنی کے مقابلہ میں صحیح حدیث بھی پیش نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ ایک غیر صحیح شدہ روایت جو کہ صحیح حدیث کے خلاف ہیں۔ وہ کیسے نص قرآنی اور اجماع امت کے خلاف پیش کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا واقعہ ایک شان قدرت کا اظہار ہے جو کہ ندرت اور کیابی پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اس کے بعد وکان اللّٰہ عزیزا حکیما فرمایا ہے۔ بخلاف تمہاری پیش کردہ روایت کے کہ اس کے شروع میں ہی لفظ من مذکور ہے جو کہ عموم اور شیوع پر دلالت کرتا ہے لہٰذا یہ اس طریقہ پر بھی نص قرآنی کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جب تک تم کوئی ایسی نص قطعی پیش نہ کرو گے کہ جس میں صلہ الی مذکور ہے تمہارا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی ایک ثابت شدہ حقیقت کی نظیر نہ ملنے سے وہ حقیقت مخدوش نہیں ہو سکتی اور معجزہ میں تو ہوتی ہی ندرت ہے اسکی حقیقت میں انفراد اور اختصاص ہی ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ معجزہ کہلاتا ہے ورنہ ایک عام بات کو معجزہ کا عنوان کیسے دیا جا سکتا ہے۔

قادیانی ڈھکوسلہ

قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر رافعک الی۔ میں لفظ سماء ملحوظ رکھا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی جہت اور مکان ثابت ہوتا ہے حالانکہ وہ ان امور سے پاک اور منزہ ہے لہٰذا یہاں رفع روحانی ہی مراد ہو گا۔

جواب یہ ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت اور زمان و مکان سے منزہ ہے۔ مگر انسانی تفہیم کے لئے نیز کسی جہت اور جگہ کی تکریم کے لئے اس نے اسے اپنی طرف منسوب بھی فرمایا ہے جیسے قرآن مجید ہی میں ہے۔

ءامنتم من فی السماء۔ ام امنتم فی السماء۔ الملک

ترجمہ از مرزا بشیر الدین کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آ گئے تفسیر صغیر (ص ۷۶۰) فرمایئے تمہارے پیشوا کیا معنی کر رہے ہیں کیا اس کی جہت آسمان واضح ہوئی یا نہیں؟ اب آپ اس لزوم کا فیصلہ کرو۔

۲ ثم استوی الی السماء۔ ثم استوی علی العرش۔ قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء (۲:۱۴۴)

اور حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ

آنحضور ﷺ نے ایک موقعہ پر ایک باندی سے سوال کیا کہ این اللہ۔

فقالت فی السماء ثم قال من انا فقالت انت رسول اللہ فقال اعتقھا انھا مومنہ مشکوۃ (ص ۲۸۵) بحوالہ موطا و المسلم۔

تو ان نصوص قطعیہ سے تعمیم انسانی کی حد تک اللہ تعالیٰ کی جہت آسمان ثابت ہو رہی ہے اور قائل جہت سماء کو سید المرسلین ﷺ انھا مومنہ فرما رہے ہیں اب تم کون ہوتے ہو۔ کہ جو اس حقیقت کا انکار کرو۔ ان انتم الا الضالون والمندیقون اب آیئے اس حقیقت پر مرزا صاحب کے دستخط بھی کرا لیجئے۔

آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بقلم خود تحریر کرتے ہیں کہ

کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے ایک خدا کی طرف اور وہ اونچی ہے جس کا مقام انتہائی عرش ہے اور دوسری شیطان کی اور وہ بہت نیچی ہے اور اس کا انتہا زمین کا پاتال ہے غرض یہ کہ تینوں شریعتوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مومن مر کر خدا کی طرف جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ آیت ارجعی الی ربک اس کی شاہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے جیسا کہ آیت لاتفتح لھم ابواب السما اسکی گواہ ہے۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۴ خزائن ص ۱۰۸ و ۱۰۹ ج ۱۷)

ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب نے بھی مان لیا کہ خدا کی طرف اور جہت بسبب علو شان کے آسمان ہی ہے تو ظاہر ہے کہ جیسے روح کے اللہ کی طرف یعنی آسمان پر جانے کی بنا پر اللہ کا مکان اور طرف ثابت نہیں ہوتی اسی طرح رفع الی اللہ سے مراد رفع جسم الی السماء تسلیم کرنے سے بھی اس کی طرف اور جہت کا لزوم حقیقی

نہ ہو گا۔ اور جیسے نیک ارواح کا رفع سماوی ان کے عزت و اکرام کی بنا پر ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ خدا کیساتھ ملحق ہو جاتی ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء بھی بوجہ ان کے اعزاز و اکرام ہی کی بنا پر ہی ہے۔ یہاں بھی لحوق یا التصاق ہرگز لازم نہیں آتا۔

جیسے کعبتہ کی نسبت' خدا کی طرف بوجہ اس کی تعظیم و تکریم کے ہے نہ کہ بوجہ سکونت کے چونکہ ایسی نصوص سے فرقہ مشبہ نے خدا کے لئے حقیقتہ" جہت ومکان کو تسلیم کیا ہے۔ اس بنا پر امام رازی نے فرمایا کہ آیت ورافعک الی سے غرض مسیح کا اعزاز و اکرام ہے نہ یہ کہ اس سے واقعتہ" خدا کی جہت و مکان کا اثبات ہے یعنی یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ایک خاص جگہ پر سکونت پذیر ہیں اور وہاں مسیح بھی پہنچ گئے۔ یہ مراد نہیں بلکہ یہ نسبت خدا کے لئے محض عظمت و تقدس کی ہے۔ اگرچہ مسیح فرشتوں کی طرح آسمان پر ایک مقام اور مستقر میں سکونت پذیر ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل منزہ ہیں غرض یہ کہ ایسی تمام اضافتیں اور نسبتیں محض تشریفی اور اعزازی ہیں۔

فافهم و تدبر ولا تكن من الهالكين

اس سے بھی واضح بات سنئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے۔ (تریاق القلوب ضمیمہ ۳ حرف ش خزائن ص ۴۹۹ ج ۱۵)

اب بتایئے اس سے خدا تعالیٰ کی جہت اور مکان ثابت نہ ہوا۔ فما هو جوابکم فهو جوابنا

قادیانی ڈھکوسلہ

مرزا قادیانی اور اس کی ذریت باطلہ بمع قاضی نذیر صاحب نہایت زور شور سے آیت انی متوفیک میں سلف صالحین کی تقدیم و تاخیر پر غیض و غضب کا

اظہار کرتے رہتے ہیں اور اس کو تحریف قرآن قرار دیتے ہیں۔
چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

والآیۃ بزعمھم کانت فی الاصل علی ھذا الصورۃ یاعیسی انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ثم منزلک من السماء ثم متوفیک فانظر کیف یبدلون کلام اللہ ویحرفون الکلم عن مواضعہ.....وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا ویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ من غیر سند من اللہ ورسولہ الیست لعنۃ اللہ علی المحرفین (حمامتہ البشری ص ۱۷ و ۱۸ روحانی خزائن ص ۱۹۶ و ۱۹۷ ج ۷)

ازالہ اوہام میں اس سے بھی بڑھ کر تقدیم و تاخیر کے قائلین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص ۹۲۴ تا ۹۲۶ کا حاشیہ طبع لاہور)

تجزیہ و تبصرہ

قادیانیوں کا یہ غیظ و غضب اس صورت میں ہے کہ جب ہم بطور استدلال کلی کے طور پر آیت میں تقدیم و تاخیر کو تسلیم کریں حالانکہ یہ صرف احتمال اور توجیہ ہے ورنہ اس کے بغیر بھی مفسرین کرام نے متعدد وجوہ پر مسیح کا رفع سماوی ثابت کر دیا ہے۔

پھر یہ تقدیم و تاخیر مفسرین کے ہاں طے شدہ حقیقت ہے جس کے اثبات کے لئے امام سیوطی مجدد صدی نہم نے مستقل باب منعقد کیا ہے۔ (دیکھئے الاتقان جلد دوم ص ۱۳ النوع الرابع والا ربعون۔ طبع مصر اس کے تحت انہوں نے اس کی بیسیوں مثالیں پیش فرمائی ہیں۔

اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں ایک مستقل تصنیف ہونی چاہئے چنانچہ سلف

صالحین نے اس کا اہتمام بھی فرمایا ہے اب فرمایئے امام سیوطی ؒ جو قادیانیوں کے مسلّم مجدد و ملہم تقدیم و تاخیر کا ایک مستقل باب منعقد کر رہے ہیں اور بڑے اہتمام سے بیسیوں مثالیں نقل کر رہے ہیں حتی کہ ہماری زیر بحث آیت انی متوفیک کو بھی اسی باب میں نقل فرمایا ہے۔

تو فرمایئے کہ یہ سلف صالحین جو کہ قادیانیوں کے ہاں بھی صاحب الہام مجدد و ملہم ہیں اور مشتبہ بات خود آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کر لیتے تھے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۱) کیا انہوں نے بیسیوں آیات میں تقدیم و تاخیر کا انداز اختیار کر کے الحاد اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے؟ خدا کے کلام کو تبدیل کیا ہے؟ حتی کہ بقول مرزا معاذ اللہ البست لعنتہ اللہ علی المحرفین کا مصداق قرار پائے ہیں؟۔ حالانکہ مرزا نے خود لکھا ہے کہ مجدد بغیر بلائے بولتے ہی نہیں۔ یہ صحیح دین پیش کرتے ہیں ان کی بات اور گواہی ماننا فرض ہے اور ان سے انحراف و انکار فسق اور کفر ہے لہٰذا در یں صورت بات بڑی الجھن میں پڑ گئی کہ یا تو ہم بقول مرزا ان سلف صالحین کو مرزا کے فتویٰ کفر والحاد کے تحت لے آئیں (معاذ اللہ) یا پھر آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں اور مرزا کے ضابطہ تعدیل و تحسین کو مان کر صرف مرزا کو ہی ان الزامات اور مطاعن کا مورد و مصداق قرار دے لیتے ہیں کہ مرزا ہی ملحد۔ محرف قرآن اور ملعون ہے میرے خیال میں یہ دوسری صورت ہمارے لئے اور سب کے لئے آسان ہو گی۔

ناظرین یہ سخت گوئی نہیں بلکہ عین انصاف ہے کیونکہ اگر ہم یہ طریقہ اختیار نہ کریں تو ہمارا گذارا نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی لعنت کرے تو اگر دوسرا شخص اس کا مستحق نہ ہو تو وہ لوٹ کر لعن کرنے والے پر ہی آ جاتی ہے تو چونکہ ہمارے اسلاف کرام خدا کی رحمت کے مورد ہیں لہٰذا لازماً" مرزا صاحب ہی اپنی صادر کردہ لعنت کے مورد بنیں گے اس کے سوا کوئی تیسری صورت ممکن ہی نہیں اور یہ بھی نہایت آسان۔ نیز یہ دوسری صورت خود جناب مرزا صاحب کی اپنی اختیار کردہ بھی ہے۔ وہ یوں کہ چلو ہم مرزا صاحب کا ضابطہ عدم تقدیم و تاخیر برحق تسلیم کر لیتے ہیں اور بالفرض اس کے قائل بقول مرزا

صاحب کے طعن و تشنیع کے مصداق بھی ہوں تو پھر درج ذیل تفصیل کی بنا پر ہم مرزا صاحب کو بھی اسی الحاد کے طوق اور لعنت کی بیڑیوں میں جکڑ کر دکھاتے ہیں سو اب قدرت الٰہی کا تماشا اور مرزا کا انجام دیکھئے کہ جناب مرزا صاحب اپنی تحریرات کے تحت تقدیم و تاخیر کا مرتکب ہو کر محرف بنتا ہے یا نہیں؟ پھر اس جرم کے نتیجہ میں وہ محرف قرآن اور ملعون ہوا ہے یا نہیں؟

کرشمہ قدرت خداوندی۔ کہ

مرزا صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کا رفع روحانی اس وقت ہوا جبکہ یہود کے ہاتھوں سے واقعہ صلیب سے بچائے گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنے الہام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یا عیسیٰ انی متوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسیٰؑ کو اس وقت بطور تسلی کے ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود کے ہنود کوشش کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنی ہیں کہ تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسیٰ کا نام اس عاجز پر کیسے چسپاں کر دیا ہے۔ (سراج منیر ص ۲۱ خزائن ص ۲۳ ج ۱۲ طبع ربوہ منیر دیکھئے ص ۷۲ تا ۷۵ ج ۱۲)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو ایسے اضطراب کے زمانہ میں تسلی دی تھی کہ جب یہودی ان کو مصلوب کرنے کی فکر میں تھے اب جو یہ آیت (انی متوفیک) براہین میں اس عاجز پر بطور الہام نازل ہوئی تو اس میں ایک باریک اشارہ یہ ہے کہ اس عاجز کو بھی ایسا واقعہ پیش آئے گا کہ لوگ قتل کرنے یا مصلوب کرانے کے منصوبے بنائیں گے تاکہ یہ عاجز جرائم پیشہ لوگوں کی سزا پا کر حق مشتبہ ہو جائے سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھ کر اور وفات دینے کا ذکر کر کے ایماء فرماتا ہے کہ ان کے یہ منصوبے پیش نہیں جائیں گے۔ اور میں ان کی شرارتوں سے محفوظ ہوں گا۔ اور اسی الہام کے آگے جو صفحہ

۵۵۷ پر ہے اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ ایسا کب ہو گا اور اس دن کا نشان کیا ہو گا یعنی ایسے منصوبے جو قتل کے لئے کیے جائیں گے وہ کب اور کس وقت ہوں گے اور کن امور کا ان سے پہلے ظاہر ہونا ضروری ہے سو اسی الہام کے بعد جو الہام ہے اس میں اس کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت سے تجھ کو اٹھاؤں گا (یہ رافعک الی کی تفسیر ہے)
دنیا میں ایک نذیر آیا...... اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ قتل کی سازشوں کا وقت وہ ہو گا کہ جب ایک چمکدار نشان حملہ کی صورت پر ظاہر ہو گا۔ (دیکھئے سراج منیر ص ۴۲ خزائن ص ۴۴ ج ۱۲)

اب اس سے ظاہر ہو گیا کہ واقعہ صلیبی سے بچانا اسی کا نام رفع روحانی ہے۔ اور توفی کا معنی اگر موت مراد ہے جیسے کہ مرزا صاحب کا نظریہ ہے تو اس طریقہ سے وہ وعدہ ۸۷ یا ۹۲ سال اس کے بعد وقوع پذیر ہوا کیونکہ واقعہ صلیبی تو مسیح کو تقریباً" ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا تھا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۲۱۰)
اور وفات مسیح بقول قادیانی ایک سو بیس یا پچیس سال کی عمر میں ہوئی۔ (خزائن ص ۳۸۸ ج ۱۴ ایام الصلح ص ۱۴۳)

لہذا اب ثابت ہو گیا کہ وفات تو پیش آئی ۸۷ یا ۹۲ سال بعد ۱۲۰ سال یا ۱۲۵ سال کی عمر میں اور رفع روحانی ہوا ۳۳ برس کی عمر میں تو رفع پہلے اور توفی بعد میں۔ تو دیکھئے کہ متوفیک اور ورافعک الیّ کی ترتیب بدل گئی جو کہ تحریف قرآن ہے اب بتلائے مرزا صاحب خود محرف قرآن ثابت ہوئے یا نہیں؟ جو الزام اور طعن مجددین و ملہمین پر کرتے تھے اس کے خود مورد بن کر ان جرائم کے مرتکب ثابت ہو گئے۔ مرزا صاحب یہ ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ فتدبر قاضی نذیر صاحب آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ آپ کے پیش رو نے کیسے آرام سے خود ہی تحریف قرآن کا ارتکاب کر کے معاذ اللہ اپنے ہاتھ کا تیار کردہ لعنت کا طوق اپنے ہی گلے میں ڈال لیا۔ قد صدق اللہ ولا یحیق المکر السیئی الا باھلہ
اور سنئے

اب باقرار مرزا تیسرے اور چوتھے وعدہ میں بھی ترتیب باقی نہ رہی کیونکہ اس کی تفسیر ہے تطہیر کا وعدہ۔ جو کہ آنحضرت ﷺ کا بعثت سے ہوا یا خود مرزا صاحب کی آمد سے معرض ظہور میں آیا۔ لیکن وعدہ چہارم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا اس سے قبل ہو چکا ہے کیونکہ اس میں مفہوم ہے کہ تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا اور وہ آنحضرتؐ سے پہلے یہ زمانہ قسطنطین رومی پورا ہو چکا ہے۔

اب وعدہ تطہیر آنحضرت ﷺ کی بعثت سے ہوا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

وھکذا وعدہ مطھرک من الذین کفروا وقع ببعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حمامتہ البشریٰ ص ۵۶ خزائن ص ۲۵۸ ج ۷)

اور سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اور مطہرک کی پیش گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کرے گا اور یہی وہ زمانہ ہے (یعنی مرزا صاحب) دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" (ص ۵۲ خزائن ص ۵۴ ج ۱۵)

ادھر انجیل یوحنا میں مذکور ہے کہ

حضرت مسیح آنحضور ﷺ کے حق میں کہتے ہیں کہ

لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ (خدا کی طرف سے) سنے گا وہی کہے گا (وما ینطق عن الھوی) اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (۱۶:۱۳ و ۱۴)

ظاہر ہے کہ جلال اسی وقت ظاہر ہو گا جب کہ آپ کی برءت واضح کی جائے گی۔

۴۔ مرزا صاحب وجاعل الذین اتبعوک کے تحت لکھتے ہیں

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ۔

یعنی اے عیسیٰ خدا تیرے حقیقی تابعین کو جو مسلمان ہیں اور ادعائی تابعین کو جو عیسائی ہیں ادعائی طور پر قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھے گا جو تیرے دشمن اور منکر اور مکذب ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۸۴ خزائن ص ۲۳۱ ج ۱۷ طبع ربوہ)

اس سے ثابت ہوا کہ وعدہ غلبہ جو چوتھا وعدہ ہے وہ آنحضرتؐ یا مرزا صاحب کے زمانہ میں پورا ہوا۔ تو فرمایئے پھر ترتیب کہاں باقی رہی؟ تو نتیجہ کیا ہوا کہ مرزا صاحب باقرار خود الیست العنۃ اللہ علی المحرفین (حمامتہ البشریٰ ص ۱۷ و ۱۸)

مزید سنئے کہ مرزا صاحب نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی کیسی درگت بنا لی ہے لکھتے ہیں کہ ماسواء اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ (وفات) جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کوئی توقف نہیں نہ یہ کہ رفع کو وعدہ تو اسی وقت پورا ہو جائے لیکن وفات دینے کا وعدہ ابھی تک جو دو ہزار برس گزر گئے ہیں پورا ہونے میں نہ آوے۔ (آئینہ کمالات ص ۴۰ طبع لاہور نور ص ۴۶ طبع ربوہ روحانی خزائن ایضاً")

قادیانی قاضی نذیر صاحب

ان حوالجات کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ جب بقول مرزا وشاہ ترتیب لازمی ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر تحریف قرآن اور الحاد ہے تو بقول مرزا مسیح کا رفع تو اس وقت ہو گیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ذلیل اور لعنتی صلیبی موت سے بچا لیا۔ (سراج منیر) حالانکہ یہ ضروری ہے کہ پہلے آپ کی توفی یعنی موت ہوتی پھر رفع ہوتا تو کہاں رہی تمہاری ترتیب؟ یا یہ تسلیم کر لو کہ آپ کی موت واقعہ صلیب سے قبل ہو گئی اور پھر آپ کی میت کو صلیب دی گئی جس کے نتیجہ میں رفع لازم آیا تو گویا مردہ کو صلیب دی گئی پھر تو آپ معاذ اللہ ذلیل اور لعنتی موت مرے کیونکہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ

> کیونکہ یہودیوں کے مذہب کی رو سے جس شخص کو صلیب کے ذریعے قتل کیا جائے خدا کی لعنت اس پر پڑ جاتی ہے اور پھر خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوتا اور خدانخواستہ اگر واقعہ صلیب وقوع میں آ جاتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک ایسا داغ ہوتا کہ کسی طرح ان کی

نبوت درست نہ ٹھہر سکتی اور نہ وہ راستباز ٹھہر سکتے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی حمایت نے وہ تمام اسباب جمع کر دیئے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے سے بچ گئے۔ (ایام الصلح ص ۱۱۱ و ۱۱۲ خزائن ص ۳۴۹ ج ۱۴ طبع ربوہ) گویا آپ کا رفع ہو گیا۔ مگر موت نہ ہوئی۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ واقعہ صلیبی پر جبکہ رفع روحانی ہوا تو اس سے قبل حسب ترتیب لازما وفات واقع ہونی چاہیئے چونکہ ترتیب لازمی ہے تو پھر وہ معاذ اللہ لعنتی موت مرے ہوں گے اور ان کی نبوت بھی مشکوک ہو گئی۔ (معاذ اللہ)

آخری بات

جناب قادیانی قاضی صاحب آپ تقدیم و تاخیر کے بارہ میں بہت واویلا فرما رہے تھے مگر ذرا توجہ کیجئے۔ کہ یہ چاروں وعدے آپ کے پیشوا جناب مرزا صاحب کے بارہ میں مذکور ہیں جیسے براہین احمدیہ وغیرہ کتب مرزا۔ تو فرمایئے مرزا صاحب کے بارہ میں یہ چاروں وعدے باترتیب وقوع پذیر ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟

اور پھر جب آپ پر الہام ہوا تو آپ نے یہ معنی کیوں کر لیا تھا۔ کہ میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔ کیا اپنی موت سے ڈر کر یہ ترجمہ کر لیا یا کوئی اور وجہ تھی؟ (بینوا وتو جروا)

قاضی صاحب ان کا رفع روحانی تو اس وقت ثابت ہو گیا جب کہ لیکھرام کا قتل ہوا اور خدا نے مرزا صاحب کو ذلیل موت سے بچا کر ان کا رفع روحانی کر لیا ملاحظہ ہو سراج منیر حوالہ بالا۔ پھر دیکھئے کہ مرزا صاحب کی ابھی وفات تو ہوئی نہیں جو کہ پہلا وعدہ تھا مگر دوسرا رفع روحانی والا وعدہ پہلے ہی پورا ہو گیا اب فرمایئے مرزا صاحب کے وعدوں میں ترتیب باقی رہی یا ختم ہو گئی الغرض اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ۔ اور انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون۔ لانکم ملعونون بہ تبدیل الفرقان و تحریفہ لیست لعنۃ اللہ علی المحرفین والمکذبین للحق اس کے بعد خدا جانے کہ تیسرا اور چوتھا وعدہ

کب اور کیسے پورا ہوگا یا ہوگیا کیونکہ ابھی تک نہ تو مرزا صاحب پر لگائے گئے کذب و افترا کے الزامات دور ہوئے اور نہ ہی قادیانیوں کو کہیں غلبہ نصیب ہوا۔ اگرچہ مختلف مقامات پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی بہت سعی کر رہے ہیں مگر ہوا یہ کہ پہلے قادیان سے نکلے اور ربوہ فروکش ہوئے پھر وہاں سے بھی ملک بدر ہو کر اپنے روحانی وطن برطانیہ پہنچے مگر چین وہاں بھی نہ آیا۔ اب کنیش سادھو کی طرح کسی الگ تھلگ جزیرہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اللہ کرے کہ کسی جزیرہ کی تلاش میں پھرتے پھراتے ہی بحرالکاہل میں ڈوب کر ختم ہو جائیں اور اہل اسلام اس فتنہ دجالیہ سے نجات پائیں۔

قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ۔ آیت نمبر ۳:-

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ○ (النحل ۲۱ و ۲۲)

ترجمہ اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو وہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ سب مردے ہیں زندہ نہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

قادیانی وجہ استدلال۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت اللہ تعالٰی کے سوا جن لوگوں کی پرستش ہو رہی تھی انہیں اموات کہہ کر مردہ قرار دیا گیا ہے اور غیر احیاء ایسے مردے قرار دیا ہے کہ جو زندہ نہ ہوں یعنی درحقیقت وفات پا چکے ہیں۔ اور وما یشعرون ایان یبعثون کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ اب وہ قیامت کو دوبارہ زندہ ہوں گے لیکن انہیں علم نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔

تو چونکہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کی بھی اس وقت پرستش ہو رہی ہے لہذا وہ بھی مردہ قرار پائیں گے اموات غیر احیاء میں شمار ہوں گے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۹ و ۳۰)

الجواب بعون الوہاب

مرزا غلام احمد قادیانی نے ازالہ اوہام میں بزعم خود وفات مسیح پر تیس آیات

ایک ہی نہج پر پیش کی ہیں کہ وہ سب نصوص قطعیہ ہیں۔ حالانکہ یہ مرزا صاحب کی جہالت تامہ کی بین دلیل ہے کیونکہ اگر بالفرض ہم ان آیات کے متعلق قادیانی نظریہ تسلیم بھی کر لیں تو بھی یہ تمام آیات نصوص قطعیہ نہیں بلکہ یہ منقسم الی اربعۃ اقسام ہوں گی جس آیت میں صریحا" حضرت مسیح کا تذکرہ ہے جیسے یاعیسی انی متوفیک۔ اور وما قتلوہ وما صلبوہ وغیرہ یہ عبارۃ النص ہوں گی۔ اور جن آیات میں دوسرے انبیاء کرام کا تذکرہ ہے اور ان کے ضمن میں بطور عموم کی وفات مسیح ثابت کی گئی ہے وہ اشارۃ النص یا اقتضاء النص ہوں گی۔

اور جو آیات مندرجہ بالا دونوں قسم سے الگ ہیں اور مرزا صاحب نے محض اپنی سینہ زوری اور ذہنی اختراع سے ان کو وفات مسیح کی دلیل بنانے کی ناکام کوشش کی ہے وہ نہ عبارہ النص ہیں نہ ہی اقتضا النص بلکہ ممکن ہے کہ وہ کسی بھی درجہ کی دلالت نہ ہوں یا انہیں سینہ زوری سے اشارہ النص بنا لیا جائے۔ مگر ایک بات ملحوظ خاطر ہے کہ آج تک ایک بھی فرد مسلم نے ان تمام آیات یا ان میں کسی ایک کو بھی وفات مسیح کی دلیل نہیں بنایا اور نہ ہی کسی مفسر نے ان آیات کو اس مسئلہ میں موثر سمجھ کر دفعیہ کی سعی فرمائی ہے۔ لہذا قادیان کے یہ تمام دلائل ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق بن کر الحاد و تحریف ہی کہلا سکتے ہیں جس پر ان کا فتوی ہے کہ الیست لعنتہ اللہ علی المحرفین۔

مندرجہ بالا تفصیل کے تحت ثابت ہوا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کی موت وحیات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں مشرکین کے معبودان باطلہ کی تردید ہو رہی ہے کہ جن ہستیوں کو مشرکین مکہ وغیرہ فاعل و مختار سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو سب مرنے والے ہیں اور جو موت و حیات سے سابقہ رکھتا ہو وہ کیسے معبود بن سکتا ہے۔ معبود تو الحی القیوم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔

اگر قادیانی ضابطہ تسلیم کر لیا جائے کہ سب معبودان باطلہ مر چکے ہیں لہذا مسیح بھی بوقت نزول قرآن مر چکے ہیں کیونکہ ان کی بھی پرستش ہوتی ہے۔ تو بھی بات نہ بنے گی کیونکہ مشرکین مکہ تو فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ اور عام مشرکین

حسب قرآن مجید بل کانوا یعبدون الجن۔ اور ان لا تعبدوا الشیطان وغیرہ۔ ابلیس اور عام جنات کو بھی پوجتے تھے تو کیا وہ سب فرشتے جنات اور شیطان بھی مر چکے ہیں؟

نیز ہندی مشرک گنگا وغیرہ کو بھی پوجتے تھے چنانچہ ان کے ہاں جل دیوتا مشہور ہے کیا وہ بھی مر چکا ہے۔ بعض قومیں سورج۔ چاند۔ پہاڑ وغیرہ کو بھی پوجتے ہیں کیا یہ سب مر چکے ہیں؟ غرض یہ کہ کائنات کی کوئی چیز بھی انسانی پرستش سے باہر نہیں تو کیا سب پر فنا طاری ہو چکی ہے؟ اور پھر مرزا صاحب لاادریوں کے موہومی جہان میں تشریف لے آئے تھے۔ انطقوا ان کنتم احیاء غیر اموات قادیانیوں۔ تمہاری اس اختراع سے تو کام نہایت خراب ہو جائے گا کہ جس کو اموات کہا جائے وہ بالفعل مر چکا ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے انک میت وانہم میتون یعنی اے میرے حبیب آپ بھی موت سے ہم کنار ہونے والے ہیں اور یہ آپکے منکرین بھی موت کے منہ میں جانے والے ہیں نہ یہ کہ سب مر چکے ہیں قادیانیو۔ آپ کے مرزا صاحب تو مراقی تھے ہی آپ لوگ ان سے بھی چار قدم آگے نکل گئے کیا یہ صحیح ہے کہ گرو جنہاندے ٹپنے چیلے جان چھڑپ؟ خوب ذہن نشین کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب متعدد آیات قرآنیہ اور بموجب احادیث صحیحہ و باجماع امت اس وقت تک آسمان پر بقید حیات موجود ہیں حسب وقت زمین پر اتریں گے پھر موت سے ہمکنار ہو کر روضہ رسول میں مدفون ہوں گے لہذا اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے استاد گل علی شاہ صاحب شیعہ تھے انہوں نے آپ کو عربی گرائمر صحیح نہیں پڑھائی محض تقیہ کے تحت وقت ضائع کرتے رہے۔

قادیانیو۔ اصل بات یہ ہے کہ اموات جمع میت ہے جو کہ صفت مشبہ ہے اور قاعدہ یہ کہ اسم فاعل اور صفت مشبہ استقبال کے لئے آتے ہیں تو معنی ہو گا کہ جن کو یہ پوجتے ہیں وہ سب مرنے والے ہیں نہ یہ کہ وہ سب مر چکے ہیں۔

کیونکہ ابھی تک فرشتے اور جنات و ابلیس وغیرہ زندہ سلامت ہیں چنانچہ اسی زندہ ابلیس نے ہی مرزا صاحب کو ایسے دلائل فراہم کر کے ایسے ایسے تماشے

دکھائے۔ رنگ برنگے الہام اور دعوے کرائے کہ انہیں اٹھو کہ جہاں بنا دیا ورنہ اگر حسب منطق قادیانی وہ مرگیا ہوتا تو یہ امور عجیبہ کیسے ظہور پذیر ہوتے۔

مزید سنئے سلسلہ شرک تو اب بھی جاری ہے مظاہر پرستی قبر پرستی شیطان پرستی حتی کہ گرو اور ملنگ پرستی چل رہی ہے بڑے بڑے بلے کٹے پیر اور ملنگ اپنے آپ کو سجدے کراتے نظر آتے ہیں اب قادیانی قاضی اور ان کے ہمنوا قادیانی خود دیکھیں یا کسی ایم بی بی ایس ڈاکٹر کو چیک کرا کے معلوم کریں کہ وہ بھی زندہ سلامت ہیں یا مرچکے ہیں اگر زندہ ہیں اور واقعی زندہ ہی ہیں تو پھر تمہاری منطق کے تحت آیت کا مفہوم کیا لیا جائے گا۔ قادیانیو۔ کچھ تو ہوش کرو۔ محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کلام الٰہی میں تحریف و زندقہ شامل نہ کرو۔ الیس منکم رجل رشید قادیانیو۔ توجہ سے سنئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حسب آیات کثیرہ اور بے شمار احادیث نبویہؐ اور باجماع امت اس وقت تک آسمان پر زندہ موجود ہیں پھر حسب وقت اور باذن الٰہی زمین پر نازل ہوں گے اور آکر تینوں طبقوں (۱) یہودیوں کو جو کہ مدعی تھے کہ انا قتلنا مسیح (۲) قادیانیوں مطلق آسمان پر موجود مانتے ہیں اور تم قادیانیوں کو جو آپ کو نصاریٰ و یہود کی ہمنوائی کرتے پھرتے ہو ٹھکانے لگا کر صحیح اسلام کی اشاعت و ترویج فرمائیں گے حتی کہ تمام نظریات معدوم ہو کر صرف نظریہ اسلام ہی رہ جائے گا پھر وہ اپنے وقت پر فوت ہو کر روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہوں گے۔

هذا هوا الحق المبين وما ذا بعد الحق الا الضلال۔

فانتهوا ولا تقولوا انه مصلوب وميت والقادياني قام مقامه خيرلكم۔ فالله هو ولى التوفيق والهداية۔ فالنيه تفزعوا وتجزوا۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه يا اله العالمين (آمین)

قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ آیت ۴

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن
مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (ال عمران: ۱۴۰)

ترجمہ اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول ان سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

وجہ استدلال

اس جگہ سب رسولوں کے گزر جانے سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے آنے والے تمام رسول وفات پا چکے ہیں کوئی ان میں سے زندہ نہیں۔

افائن مات اوقتل میں گزرنے کے دو ہی طریق بیان کئے گئے ہیں موت اور قتل کیا جانا آیت وماقتلوہ وما صلبوہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کیا جانے یا صلیب پر مارے جانے کی نفی کی گئی ہے پس ان کے لئے طبعی موت پانا ثابت ہوا اگر وہ زندہ ہوتے تو قد خلت من قبلہ الرسل کے بعد عیسی بن مریم کہہ کر ان کا استثناء کیا جاتا تو یہ استدلال ہو سکتا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور ان کے سوا باقی نبی گزر چکے ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۳۰ و ۳۱)

تجزیہ و تبصرہ

قاضی صاحب نے حسب طبع قادیانیت ترجمہ واستدلال میں خوب جوہر دکھائے ہیں مثلاً" سب سے بنیادی بات کہ سلف صالحین میں کسی کی تائید نقل نہیں کی

۲۔ آیت کے سیاق و سباق اور شان نزول کو بھی نظرانداز کر دیا ہے۔

۳۔ قد خلت کے معنی اور الرسل کے الف لام میں نہایت بدیانتی اور دجل سے کام لیا ہے۔

۴۔ پھر اپنی جانب سے وجہ استدلال کی پہلی دو سطریں ان کی خالص من گھڑت ہیں جس کو ترجمہ الفاظ سے رتی بھر تعلق نہیں ہے محض اپنے باطل نظریئے کی تائید کے لئے یہ جسارت کی گئی ہے۔

۵۔ اہل اسلام کے موقف برحق کے اثبات کے لئے الا عیسی بن مریم کا استثناء لازمی قرار دیا جبکہ مسئلہ حیات و نزول دیگر نصوص قطعیہ سے ثابت ہونے کی بنا پر اس سے از خود مستثنیٰ ہے لہذا استثنائی صراحت سے مستغنی ہے۔ کیونکہ المشہور کا لمذکور قاعدہ معروفہ ہے۔

۶۔ قاضی صاحب نے اس ترجمہ میں اپنے پیشوا مرزا غلام احمد کے ترجمہ اور حکیم نور دین کے ترجمہ کو بھی بالکل ملحوظ نہیں رکھا کیونکہ انہوں نے ہمارے مطابق ترجمہ کیا ہے کما سیاتی۔

اب اگلی سطور میں اہل حق کے ترجمہ و تشریح کے ضمن میں قاضی صاحب کے نظریہ میں الحاد و تحریف کے کرشمے ملاحظہ فرمایئے۔

وکان اللہ عزیزا حکیما

ایک عجیب نکتہ

اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے ساتھ سزا و جزا کا معاملہ عجیب و غریب حکمتوں کے تحت الگ الگ ہوتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ جیسے اس نے مجرم اور باغی امتوں کو مختلف قسم کی سزاؤں سے دوچار کیا کسی کو پانی میں غرق کیا۔ کسی کو طوفان و بادوباراں سے جیسے قوم عاد۔ کسی کو چیخ و چنگھاڑ سے جیسے قوم ثمود۔ کسی کو سمندر میں غرق کر دیا جیسے فرعونیوں کو۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید ان تمام واقعات کو یوں بیان فرماتا ہے۔

فرمایا فکلا" اخذنا بذنبہ فمنھم من لرسلنا علیھم حاصبا ومنھم من

اخذته الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانو انفسھم یظلمون (عنکبوت ۴۰)

ترجمہ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے جرم میں پکڑ لیا۔ بعض پر ہم نے آسمان سے پتھر برسائے اور کسی کو چنگھاڑ نے آ دبوچا۔ اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور بعض کو غرق کر دیا۔ اللہ نے کسی پر کوئی زیادتی نہیں فرمائی بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرنے والے تھے۔

جیسے مجرموں کے ساتھ خدا کا معاملہ ان کے حسب جرم علیحدہ ہوتا رہا اس طرح راستباز اور نیک لوگوں کے ساتھ بھی خدا کا معاملہ منفرد رہا ہے بالخصوص انبیاء کرامؑ کے ساتھ۔ مثلاً" کسی کو ہجرت کے ذریعہ محفوظ فرمایا۔ کسی کے دشمن کو تباہ کر کے کسی کو کسی طریق سے اور کسی کو آسمان پر اٹھا کر یہ سب معاملات خدا کی حکمت کے عین مطابق اور درست تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ خدا نے کسی کو آسمان پر اٹھا کر نہیں بچایا تو مسیح کو ایسے کیوں فرمایا۔ تو یہ کہنا محض جہالت اور حماقت ہے خدا تعالیٰ کے معاملات میں کون دخل دے سکتا ہے۔

وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے حضرت ھود کی قوم کو طوفان سے ہلاکت کیوں کیا۔ پہلے کوئی اسی کی مثال پیش کرو۔ یا فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کر کے اور بنی اسرائیل کو دریا کو منجمد کر کے بچا لیا ہم نہیں مانتے اس کی کوئی سابقہ مثال و نظیر پیش کرو تو یہ اس کی حماقت ہے اسی طرح آنحضور ﷺ کی ہجرت کی مثال بھی اس طریق سے کوئی نہیں ملتی۔ غرض یہ کہ ہر نبی کا معاملہ جدا جدا ہے اسی طرح حضرت مسیحؑ کا معاملہ رفع آسمانی کا بھی اس کی حکمت کے تحت سب سے نرالا ہے جس میں کوئی چوں چرا نہیں کر سکتا۔ پھر مسیحؑ تو بوجہ آیت اللہ ہونے کے مزید سے مزید اختصاص کے لائق ہیں۔

چنانچہ مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں (انبیاء کے متعلق) لکھتے ہیں کہ

اور وہ اس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ ان کے

ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس پر سرد کر دیا الخ (حقیقتہ الوحی ص ۴۹ خزائن ص ۵۲ ج ۲۲)

ملاحظہ فرمایئے جناب مرزا صاحب نے کتنی اہم حقیقت کا اظہار کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کی شان نہایت عجیب اور عظیم ہوتی ہے جیسے ان کی شان باہمی ممتاز اور منفرد حالت کی حامل ہوتی ہے ویسے ہی ان کا مالک جل وعلا بھی ان کے ساتھ منفرد طریقہ کا سلوک فرماتا ہے کسی کو کسی انداز سے اعزاز و اکرام سے نوازتا ہے اور کسی کو اس سے الگ دوسرے انداز سے۔ اس کے ان معاملات میں کسی کو اعتراض یا تعجب کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان اللہ علی کل شیء قدیر وہ غالب حکمت والا ہے۔ (وکان اللہ عزیزا حکیما) ہے۔ لہٰذا ان مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ خدائی معاملہ کی کوئی مثال یا نظیر طلب کرنا محض حماقت و جہالت ہے۔ باقی قاضی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ افائن مات او قتل کے ذریعے انبیاء کرام کے لئے خلو یعنی گزارنے کے دو ہی طریقے بیان کئے گئے ہیں ایک موت دوسرا قتل اور دوسری جگہ مسیح کے متعلق وما قتلوہ وما صلبوہ کہہ کر حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں قتل و صلب کی نفی کر دی گئی تو لازماً" ایک ہی شق خلو کی رہ گئی وہ ہے طبعی موت لہٰذا درحق مسیح اب اسی کا احتمال باقی تھا۔ جس کے ذریعے وہ دنیا سے گزر گئے۔ تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے۔ کہ یہ دونوں جملے عموم و اطلاق کے سطح پر صادر نہیں ہوئے کہ دنیا سے خلو یعنی گزر جانا۔ چلا جانا مطلقاً" دو ہی ذریعوں میں منحصر ہے۔ اور کسی بھی ذریعہ بجسمہٖ کوئی نبی دنیا سے منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ انبیاء کرامؑ بھی عوارض بشریہ کے لحاظ سے عام انسانوں میں شامل ہیں جو جیسے عام انسان متعدد ذرائع سے (مثلاً" قتل۔ صلب۔ ہدم۔ غرق۔ حرق۔ جسمانی اذیت وغیرہ ذرائع سے دنیا سے جا سکتے ہیں اسی طرح یہ اسباب انبیاء پر بھی وارد ہو سکتے

ہیں یہ تو کوئی معقول اور مدلل بات نہیں کہ عام انسان کے لئے تو ذرائع خلو بے شمار ہوں مگر انبیاء کے لئے صرف دو ہی ہیں موت یا قتل۔ یہ بات تو بالکل غیر ثابت اور غیر معقول ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں جملے خاص حالات اور ماحول میں صادر ہوئے ہیں۔ مثلاً"

جملہ اولی افائن مات اوقتل۔ یہ سید کائنات ﷺ کے متعلق ہے۔ کیونکہ آپ کے متعلق علم الٰہی میں ذریعہ خلو صرف طبعی موت تھا۔ افائن ماتؐ میں اس کا ذکر ہے اور دوسرا احتمال اوقتل اس بنا پر ظاہر فرمایا۔ کہ اس وقت کفار نے افواہ اڑا دی تھی کہ قد قتل محمدؐ جس کی وجہ سے شہادت رسولؐ کا وقوع اذہان صحابہؓ میں مرتسم ہو گیا تھا۔ نیز خود آنحضرت ﷺ نے بھی آرزو فرمائی تھی۔

والذی نفسی بیدہ لودوت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی الخ اوکما قال النبی ﷺ۔ مشکوۃ ص ۳۲۹ والبیھقی فی شعب الایمان المحقق ص ۱۷ ج ۴ حدیث ۴۲۳۶۔

تو اس بنا پر آپ کی شہادت کا ذریعہ خلو ہونا محتمل تھا۔ لہٰذا ان دونوں احتمالات کی نفی کے طور پر فرمایا افائن مات اوقتل چونکہ آپ کے حق میں مزید کسی ذریعہ خلو کا عنداللہ احتمال نہ تھا لہٰذا دونوں کا ہی ذکر فرما کر آپ کے خلو من الدنیا کا امکان و احتمال واضح فرما دیا۔ لہٰذا یہ طریقہ خلو صرف آپ کے بارہ میں ہے۔ جمیع انبیاء کرام کے بارہ میں نہیں اور نہ ہی مطلق انسانوں کے حق میں ہے۔ فافھم وتدبر ولا تکن من الھالکین۔

دوسرے جملہ۔ کا صدور اس بنا پر نہیں کہ یہاں مسیح کے خلو من الدنیا کے ذرائع و اسباب کا احاطہ و استقصاء مطلوب ہے بلکہ وہ ایک خاص نظریہ کی تردید کے لئے صادر ہوا ہے۔ وہ یہ کہ

یہود کا ادعاء تھا کہ انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کہ ہم نے عیسی بن مریم کو قتل کر دیا ہے تو چونکہ اس وقت مخالف اور دشمن کی مزید سے مزید توہین و تحقیر کے لئے اسے قتل کر کے پھر برائے عبرت و تذلیل سولی پر بھی لٹکا دیتے تھے۔ چنانچہ بائبل میں اس کے کئی شواہد موجود ہیں مثلاً" پیدائش

۱۹:۲۰ یشوع ۲۴:۱۰ و دیگر واقعات اسی طرح فرعون نے بھی ساحرین کے متعلق سنگین ترین جذبہ غیض و غضب کے تحت اعلان کیا کہ میں تمہارے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دوں گا تو چونکہ مخالف کی زیادہ سے زیادہ توہین و تذلیل کے لئے قتل کے بعد صلیب پر لٹکانے کا بھی دستور تھا لہٰذا یہی پروگرام یہود نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بھی مرتب کر رکھا تھا کہ آپ کو قتل کر کے پھر سولی پر لٹکا دیں۔ تو اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مکمل پروگرام اور مکر کا رد فرماتے ہوئے وضاحت فرمائی۔ کہ وہ سوفیصد ناکام ہوئے۔ کیونکہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ کہ یہوذ نامسعود ہمارے پیارے نبی کو نہ تو قتل کر سکے اور نہ ہی سولی دے سکے بلکہ اس سے پہلے مراحل۔ گرفتاری۔ اور مختلف قسم کی توہین و تحقیر پر بھی وہ قادر نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ تو دنیا و آخرت میں نہایت معزز و مکرم اور شان و مقام والے تھے۔ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ۔

لہٰذا یہ جملہ وما قتلوہ وما صلبوہ مطلقاً" برائے بیان ذرائع خلو من الدنیا کے لئے صادر نہیں ہوا کہ کادیانی عیار اس پر وقوع توفی بمعنی موت کی تفریع مرتب کر سکیں۔ بلکہ صرف ان کے مکرو منصوبہ اور پروگرام کی مکمل تردید کے لئے صادر ہوا ہے لہٰذا قادیانی قاضی کا یہ پر فریب علمی اشکال محض ابلیسی تلبیس کا ہی مرقع ہے اس میں کوئی حقیقت قطعاً" نہیں ہے فالحمدللہ۔

یا اخوۃ الاسلام نعرہ تکبیر و تحمید لگائیے کہ اتنا پر فریب کادیانی اشکال محض ریت کا گھروند ثابت ہوا جو کہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زمین بوس ہو کر اہل ایمان کے لئے باعث مسرت و بشارت ہوا اور ہم اہل حق کا نظریہ رفع و نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سوفیصد پوری آب و تاب کے ساتھ قائم و دائم رہا اللہ اکبر قد خربت خیبر۔ وقطع وابر القوم الملحدین والزندیقین

یہود۔ نصاریٰ اور قادیانی تینوں فریق اس نظریہ پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ مخالفت یہود چلتے پھرتے گرفتار کر لیا گیا پھر ان کی خوب توہین و تحقیر کی گئی۔ یعنی ان کو مکے مارے گئے معاذ اللہ منہ مبارک پر تھوکا بھی گیا۔ ان کے سر پر کانٹوں کا تاج بھی پہنایا گیا کوڑے لگائے گئے نیز ہر طرح کی طعن و تشنیع

اور پھبتیاں کسی گئیں پھر ان سے صلیب بھی اٹھوائی گئی حتی کہ عیسائیوں نے تصویر میں مسیح کو مع صلیب گرتے ہوئے بھی دکھایا ہے پھر بعد توہین و تحقیر ان کو صلیب پر چڑھا کر ان کے ہاتھ پاؤں میں کیل بھی ٹھونکے گئے اور بوقت شدت پیاس پینے کے لئے انہیں پت ملا سرکہ بھی دیا گیا جس کو آپ نے مسترد کر دیا ازاں بعد یہود و نصاری کے بقول مسیح نہایت بے بسی کے عالم میں ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے اور آخر میں نہایت ہی وحشتناک چیخ مار کر انہوں نے جان دے دی۔ پھر کچھ دیر بعد ان کی لاش کو کفن دے کر ایک غار نما قبر میں رکھ دیا گیا پھر عیسائیوں کے بقول وہ قبر سے تیسرے دن اٹھ کر آسمان پر چلے گئے یا بقول بعض چالیس دل یا کچھ زیادہ مدت کے بعد آسمان پر چلے گئے اور وہاں خدا کے داہنے طرف بیٹھے ہیں اور قیامت کو مخلوق کا انصاف کرنے کے لئے دوبارہ دنیا پر آئیں گے۔

لیکن مرزائی ان سے الگ ہو کر کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ لوہ موئے ہو گئے بعد میں اتار کر ان کا علاج معالجہ کیا گیا اور پھر وہ وہاں پھرتے پھراتے کشمیر پہنچ کر سرینگر کے محلے خانیار میں پہنچے اور بالآخر ۸۷ یا ۹۲ یا ۱۲۰ سال زندہ رہ کر فوت ہو کر وہیں مدفون ہیں۔ اس کے خلاف اہل اسلام کا نظریہ ان تمام ملحدین کے خلاف ازروئے قرآن و حدیث اور اناجیل مروجہ یہ ہے کہ نہ تو مسیح کی گرفتاری ہوئی اور نہ ہی ان کی توہین و تحقیر کر کے ان کو سولی پر لٹایا گیا۔ بلکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ان کو وجیھا فی الدنیا والآخرۃ یعنی نہایت عظمت و شان والے فرمایا گیا ہے جیسا کہ اوپر آل عمران کی آیت ۴۵ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح انجیل میں بھی ہے کہ مسیح نے آخری وقت اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے باپ وہ گھڑی آپہنچی جس میں بچانے کا وعدہ ہے اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کر تا کہ بیٹا تیرا جلال ظاہر کرے یوحنا ب ۱۷ آیت ۱

۲۔ مسیح نے خاتم الانبیاء ﷺ کی بشارت کے ضمن میں ان کی علامات یہ بھی بتلائیں کہ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا یوحنا ۱۴:۱۶۔

معلوم ہو کہ مسیح کے متعلق ملحدین کا سارا بیان من گھڑت ہے کیونکہ یہ تمام امور ان کی شان و عظمت کے سراسر خلاف ہیں آپ مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں موازنہ کرلیں کہ آیا اسلامی عقیدہ اور ان ملحدین کے نظریہ میں سے صحیح اور مناسب شان مسیح کونسی بات ہو سکتی ہے جب کہ گرفتاری وغیرہ کے متعلق قرآن بیان کرتا ہے بلکہ روز حشر اللہ تعالیٰ مسیح کو منجملہ اپنے احسانات کے گنواتا ہے۔ کہ اے مسیح میرا وہ احسان بھی یاد کرو جب کہ میں نے (کففت بنی اسرائیل عنک) یہودیوں کو تجھ سے پیچھے ہی روکے رکھا۔ وہ آپ تک گرفتاری کے لئے پہنچ ہی نہ سکے۔ تو بعد کے معاملات کیسے صحیح ہو سکتے ہیں اسی طرح انجیل یوحنا ۷:۳۳ اور ۱۳:۳۳ بھی اس قرآنی حقیقت کی سوفیصد تائید کرتی ہے لہٰذا ان مشترکہ حوالجات سے نہایت صفائی سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ حضرت مسیح کے متعلق تمام حالات محض من گھڑت ہیں ان میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ کیونکہ یہ تو آپ کی وجاہت اور جلالت کے سراسر خلاف ہیں۔ نیز ان دونوں بیانوں میں تضاد اور تناقض ہے لہٰذا دونوں میں سے صرف ایک بیان صحیح ہو سکتا ہے یا جلالت اور عظمت و شان والا یا اس کے برعکس آپ کی توہین و تحقیر والا۔ بیک وقت دونوں کا صحیح ہونا ناممکن ہے۔

۲۔ اس طرح قرآن مجید میں ہے

اللہ تعالیٰ نے بطور خصوصیت اور احسان کے فرمایا۔ وایدنہ بروح القدس کہ ہم نے مسیح کی روح القدس یعنی جرائیل امین کے ذریعے قوت دی۔ اور اس خصوصیت کا تذکرہ بروز حشر بھی بضمن احسان و امتنان فرمایا جا رہا ہے۔ واذ ایدتک بروح القدس المائدہ ۱۱۰ یعنی اے عیسیٰ آپ منجملہ میرے احسانات کے یہ بھی یاد کریں کہ جب کہ میں نے آپ کو جرائیل امین کے ذریعے مدد دی۔

تو اس خصوصیت کا تذکرہ احسانات کے ضمن میں کرنا واضح کر رہا ہے کہ یہ کوئی خاص موقعہ پر مدد کرنے کا بیان ہے اور وہ اس یلغار یہود کے وقت ہی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کی دنیوی حیات کا مشکل ترین وہی لمحہ تھا۔

چنانچہ ایسے ہی انجیل میں بھی ہے کہ

آخری وقت میں۔ آسمان سے ایک فرشتہ اسے دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا (لوقا ۲۲:۴۳)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمایئے کہ اصل بات کیسے کھل گئی۔ کہ اذ ایدتک بروح القدس کی تشریح لوقا کے ان الفاظ سے ہو رہی ہے کہ یہ مدد کفار کے یلغار کے وقت ہی ہوئی تھی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اس مشکل وقت میں اللہ تعالی نے اپنا فرشتہ بھیج کر مسیح کو نہایت عظمت و شان کے ساتھ اور بحفاظت تمام آسمان پر اٹھالیا۔ وہ نہ تو آپ کو گرفتار کر سکے اور نہ ہی کچھ اور توہین و تحقیر کا سلوک کر سکے۔ صلیب و قتل کا مرحلہ تو دور دور تک نام و نشان بھی نظر نہیں آتا بلکہ یہ تو محض یار لوگوں کا من گھڑت افسانہ ہے اصل حقیقت اتنی ہی ہے جو قرآن اور اناجیل کے مشترکہ تصریحات سے واضح ہو گئی۔

عیسائیوں کی گمراہی

یہ بدفہم لوگ قرآن مجید کے الفاظ روح اللہ اور کلمتہ اللہ سے بھی اپنے من گھڑت عقیدہ الوہیت مسیح کے لئے دلیل بناتے ہیں مگر یہ ان کی نہایت بدفہمی اور گمراہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں الفاظ ایک خاص پس منظر کے تحت استعمال کیے گئے ہیں وہ یہ کہ یہود نامسعود حضرت مریم صدیقہ پر قسم قسم کے غلیظ بہتان لگاتے تھے ان کی تردید کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے۔ کہ حضرت مسیح بقول یہود ایسے نہیں بلکہ وہ تو خدا کی پاکیزہ روح ہے جس کے ساتھ ذرہ بھی منفی آلائش کا امکان نہیں ہے تو روح کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف بغرض ان کی تعظیم و تکریم کے فرمائی ہے ورنہ تمام ارواح من امراللہ ہی ہیں جیسے تمام زمانے اور مقامات اس کے ہیں مگر اس نے بعض زمانوں یا مقامات کی عظمت و شان کے اظہار کے لئے ان کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جیسے خدا کا گھر۔

ھیکل سلیمان کے متعلق فرمایا۔ ایسے ہی موسیٰ اور داؤد کو اپنا بندہ فرمایا حالانکہ سب اسی کے بندے ہیں۔ ایسے ہی خدا کے دن۔ سبت خدا کا دن۔ اس لئے فرمایا کہ تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو۔ اسی طرح روح اللہ کا معاملہ ہے۔

ایسے ہی کلمہ اللہ کا لفظ جیسے یہود کے رد میں ہے اسی طرح عیسائیوں کی تردید کے لئے فرمایا کیونکہ عیسائی کلمتہ اللہ سے مراد مسیح کو خدا کا کلام مجسم قرار دے کر تثلیث کا ایک اقنوم قرار دے لیتے ہیں تو ان کی تردید کے لئے یہ جملہ بایں معنی فرمایا کہ ویسے تو تمام مخلوقات خدا کے کلام یعنی حکم سے ہی پیدا ہوتی ہیں مگر مسیح کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ بزعم ان کے ناجائز طور پر نہیں بلکہ محض خدا کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں جیسے اس نے شروع میں آسمان و زمین اور دن رات کو کلمہ کن سے پیدا فرمایا اسی طرح مسیح کو بھی بلا باپ کے محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمالیا۔ تو اس میں کوئی الوہیت کا شائبہ نہیں آیا بلکہ محض خدا کی قدرت کا اظہار اور مسیح کی عظمت کا بیان ہے اور یہود کے الزام کی تردید ہے۔ فقط

قادیانی قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ آیت کا اسلامی ترجمہ و مفہوم

آیت نمبر ۴

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰه شیئا وسیجزی اللّٰه الشاکرین○ (آل عمران ۱۴۴)

ترجمہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہی ہیں (نہ خدا ہیں نہ اس کے بیٹے ناقل) بلاشبہ آپ سے پہلے بھی کئی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا پھر اگر آپ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم پچھلے پاؤں (دین سے) پلٹ جاؤ گے۔ یاد رکھو جو کوئی پچھلے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا (اور جو ایسے حادثات میں ثابت قدم رہ کر دین کے پابند اور خادم رہیں گے) تو ایسے شکر گذاروں اور قدر دانوں کو اللہ تعالی عنقریب ان کے بدلے اور صلے سے نوازے گا۔

یہ آیت کریمہ مرزا قادیانی کی پیش کردہ تیس آیات میں سے دوسری قسم کی ہے یعنی وہ آیات جن میں مسیح کی موت و حیات کا ذکر نہیں بلکہ بعض وجوہ کی بنا پر دوسرے انبیاء کا تذکرہ ہے مرزا صاحب نے اس عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت مسیح کو ان میں شامل کر کے محض سینہ زوری سے اپنا نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

قبل از جواب۔ چند تمہیدی اور ربط بالسابق کے طور پر امور کا بیان

ابتدا میں آپ قادیانیوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کے لئے کچھ مسلمہ اصول و ضوابط ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ

۱۔ قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود رہا ہے۔ (شہادۃ القرآن)

۲۔ ہر زمانہ میں مجددین و ملہمین نے دین کو علی وجہ الحقیقۃ پیش کیا ہے۔ (ایضاً)

۳۔ یہ مجددین بن بلائے نہیں بولتے۔ ان کا ماننا فرض ہے۔ ان سے انحراف و انکار فسق و کفر ہے۔

۴۔ متناقض الکلام آدمی پاگل اور غیر معتبر ہوتا ہے۔

۵۔ سلف خلف کے لئے بطور وکیل ہوتے ہیں ان کی شہادت کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ (ازالہ ص ۷۴۳)

۶۔ مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال اور اس کے سیاق و سباق سے بے پرواہ ہو کر کیا ہے خاص کر اس آیت کے دو لفظوں پر زور دیا ہے۔ (۱۔ قد خلت اور ۲۔ الرسل میں الف لام کے استغراق ہونے پر۔

۷۔ ایک موقعہ پر مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ نور دین صاحب نے اس آیت کا ترجمہ ہمارے موقف کے مطابق اور اپنے نظریئے کے خلاف بھی کر چکے ہیں۔ دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب جنگ مقدس (ص ۷ اور حکیم صاحب کی فصل الخطاب ص ۲۸)

ناظرین کرام۔ اس آیت سے قادیانی استدلال کی تردید کے لئے مندرجہ بالا ضوابط بفضلہ کافی ہیں۔ آپ مندرج ذیل امور کو ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ فرمالیں۔

۱۔ کیا اس آیت کا مفہوم تمہارے موافق بالصراحت پہلے کسی نے بیان کیا ہے؟

۲۔ تمہارے ۸۲ مسلمہ مجددین و ملہمین میں سے کسی ایک نے بھی تمہارے مطابق مفہوم بیان کر کے وفات مسیحؑ کا نظریہ ثابت کیا ہے؟

۳۔ اگر کسی ایک مجدد و ملہم نے اس آیت سے یہ استدلال نہیں کیا بلکہ تمام کے تمام نظریہ حیات ہی پر متفق اللسان ہیں۔ تو آیا ان کا یہ مفہوم اور نظریہ (من جانب اللہ) الہامی ہے یا اختراعی؟

الہامی ہونے کی صورت میں ان کی بات اور نظریہ کو ماننا فرض ہے یا نہیں؟ ان کی بات سے انکار و انحراف فسق و کفر ہوگا یا عین ایمان؟

۴۔ جناب مرزا صاحب نے اس آیت کا جو ترجمہ اپنی کتاب جنگ مقدس میں مرے پر ہمارے موافق کیا ہے اس طرح حکیم نور دین صاحب نے فصل الخطاب ص ۲۸ پر کیا ہے۔ اس میں نہ وہ نہ تو خلت کا ترجمہ موت کرتے ہیں اور نہ ہی

الرسل کے الف لام کو استغراقی لیتے ہیں اسکے برعکس آپ ہمارا زور صرف ان دو مقامات پر صرف کرتے ہیں آیا اس طور پر مرزا صاحب اور ان کے ہمنوا متناقض الکلام ثابت ہو کر۔ مخبوط الحواس اور غیر معتبر ثابت ہوں گے یا نہیں؟

۵۔ ہمارے اسلاف سے کوئی بھی اس آیت کا یہ مفہوم نہیں لیتا اور نہ ہی کوئی حیات مسیح کا منکر ہے۔ تو آیا وہ ہمارے لئے وہ وکیل ہیں یا نہیں ان کی اس گواہی کو تسلیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ آیا انکار کی صورت میں آپ ومن یتبع غیر سبیل المومنین کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟

۶۔ باقرار مرزا صاحب کسی آیت کا سر پیر کاٹ کر کوئی مفہوم اخذ کرنا الحاد و زندقہ ہے یا نہیں؟ اگر واقعی الحاد و زندقہ ہے تو مرزا صاحب اور ان کے پیرکاروں کا اس صورت میں کیا رویہ ہونا چاہیے؟ آیا الحاد و زندقہ سے باز آ کر صحیح نظریہ اپنانا یا اپنی انانیت میں آ کر الحاد و زندقہ کی چادر ہی اوڑھے رکھنا؟

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل کے بعد درج ذیل آیت کا صحیح مفہوم بھی ملاحظہ فرمایئے اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعہ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی جب کہ گھاٹی والے حفاظتی دستے میں سے اکثر افراد نے اس خیال سے وہ مورچہ چھوڑ دیا کہ اب ہماری فتح مکمل ہو چکی ہے کفار کے کسی بھی حملہ کی کوئی توقع نہیں رہی للذا یہاں کھڑے رہنا بلا ضرورت ہے۔ اس بنا پر جب انہوں نے وہ مورچہ چھوڑ دیا تو لشکر کفار کے ایک قابل ترین جرنیل خالد بن ولید (جو کہ ابھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوئے تھے) انہوں نے موقعہ پا کر اسی گھاٹی سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کی فتح وقتی ہزیمت میں بدل گئی ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ کئی اہم مسلمان فوجی شہید ہو گئے حتی کہ اس یلغار میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے اس پر کفار نے افواہ پھیلا دی کہ محمدؐ شہید ہو گئے یہ سن کر کئی مسلمان بزدلی کا شکار ہو گئے لیکن آخر کار پھر میدان کارزار سیٹ ہو گیا اور کفار دوبارہ بھاگ کھڑے ہوئے تو اس موقعہ پر یہ خیال بھی پھیل گیا کہ (منافقین کی طرف سے) کہ اگر آپ رسولؐ برحق ہوتے تو شہید کیوں ہوتے؟۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ موت رسالت کے منافی نہیں کہ رسولؐ ہمیشہ زندہ ہی رہتا

ہے دیکھئے اس سے پہلے کئی رسول آئے مگر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

تو گویا اس آیت میں یہ ثابت کرنا ہے کہ رسالت اور موت میں منافاۃ نہیں لہٰذا اگر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو ایسا ہو سکتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہ ہوتا رہا ہے لیکن پیغمبر کی تعلیم اور مشن رسولؐ کا کوئی ذاتی معاملہ نہیں کہ اس کے فوت ہو جانے سے وہ بھی ترک کر دیا جائے بلکہ وہ تو ایک الٰہی سلسلہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ حق قیوم ہے اور اسکی تعلیمات بھی باقی رہیں گی۔ لہٰذا تمہیں ایسے حوادث سے پریشان ہو کر بددل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اشاعت حق کی جدوجہد کو جاری رکھنا چاہئے اسے کسی بھی حالت میں منقطع یا مدھم نہیں ہونا چاہئے دیکھئے وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر۔ فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللّٰہ وما ضعفوا وما استکانوا۔ واللّٰہ یحب الصابرین○ (۱۴۶:۳)

آپ اس آیت کا ما سبق وما لحق ملاحظہ فرما کر اصل حقیقت معلوم فرمائیں یہاں تو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی شہادت یا عدم شہادت کا معاملہ ہے کہ آپ ابھی شہید نہیں ہوئے لیکن اگر بالفرض آپ شہید ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو بھی تمہاری یہ بد دلی مناسب نہ تھی۔ کیونکہ یہ جدجہد تو خدائی تعلیمات کی راہ میں ہیں نہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے۔

فرمایئے یہاں حضرت عیسیٰؑ کی حیات وفات کا مسئلہ کہاں آگیا۔ (نہ عبارۃً" نہ ارشارۃً) نہ تم عموم و اقتضا سے یہ ثابت کر سکتے ہو کیونکہ آپ کی حیات کے اثبات میں دیگر متعدد نصوص قطعیہ الگ موجود ہیں نیز بے شمار احادیث اور اجماع امت بھی جلوہ افروز ہے لہٰذا تمہاری یہ تمام مغز ماری بے کار ہے۔

مرزا صاحب کا اس آیت کے تحت دعویٰ اجماع

مرزا صاحب نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ جب سید المرسلین ﷺ رحلت فرما گئے تو بوجہ شدت غم فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے۔ میں اس کی گردن

اڑا دوں گا۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی فوت ہو گئے۔

تو گویا آپ نے تمام صحابہ کے سامنے سابقہ جمیع انبیاء کی موت کا اعلان فرما دیا جس میں نہ تو آپ نے حضرت عیسیٰ کا استثناء فرمایا اور نہ ہی کسی صحابیؓ نے کوئی اعتراض کیا کہ آپ کیسے فرما رہے ہیں کہ سب نبی فوت ہو گے حضرت عیسیٰ تو زندہ ہیں تو جب کسی نے کچھ بھی نہ کہا تو گویا حضرت عیسیٰ کی وفات پر سب صحابہ کا اجماع ہو گیا اور یہ سب سے پہلا اجماع منعقد ہوا۔ (اربعین ص ۳۶ ج ۲ خزائن ص ۴۷۳ ج ۱۷)

الجواب یہ ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب کی مغالطہ انگیزی ہے کیونکہ وہاں تو زیر بحث مسئلہ وفات خاتم الانبیاء تھا نہ کہ حضرت مسیح کا ان کی حیات تو الگ صحابہؓ کے اذہان میں نصوص قطعیہ سے ثابت تھی انکی موت تو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی دلیل ان پر یہ ہے کہ اگر بقول شما واقعی یہاں وفات مسیح پر اجماع منعقد ہو گیا تو آیا کسی نے بعد میں اس اجماع کو نقل بھی کیا ہے کہ فلاں موقعہ پر وفات مسیح پر اجماع ہو گیا تھا۔

کسی ایک کی نقل پیش کرو اور منہ مانگا انعام حاصل کرو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارہ اعدت للکافرین○

اجماع صحابہؓ بر حیات مسیح

اے گروہ قادنیاں تمہارے دعوی اجماع کا حال تو ہم نے خراب کر دیا آؤ اب ہم اصل دعوی اجماع پیش کرتے ہیں تم اس پر کوئی انگشت نمائی کر کے دکھاؤ۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔ وہ اس طرح کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ ابو ہریرہؓ نزول مسیح کی حدیث بیان کرتے کہ آپ آئیں گے پھر صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے وغیرہ۔ پھر اپ اس

کی تائید میں فرماتے فاقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یہ بیان اور استدلال تمام جماعت صحابہؓ کے سامنے صراحتاً" فرمایا گیا کہ آپ آئیں گے مگر کسی ایک صحابیؓ کا کوئی اعتراض یا اشکال دنیا کی کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب میں منقول نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ ابو ہریرہ ؓ تمہاری بات درست نہیں عیسیٰؑ تو وفات پا کر کشمیر میں مدفون ہیں وہ کیسے آئیں گے اب اس سے مراد تو قادیان شریف کا ایک مغل بچہ مرزا غلام احمد صاحب علیہ ما علیہ مراد ہے۔ ہے کوئی قادیانی جیالا کسے ایک صحابیؓ کا انکار ثابت کر کے قادیانیت کی لاج رکھ لے۔

ناظرین کرام یہ ہے قادیانی دلائل و استدلال کی حقیقت جو کہ محض دجل و فریب کا پلندہ ہوتا ہے لہٰذا اول تو خلت کا معنی موت دنیا کی کسی لغت میں نہیں اور نہ ہی یہاں الرسل میں الف لام استغراقی ہے بالفرض اگر یہ دونوں باتیں تسلیم بھی کر لیں تو بھی اس عموم سے وفات مسیح ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ مامن عام الا وخص منہ البعض قاعدہ مسلمہ ہے۔

مثلاً" یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی (الحجرات)

ترجمہ اے تمام لوگوں بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا فرمایا ہے

تو کیا تمام انسانوں کو بمع آدم و حوا کو جوڑے سے پیدا فرمایا نہیں؟ حضرت مسیح کو بھی مرد و عورت سے پیدا فرمایا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ عمومی پیدائش کا تذکرہ ہے ایک ایک فرد کا یہ حکم نہیں کم از کم یہ تین افراد تو اس عموم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ ایسے ہی یہاں حضرت مسیح آیت کے عموم سے الگ ہوں گے اور سنئے۔

الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین وھدینٰہ النجدین○

فرمایئے کیا ہر ایک فرد انسان کی دونوں آنکھیں صحیح سالم ہوتی ہیں سب کے دو ہونٹ اور زبان صحیح ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بے شمار افراد آنکھوں سے محروم بھی ہوتے ہیں گونگے بھی ہوتے ہیں جبکہ آیت میں استثناء ثابت ہو گیا۔

۳۔ ویقتلون الانبیاء بغیر حق (آل عمران ۲۱)

دیکھئے یہاں انبیاء پر الف لام بھی ہے مگر کیا تمام افراد انبیاء مقتول ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔

۴۔ ان الذین کفروا سواء علیھم انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون فرمایئے تمام کفار کی یہی پوزیشن ہے کہ وہ لایومنون تھے۔ ہرگز نہیں بل منھم المومنون

۵۔ یا ایھاالناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب (مومن)

فرمایئے کیا انسان منکرین بعث ہیں اور تمام ہی مخلوق من اتراب ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اقوال مرزا صاحب کہ ہر جگہ کل استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ یہی بات من قبلہ الرسل میں بھی ہے۔

۱۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

ان لفظ التوفی فی القرآن فی کل مواضعھا ما جاء الا لاماتۃ و قبض الروح (حمامۃ البشری ص ۱۳ خزائن ص ۲۶۹ ج ۷ طبع ربوہ)

ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب کے بیان میں لفظ کل استعمال کر رہے ہیں مگر وہ بھی استغراق کلی ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ لفظ توفی بقول مرزا صاحب بھی دو جگہ قرآن مجید میں نیند کے لئے استعمال ہوا ہے جیساکہ خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے حمامۃ البشری ص ۵۸ خزائن ص ۲۶۱ ج ۷ نیز ازالہ اوہام ص ۳۳۷)

۲۔ ان الاحادیث کلھا آحاد حمامۃ البشری ص ۳۳ خزائن ص ۲۱۷ ج ۷)

دیکھئے یہاں بھی کل استغراقی نہیں کیونکہ خود ہی مرزا صاحب نے کہدیا کہ بعض احادیث غیر آحاد ہیں۔ (حمامۃ البشری ص ۲۳ خزائن ص ۲۰۵ ج ۷)

۳۔ ان ھذا الاحادیث کلھا لا تخلوا عن المعارضات والمناقضات فاعتزل **کلھا** (حمامۃ ص ۹۰ خزائن ص ۳۱۵ ج ۷

یہاں بھی کل استغراقی نہیں کیونکہ یہی صاحب لکھتے ہیں کہ

ان فی بعض الاحادیث نحو قلیل من التناقض۔ (آئینہ کمالات ص ۲۳۸)

۴۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

واذا الرسل اقتت۔ اور جب رسول وقت مقررہ پر لوٹ جائیں گے۔

یہ اشارہ در حقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے اور اس بات کا بیان مقصود ہے کہ وہ عین وقت پر آئے گا اور یاد رہے کہ کلام اللہ میں رسل کا لفظ واحد پر بھی اطلاق پاتا ہے اور غیر رسول پر بھی اطمینان پاتا ہے ..... اور اذا الرسل اقتت میں الف لام عہد خارجی پر دلالت کرتا ہے۔ شہادہ القرآن ص ۲۰ طبع لاہور۔ دیکھئے یہاں اکثر بھی نہیں بلکہ فرد واحد مراد لیا ہے۔

۵۔ مرزا صاحب وما نرسل بالایات الا تخویفا کے متعلق کتاب ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہاں الف لام استغراقی نہیں ہے۔ (دیکھئے صفحہ ص ۱۴)

ایک عجوبہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ معترض کا یہ گمان کہ اس آیت میں لا نافیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے ص ۹۔ دیکھئے لا نافیہ کس صرف و نحو کے قاعدہ کے مطابق ہے جس پر یہ صاحب معترض کو صرف نحو سے نا واقفی کا طعنہ دے رہے ہیں۔ نیز یہ واقفیت علم اور علمائے امت سے معرکہ الارا ابحاث میں الجھنا کس قدر جہالت و حماقت ہے جسے واحد جمع کا شعور نہیں مذکر و مونث کی تمیز نہیں وہ دعوی الہام و وحی کرتا پھرتا ہے۔ آخر حیا بھی کسی حقیقت کا نام ہے ایسے جاہل مطلق کو قرآن و حدیث میں زبان کھولنا سوائے ضلالت و حماقت کے کوئی باعث نہیں لہذا ہر فرد بشر اس سے بچ کر رہے۔

اور سنئے! سورہ بقرہ میں مذکور ہے

۲۔ ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل و اتینا عیسی بن مریم البینت وایدناہ بروح القدس (۸۷:۲)

فرمایئے یہاں بھی الرسل ہے تو کیا تمام کے تمام رسول موسیٰؑ کے بعد ہی آئے ان

سے پہلے کوئی نہیں آیا تھا؟
اور پھر البینات پر بھی الف لام ہے کیا یہ بھی استغراقی ہے۔ کیا تمام کے تمام معجزات حضرت عیسیٰؑ ہی کو مل گئے اور کسی کو کوئی معجزہ نہ ملا یہ ہے قادیانی علم اور قرآن و حدیث سے جہالت کا نمونہ

حتی اذا تئیس الرسل (۱۲:۱۱۰)
دیکھئے یہاں بھی الف لام والا الرسل ہے تو کیا یہاں تمام کے تمام رسولؑ مراد ہیں؟ ہرگز نہیں قادیانی قاضی صاحب ذرا ہوش کیجئے آپ کے پیرو مرشد بھی اسی طرح بے پر کی اڑایا کرتے تھے۔ آپ تو کچھ ہوش کریں۔ اگر انہی کے دامن سے چمٹے رہنا ہے تو کم از کم مضحکہ خیز امور میں تو ان سے تجانب برتیں۔ کیا مکھی پر مکھی مارنا آپ کے لئے ٹیچی صاحب یا خیراتی صاحب نے ضروری قرار دے دیا۔
ان تمام تفاصیل سے واضح ہو گیا کہ من قبلہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ کا استثناء نصوص قطعیہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے ویسے بھی سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے موجب کلیہ نہیں۔
آخری بات یہ بھی ہے اس آیت کے کلمہ الرسل کی دوسری قرات رسل بھی منقول ہے (دیکھئے تفسیر قرطبی ص ۲۲۲ ج ۵) لہٰذا سارا جھگڑا ہی ختم۔

لفظ خلت کا مفہوم

قادیانی قد خلت کا معنی موت لیتے ہیں جب کہ یہ معنی ہرگز ثابت نہیں خلت کا ہمارے محاورہ میں مفہوم گذرنا ہے۔ دیکھئے محاورہ میں فضا کو خلاؑ کہتے ہیں از روئے لغت خلاؑ مکان یا زمان کی صفت ہے اور ضمناً ان کے ظروف کی امام لغت راغب اصفہانی م ۵۰۶ھ اپنی مشہور زمانہ کتاب المفردات میں لکھتے ہیں کہ الخلا ایسے مقام کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی اوٹ کوئی تعمیر اور۔ دیگر کوئی بھی چیز نہ ہو نہ کوئی بنا ہو اور نہ کوئی رہائشی۔ اس کا استعمال زمان و مکان دونوں کے لئے ہوتا ہے لیکن جب زمانہ کے متعلق گزرنے کا تصور لیا جائے تو اہل لغت کہہ دیتے ہیں خلاالزمان یعنی مضی الزمان و ذھب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل وقد خلت من قبلهم المثلت۔ تلک امنه قد خلت قد خلت من قبلکم سنن۔ وان من امته الا خلا فیھا نذیر۔ مثل الذین خلو من قبلکم۔ واذاخلو اعضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ وخلاانسان صار خالیا وخلا فلان بغلان صار معه فی خلاء خلاالیہ۔ انتھی الیہ فی خلوہ۔ قال تعہ واذاخلوا الی شیطینھم اور کہا جاتا ہے خلیت فلان اذا ترکتہ فی خلاء ثم یقال لکل ترک تخلیتہ نحو فخلوا سبیھلم و ناقتہ خلیتہ مخلاتہ عن اطلب و امراۃ خلیۃ مخلاہ عن الزوج وقیل للسفینتہ المتروکہ بلا ربان خلیتہ

گویا تمام محاورات میں خلا کا معنی چھوڑنا اور ترک کرنا ہی ہے موت کہیں بھی نہیں چاہے اس کا صلہ الی ہو یا بہ ہو یا منہ ہو۔ بنیادی معنی وہی خلو اور ترک ہی ہو گا چنانچہ اعفرادت کی طرح صاحب المنجد نے بھی تمام تفصیل میں یہی مفھوم بیان کیا ہے کیا مذکورہ بالا قرآنی امثلہ جیسے قد خلت من قبلھم المثلت۔ قدخلت من قبلکم سنن وغیرہ میں معنی موت کا تصور بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی ہی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے عشرہ خلون من شعبان تو کیا معنی ہو گا؟ گزرنا یا موت؟۔ گویا قادیانی معنی سراسر خلاف واقعہ ہے اگر مجازا ہو بھی تو اس سے کیسے لازم آگیا کہ یہاں بھی معنی موت ہی ہے کیونکہ دیگر نصوص صریحہ قطعیہ نے آپ کا مرفوع الی السماء ہونا واضح کر دیا ہے لھذا ان کے حق میں اس عموم سے جو کہ درجہ ظن میں ہوتا ہے معنی موت لینا قطعا" غیر معقول ہے کیونکہ قطعیت کے مقابلہ میں ظنیت نہیں ٹھہر سکتی ان الظن لا یغنی من الحق شیئا

قادیانی شبہ

قاضی نذیر صاحب اپنی پاکٹ بک میں لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں آنحضور ﷺ کے خلو یعنی گزرنے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ افائن مات او قتل یعنی طبعی موت یا قتل۔ اسی طرح حضرت مسیح کے بارہ میں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ نہ قتل ہوئے نہ

مصلوب لہذا تیسری ممکنہ صورت یعنی طبعی موت ہی باقی رہ گئی تو معلوم ہوا آپ کی طبعی وفات ہو چکی ہے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۳۱)

الجواب یہ درست ہے کہ اس آیت مذکورہ میں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے کہ وما قتلوہ وما صلبوہ لیکن یہ تسلیم نہیں کہ اس کے بعد آپ کے حق میں طبعی موت ثابت ہو گی کیونکہ آیت کریمہ میں "صراحہ" دو چیزوں کی نفی کر کے تیسری چیز کا اثبات بھی نہایت وضاحت سے کر دیا گیا ہے۔ دیکھئے بل رفعہ اللہ الیہ اس صریح و ضاحت کو نظر انداز کر کے طبعی موت کی اختراع کس اصول کے مطابق کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی تیسری صورت کا اثبات آل عمران میں بھی انی رافعک الی میں کیا گیا ہے علاوہ زایں بیسیوں احادیث صحیحہ میں بھی یہ وضاحت آ چکی ہے لہذا اپنی طرف سے تیسری صورت گھڑنے کی کیا مصیبت پڑی ہے جب موت وحیات کا مالک خود اس تیسری صورت کو واضح کر رہا ہے تو ایک ظلوم و جھول انسان کو اپنی ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ نیز اسی علیم و قدیر ذات نے منکرین حیات کے تمام استبعادات کے در کے لئے واضح اعلان فرما دیا۔ کہ وکان اللہ عزیزاحکیما

علاوہ ازیں بقول شما آیت بالا میں آنحضور ﷺ کے متعلق دو صورتوں کے امکان کابیان فرمایا ہے (وقوع کا ذکر نہیں)۔ لہذا ہم بھی مسیح کے بارہ میں امکان بلکہ وقوع موت فی المستقبل تسلیم کرتے ہیں۔ منکر کب ہیں۔

ایک اور طریقہ سے

جس قرآن میں یہ آیت مذکورہ ہے کہ وما محمد الا رسول قدخلت من قبلہ الرسل افائن مات اوقتل (۱۴۴:۳)

اسی قرآن حکیم میں حضرت مسیح کے بارہ میں بھی ایسی ہی آیت موجود ہے۔ ماالمسیح بن مریم الا رسول قدخلت من قبلہ الرسل۔ وامہ صدیقہ کان یاکلان الطعام۔ انظر کیف نبین لھم الآیات ثم انظرانی یو فکون (۷۵:۵)

اب ملاحظہ فرمایئے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت محمد ﷺ بقیہ حیات تھے۔ آیت میں صرف موت اور رسالت میں منافاۃ کی نفی مقصود ہے۔ وقوع موت کا بیان ہرگز نہیں ہے۔ فتفکر و تدبر

ایسے ہی اسی عنوان کے ساتھ حضرت مسیح کا تذکرہ ہے تو حسب سابق جیسے ا اس آیت کے نزول کے وقت محمد رسول ﷺ زندہ تھے ایسے ہی اگلی آیت ماالمسیح بن مریم الا رسول کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام بھی زندہ تھے ورنہ مطابقت کیسی۔ اگرچہ دونوں آیات کا شان نزول۔ پس منظر اور مقصود جدا جدا ہے۔ علاوہ ازیں اور کسی نبی کے بارہ میں یہ عنوان قرآن میں نہیں ہے فثبت الحق وزھق الباطل کیونکہ پہلی آیت سے مقصود موت اور رسالت میں منافاۃ کی نفی ہے۔

اور دوسری آیت میں مسیح اور ان کی والدہ کی الوہیت جس کے نصاری۔ قائل تھے اس کی نفی مقصود ہے۔ حضرت مسیح یا مریم کی موت وحیات کسی جگہ زیر بحث ہی نہیں دیکھئے اس سے پہلی آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔ ومامن الہ الا الہ واحد

چونکہ عیسائی حضرت مسیح کو قادر مطلق خدا اور تثلیث کا ایک رکن کامل تسلیم کرتے تھے۔ لہذا ان کی تردید کے لئے آیت ۷۵ میں بشریت اور مخلوقیت مسیح کا اثبات کر کے ان کی مزعومہ الوہیت کی نفی بیان فرمائی گئی اور یہ نفی دو دلیلوں سے ثابت فرمائی۔

۱۔ امہ صدیقہ۔ کہ مسیح خدا سیئل نہیں کیونکہ ان کی والدہ محترمہ ہے جس سے وہ مولود ہوئے اور یہ ان کے حادث اور مخلوق ہونے کی دلیل ہے جبکہ خدا تعالی قدیم ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی ماں بلکہ وہ تو واجب الوجود ہے۔

۲۔ کانا یاکلان الطعام

یعنی مسیح اور مریم کیسے الہ ہو سکتے ہیں الہ تو قدیم ازلی اور غیر محتاج ہوتا ہے جب کہ مسیح اور ان کی ماں زمینی زندگی میں کھانے کے بھی محتاج تھے ان کو

بھوک پیاس لگتی تھی جو کہ مخلوق اور بشریت کی واضح علامت ہے لہٰذا یہ خدا نہیں بلکہ اس کی مخلوق اور راستباز لوگ تھے تو ان دو دلیلوں سے مسیحؑ و مریم کی الوہیت عند النصاری کی نفی فرمائی گئی اگرچہ ان کی بشریت و مخلوقیت کے اور بھی دلائل ہیں مگر اثبات مدعی کے لئے عقلمندوں کے لئے ایک دو دلیل بھی کفایت کر جاتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے پہلی آیت ۳:۱۴۴ میں زیر بحث مسئلہ اور ہے اور یہاں مسئلہ اور ہے کسی بھی جگہ حیات وفات مسیحؑ موضوع ہی زیر بحث نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں مسیحؑ کا ذکر نہیں اور ثانی مین موت کا ذکر نہیں علاوہ ازیں پہلی آیت میں من قبلہ الرسل کو بصورت استغراق لے کر کل انبیاء کی موت. کا وہم ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت میں وہی عنوان اختیار کر کے اس کلیہ سے مسیحؑ کی موت کا استثناء کر لیا ورنہ اس مسئلہ کے بیان کے لئے یہ ترکیب استعمال کی کیا ضرورت تھی؟ گویا اس عنوان سے دونوں فریقوں کی تردید کر دی۔ عیسائیوں کی بھی اور قادنیوں کی بھی۔ نیز آیت اولی میں آنحضرتؐ کی وفات کا ضمنی طور پر ذکر تھا لہٰذا افائن مات اوقتل کا اظہار فرما دیا مگر حضرت مسیحؑ کے بارہ میں یہ بحث ضمنی بھی مقصود نہ تھی لہٰذا اس میں کوئی ایسے الفاظ بھی ذکر نہ فرمایئے اس لئے کہ دیگر آیات و احادیث میں تفصیل سے ان کے اس مرحلہ کو واضح فرما دیا گیا ہے یہ ہے علیم و خبیر کی قدرت و شان ولکن بعض الاشرار لایعقلون فیضلون و یضلون قاتلھم اللہ وخزلھم و جعلنا بمعزل منھم اجمعین برحمتہ الواسیع الیعم۔ (آمین)

خاتمہ بحث

قادیانیوں کا اس آیت سے استدلال محض دجل و فریب ہے کیونکہ

۱۔ اس آیت میں "وفات مسیحؑ کا کوئی تذکرہ اشارہ بھی نہیں اور عموم سے استدلال جائز نہیں خصوصاً" جب کہ اس جزئی کو ثبوت دیگر نصوص قطعیہ یقینیہ سے درجہ قطعیت تک پہنچا ہوا ہے نیز وہ عند الامتہ حد تواتر تک پہنچا ہوا ہو۔

۲۔ جن الفاظ سے قادیانی استدلال کرتے ہیں ان الفاظ کا وہ مفہوم ہی لغت میں

ثابت نہیں ہوتا جیسے لفظ خلت۔ اور الرسل کے لام کو استغراق تسلیم کرنا
چنانچہ یہ دونوں امور اوپر مذکور ہو چکے ہیں مزید یہ کہ الرسل کی دوسری قرآت بغیر
لام کے بھی ابن عباسؓ سے منقول ہے (دیکھئے تفسیر قرطبی ص ۲۲۲ ج ۵) وغیرہ تو
جب ان کے ممدوح (ابن عباسؓ) سے یہ لفظ بغیر الف لام کے بھی منقول ہے تو
استغراق یا عدم استغراق کا معاملہ ہی ختم ہو گیا۔

۳۔ قرآن مجید میں لفظ رسول لغت بمعنی قاصد استعمال ہوا ہے مثلاً" فرشتوں
کو بھی رسول کہا گیا ہے جیسے سورہ فاطر کے شروع اور شوریٰ کی آیت ۵۱ میں
ہے۔ اب اس وسیع استعمال کے بنا پر الرسل میں لام استغراق مراد لینا ناممکن ہے
ورنہ من قبلہ الرسل کے تحت تمام فرشتوں کو بھی مرا ہوا تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ
بات قادیانی بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہی بات ثابت ہو گئی کہ یہاں استغراق
ملحوظ رکھنا محض جہالت اور حماقت ہے جو کہ قادیانیوں کا ہی مقدر ہے۔ اہل حق تو
ہمیشہ ہر طرف سے محتاط اور چوکنے ہو کر کسی نظریہ اور عقیدہ کو اپناتے ہیں وہ
محض اندھا دھند بے ثبوت بات پر نہیں کرتے۔

ان کا ہمہ اوقات یہی وظیفہ ہوتا ہے۔

اہدنا الصراط المستقیم۔ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من
لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ نیز ان کے راوف رحیم نبی نے بھی ان کو یہ
وظیفہ فرما دیا ہے۔ اللھم ارنا الحق حقاً" وارزقنا اتباعہ۔ وار ناالباطل باطلاً
وارزقنا اجتنابہ (آمین)

پھر انہی امور کے پیش نظریہ اعلان بھی ہو چکا ہے۔ کہ میری امت کبھی گمراہی پر
متفق نہیں ہو سکتی۔ لا تجمع امتی علی الضلالہ لو کما قال وقال من شذ شذ
فی النار۔ ومن یشاقق الرسول ~~او~~ من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ
ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا

قادیانی اشکال کی مزید تردید

قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ صدیق اکبرؓ نے سب کے سامنے ما محمد الا

رسول والی آیت تلاوت فرمائی تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا کہ حضرت آپ سب کو کیوں تحت الموت لا رہے ہیں کیونکہ حضرت مسیح تو زندہ ہیں آپ کیلئے "کیوں سب کو فوت شدہ بیان فرما رہے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بہ اعلان صدیق و تسلیم جمیع صحابہؓ وفات مسیح مجمع علیہ نظریہ طے پایا۔

الجواب یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ صدیق اکبرؓ نے سب انبیاء کو بلا امتیاز اس آیت کے تحت فوت شدہ قرار دیا کیونکہ رفع مسیح کا تذکرہ پہلے ہو چکا تھا چنانچہ فاروق اعظم کا اعلان برحق اکثر کتب میں مذکور ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا من قال ان محمد قد مات فقتلته بسیفی هذا انما رفع عیسٰی بن مریم علیہ اسلام۔ الملل و النحل للشهر ستانی علی هامش ابن حزم ص ۲۱ ج ۱ وایضاً ذکر القادیانی هذا العبارة فی آخر تریاق القلوب مندرج خزائن ص ۵۸۱ ج ۱۵

تو صدیق اکبرؓ نے یہ سن کر رفع مسیح جو کہ مشبہ بہ تھا اس کی نفی نہیں فرمائی بلکہ صرف وفات رسول مکرمؐ کے تحقیق اور صحت کا اعلان فرما دیا کہ مسیح کے رفع کے ساتھ حضورؐ کا معاملہ وفات مطابق و موافق نہیں ہو سکتا کیونکہ مسیح تو بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تھے ان کا جسد خاکی زمین پر نہیں ملتا لہٰذا انکا رفع تو متیقن اور مسلم ہے مگر سید الرسل ﷺ کا رفع ایسا نہیں کیونکہ آپ کا جسد اطہر سب کے سامنے شاہدۃ موجود ہے لہٰذا مشبہ اور مشبہ میں موافقت ثابت نہیں ہو سکتی باقی رہا سابقہ انبیاء کے پیش نظر آنحضورؐ کے لئے صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرنا ان (قتل یا موت) اور تیسری امکانی صورت کا عدم ذکر تو یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کے حق میں صرف یہی دو صورتیں محتمل تھیں۔ تیسری کا امکان نہ تھا۔ افائن مات تو بقیہ علم الٰہی اور واقعہ کے مطابق تھا اور قتل کی نفی اس شہرت افواہ کی بنا پر فرمائی اس وقت پھیل چکی تھی۔ تیسری رفع والی صورت درحق سید کائنات علم الٰہی کے خلاف مخفی اور مشاہدہ کے بھی خلاف تھی لہٰذا اس کا ذکر نہ فرمایا فافهم و تدبر وتشکر للہ ولا تکن من الهٰلکین یعنی اس طرح نہ فرمایا کہ افائن مات او قتل او رفع، کیونکہ یہ تیسری صورت۔ عند اللہ محتمل نہ تھی۔ بلکہ صرف دو ہی

محتمل صورتوں کو ذکر فرما کر فیصلہ مکمل فرما دیا۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ قادیانی اشکال جو بقول ان کے افائن مات او قتل کی کی عدم موافقت کا تھا وہ اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ جب ۱۔ خلت کا معنی موت ہو۔ ۲۔ الرسل میں لام استغراق کے لئے ثابت ہو جائے گا۔ ۳۔ یاعند اللہ آنحضورؐ کا دنیا سے رحلت فرمایا بصورت رفع الی السماء بھی مقدر ہو۔ لیکن ان تینوں شقوں میں ایک بھی ثابت ہو جائے تو قادیانی اشکال بتمامہ ہبا منثورا ہو جائے گا مگر الحمد للہ یہاں تو ہم نے تینوں شقوں کو منہدم کر دیا لہٰذا قادیانی اشکال بالکل ہی نابو ہو گیا۔

قاضی صاحب کی پیش کردہ آیت

آیت نمبر ۵

وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوالصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی لرتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا (الآیۃ ۲۴:۵۵)

قادیانی استدلال

اس آیت کی رو سے خلافت نبوی کا شرف ان لوگوں کو ملے گا جو ایمان لا کر اس امت کے افراد بنیں گے پھر ایسے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قبل از اسلام کے خلفاء کے مشابہ اور ان کا مثیل ہو جیسے کہ کما استخلف کے الفاظ اس مشابہت اور مثلیث پر دلالت کر رہے ہیں نہ یہ کہ سابقہ کوئی نبی آکر عہدہ خلافت پر متمکن ہو جائے۔ ادھر حدیث میں آ رہا ہے الا انہ خلیفتی فی امتی. کہ آنے والا مسیح موعود میری امت سے ہی میرا خلیفہ ہو گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سابقہ مسیح اصالتاً" آکر اس امت کی اصلاح نہ فرمائیں گے بلکہ اس امت میں سے ان کی خوبو والا کوئی فرد ہی منصب خلافت پر فائز ہو گا۔ ورنہ پھر تو مشبہ

بہ (قبل از اسلام کے خلفاء) اور مشبہ (اس امت کے خلفاء) میں عینیت اور اتحاد ثابت ہو جائے گا جبکہ کما استخلف کا لفظ دونوں میں تباین پن چاہتا ہے۔ (پاکٹ بک)

۱۔ الجواب۔ جب دلائل قطعیہ یقینیہ سے رفع و نزول مسیحؑ ثابت ہو گیا ہے تو ایسی اختراعی اور من گھڑت دلیلوں سے یہ مسئلہ مخدوش نہیں ہو سکتا۔

۲۔ فرمایئے آیا یہ مفہوم خود تمہارے مسلمہ ملہم مجددین نے اس آیت سے اخذ کیا ہے؟ یا صرف تمہاری ذاتی اختراع ہے جب "کما" یہاں مطلق خلاف قبل بعثت آخر الزمانؐ اور بعد بعثت میں تشبیہ ہے نہ کہ افراد میں۔ پھر یہ استخلاف دور صحابہؓ میں مکمل ہو گیا خلفائے اربعہؓ ہی اس کے مصداق حقیقی تھے بتلایئے انہوں نے بھی کبھی کسی کی مثلیت کا دعوی کیا تھا؟ جب نہیں کیا تو تمہیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے ایسے وسوسے چھوڑ کر عوام الناس میں الحاد و تشکیک کے جراثیم پھیلاتے پھرتے ہو فانتھوا خیرلکم پھر تمہارا الفاظ حدیث الا انہ خلیفتی فی امتی سے استدلال بھی محض مغالطہ ہے کیونکہ ان الفاظ کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہو گا۔ اس سے خود ان کا امت میں سے ہونا کہاں سے نکل آیا یہاں فی امتی ہے من امتی نہیں اور اگر بالفرض تمہارا مفہوم ہی مان لیں تو بھی کوئی نقصان نہیں کیونکہ حضرت عیسی علیہ اسلام بھی بقول مرزا صاحب اس امت میں شامل ہیں۔ بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام بھی آنحضور ﷺ کی امت میں داخل ہیں۔ دیکھئے (ضمیمہ براہین ص ۱۳۳ ج ۵ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱ طبع ربوہ نیز ازالہ اوہام ص ۲۲۳ طبع لاہور ۱۹۵۱ء)

تو جب خود حضرت عیسی علیہ اسلام صاحب انجیل اس امت میں داخل ہیں تو پھر اس حدیث کی رو سے بھی وہی آپ کے خلیفہ ہوں گے دیگر کسی مثیل کی ضرورت لاحق نہ ہو گی لہذا تمہارے مرزا صاحب اب پھر خالی ہاتھ ہی رہ گئے گویا آیت کے نفس مفہوم سے تمہارا یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا حتی کہ خود تمہارے مسلمات سے بھی یہ مسئلہ ثابت نہ ہو سکا لہذا ہم بصد ادب یہی گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں نفس مسئلہ (حیات و نزول مسیحؑ) ایک قطعی اور اجماعی حیثیت سے

ثابت شدہ حقیقت ہے جو کہ اس قسم کے وسوسوں اور شوشوں سے مخدوش نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تم ان حرکات سے باز آ جاؤ ہاں محض مرزا صاحب کے الہامات کے حوالہ سے نہ کہ قرآن و حدیث کے حوالہ سے جو مرضی ہو کہتے پھرے کیونکہ پھر بات کی پوزیشن بدل جائے گی۔ جیسے ایران کے بہائی اور ذکری اپنے گمراہ کن نظریات کی اشاعت کرتے پھرتے ہیں لیکن نہ وہ قرآن وسنت کا نام لیتے ہیں اور نہ ہی کسی اسلامی شعار کا استعمال کرتے ہیں۔ الگ تھلگ ان کا ایک سلسلہ ہے ایسے ہی تم بھی کر لو۔ کم از کم ہماری ایک طرف سے تو جان مطمئن ہو جائے گی۔

آخر میں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس آیت میں مذکور خلافت۔ خلافت علی منهاج النبوة ہے جو کہ خلفائے اربعہ تک از روئے حدیث رسولؐ جاری رہی اس کے بعد عام خلافت اور اس کے بعد ملک عضوض ہو گا پھر آخر زمانہ میں خلافت قائم ہو گی جس کے نمایاں ارکان امام مہدیؒ اور حضرت مسیحؑ ہوں گے جو کہ پھر ابتدائی اور صحیح اور کامل دین کو دنیا میں غالب کر دیں گے وہ صرف احکام الہیہ کی ترویج کریں گے مرزا صاحب کی طرح اپنے من گھڑت نظریات اور طریقہ کار کو رائج کر کے باقی امت کو خارج از اسلام نہ قرار دیں گے وہ سابقہ اصولوں پر دین کو قائم فرمائیں گے مرزا صاحب کی طرح یہود انصاری کا کام یعنی ان کی خوشامدیں کرتے ہوئے وقت کا ضیاع نہ کریں گے۔

آیت نمبر۱۲

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين

ترجمہ (اے اللہ) تو دکھا ہم کو سیدھا راستہ۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ (ترجمہ از قاضی نذیر صاحب)

قادیانی استدلال

یہ دعا اللہ نے آپ کو سکھلائی پس یہ دعا آپ کے حق میں اور

امت کے حق میں قبول بھی ہوئی ہو گی۔ تو اگر یہودی منصوبہ کہ آپکو (مسیح کو) قتل کیا جائے یا صلیب پر چڑھایا جائے کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور آنحضور ﷺ کو (بوقت منصوبہ کفار اذ یمکر بک الذین) بھی آسمان پر اٹھالیتا کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک دعا خود ہی نبی کو سکھائے اور پھر قبول نہ کرے۔ پس چونکہ آنحضور ﷺ سے یہ رفع کا معاملہ نہیں ہوا تو یہ معاملہ مسیح سے بھی نہیں ہوا گویا نہ تو مسیح دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ ہیں اور نہ ہی آنحضور ﷺ تیرہ سو سال سے آسمان پر موجود۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچا کر مدینہ میں عزت دی اسی طرح خدا نے مسیح کو بچا کر کشمیر میں عزت دی۔ بموجب آیت وجعلنا ابن مریم وامه آیته واوینهما الی ربوه ذات قرار ومعین○ (المومنون۔ تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۵)

الجواب یہ قادیانی مشابہت کم از کم ہمارے لئے تو ناقابل فہم ہے کہ اس دعا کے تقاضے میں مسیح ضرور کشمیر میں پناہ گزین ہوں۔ کیونکہ آنحضور ﷺ مدینہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ قاضی صاحب یہ تو اللہ کی مرضی اور حکمت ہے کہ بوقت یلغار کفار اس کا معاملہ مختلف رہا ہے نہ کہ یکساں دیکھئے حضرت صالحؑ کو بوقت منصوبہ کفار بحفاظت زندہ رکھا اور تمام قوم کو تباہ کر دیا (النمل) حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے مقابلہ میں بحفاظت دریائے پار کرایا اور فرعون کو مع لشکر غرق کر دیا۔ حضرت عیسیٰ کو بوقت منصوبہ کفار بحفاظت تمام زندہ آسمان پر اٹھالیا اور قوم وہیں رہی سید دو عالم ﷺ کو ایسے وقت میں بحفاظت تمام اشاعت حق کے لئے مدنیہ کی طرف ہجرت کرا دی اور اکثر دائرہ اسلام میں آ گئے اور پھر خاتم الرسل ﷺ کو دوبارہ مکہ مکرمہ پر قابض کرا دیا۔ یہ تو اس کی مختلف حکمتیں ہیں۔ باقی کشمیر والی حکمت کو تو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی کہیں قرآن و حدیث میں مذکور ہے ہاں اگر صرف اس دعا کے نتیجہ میں مشابہت ارضی یا سماوی چاہئے اور سماوی تم مانتے نہیں لہٰذا مسیح کی طرح سید الرسل ﷺ کو بھی کشمیر کو ہجرت کرنا چاہئے تھی۔ ماکہ

مشابہت نامہ حاصل ہو جاتی یہ کمال کی بات ہے کہ ایک نبی کو مشرق کی طرف ہجرت کرا دی اور دوسرے کو مغرب کی طرف۔ یہ اختلاف جہت کیوں؟ صراط مستقیم تو ایک ہی ہوتا ہے نہ وہ ٹیڑھا ہوتا اور نہ ہی معکوس۔ نیز بعد از ہجرت سیرت مسیح مستور و منقطع لیکن سید دو عالم ﷺ کی روشن اور ترقی پذیر اور فزوں تر۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہؓ تابعین۔ آئمہ مجددین متکلمین اور اکابرین امت اور عام مسلمان بھی یہ دعا مانگتے آئے ہیں میرے خیال میں مرزا صاحب اور تمام مرزائی بھی یہ دعا مانگتے ہوں گے تو بتلائے کے کتنے صحابہؓ تابعین اور مجددین کشمیر کو ہجرت کر کے گئے۔ قادیانیو۔ تم لوگ اس دعا کو بہت اہمیت دیتے ہو لہٰذا تمہیں تو بوجہ مشابہت مسیح کشمیر کو اپنا دارالہجرت بنانا چاہئے نہ کہ لندن کو۔ آخر یہ کیا چکر ہے؟ یہ مشابہت کیوں تم نے برباد کر دی قاضی صاحب اگر تم محمد رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہوتے اور آپ کی عظمت و توقیر آپ کے ذہن و قلب میں ہوتی تو ضرور آپ کے اس فرمان کو ملحوظ رکھتے کہ من قال فی القرآن برایہ فلیتبو مقعدہ من النار لو کما قال۔ اور ایسی حرکات بد کرنے پر تمہارے مرزا نے بھی کہا ہے کہ من فسو القرآن برائہ تھولیس بمو من بل ھواخ الشطین

قادیانی عجوبے

مرزا صاحب اور ان کے پیرو کار اکثر اس آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں کہ منعم علیھم کی اتباع کرنے سے حسب آیت اولئک انعم اللہ علیھم من النبیین ولصدیقین والشھداء والصالحین شہادت و صدیقیت کے علاوہ نبوت بھی مل سکتی ہے ورنہ دعا کا کیا فائدہ؟

مگر قاضی صاحب تو یہاں اجرائے نبوت کے استدلال سے دستبردار ہو کر وفات مسیح ثابت کر رہے ہیں جبکہ جناب مرزا صاحب ان تمام کو بمع اپنی ذات کے روندئے ہوئے صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آ جاؤ اور اس

سے فیض حاصل کرو۔ (آئینہ کمالات ص ۶۱۲)

یہ لو۔ سارا جھگڑا ختم۔ نہ رہا بانس اور نہ ہی بجے گی بانسری۔ قاضی صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مرزا صاحب کی یہ تحریر پڑھو اور بتلاؤ کہ یہ تمہارا ملہم مجدد اور نبی کا کلام ہے جس سے تمہارا انحراف فسق و کفر ہو گا۔ اب بتاؤ کیسے رہے؟

آخر میں قادیانی قاضی صاحب نے ہجرت کشمیر کے لئے سورہ مومنون کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی وجعلنا ابن مریم وامه آیته و او ینهماالی ربوه ذات قرار ومعین○

ترجمہ اور ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ مریم کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلہ پر ٹھکانہ دیا جو قابل رہائش اور چشمہ دار جگہ تھی۔

قادیانی اس سے مراد خطہ کشمیر لیتے ہیں جو کہ سراسر الحلو ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ آج تک کسی ایک حدیث میں۔ یا کسی مفسو مجدد نے اس آیت سے یہ مفہوم لیا ہے؟ ہاتوا بر ھانکم ان کنتم صادقین

اگر کسی نے یہ مفہوم نہیں لیا بلکہ سب کے سب مسیح کے رفع آسمان کے ہی قائل ہیں تو آپ لوگ کیوں ان مجددین اور ملہمین سے منحرف و منکر ہو کر فسق و کفر کا طوق اپنے گلے میں ڈال رہے ہو۔ تمہارے لئے کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ہے؟ یاد رکھو من یشا قق الرسول ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصلہ جهنم پھر بصورت تسلیم حضرت مسیح کی طرح مریم کی قبر کی بھی نشاندہی کر سکتے ہو؟

کیا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موسیٰؑ کی قبر عند کیب احمر بتلا دی حالانکہ قبر موسیٰؑ کوئی متنازعہ بات نہ تھی تو اسی صادق و امین نبی مکرم نے حضر عیسی علیہ سلام کی قبر بھی کشمیر میں نشان زدہ فرمائی؟ ہرگز نہیں۔ ہاں آپ نے تو واضح فرمایا تھا کہ مسیح بعد از نزول چالیس یا پینتالیس سال زمین پر زندہ رہ کر فوت ہوں گے اور میرے روضہ اطہر میں چوتھی قبر میں استراحت فرما ہوں گے آپ نے کہیں سری نگر یا خانیار کا نام بالکل نہیں لیا۔ پھر تم نہ خاتم الانبیاء کی وضاحت تسلیم کرتے ہو اور نہ ہی صحابہ کرامؓ اور آئمہ مجددین کی بات تسلیم کرتے ہو تو پھر تمہارا

اللہ رسول اور حقانیت کے ساتھ کیا تعلق رہ جاتا ہے؟ تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ خدا رسول اور قرآن کا نام ہرگز نہ استعمال کرو بلکہ دیگر ابلیسی فرقوں کی طرح اپنی وحی و الہام ہی کی سہارے یہ سارے چکر چلاؤ۔ دیکھو یہاں اور گروہ مثلاً" بھائی بابی اور ذکری بھی تو اپنی طرف سے سب کچھ پیش کرتے ہیں لہٰذا تم بھی ان کی اتباع کر لو۔ تاکہ ہمارا کچھ تو بوجھ ہلکا ہو جائے اور تمہیں بھی قدرے سکون مل جائے۔

قاضی صاحب قرآن مجید خدا تعالیٰکی لاریب اور عظیم ترین دائمی کتاب ہے اس نے قیامت تک آنے والے تم جیسے دجالوں کی جڑ کاٹ رکھی ہے۔

دیکھئے تم جو سورہ نساء کی آیت ۶۹ اپنے مدعا میں پیش کرتے ہو وہاں صاف مذکور ہے۔ کہ اھدنا الصراط المستیقم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ منعم علیہ واقعی یہ چار جماعتیں ہیں لیکن ان کے راستہ کا اور اتباع کا سوال کرنا مطلوب ہے نہ کہ ان کے مقام کا حاصل کرنا۔ کہ ان کے راستہ پر چل کر خود بھی یہ چاروں قسم کے منصب حاصل کرلینا - نبی صدیق۔ شہید اور صالح بن جائے یہ مقصود نہیں کیونکہ اس آیت کے آخر میں وضاحت ہے کہ حسن اولئک رفیقا کہ ان لوگوں کی رفاقت اور معیت کتنی ہی عمدہ ہے۔ تو کسی نیک ہستی کی معیت اور رفاقت سے آدمی خود اس منصب کا اہل نہیں بن جاتا بلکہ صرف اس کی رفاقت مراد ہوتی ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ امرو مع من احب کہ آدمی قیامت کو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت اور تعلق رکھتا ہو گا نیک نیکوں کے ساتھ اور برا برے کے ساتھ جیسے فرمایا التاجرا الصدوق مع النبین والصّدقین نیز قرآن مجید میں کئی مقامات پر صحابہؓ کو نبی معظم کے ساتھ فرمایا گیا ہے جیسے محمد رسول اللہ والذین معہ تو کیا یہ معہ کا مقام بالفعل پالینے والے خود نبی بن گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ آپ کے جانثار رفیق اور خادم ہی تھے فرمایا واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰة والعشی تو تمہارے ضابطہ کے مطابق آنحضورؐ نبوت سے ہٹ کر صحابی بن گئے تھے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) فرمایا ان اللہ مع الصبرین تو کیا اللہ تعالیٰ اور صابرین ایک ہی ہو جائینگے - قاضی صاحب یہاں

بننے کا مسئلہ نہیں صرف رفاقت اور رویہ کا ہے۔ ہاں اتباع نبوت سے کونسا مقام حاصل ہو سکتا ہے تو اس کا تذکرہ سورہ حدید آیت ۱۹ میں واضح فرمایاوالذین آمنو باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھدء عند ربھم یعنی اتباع کامل سے زیادہ سے زیادہ مقام شہادہ اور صدیقیت حاصل ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔ نیز اگر اتباع نبوت سے یہ مقام ملنا ممکن ہوتا تو اس کے اولین مصداق اور مستحق والذین معہ تھے جب ان میں سے کسی کو یہ مقام نہ مل سکا تو باقی کسی بھی فرد امت کے لئے اس کا حصول ناممکن اور محال ہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض افراد کے متعلق واضح بھی فرمایا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ۔ ابوبکرؓ افضل ھذا الامتہ ال ان یکون نبی تو جب ایسے کاملین موجود تھے مگر باوجود کامل الاستعداد ہونے کے۔ ان کو یہ مقام نہ ملا۔ تو اور کسی کا کیا امکان۔

آیت نمبر۷

وقالوالن نومن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعا○ اوتکون لک جنتہ مین نخیل وعنب فتفجر الانہار خلا لھا تفجیرا○ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا" او تاتی باللہ والمائکتہ قبیلا○ اویکون لک بیت من زخرف اور ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی بل کنت الا بشرا رسولا○(بنی اسرائیل)

قادیانی استدلال۔ کفار نے آنحضرت ﷺ سے مندرجہ بالا خود تجویز کردہ معجزات طلب کئے آخری مطالبہ ان کا یہ تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ان پر ایک کتاب اتاریں۔ خدا تعالیٰ نے ان مطالبات کے جواب میں فرمایا قل سبحان ربی بل کنت الا بشرا رسولا اے رسول کہدے کہ خدا ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ میں تو صرف اک بشر رسولؐ ہوں اس سے ظاہر ہے کہ کوئی بشر خاکی جسم کے ساتھ جیسا کہ کفار کا مطالبہ تھا آسمان پر نہیں چڑھ سکتا اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کسی بشر کو خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر لے

جائے اور پھر اس کے ذریعے کتاب اتارے۔

حضرت مسیح بھی چونکہ بشر رسول تھے اس لئے انکا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانا محال ہے۔ (ص ۳۷)

الجواب= قاضی صاحب نے حسب طبیعت و فطرت آیات کے ترجمہ میں کم از کم دو جگہ ڈنڈی ماری ہے۔

۱۔ دوسری سطر میں ان کا لکھنا کہ آخر مطالبہ ان کا یہ تھا کہ دیکھئے کتنا دجل و فریب ہے۔ جناب من۔ کفار کا مطالبہ نمبروار نہ تھا بلکہ علی وجہ الترديد تھا۔ یا مجموعا" کہ یہ تمام معجزات دکھاؤ یا ان میں سے کوئی بعض۔ تو اللہ تعالی نے صرف آخری بات کے جواب میں قل سبحان ربی نہیں فرمایا۔ بلکہ تمام کے جواب میں فرمایا ہے کہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کہ اے میرے حبیب آپ اپنے متعلق اعلان فرما دیں کہ یہ امور میرے ذاتی اختیار میں نہیں ہیں ہاں اللہ سب کچھ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ سبحان ہے ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور منزہ ہے۔

۲۔ دوسرا دجل یہ ہے۔ سبحان ربی کا ترجمہ یہ کر دیا اللہ تعالی اس بات سے پاک ہے کہ کسی بشر کو خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر لے جائے۔

واہ رے قادیانی۔ خوب کہی

پھر تو سبحان الذی اسری بعبدہ کا معنی یہ ہو گا۔ کہ تیرا رب اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندے کو اسے راتوں رات سیر کرائے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ قادیانی ذہنیت ایسی ہی ٹیڑی واقع ہوئی ہے کہ اسے کسی چیز کا سیدھ اور الٹ بھی نہیں سوجھتا کیونکہ انکے پیرو مرشد مرزا کو جوتے کی دائیں بائیں کی بھی تمیز نہ تھی۔ تو مرید کا کیا حال ہو گا۔

جناب من قل سبحان ربی کا مفہوم یہ ہے کہ

اے میرے حبیب' آپ ان کو فرما دیں کہ یہ تمہارے مطلوبہ معجزات میرے رب کی قدرت میں تو ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور بے بسی سے منزہ

ہے۔ مگر میرے احاطہ اختیار میں نہیں کیونکہ میں قادر و مختار الٰہ نہیں بلکہ بشر رسولؐ ہوں۔ میں اپنے اختیار سے تمہارے مطالبات پورے نہیں کر سکتا۔

بتلایئے اس میں رفع آسمان کا عدم امکان یہاں مذکور ہے۔ آخر آسمان پر ہر وقت فرشتے رہتے ہیں اور وہاں سے زمین پر بھی اترتے ہیں تو کیا جب آسمان کی مخلوق زمین پر آسکتی ہیں تو زمین والی مخلوق قدرت الٰہی سے آسمان پر کیوں نہیں جا سکتی؟ یہ کیسے غیر ممکن اور محال ہے؟ چنانچہ آج کے دور میں انسان چاند پر پہنچ گیا وہاں کی مٹی زمین پر لے آیا تو کیا خالق کائنات اس انسان خاکی کو اپنی قدرت کاملہ سے آسمان پر نہیں لے جا سکتا آخر اس میں کیا استحالہ ہے؟ خود انسان نے سینکڑوں ٹن وزنی لوہے کے جہاز اور طیارے فضا کی بلندیوں میں بھیج دیئے مگر خالق کائنات اس مشت خاک کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا حیرت ہے اس عقل و دانش پر پھر یہ بھی دیکھیے کہ اس آیت میں کفار کا مطالبہ مطلق رفع سما نہیں ہے بلکہ وہاں سے ایک کتاب کا مطالبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مکہ کا مشرک انسان کا آسمان پر جانا ممکن سمجھتا ہے مگر قادیان کا ایک مغل بچہ اسے ناممکن سمجھتا ہے اور وہ بھی اس ایٹمی دور میں چنانچہ اس حقیقت کو چھپانے کیلئے جناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں یہ آیت نقل کرتے وقت لو ترقی فی السماء..... کے بعد نقطے ڈال دیئے اور ولن نومن لرقیک والے الفاظ حذف کر کے تحریف قرآن کے جرم کا ارتکاب کر لیا۔

(دیکھئے ازالہ ص ۶۲۵ طبع لاہور)

چنانچہ مرزا صاحب کی یہ قطع برید کی عادت عام ہے آنجناب اپنی کتاب حمامتہ البشریٰ میں نزول من السماء کی ایک روایت نقل کرتے وقت ینزل من السماء لفظ من السماء حذف کر جاتے ہیں تاکہ اپنا کھیل نہ خراب ہو جائے۔ (دیکھئے حمامتہ البشریٰ ص ۸۸ خزائن ص ۳۱۲ ج ۷ حدیث ابن عباسؓ)

ناظرین کرام قادیانی قاعدہ کے مطابق منکرین کا آخری مطالبہ ترقی فی السماء نہ تھا بلکہ اس کو ممکن سمجھ کر آخری اور الگ مطالبہ انزال کتاب تھا۔ لو قاضی صاحب آپ جناب اپنے ہی ضابطہ میں پھنس گئے۔ اور رفع سماوی کا امکان بلکہ وقوع کا استلزام قبول کر لیا۔

قد صدق اللہ ولا یحیق المکر السیئی الا باھلہ فللہ الحمد والکبریاء

آیت نمبر۸

واذ اخذاللہ میثاق النبین لما اتینکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم و اخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین(۸۱:۳)

ترجمہ از قاضی نذیر اور جب خدا نے نبیوں کا عہد لیا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو اور انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

قادیانی استدلال

اس آیت کے دو معنی کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ تمام نبیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا۔ دوم یہ کہ ہر نبی سے پچھلے نبی پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا۔

یہ عہد انبیاء سے ان کی قوموں کے لئے لیا گیا کہ وہ اپنی قوموں کو ہدایت کر جائیں کہ آنحضرت ﷺ یا آئندہ آنے والے نبیؑ پر ایمان لائیں اور نصرت کریں۔ کیونکہ نبی بوجہ امام ہونے کے قوم کا بھی نمائندہ ہوتا ہے اگر عہد کرنے والا نمائندہ خود موجود ہو تو اس کا اور اس کی قوم کا یہ اخلاقی اور شرعی فرض ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی کریں۔ مندرجہ بالا دونوں معنوں کی رو سے یہ امر واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا ضرور عہد لیا گیا۔ پس اگر عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو اس عہد کی بنا پر ان کا فرض ہے کہ وہ

آنحضرت ﷺ کے غزوات میں شامل ہو کر آپ کی مدد کرتے اور خدا کے لئے بھی لازمی تھا کہ وہ آپ کو ہر موقعہ فراہم کرتا۔ تو جب آپ کسی بھی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ زندہ نہیں بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ اس نے آپ کو موقعہ نہیں دیا اور مسیح پر بھی عدم وفا کا الزام آئے گا۔ تو جب دیگر انبیاء تو بوجہ موت کے شامل نصرت نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ مسیح کی عدم شمولیت بھی بوجہ فوت ہونے کے ہے۔(پاکٹ بک ص ۳۹۔ ۴۰)

قاضی نذیر صاحب فیصل آبادی کا دوسرا عنوان

قاضی صاحب نے اپنی تعلیمی پاکٹ بک کے صفحہ ۴۰ تک مندرجہ بالا ۸ آیات وفات مسیح کے اثبات میں پیش کر کے آگے دوسرا پینترا بدل لیا ہے۔ جبکہ ان کے پیشرو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں پوری تیس آیات پیش کر کے اعلان کر دیا ہے کہ یہ تیس آیات وفات مسیح کے لئے نصوص قرآنیہ ہیں۔ پھر اپنی بعد کی تالیفات میں ان تیس آیات کا حوالہ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہوئے علمائے اسلام کو للکارتے رہے ہیں۔ مگر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مرزا صاحب کے ایک لائق ترین مبلغ اپنے پیرو مرشد سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ وہ صرف ۸ ہی آیات پر وفات مسیح کا عنوان مکمل کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد وہ ان پانچ آیات کو پیش کرتے ہیں جن سے ان کے زعم میں اہل اسلام نے حیات مسیح پر استدلال کیا ہے مگر قاضی صاحب ان پانچ آیات کو بھی اپنے الحاد و زندقہ کا مسالہ لگا کر اپنے ہی حق میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تو اس لحاظ سے بھی کل ۸ + ۵ = تیرہ آیات ہوئیں جب کہ مرزا صاحب نے پوری تیس آیات اپنے نظریہ کی حمایت میں پیش کر کے گویا یہ میدان اہل اسلام کے مقابلہ میں مار لیا ہے۔ اب خدا جانے باقی سترہ آیات قاضی صاحب نے کیوں ترک کر دیں جو کہ ان کے پیشوا مرزا غلام احمد صاحب نے بذریعہ وحی و الہام قطعی وفات مسیح کے حق میں پیش کی تھیں آخر اتنا عظیم نقصان کوئی عقل مند ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ پھر قاضی صاحب نے اپنی فہرست سے کئی ایسی اہم آیات کو نظر انداز کر دیا ہے جن کو مرزا صاحب نے بڑے اہتمام سے پیش کیا تھا جیسے آیت ما کان محمد ابا احد الخ اور آیت کل من علیہا فان وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ جتنا اس مسئلہ اور اس کے دلائل میں مرزا صاحب کو شرح صدر اور انکشاف تھا اتنا قاضی صاحب کو کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اس اسفل نے اس قطعی الالہام کے بیشتر قوی استدلال کو یکسر نظر انداز کر کے دلائل نہایت ناقص اور محدود کر لیے۔ اچھا قاضی جانے اور قاضی کا گرو جانے۔ اس الجھن کا حل ہماری سردردی نہیں۔

اب ذیل میں اس دوسرے عنوان کے تحت قاضی صاحب کی پیش کردہ آیات اور ان کے اشکالات کی حقیقت سماعت فرمایئے۔

۱ وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفو فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما○ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شہیدا○ (النساء آیت نمبر ۱۵۷ ' ۱۵۸)

ترجمہ از قاضی نذیر صاحب قادیانی۔

اور ان کے اس قول کے سبب (انہیں سزا ملی) کہ یقیناً" ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کے رسول کو حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ وہ ان کے لئے مقتول و مصلوب کے مشابہ بنایا گیا اور جن لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے وہ ضرور اس معاملہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں بجز وہم کی پیروی کے اور انہوں نے اسے یقیناً" قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنے حضور رفعت دی ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ اس واقعہ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا رہے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہو گا۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۴۰ ' ۴۱)

ترجمہ از حکیم نور دین خلیفہ اول

اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ۔ مریم کے بیٹے کو قتل کیا۔ اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو لیکن قتل اور سولی کا شبہ ہوا ان کو اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف

کیا ہے اس میں وہ اس کے متعلق شک میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اس کو ازراہ یقین بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ (فصل الخطاب حاشیہ ص ۳۱۳ و ۳۱۴ مطبوعہ ربوہ)

چند بنیادی اور اصولی باتیں

۱۔ مرزا قادیانی نے اس آیت کو ازالہ اوہام وغیرہ میں وفات مسیح کی تیس (۳۰) آیات میں سے نمبر۲ پر درج کیا ہے۔ لیکن قادیانی قاضی کو شائد مرزا صاحب پر یقین نہیں اس لیے انہوں نے اس سے پہلے وفات مسیح کے اثبات کے لئے آٹھ آیات مع تعلیات نقل کرتے کرتے اچانک اور خلاف توقع پہلا عنوان بدلا اور یہ عنوان قائم کیا کہ

ان آیات کی تفسیر جن سے حیات مسیح پر استدلال کیا جاتا ہے

پھر اس آیت کو پہلے نمبر پر مع ترجمہ نقل کیا جو کہ سراسر سلف صالحین۔ مفسرین و محدثین اور مجددین و متکلمین امت کے خلاف ہے بلکہ عقل و نقل کے بھی سو فیصد منافی ہے کیونکہ ہم جملہ اہل اسلام صرف ان آیات سے ہی نہیں بلکہ تمہاری کئی ذکر کردہ دیگر آیات سے بھی دربارہ حیات و نزول مسیح باتباع تمام سلف صالحینؒ اپنے موقف برحق پر استدلال کرتے ہیں اور ہم ڈنکے کی چوٹ تمام قادیانیوں سمیت جملہ ملحدین اور منکرین حیات و نزول مسیح کو چیلنج کرتے ہیں کہ سابقہ کسی ایک فرد امت سے ہی تم اپنے موقف ناحق کی تائید و تصدیق دکھا دو تو ہم تمہاری تائید کرلیں گے۔ ورنہ تم ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی الخ کے تحت اپنا انجام سوچ لو۔

۲۔ بندہ خادم ابتداء میں ذکر کردہ مسلمہ اصولوں کی روشنی میں قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا دیگر مرزائیوں سے دریافت کرتا ہے۔ کہ آیا یہ تمہارا ذکر کردہ مفہوم

اس سے قبل کسی حدیث یا تفسیر وغیرہ میں منقول ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

۱۔ قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ (شہادۃ القرآن)

۲۔ تمہارے کسی مسلم مجدد یا ملہم نے ایسا مفہوم بیان فرمایا ہے؟ اگر ہے تو پیش کیجیے۔

۳۔ نیز بتلایئے کہ تمہارا یہ مفہوم درست ہے یا مرزا صاحب کے دست راست جناب حکیم نور دین صاحب بھیروی خلیفہ اول کا۔ کیونکہ دونوں تراجم میں زمین و آسمان کا فرق ہے پہلا تو بالکل من گھڑت اور اختراعی ہے اور جملہ مجددین و ملہمین کے خلاف جبکہ حکیم صاحب کا ان کے مطابق ہے اور قاضی صاحب کے مفہوم کے سراسر خلاف ہے لہٰذا فرمایئے کون سا صحیح اور قابل اتباع ہے۔ (دیکھیے حکیم صاحب کی کتاب فصل الخطاب ص ۳۱۳)

ہمارے نزدیک تو قاضی صاحب کا ترجمہ و مفہوم سراسر سوفیصد تحریف فی القرآن ہے کیونکہ یہ تمام ملہمین اور مجددین کے خلاف ہے اور بقول مرزا صاحب بھی سلف کا مفہوم الہام الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اور وہ بقول مرزا صاحب ہمارے لیے تسلیم کرنا لازمی ہے اور اس کا انکار کرنا سراسر فسق و کفر ہے۔

اب ذیل میں امام سیوطیؒ مجدد صدی نہم کا بیان کردہ مفہوم سماعت فرمایئے۔

ترجمہ و تفسیر از تفسیر جلالین

اور لعنت کی ہم نے یہود پر اس وجہ سے بھی کہ وہ فخراً کہتے تھے کہ یقیناً ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ قتل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اور نہ قتل کر سکے یہود حضرت عیسیٰؑ کو اور نہ ہی پھانسی پر لٹکا سکے ان کو۔ بلکہ بات یوں ہوئی کہ یہود کے لیے حضرت عیسیٰ کے ہمراہ۔ یعنی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی صورت و شبیہ یہود کے کسی آدمی پر ڈال دی اور یہود نے اس شبیہ عیسیٰؑ کو عین عیسیٰؑ سمجھ کر مصلوب کر دیا اور تحقیق جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں اختلاف کیا وہ ان کے قتل کے بارہ میں شک میں مبتلا تھے۔ کیونکہ ان میں سے بعض نے جب مقتول کو دیکھا

تو کہنے لگے کہ اس کا منہ تو بالکل عیسیٰؑ جیسا ہے اور باقی جسم اس کا وہ معلوم نہیں ہوتا اور باقی کہنے لگے کہ نہیں بالکل وہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو مسیح کے بارہ میں کوئی یقینی علم نہیں ہے بلکہ اس ظن و گمان کی پیروی کرنے لگے جو خود انہوں نے گھڑ لیا اور یقینی بات ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہی اور قدرت میں بڑا زبردست اور اپنے کاموں میں بڑا ہی حکمت والا ہے۔ (دیکھیے تفسیر جلالین زیر آیت مذکورہ بالا)

اسی طرح تمام معتبر تفسیرات میں سلف صالحینؒ اسی مفہوم پر متفق ہیں اور تمام اکابرین امت۔ مجددین و ملہمین۔ مثل ابن جریر۔ امام رازی۔ ابن کثیر۔ ابن تیمیہ صاحب مدارک و معالم ابو سعود رحمھم اللہ۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد و احفاد اور متبعین رحمھم اللہ اجمعین اسی مفہوم پر متفق اللسان ہیں۔ ان میں سے ایک فرد بھی مختلف نہیں ہے حتیٰ کہ خود مرزا صاحب بھی پہلے اسی مفہوم کے قائل تھے۔

لہٰذا آیت بالا اور دیگر ایسی متعدد آیات میں اعتراضات و اشکالات پیدا کرنا اجماع امت اور مجددین ملہمین سے انکار و انحراف اور صریح بغاوت ہے جو کہ بقول مرزا صاحب قادیانی کھلم کھلا فسق و کفر ہے اور از روئے فیصلہ قرآن مجید ویتبع غیر سبیل المومنین الخ کی خلاف ورزی اور نصلہ جہنم کا مصداق بنتا ہے۔

اس قسم کی من گھڑت تاویلات سے تو ہر ایک چیز ثابت کی جا سکتی ہے چنانچہ حکیم نور دین صاحب لکھتے ہیں کہ

الٰہی کلام میں تمثیلات و استعارات کا ہونا اسلامیوں کو مسلّم ہے مگر ہر جگہ تاویلات۔ تمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے (جیسا کہ قادیانی لوگ کرتے ہیں ناقل) تو ہر ایک ملحد منافق۔ بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے ازالہ اوہام کے ساتھ ملحق حکیم صاحب کا بیان ص ۸۔

ایسے ہی جناب مرزا صاحب سرسید کو ان کی غیر معقول تاویلات کے پیش نظر خوب لتاڑتے ہیں تفصیل کے لئیے دیکھیے آئینہ کمالات ص ۲۲۷ تا ص ۲۷۳۔

علاوہ ازیں قادیانیوں کا زمانہ حال کے ماڈرن قسم کے عقلیت پرست مفسرین نہیں بلکہ متفسرین کے اقوال پیش کرنا اور ایسے ہی صحافی قسم کے شیوخ اور سکالرز کے بیانات اپنی حمایت میں پیش کرنا محض فضول اور عبث ہے کیونکہ از روئے قرآن و حدیث اور اصول قادیانی سلف خلف کے لئے وکیل اور پیشوا ہوتے ہیں ان کی شہادت پچھلوں کے لئے تسلیم کرنا فرض ہے نہ کہ ایسے لا ابالی ماڈرن ذہن۔ جدیدیت پرست ناخلف مدعیان علم کے ذاتی ذہنی اختراعی تقولات کو سلف صالحین مخلصین پر مسلط کر کے الٹی گنگا چلانا۔

آیت کریمہ کا سادہ ترجمہ بمع اصل اجمالی مفہوم اور آیت کے سیاق و سباق کے مطابق یہ ہے کہ

(رب کائنات یہاں یہود کے چند اقوال اور کچھ اعمال و افعال خبیثہ کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں جن کی بنا پر وہ دنیا و آخرت میں مغضوب و ملعون ہوئے۔) فرمایا فبما نقضھم یعنی یہود کو جو سزا ملی تو وہ بوجہ (۱) ان کے وعدہ شکنی کے۔ (۲) خدائی آیات کے انکار کرنے (۳) انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور (۴) اس کہنے پر کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (یعنی وہ علم و معرفت سے پہلے ہی بھرپور ہیں اب ان میں کوئی مزید بات داخل نہیں ہو سکتی) فرمایا یہ بات نہیں بلکہ ان کے مسلسل کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اپنے قہر کی مہر لگا دی ہے اس لیے وہ قبول حق سے محجوب و محروم رہتے ہیں۔ اور (۵) ان کے مسلسل کفر و عناد کی بنا پر۔ اور (۶) مریم صدیقہ پر ایک عظیم بہتان لگانے کی بنا پر۔ اور (۷) ساتویں ان کے اس کہنے اور دعوی کی بنا پر ان پر غضب الٰہی ہوا کہ انا قتلنا المسیح کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ تو انہوں نے مسیح کو قتل کیا اور نہ ہی وہ اسے صلیب پر لٹکا سکے۔ مسیح کے ساتھ یہ کچھ بھی معاملہ نہیں ہوا اگرچہ یہ قتل و صلب کا واقعہ ضرور رونما ہوا مگر اس انسان پر جو

مسیح کی شبیہ و صورت بن گیا تھا۔ اور بلاشبہ جو لوگ آپ کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ وہ قتل ہوئے یا کوئی اور فرد۔ تو وہ سب کے سب شک و شبہ میں مبتلا ہیں ان کو سوائے ظن و تخمین کی پیروی کے کسی یقینی بات کا کوئی علم نہیں ہے پھر ان کی تحدی کے ساتھ دعوی قتل کے جواب میں پرزور انداز میں فرمایا کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ انہوں نے ہمارے مسیح کو ہرگز قتل نہیں کیا (اگرچہ فعل قتل ضرور واقع ہوا ہے مگر مقتول مسیح نہیں بلکہ اس کی کوئی شبیہ ہے) پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس واقعہ کے بعد مسیح اس معاشرہ اور علاقہ میں حسب سابق چلتے پھرتے کہیں نظر نہیں آئے تو پھر وہ کدھر گئے؟ اگر وہ قتل نہیں؟ ہوئے تو وضاحت فرمادی کہ بل رفعہ اللہ الیہ۔ کہ اللہ کریم نے ان کو یہود کے منصوبہ قتل و صلب سے محفوظ فرما کر اپنی حکمت و قدرت کے تحت زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا پھر اشکال پیدا ہوا کہ ایسا کیوں ہوا؟ جب کہ پہلے تاریخ عالم میں ایسے موقعہ پر کسی بھی نبی رسولؑ کو زندہ آسمان پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ کسی کو دوسرے علاقہ میں ہجرت کرادی۔ اور کسی کی امت کو تباہ و برباد کرکے اپنے برگزیدہ محبوب نبی کو محفوظ فرما لیا۔ یہ خلاف معمول معاملہ کیوں ہوا؟ کیا وہ خدا قدیر حسب سابق مسیح کو زمین پر رکھ کر بچانہ سکتا تھا تو جواباً" فرمایا کہ یہ سب کچھ ہو سکتا تھا چنانچہ پہلے یہی کچھ ہوتا رہا ہے مگر وہ اس معاملہ میں موقعہ کی حکمتوں اور بھیدوں کو خوب جاننے والا ہے یہ وہی معبود برحق جانتا ہے کہ اس نبی کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے اور دوسرے کے ساتھ کونسا معاملہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ حال و مستقبل کے حالات اور تقاضوں کو خوب جانتا ہے نیز یہ شبہ کہ کوئی انسان اپنے خاکی اور مادی جسم کے ساتھ بوجہ کشش ثقل اور خلاف عادت یوں کیسے آسمان پر جا سکتا ہے تو ان تمام شبہات اور وسوسوں کا جواب نہایت ہی جامع اور مختصر طور پر ارشاد فرمایا کہ وکان اللہ عزیزا" حکیما" کہ وہ قادر مطلق خدا بڑا زبردست ہے وہ آسمان و زمین اور جمیع کائنات کا خالق اور مدبر ہے وہ طبائع اور تاثیرات کا خالق و مالک ہے اور سب پر مکمل کنٹرول بھی رکھتا ہے وہ بڑا حکیم ہے اس کے راز اور حکمتوں کو کون جان سکتا ہے؟ لہٰذا اس کے ارادہ و قدرت کے سامنے تمام طبائع اور قوانین طبعیہ عاجز

اور درماندہ ہو کر دست بستہ تسبیح کناں ہیں کوئی بھی ذرہ اس کی حکم عدولی کا تصور نہیں کر سکتا۔ وہ جس کے ساتھ جیسا چاہے اور جب چاہے معاملہ کر سکتا ہے (کل یوم ھو فی شان) اس کے تمام معاملات عین حکمت کے موافق ہوتے ہیں لہٰذا اس ذرہ خاک (انسان) کی کیا مجال ہے کہ وہ اس زبردست مدبر حکیم اور عزیز و قدیر کے افعال پر لب کشائی کر سکے گویا یہ لاحقہ وکان اللہ عزیزا" حکیما۔ بل رفعہ اللہ الیہ کی قطعیت کے لیے برہان قاطع ہے اور اس کے متعلق جملہ شبہات و وساوس کی بیخ کنی کر کے اس میں مزید سے مزید قطعیت اور حقانیت پیدا کر رہا ہے جیسے واقعہ معراج جسمانی کے متعلق جملہ استبعادات کی جڑ لفظ سبحان الذی اسری سے کاٹ دی اسی طرح یہاں رفع مسیح الی السماء کے متعلق جملہ ملحدین و منکرین کے تمام ذہنی۔ عقلی اور نفسانی وسوسوں کی جڑ جملہ وکان اللہ عزیزا حکیما نے کاٹ دی ہے چونکہ تمام کائنات میں یہ دونوں واقعات ہی منفرد اور عجیب تھے دیگر کوئی واقعہ ایسا عجیب و غریب اور محیر العقول نہیں اس لیے ایسا ایک سابقہ معراج جسمانی سید الانبیاء سے متعلق فرمادیا کیونکہ آپ کی عظمت و شان تمام کائنات سے اعلیٰ و ارفع تھی اس لئے تمام امکانی اشکالات کی جڑ ذکر واقعہ سے پہلے ہی کاٹ دی پھر واقعہ بیان فرمایا۔ اور دوسرا عجیب واقعہ رفع مسیح کا نہایت عجیب تر تھا مگر اس اعجب العجائب سے نہایت کمتر تھا اس لئے اس کو پہلے بیان فرما کر اس کے متعلق پیدا شدہ امکانی وساوس کی جڑ کاٹنے کے لئے فرمایا۔ وکان اللہ عزیزا حکیما۔ تا کہ واقعہ اور صاحب واقعہ دونوں میں فرق مراتب بھی ملحوظ رہے۔ فسبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمہ

قادیانی شبہات و وساوس۔

عقیدہ حیات و نزول مسیح اگرچہ امت کا ایک اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ اور نظریہ ہے جس پر تمام آیات قرآنیہ متعلقہ مسئلہ ہذا کا بالاتفاق آئمہ مجددین متکلمین و مفسرین و محدثین وہی مفہوم ہے جو اوپر مذکور ہوا اور وہ اس عقیدہ کی سو فیصد مثبت اور موید ہیں مگر قادیانی گروہ بمع مرزا صاحب کی فطرت ہی کچھ ایسی ٹیڑھی اور باغیانہ واقع ہوئی ہے جو کسی بھی ضابطہ و اصول کی پابندی قبول نہیں کرتی۔ بلکہ

خواہ مخواہ نصوص صریحہ میں بھی اشکالات اور وسوسے ڈال دیتے ہیں حتی کہ بسا اوقات کوئی قادیانی مبلغ خود اپنے پیشرو مرزا غلام احمد کو بھی روند جاتا ہے گویا ہر جگہ اور موقع پر تضاد و تناقض اور تخالف و تدافع ہی قادیانیت کا مزاج اور فطرت ہے چنانچہ زیر بحث آیت کریمہ بالکل واضح اور صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے مغضوب و ملعون ہونے کے اسباب میں سے کچھ ان کے افعال بتلائے اور کچھ اقوال۔ اور ان میں یہاں ساتویں نمبر پر ان کا ایک قول ذکر فرمایا ہے نہ کہ فعل۔ یعنی منجملہ وجوہات غضب و لعن کے ایک ان کا یہ کہنا ہے نہ کہ کرنا قوقتلھم فرمایا یا صلبھم نہیں فرمایا گویا یہ کہنا ہی باعث لعنت وغضب الٰہی ہے کہ مسیح مقتول یا مصلوب ہوئے یعنی جو شخص یا گروہ صرف یہ کہتا ہے۔ یہ قول اور دعوی کرتا ہے۔ کہ مسیح مقتول یا مصلوب ہو گئے وہ لعنتی ہے اگلی بحث کا تو کوئی موقعہ ہی نہیں رہتا۔ اب یہود کے بعد قادیانیوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہییے وہ خواہ مخواہ یہود کی ہمنوائی کرتے ہوئے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اصل مسئلہ تو صرف آیت کے عنوان ہی سے حل ہو گیا۔ اب مزید کسی قیل وقال کی کوئی حاجت نہیں رہتی مگر مرزائی آں باشد کہ مثل ابلیس چپ نہ شود۔ لانہ لم یصمت فی حضرۃ اللہ تعالیٰ ایضا" اسی طرح قادیانیوں کی سرشت بھی ایسی ہی واقعہ ہوئی ہے کہ صریح سے صریح بات میں بھی بولنے سے نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ زیر بحث آیت میں صاف فرما بھی دیا گیا کہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ یعنی یہود اپنے دعوی قتل میں بالکل جھوٹے ہیں انہوں نے نہ تو مسیح کو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا یا چڑھایا مگر قادیانی کہتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو صلیب پر چڑھا تو دیا تھا مگر آپ صلیب پر مرے نہ تھے' جان نہ نکلی تھی کیونکہ صلیب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہوتا ہے نہ کہ صرف چڑھانا۔

جواب یہ ہے کہ دنیا کی ہر لغت میں تو اس کا معنی صلیب پر چڑھانا ہی ہے۔ مارنا شرط نہیں بالفرض اگر اس کا معنی بقول شما صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے۔ تو صرف صلیب پر لٹکانے کو کیا کہیں گے؟ صلیب کے معنی کے متعلق مرزا صاحب کی وضاحت۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

خدا نے مسیح سے وعدہ کیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۵ خزائن ص ۴۴ ج ۱۷)

ملاحظہ فرمایئے کہ یہاں بقول مرزا صاحب خدا نے مطلق صلیب سے بچانے کا وعدہ کیا ہے نہ کہ موت سے بچانے کا۔ اور سنئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

انہوں نے اسی فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہ تھی جیسی کہ آجکل پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔ صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھونکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے' پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے۔ پھر بعد میں اس کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا کہ اب مصلوب مرگیا۔ (ازالہ ص ۳۸۱)

ملاحظہ فرمایئے کہ اگر بقول قادیانی۔ صلیب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہی ہے۔ تو پھر مصلوب کا معنی یہی ہو گا کہ جو صلیب پر مرجائے یا صلیب پر مرا ہوا ہو (اسم مفعول) تو پھر مرزا صاحب کے اس جملہ کا مفہوم کیا ہو گا۔ کہ تینوں مصلوبوں کو صلیب سے اتار لیا۔ یعنی صلیب پر تینوں مرے ہوؤں کو نیچے اتار لیا۔ پھر مسیح بھی صلیب پر مرگئے ہوں گے؟ پھر یہ بچنا بچانا کیسا ہوا؟!

مرزا صاحب کا کہنا۔ تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے نیز "اب مصلوب مرگیا" یعنی صلیب سے مرے ہوئے بھوکے پیاسے صلیب پر رہتے تھے؟ اور پھر یقین ہو جاتا کہ اب صلیب پر مرا ہوا مرگیا یہ ڈبل موت کیسی؟ کیا مرے ہوؤں کو صلیب پر چڑھاتے تھے۔ قادیانیو۔ تمہاری عقلیں

کہاں گھاس چرنے چلی گئیں؟ جو تم صرف اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے مسلمہ حقائق اور مشاہدات کا انکار کرنے سے بھی نہیں شرماتے جب تمام لغات میں صلیب کا معنی یہی درج ہے۔ کہ کسی کو صلیب پر لٹکانا۔ مرے یا نہ مرے یہ لازمی نہیں صرف چڑھانا مقصود ہے۔ اور یہی مفہوم مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریرات سے ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا اب غور کرو۔ کہ خدائی فرمان وما صلبوہ کا معنی یہ کرنا۔ کہ نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھا کر مارا۔ کہاں کی معقولیت ہے؟

ایک لطیفہ

مرزا صاحب لیکھرام کے واقعہ موت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے میرے قتل کے منصوبے بنائے۔ تو مجھے یہ الہام ہوا۔ یاعیسیٰ انی متوفیک۔ تو اس موقعہ پر اس کے خوب معنی کھلے کہ جب اس وقت مسیح کے خلاف یہود منصوبہ قتل بنا رہے تھے ایسے ہی یہاں ہنود میرے بارہ میں منصوبہ قتل بنا رہے تھے اس وقت اس الہام واقعہ براہین کے خوب معنی کھلے۔ کہ رب نے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایسی ذلیل موتوں سے بچاؤں گا۔ تو اگر صلیب دینے کا معنی صلیب پر مارنا ہی ہے صرف چڑھانا نہیں تو پھر مرزا صاحب کو مسیح کی طرح پھانسی پر لٹکانا تو ضرور چاہیے تھا۔ اگرچہ اس پر ان کی موت نہ واقعہ ہوتی۔ تاکہ مثیلیت مسیح کامل طور پر واضح ہو جاتی۔ مگر یہاں مرزا صاحب کو نہ صلیب پر لٹکایا گیا اور نہ قتل کیا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ اصلی مسیح کو بھی نہ یہود نے قتل کیا اور نہ ہی گرفتار کر کے صلیب پر لٹکایا۔ بلکہ آپ کو بحفاظت تمام آسمان پر بلا لیا گیا۔ تاکہ کفار کی مصاحبت سے پاک ہو جائیں۔

ناظرین کرام اب مندرجہ بالا تفصیل سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ قادیانی قاضی اور ان کے پیرو مرشد مرزا صاحب یا ان کے ہمنواؤں نے عقیدہ رفع الی السماء ۔ سے انحراف کرتے ہوئے نص قرآنی میں جو دجل و فریب کرنے کی کوشش کی تھی وہ ناکام ہو گئی۔ اور یہ حقیقت ثابت ہو گئی۔ کہ واقعتہ" جو شخص اس آیت کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کو مقتول یا مصلوب کہے گا وہ یہودی سرشت ملعون و

مغضوب ہے۔ اسلام اور حقانیت کے ساتھ اس کا رتی بھر تعلق نہیں ہے۔

قرآنی فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم شاہکار

قرآن مجید نے یہود کو ملعون اس بات پر کہا کہ انہوں نے حضرت مسیح کے قتل کا دعوی کیا تھا نہ کہ فعل قتل و صلب پر۔ اس لئے فرمایا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ یعنی یہود نے حضرت مسیح کو قتل وصلب سے دوچار نہیں کیا۔ بلکہ اور کسی کو کیا ہے۔ گویا اس چیز کا بیان ہو رہا ہے کہ اس وقت عالم مشاہدہ میں فعل قتل و صلب تو ضرور واقع ہوا تھا مگر بقول یہود وہ مسیح پر واقع نہیں ہوا۔ بلکہ اور کسی پر ہوا تھا۔ جسے مسیح کے ہم شکل کر دیا گیا تھا۔ اسی لئے فرمایا ولکن شبہ لھم۔ یعنی انہوں نے مسیح کو قتل و صلب سے دوچار نہیں کیا بلکہ اسے کیا جو مسیح کا ہم شبیہ اور ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ گویا مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا مثیل مقتول و مصلوب ہوا۔ بالفاظ دیگر قتل و صلب کا فعل ضرور وقوع پذیر ہوا مگر اس کا متعلق اور مفعول بہ مسیح نہ تھے بلکہ شخصے دیگر تھا۔

قادیانی شبہ

قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا۔ اس جملہ کی تفسیری وضاحت میں پوری قوت اس بات پر صرف کر رہے ہیں۔ کہ یہاں اہل اسلام والا معنی غلط ثابت ہو جائے۔ اور ہمارے باطل نظریے کے مطابق یہ مفہوم تسلیم کر لیا جائے کہ۔ مسیح ان کے لئے مقتول و مصلوب کے مشابہ بن گیا یعنی آپ صلیب پر مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر قاضی صاحب نے کچھ باطل قسم کی علمی موشگافیاں ظاہر کی ہیں مگر وہ سب بے فائدہ ہیں کیونکہ اس جملہ کا صحیح مفہوم جملہ مجددین و ملہمین اور سلف صالحین" اسی انداز میں بیان فرما چکے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا جسے سولی پر چڑھایا گیا تھا۔ چنانچہ امام رازی۔ ابن تیمیہ" ابن کثیر" امام سیوطی" وغیرہ تمام حضرات جو قادیانیوں کے ہاں بھی معتمد او رمجدد و ملہم تھے اور مجدد بلا بلائے نہیں بولتے تھے۔ ان کی بات ماننا فرض ہے اور ان سے انحراف فسق

و کفر ہے۔ یہی مفہوم بیان کرتے ہیں۔

تو جب ان تمام اکابرین امتؒ نے یہی مفہوم مراد لیا ہے تو ہمیں یا کسی بھی حق پرست کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ ایسے اکابرؒ سے انکار و انحراف کر کے ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم کا مصداق بن کر اپنی دنیا و عاقبت برباد کر لے۔ مرزا قادیانی یا اس کے پیرو کار یا دیگر متجددین اور ملحدین الحاد کی لائن پر چلتے ہیں تو چلتے رہیں ہمیں ان سے کیا تعلق ہے۔ ہم پر تو ہمارے اسلاف کرام کی پیروی ضروری ہے۔

اب ہر کوئی اس مفہوم کی تصدیق کے لئے مجددین صالحین کی تفسیریں دیکھ سکتا ہے۔ بندہ حقیر بخوف طوالت ان کے اقتباسات نقل کرنے سے قاصر ہے۔ اگرچہ تمام مواد بالفعل میرے سامنے پڑا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مندرجہ بالا قرآنی جملہ ولکن شبه لهم کے تحت یہ معلوم ہو گیا کہ مسیح نہ قتل ہوئے نہ مصلوب' تو وہم پیدا ہوا کہ پھر مسیح گئے کدھر؟ کیونکہ اس کے بعد آپ اس ماحول میں نظر نہیں آئے۔ یہ وہم اس وقت کے یہود کو بھی پیدا ہوا تھا اور عیسائیوں کو بھی اور یہی وہم آج کل کے قادیانیوں کو بھی پریشان کر رہا تھا جس کے ازالہ کے لئے انہوں نے ولکنه اخلد الی الارض کی طرح زمین پر ہی نظر رکھی ہے رفع الی السماء کا عظیم مفہوم ان کی کج طبعی قبول نہ کر سکی لہٰذا مالک حقیقی نے ان تمام کے اوہام کو دور کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ

بل رفعه الله الیه کہ مسیح نہ تو یہود کی گرفت میں آئے کہ ان کو مقتول یا مصلوب کر سکیں اور نہ ہی وہ قادیانی باطل تخیلات کے مطابق کشمیر کو ہجرت گئے بلکہ ان کے رب نے انہیں اسی وقت نہایت عزت و احترام سے بحفاظت تمام و کمال زندہ ہی آسمان پر اٹھا کر نجس کفار کے ماحول سے نکال لیا اور انہیں عزت و شرف سے نواز دیا۔ تاکہ مطهرک من الذین کفروا والا وعدہ بھی ایفاء ہو جائے جب کہ بصورت ہجرت الی کشمیر تو ایک مزید متعفن ماحول میں پہنچ جاتے حالانکہ اس

سے نکالنے کا وعدہ تھا۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح کی ہجرت کشمیر کے قائلین اس جملہ قرآنی کے منکر اور مخالف ہیں۔ یاد رہے کہ و مطہرک سے مراد ان پر الزامات کی تردید نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی ہو چکی تھی۔

مزید ایک قادیانی دجل و فریب

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیرو کار بمع قاضی نذیر صاحب رفعہ اللہ الیہ کے معنی کرتے ہیں۔ عزت کی موت دی۔ آپ کی روح کو آسمان پر عزت کے ساتھ اٹھا لیا۔ گویا ان کے ہاں ارشاد فرقانی بل رفعہ اللہ الیہ۔ بغرض اعزاز و اکرام رفع جسمانی کے بارہ میں نہیں بلکہ محض روحانی ہے وہ آپ کے اس اعزاز رفیع کو پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ دریں صورت انہیں یہود کے ساتھ ہی اشتراک کرنا پڑے۔ اہل حق سے بگڑتی ہے تو پرواہ نہیں انہوں نے ہمیشہ انگریزی خدا اور انگریزی فرشتہ کی ہی بات قبول کرنا ہے۔

(نوٹ) قادیانیوں کا لفظ رفع کی بحث کو میں نے آل عمران کی آیت ورافعک الی میں مکمل کر دیا ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ویسے ایک آدھ بات یہاں مزید سن لیجئے کہ اس آیت کریمہ میں ترتیب کلام یوں رکھی گئی کہ اول اسم ظاہر۔ انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم الخ ذکر فرمایا۔ پھر اس کے بعد اس اسم ظاہر کے لیے کئی ضمیریں پے در پے ذکر فرمائیں۔ جیسے وما قتلوہ۔ وما صلبوہ۔ وما قتلوہ یقینا"۔ بل رفعہ اللہ یہ کل چار ضمیریں ہیں جن کا مصداق وہی ابتدا میں ذکر کردہ اسم ظاہر عیسی بن مریم ہے۔ جس کا مصداق جسم مع روح دونوں کا مجموعہ ہے تو جس چیز کو یہود قتل و صلب سے دوچار کرنا چاہتے تھے وہ ہی زندہ ذات مسیح۔ جسم بمع روح ہی ان چار ضمیروں کا مصداق ہے گویا معنی یہ ہوا۔ کہ یہود جس زندہ ذات مسیح کو (جسم مع روح کے) قتل کرنا چاہتے تھے اسی کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ ہی اسے مصلوب کر سکے اور یقینا" وہ ایسا ہرگز نہ کر سکے تو پھر کیا ہوا؟ یہ کہ اللہ تعالی نے اسی زندہ مسیح کو جو کہ مرکب جسم بمع روح تھا جس کو یہود کچھ بھی نہ کر سکے اسی کو بجسدہ العنصری خالق کائنات نے آسمان پر اٹھا لیا۔

اب واضح ہے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ مسیح سے مراد تو واقعی جسم بمع روح ہو مگر ان ضمیروں کا مصداق صرف مسیح کی روح ہو۔ اسی صورت میں انتشار ضمائر لازم آئے گا جو کہ اہل علم کے ہاں محال ہے۔ اور پھر اس میں کمال کیا ہے کہ خدا کے مقرب نبی مسیحؑ کو کفار یلغار کر کے مقتول و مصلوب کرنا چاہتے ہیں اور خدا وعدہ بھی دے کہ میں تجھے بچاؤں گا اور پھر فوراً اس کی روح نکال کر آسمان پر لے جائے۔ یہ کیا حماقت ہے۔ کفار منکرین تو آپ کے جسم کو قتل و صلب سے دوچار کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کی تائید کرتے ہوئے مسیح کے جسم و روح کا تعلق منقطع کر کے ان کی روح کو آسمان پر اٹھالیا۔ حالانکہ خطرہ جسم کو تھا نہ کہ روح کو۔ یہ ہے قادیانی نظریہ اور اس کا فلسفہ جس پر ایک بچہ بھی قہقہہ لگانے سے باز نہیں رہ سکتا۔

ہمارا قادیانیوں سے بمع قاضی صاحب کے ایک سوال۔

کہ اگر تمہارا نظریہ یہ ہے کہ یہود آپ کو مصلوب کر کے یعنی قتل بذریعہ صلیب کر کے آپ کو لعنتی موت مارنا چاہتے تھے جس کے رد میں خدا نے وعدہ دیا کہ یہ آپ کو مصلوب کر کے لعنتی موت نہیں مار سکتے بلکہ میں آپ کو طبعی موت دیکر آپ کی روح عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھالوں گا۔ تو پھر اس آیت سے پچھلی آیت میں جو قتلهم الانبياء بغير حق آیا ہے اور دیگر کئی مقامات پر یہ آیا ہے کہ یہود یقتلون الانبياء بغير حق کرتے تھے۔ تو ان انبیاء کے رفع روحانی کا کہاں تذکرہ ہے؟ آخر وہ بھی خدا کے برگزیدہ نبیؑ تھے یہود نے ان کو بھی جھوٹا قرار دینے کے لئے قتل و صلب سے دوچار کیا تھا۔ تو بتلایئے اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع اور اعزاز کو کہاں بیان کیا؟ اگر کہیں نہیں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ امتیازی سلوک کیوں؟ کم از کم قریبی شہید زکریا یحییٰؑ کے رفع روحانی کا ہی حوالہ دے دیجئیے؟

قادیانیوں یہ سب تمہارے ڈھکوسلے اور ابلیسی وسوسے ہیں کیونکہ

نہ تو یہ کوئی ضابطہ تھا کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔ کما قال

مرزا اور نہ ہی وہ مسیح کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کر سکے۔ بلکہ ہر مذہب وملت میں مقتول فی سبیل اللہ خدا کے ہاں نہایت معزز ومکرم ہوتا ہے لہٰذا بقول شما ایسے رفع کے بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ رفع جسمانی کا بیان ہے جو تمہاری بد فطرتی تمہیں قبول نہیں کرنے دیتی۔

تورات میں تو لکھا ہے کہ جو مجرم واجب القتل ہو اسے مار کر درخت پر ٹانک دے۔ (استثناء ص ۲۱ = ۲۳) یعنی واجب القتل مجرم کو پہلے قتل کرتے تھے پھر برائے عبرت اسے درخت پر یا کسی سولی مروجہ پر لٹکاتے چنانچہ یہ طریقہ اور دستور تورات میں کئی جگہ مذکور ہے جیسے کتاب پیدائش ۱۹:۴۰ اور کتاب یشوع ۲۶:۱۰۔ ایسے ہی قرآن مجید میں ہے لا قطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف ثم لا صلبنکم اجمعین۔

میرا چیلنج

میں مدت سے یہ چیلنج کر رہا ہوں کہ قادیانیو اپنے سرپرست عیسائیوں کو بھی ساتھ ملا لو جنہوں نے یہ من گھڑت انجیلی افسانہ گھڑا ہے۔ کہ مسیح کو چلتے پھرتے پہلے گرفتار کیا گیا پھر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان کی زبردست توہین کی گئی پھر نہایت تحقیر آمیز انداز سے ان کو سولی پر لٹکایا گیا اس کے بعد عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اس پر مر گئے تھے اور قبر میں بھی رکھے گئے لیکن تیسرے دن زندہ ہو کر کئی لوگوں کو نظر آتے رہے پھر اسی دن یا چالیس دن یا ایک طویل مدت کے بعد آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور مرزائی کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے ضرور گئے مگر اس پر مرے نہیں بلکہ مرنے کی طرح ہو گئے تھے پھر صلیب سے اتار کر کے ان کا علاج معالجہ کیا گیا اور پھر آپ کشمیر کو چلے گئے جہاں ۸۷ یا ۱۲۰ سال زندہ رہے پھر مر کر سری نگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔

مگر قرآن پاک ان تمام امور کی نفی کرتا ہے۔ مثلاً"

۱۔ ان کی گرفتاری ہی عمل میں نہ آسکی۔ فرمایا اذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ نیز یوحنا ۳۰:۷، ۳۳:۱۲

۲۔ ان کی کسی قسم کی توہین نہیں ہوئی۔ کیونکہ وکان وجیھا فی الدنیا والآخرہ

۳۔ ان کو قتل یا صلب سے ہرگز سابقہ نہ پڑا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ

۴۔ ان کی روح نہیں بلکہ ان کی مکمل ذات بابرکات کو بحفاظت تمام آسمان پر پہنچایا گیا۔ بل رفعہ اللہ الیہ کیوں؟ اس لئے کہ وکان اللہ عزیزا" حکیما"○

ایک اور قادیانی وسوسہ

مندرجہ بالا اشکال (کہ دیگر مقتول و شہید انبیاء کا رفع بھی دکھاؤ) کے پیش نظر قادیانی وقتلھم الانبیاء کا ترجمہ ان کے ارادہ قتل کی وجہ سے کرتے ہیں۔ گویا قتل کا معنی فعل قتل نہیں بلکہ ابھی ارادہ قتل ہے دیکھیے تفسیر صغیر از بشیر الدین محمود خلیفہ دوم۔

یہ ترجمہ غالبا" ہمارے مندرجہ بالا اشکال کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اب ہم اس ترجمہ کے پیش نظر دریافت کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں کئی جگہ قتل انبیاء کا تذکرہ ہوا ہے تو اگر ہر جگہ اس کا ترجمہ ارادہ قتل ہی کرلیں تو پھر آج تک راہ حق میں تو ایک بھی نبی نہ مارا گیا ہو گا۔ نہ آل عمران ۲۱ میں مذکور انبیاء اور حق پرست مبلغ ہی مارے گئے۔ اور نہ ہی سورہ توبہ میں مذکور یقاتلون فی سبیل فیقتلون ویقتلون کے تحت کوئی صحابیؓ ہی شہید ہوا ہو گا۔ اگرچہ کفار ان کا ارادہ قتل ضرور کرتے رہے۔ مگر بالفعل قتل کوئی نہ ہوا۔ نہ کوئی نبی۔ نہ صحابی اور نہ ہی دیگر کوئی مومن و صالح۔ بلکہ ان تمام کے متعلق ارلوہ قتل ہی ہوتا رہا۔ نہ کوئی بدر میں شہید ہوا نہ ہی احد و حنین میں نہ ہی موتہ اور یمامہ اور دیگر معرکہ ہائے حق و باطل میں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ یہ ہے قادیانی فہم و فراست یا جہالت و حماقت۔

الغرض قادیانی قاضی نذیر نے اس آیت کریمہ کو اسلامی عقیدہ کی تائید و حمایت سے خارج اور الگ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شگوفے چھوڑے ہیں کہ

۱۔ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔
۲۔ وما صلبوہ سے مراد صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے۔ صرف چڑھانا نہیں۔
۳۔ ولکن شبہ لھم سے مراد ہے کہ مسیح مقتول و مصلوب کے مشابہ ہو گیا تھا یعنی وہ صلیب پر مرے نہیں بلکہ ادھ موئے ہو گئے تھے بعد میں علاج معالجہ کرا کے کشمیر کو چلے گئے مگر آپ مندرجہ بالا تفصیل سے ان تمام شبہات کی صفائی اور ان کا حل بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ رفع سے مراد اگرچہ لغت میں رفع درجات بھی ہے مگر یہاں رفع جسمانی ہی مراد ہے روحانی نہیں۔ جس کی تائید و تصدیق سیاق کلام اور تمام اکابرین امت اور احادیث صحیحہ کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ کسی لفظ کے معنی موضوع لہ اور مستعمل فیہ میں امتیاز لازمی ہے۔

صلب سے مراد از روئے لغت صرف اور صرف سولی پر چڑھانا اور لٹکانا ہوتا ہے۔ پھر چاہے مصلوب مرے یا نہ مرے۔ مرنا مفہوم صلب میں داخل نہیں ہے ورنہ صرف لٹکانے کے لئے کون سا لفظ ہو گا؟

اسی طرح شبہ لھم سے مراد مسیح کا ہم شکل اور ہم شبیہ مراد ہے جس کو تمام تر سلف صالحین نے بالاتفاق ذکر کیا ہے۔ قادیانی مفہوم کہ مسیح مقتول و مصلوب کے مشابہ ہو گیا یہ کسی ایک نے بھی مراد نہیں لیا۔ لہذا اصولاً" ہمیں اپنے سلف صالحین۔ مجددین ملہمین" کی شہادت کو تسلیم کرنا لازمی ہے ورنہ بقول مرزا صاحب ان کے انکار و انحراف سے فسق و کفر کا فتویٰ صادر ہو گا اور ازروئے قرآن مجید ویتبع غیر سبیل المومنین کے نصلہ جھنم کے بھیانک اور تباہ کن انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جو کہ کسی بھی ذی ہوش انسان کو قبول نہیں ہو سکتا۔

ناظرینِ کرام اگرچہ مندرجہ بالا تفصیل سے اس آیت کریمہ کے متعلق تمام تر شبہات اور وساوس کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے مگر بندہ حقیر ذیل میں بالاستقلال اور نامزد قادیانی شبہات اور دجل و فریب کا پردہ بھی چاک کرنا چاہتا ہے تاکہ ہر سطح کے ناظرین کی مکمل تسلی اور شرح صدر ہو جائے وباللہ التوفیق وبہ استعین۔

قادیانی قاضی نذیر صاحب لکھتے ہیں کہ

بعض یہودی یہ کہتے تھے کہ مسیح کو سنگسار کر کے بعد میں صلیب پر لٹکایا

گیا اور بعض یہ کہتے تھے کہ مسیح کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا گیا ہے اور عیسائی بھی اسی دوسرے عقیدہ پر قائم ہیں اس لئے اللہ نے وما قتلوہ وما صلبوہ کہہ کر مطلق قتل کئے جانے کی بھی تردید کر دی اور صلیب پر مارا جانے کی بھی تردید کر دی اور فرمایا یہودیوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ صلیب پر مارا ہے لیکن وہ ان کے لئے مقتول اور مصلوب کے مشابہ کئے گئے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۴۲)

الجواب بعون الوہاب

ان اقوال یہود کا قاضی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ کہ ان کی یہ باتیں کہاں مذکور ہیں۔ محض اپنا باطل نظریہ ثابت کرنے کے لئے متعدد شقیں لکھدی ہیں۔ حالانکہ ان کا نظریہ قتل مسیح بذریعہ صلیب ہے پھر عیسائیوں کے ذمہ دوسرے نظریہ کو لگانا یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ عیسائیوں کے متعدد فرقے مطلقاً نفی صلیب کے بھی قائل ہیں جیساکہ ہم اہل اسلام۔ اور پھر اگر موجودہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے بھی تو وہ بھی قادیانیوں کی طرح محض سینہ زوری ہے انجیل سے ثابت نہیں ہوتا۔ جیساکہ بندہ نے "کسر صلیب" نامی رسالہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے صرف دونوں نظریئے ذکر کئے ہیں۔ مگر یہ تیسرا نظریہ ذکر ہی نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ سراسر حق و دیانت کی خلاف ورزی ہے دیکھیے موجودہ انجیل برنباس اور انجیل پطرس میں بھی اس نظریہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ عیسائیوں کے رسالہ "ک" میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ تو عیسائیوں کی محض سینہ زوری ہے جو انہوں نے موروثی گناہ اور اثبات کفارہ کے لئے یہ نظریہ وضع کر لیا ہے ورنہ درحقیقت یہ نظریہ مروجہ اناجیل سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا قاضی صاحب نے اس پیراگراف کی بنیاد انہی اختراعی خیالات پر رکھی ہے کہ صلیب کا معنی۔ صلیب پر مارنا ہے اور شبہ لھم سے مراد ہے کہ وہ مصلوب و مقتول کے مشابہ کر دیے گئے۔ مگر ان شبہات کا جواب پہلے گزر چکا ہے لہذا یہ سارا تانا بانا تار تار ہو گیا اور قاضی صاحب خالی ہاتھ رہ گئے۔

شبہ لھم میں مفعول مالم یسم فاعلہ کا معاملہ۔

جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

واضح ہو کہ شبہ لھم جملہ فعلیہ خبریہ ہے اس میں شبہ لھم فعل ماضی مجہول ہے جس کا اسناد سیاق کلام کے لحاظ سے یا مسیح کی طرف ہو سکتا ہے یا قتل و صلب کے معاملہ کی طرف۔ یعنی شبہ کی ضمیر واحد غائب مستتر یا حضرت مسیحؑ کی طرف پھرتی ہے یا واقعہ قتل کی طرف۔ تیسرا کوئی امر یا شخص مذکور نہیں جو اس ضمیر کا مرجع بن سکے دونوں صورتوں میں مال (انجام و نتیجہ) یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا معاملہ یہود پر مشتبہ ہو گیا۔ پہلی صورت میں تقدیر کلام ولکن شبہ المسیح لھم ہو گی اور اس صورت میں مسیحؑ مشبہ ہو گا اور مطلق مقتول و مصلوب نہ کہ کوئی معین مقتول و مصلوب مشبہ بہ اور دوسری صورت میں تقدیر کلام یوں ہو گی شبہ امر القتل والصلب لھم کہ قتل کئے جانے اور صلیب دیئے جانے کا معاملہ یہودیوں پر مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے غیر مقتول اور غیر مصلوب کے مقتول و مصلوب ہونے کا گمان کر لیا۔ (پاکٹ بک ص ۴۲ و ۴۳)

الجواب بعون العلام الوہاب

قاضی صاحب نے اتنی عمیق فنی مغزماری میں محض وقت ضائع کیا ہے۔ ان کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ آخر میں انہوں نے اپنی بے شعوری میں اسی حقیقت کا اقرار و اعتراف بھی کر لیا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے یہ ذہنی ورزش کرتے رہے ملاحظہ فرمایئے ان کی تحریر کے آخری خط کشیدہ الفاظ۔ پھر اس ذہنی کشمکش میں ان کی اس تقریر کے اول و آخر میں کیسا واضح اور نتیجہ خیز تضاد پیدا ہو گیا۔ ابتدا میں اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی مگر آخر میں مکمل صلح و اتفاق سچ ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ناظرین کرام! ازروئے فن نحو واقعۃ" امکانی طور پر مندرجہ بالا دونوں تقدیروں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ شبہ کی ضمیر مستتر کا مرجع کیا ہے؟ یعنی اس فعل مجہول کا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے؟ آیا وہ ذات مسیح ہے یا امر قتل و صلب بایں طور کہ فعل قتل و صلب کا محل کون ہے؟ آیا مسیح یا کوئی فرد دیگر۔ کیونکہ مطلق فعل کا وقوع متصور نہیں ہو سکتا گویا قاضی صاحب کی اس باریک بینی اور عرق ریزی کا حاصل یہی نکلا کہ اشتباہ اس معاملہ میں ہے کہ فعل قتل و صلب کا محل اور متعلق کون ہے۔ مسیح یا کوئی اور ویسے مطلق وقوع فعل قتل و صلب میں کوئی اشتباہ نہیں کیونکہ اس کا وقوع تو علی روس الاشہاد عالم خارج میں ہوا ہے۔ مگر واقع کس پر ہوا مسیح پر یا کسی اور پر؟ یہ محل اشتباہ اور وہم ہے جس کا ازالہ حرف لکن سے کیا جا رہا ہے۔ تو اس بارہ میں ہم جملہ اہل اسلام .شہادۃ نصوص قرآن و حدیث اور باتفاق و اجماع جملہ اکابرین امت اس حقیقت پر متفق ہیں کہ اس فعل قتل و صلب کا محل اور متعلق ذات مسیح نہیں (لان اللہ قد شہد وما قتلوہ وما صلبوہ) بلکہ کوئی اور فرد انسانی ہے جس کا تعین شخصی ضروری نہیں۔ کیونکہ مقصود یہاں صرف مسیح سے قتل و صلب کی نفی ہے جب کہ یہود و نصاری اور ان کی اتباع میں قادیانی کہتے ہیں کہ اس فعل قتل و صلب کا متعلق ذات مسیح ہے۔ دوسرا کوئی فرد نہیں ہے اسی بنا پر ہم ولکن کے بعد تعیین متعلق کے لئے ولکن قتلوا من شبہ لہم تقدیر کلام طے کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ حل۔ اور حقیقت متفق علیہ واضح ہو جاتی ہے پھر ان تینوں گروہوں میں متعلق فعل کے بارہ میں ضمنی اختلاف بھی ہے بعض کامل وقوع کے قائل ہیں جیسے یہود و نصاری اور بعض ناقص کے جیسے قادیانی۔ ویسے مطلق وقوع فعل کے بارہ میں سب متفق ہیں مگر خدا کی قدرت ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے مخاطب قاضی نذیر صاحب نے لاشعوری میں آخر میں ووٹ ہمارے حق میں دیدیا۔ فلا شک ان الحق یعلوا ولا یعلی فللہ الحمد والمنہ۔

حرف لکن کے بارہ میں قادیانی وسوسے

ولکن شبہ لہم کے متعلق حضرت مولینا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب لاجواب شہادہ القرآن ص ۷۱ تا ۸۱ حصہ اول پر بہترین علمی بحث کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے مگر قاضی نذیر صاحب نے حسب فطرت مرزائیت اس بحث پر کافی بے مقصد لے دے کر کے اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ اصل حقیقت کا اقرار و اعتراف اپنی بے شعوری میں کر چکے ہیں لہٰذا اب ان کی میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر بحث محض اپنی حماقت کا اظہار ہے۔

چنانچہ آنجناب شہادۃ القرآن کے متعلق یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ

ایک غلط توجیہ

بعض مفسرین نے جن میں مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی بھی شامل ہیں یہ توجیہ کی ہے کہ شبہ لھم کے یہ معنی ہیں کہ کوئی اور آدمی مسیح کا ہم شکل اور مشابہ بنا دیا گیا اور اسے مقتول و مصلوب کر دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا اس تفسیر کے درست ہونے کے متعلق ان کی دلیل یہ ہے کہ لکن سے پہلے اگر منفی جملہ آجائے تو پہلے جملے کا مثبت فعل ولکن کے بعد محذوف ماننا پڑے گا اور اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہو گی۔

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن قتلو من شبہ لھم

اس توجیہ کا ترجمہ مولوی صاحب نے یوں کیا ہے۔

> لیکن انہوں نے اس شخص کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا جو ان کے لئے مسیح کے مشابہ بنا گیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

> مولوی صاحب کی یہ توجیہ اور ان کے ساتھ بعض مفسرین کی اس قسم کی توجیہات صرف اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر رکھا ہے کہ نہ صرف یہ کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ صلیب پر چڑھائے بھی نہیں گئے اور اس روایت کو قبول کر لیا جو پرانے معدوم عیسائیوں کے ایک حصے میں چلی آتی تھی کہ مسیح کی جگہ دوسرا

شخص شمعون قرینی یا یہودا اسکریوتی مسیح کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے صلیب دیا گیا اور حضرت مسیح درمیان سے غائب ہو گئے یہ روایت جعلی معلوم ہوتی ہے۔ (پاکٹ بک ص ۴۴)

ناظرین کرام! مندرجہ بالا طویل اقتباس سے آپ کو قادیانی مقاصد واضح طور پر معلوم ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر جناب قاضی صاحب نے یہ تمام پر پیچ بحث شروع کی ہے۔ جناب قاضی صاحب نے میر سیالکوٹی اور بعض مفسرینؒ کو ہدف بنا کر جن نکات کو اٹھایا ہے کہ میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی شبہ لھم کی توجیہ ان وجوہات کی بنا پر ہے اور پھر ان وجوہات کو بے وزن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو آپ ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ توجیہات صرف میر صاحبؒ کی ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ اور اکابر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ولکن شبہ لھم کی تقدیر قتلوا من شبہ لھم ہی ہے تمام اکابرین امت مسیح کے مشابہ فرد کی مصلوبیت کو تسلیم کرتے ہیں کسی ایک مفسر نے بھی اس کے خلاف نہیں لکھا۔ جملہ تفاسیر ملاحظہ کر لیجئے۔

تمام امت نے بالاجماع حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر جانا تسلیم کیا ہوا ہے اور یہ کسی غیر اسلامی روایت کی بنا پر نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص قطعیہ کی بنا پر ہے۔

قاضی صاحب نے محض بات کو خفیف کرنے کے لیے شبہ لھم کی یہ مسلمہ توجیہ مولینا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر مفسرینؒ کے ذمہ لگائی ہے تاکہ اصل حقیقت سے راہ فرار اختیار کرنے کی گنجائش نکل سکے مگر ان کی یہ تمام تگ و دو محض بے سود ہے۔ چنانچہ اسی اتفاقی عقیدہ کا خود قاضی صاحب نے بھی اپنی بے شعوری میں اعتراف کر لیا ہے لہٰذا اس کے بعد یہ واویلا محض فضول ہے۔

قاضی صاحب نے مسیح کے مشابہ دوسرے فرد کی مصلوبیت کو اپنے باطل نظریہ کے پیش نظر بعض معدوم عیسائیوں کے ذمہ لگا کر تمام امت مسلمہ اور تمام اکابر مفسرین مجددین ملہمین کی توہین و تحقیر کا ارتکاب کیا ہے جو کہ ان کی فطرت اور طبعیت ہے۔ جب کہ یہ نظریہ جملہ مجددین ملہمین امت کا ہے۔ جس سے انحراف و انکار ویتبع غیر سبیل المومنین کے تحت دخول نار ہی کا باعث

ہے۔

پھر قاضی صاحب نے حرف لکن کے متعلق محض اختراعی بحث چھیڑ کر اکابرین امت اور آئمہ فن کی توہین کا ارتکاب بھی کیا ہے اور خواہ مخواہ لکن کے متعلق من گھڑت قواعد کا اضافہ کر کے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے جیسے ان کے گرو مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے بارہ میں محض اختراعی قواعد کا اضافہ کر کے جمیع امت مسلمہ کے اتفاقی نظریہ میں رخنہ اندازی کرنے کی مذموم سعی کی تھی۔ ورنہ ان دونوں گرو اور چیلے کی من گھڑت دفعات کا کوئی ثبوت نہیں۔

یہ حقیقت ملحوظ خاطر رہے کہ آیت کریمہ میں اصل بات صرف نفی قتل و صلب عن المسیح ہے۔ یعنی مطلق فعل قتل و صلب سے انکار نہیں بلکہ اعتراف وقوع کے بعد بطور قصر قلب کے مسیح سے قتل و صلب کی نفی اور دیگر کسی فرد غیر معین کے لئے اس کا اثبات ہے۔

بالفاظ دیگر بواسطہ حرف لکن جو کہ برائے استدراک آتا ہے فیصلہ کر دیا کہ مطلق فعل قتل و صلب ضرور وقوع پذیر ہوا تھا مگر فعل کے متعلق اور مسند کا مسند الیہ مسیح نہیں بلکہ شخصے دیگر ہے کیونکہ حرف لکن بنیادی طور پر استدراک یعنی ازالہ وہم کے لئے آتا ہے کہ حرف لکن کے پہلے جملہ کے متعلق فعل کے بارہ شبہ کا ازالہ کر دیا جائے کیونکہ کوئی بھی فعل بلا متعلق یا مسند الیہ کے وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب کہ فعل نعدی ہو مثلاً" ایک آدمی کہتا ہے کہ بشیر احمد نے کتاب پڑھی ہے دوسرا کہتا ہے کہ اس نے کتاب نہیں پڑھی۔ تو اب وہم ہوا کہ آیا کسی نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کتاب پڑھنے کا فعل وقوع میں بھی آیا یا نہیں تو اس کے ازالہ کے لئے حرف لکن استعمال ہوتا ہے کہ بھائی پڑھنے کا فعل تو ضرور واقع ہوا ہے مگر وہ بشیر احمد نے نہیں پڑھی بلکہ کسی اور نے پڑھی ہے تو گویا نفس فعل کا انکار نہیں بلکہ متعلق فعل کے بارہ تھا کہ بشیر احمد نے نہیں بلکہ منیر احمد نے پڑھی ہے یا مفعول کے متعلق شبہ ہوا کہ بشیر احمد نے کچھ پڑھا ضرور ہے مگر کتاب نہیں بلکہ کوئی رقعہ یا تختی پڑھی ہے اسی طرح یہاں معاملہ ہے کہ یہود نے دعوی کیا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ کہ یہود کا مسیح کے متعلق دعوی قتل بذریعہ صلب بالکل غلط ہے۔ اب شبہ ہوا کہ آیا فعل قتل و صلب وقوع پذیر ہوا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس شبہ کا ازالہ حرف لکن سے فرمایا کہ فعل قتل و صلب تو واقعۃً" صادر ہوا مگر اس فعل کا متعلق اور مفعول بہ وہ نہیں جس کے متعلق تم دعوی کر رہے ہو بلکہ کوئی دوسرا فرد ہے جو مسیح کے ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔

اس کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح نہ قتل ہوئے اور نہ ہی مصلوب ہوئے تو وہ گئے کدھر؟ کیونکہ اس کے بعد انہیں اس ماحول میں دیکھا نہیں گیا ہے اور نہ ہی وہ اس علاقہ میں طبعی موت وفات پاگئے کیونکہ یہ بات نہ درحقیقت واقع ہوئی اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے نہ یہود نہ نصاریٰ ہاں موجودہ زمانہ میں صرف قادیانی نے طبعی وفات کا شوشہ چھوڑا ہے اور کوئی بھی قائل نہیں تو پھر غیوبت مسیح یعنی عدم موجودگی کی حقیقت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ بل رفعہ اللہ الیہ۔ کہ اللہ کریم نے انہیں اپنی طرف (یعنی آسمان پر) بلا لیا آخر ایسا کیوں ہوا؟ حسب سابق کوئی بندوبست کیوں نہ فرمایا گیا؟ کہ آپ کے دشمنوں کو ختم کر کے آپ کو محفوظ کر لیا جاتا یا دوسرے علاقہ میں ہجرت کا حکم دیدیا جاتا جہاں آپ کے اعوان و انصار بکثرت مہیا کر دیئے جاتے جیسے خاتم الانبیاء ﷺ کا معاملہ ہوا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے حسب حضرت مسیح کے ساتھ سب سے الگ اور انوکھا معاملہ فرمایا کہ ان کو کسی محفوظ جگہ ارضی کے بجائے آسمانوں پر اٹھا لیا۔ انسانی اعوان و انصار مہیا فرمانے کی بجائے اپنی خصوصی حفاظت میں پہنچا دیا۔ کیونکہ وہ عزیزا" حکیما" وہ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے۔ اس معاملہ کی وجوہات اور اغراض و مقاصد منفردہ کو وہی خوب جانتا ہے لہٰذا اس نے انہی وجوہات کے پیش نظر ان سے ایسا منفرد اور عجیب معاملہ فرمایا ہے تمہیں اس پر چیں بچیں یا حیران و پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مالک و مدبر وہ ہے تم نہیں۔ چنانچہ اس نے مسیح کو آیۃ للناس بنایا ہے لہٰذا ان کے متعلق معاملہ بھی عام حالات سے الگ اور منفرد ہو گا۔

حرف لکن کی فنی بحث (لفظی و معنوی)

حرف لکن۔ یہ حرف ن کی جزم کے ساتھ ہمیشہ دو جملوں کے درمیان آتا ہے اور کبھی یہ عاطفہ ہوتا ہے اور کبھی ابتدائیہ۔ عاطفہ کی صورت میں مابعد کے جملہ میں ہمیشہ ایک جز جملہ محذوف ہوتا ہے جسے تقدیر کلام کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے اور ابتدائیہ کی صورت میں دوسرا جملہ ہمیشہ اپنے اعراب میں مستقل ہو گا۔

مشترک امور

لکن ہمیشہ استدراک یعنی دفع وہم کے لئے آتا ہے عاطفہ ہو یا ابتدائیہ اور ہمیشہ اس کے بعد والا جملہ پہلے والے کے مخالف ہو گا لفظاً" و معناً" یا فقط معناً"۔ یعنی اگر پہلا جملہ منفی یا منہی عنہ ہو گا تو بعد والا لازماً" مثبت یا مامور بہ ہو گا عاطفہ کب ہو گا؟ جب کہ تین شرائط موجود ہوں۔

۱۔ لکن کے بعد والا حصہ یعنی معطوف بہ مفرد ہو جملہ نہ ہو جیسے ما اکلت خبزا لکن الثمار

۲۔ اس کے پہلے حرف واؤ نہ ہو جیسے ملاقیت الفاجر لکن البار اگر حرف واؤ بھی ہو تو وہاں لکن ابتدائیہ ہو گا اور اس صورت میں عطف جملہ کا سابقہ جملہ پر ہو گا اور پھر برابر ہے کہ یہ جملہ فعلیہ ہو جیسے مثال مذکور یا جملہ اسمیہ ہو جیسے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ

۳۔ تیسری شرط یہ ہے لکن سے پہلے نفی یا نہی ہو جیسے لاتاکل الفاکھہ الفجۃ لکن الناضجہ (النحو الدانی ص ۶۱۶ و ۶۱۷ ج ۳)

کتب فن میں حرف لکن کی بحث کا خلاصہ یہی ہے دیکھیے النحوالوافی۔معنی اللبیب اور توضیح تلویح وغیرہ۔

نکتہ عجیبہ

یہود کے دعوی قتل۔ اناقتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ الخ پر غور فرمائیے کہ انہوں نے اپنے دعوی میں فعل قتل اور متعلق فعل (مفعولا") دونوں کا ذکر کیا ہے مگر زیادہ صراحت متعلق فعل کی کی ہے۔ کہ اس میں علم۔

لقب اور وصف رسالت تینوں کا ذکر کیا تا کہ متعلق فعل خوب واضح ہو جائے مگر فعل کا صرف سادہ سا ذکر ہی کیا۔ اس ترکیب کلام سے صاف معلوم ہو گیا کہ اصل تنازعہ اور بحث فعل قتل کے وقوع میں نہیں کیونکہ وہ تو واقعتہ" واقع ہوا ہی تھا اختلاف تو متعلق فعل میں ہے کہ قتل و صلب کا فعل واقع کس پر ہوا تو یہود نے تاکیدا" مکمل صراحت کی کہ وہ مسیح تھے۔ جو عیسی بن مریم کہلاتے ہیں اور جو مدعی رسالت بھی ہیں گویا علم۔ لقب اوز وصف تینوں کا ذکر کر دیا تو ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے بھی تین بلکہ چار دفعہ ضمیر کو استعمال فرمایا۔

ما قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقینا" بل رفعہ اللہ الیہ کہ یہود نے اس مسیح کو قتل نہیں کیا انہوں نے عیسی بن مریم کو صلیب پر نہیں چڑھایا انہوں نے یقینا" خدا کے رسول کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبر کو بحفاظت تمام (حسب وعدہ انی متوفیک ورافعک الی) اور حسب اظہار شان (وجیھا فی الدنیا والآخرۃ) زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا۔ گویا انہوں نے متعلق فعل کے بارہ میں ضد اور اصرار کیا کہ وہ مسیح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ضد اور صراحت کو ذکر کرتے ہوئے بار بار تردید کی۔ یعنی فعل قتل و صلب کی نفی نہیں بلکہ متعلق فعل کی نفی فرمائی کہ وہ بزعم یہود ہرگز مسیح نہیں تھے بلکہ کوئی اور تھا۔

نکتہ دوم۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو قتل کے علاوہ ہر قسم کی تکلیف پہنچائی گئی ہوتی۔ کہ آپ کو گرفتار کر کے توہین و تحقیر کی گئی۔ آوزے بھی کسے گئے حتی کہ آپ کے ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھونک کر بھوکا پیاسا صلیب پر لٹکا دیا گیا حتی کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر بے ہوش اور مرنے والے ہو گئے جیسا کہ مروجہ اناجیل میں ہے اور مرزا بھی یہی کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان افعال قبیحہ کی بنا پر یہود پر لعنت کرتے صرف قتل کا نام لے کر ان کو لعنت نہ کرتے ظاہر ہے کہ یہ تمام افعال بھی نہایت برے اور قابل غضب الٰہی تھے اگر واقعی یہ افعال سرزد ہوتے تو ان کا لازمی ذکر کیا جاتا صرف قتل کا ذکر کر کے ان کو ملعون قرار نہ دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی فعل سرزد نہیں ہوا بلکہ حضرت مسیح کو حسب فرمان الٰہی کان وجیھا" فی الدنیا ۔عزت و احترام اور بحفاظت کمال آسمان پر اٹھا کر ملائکہ کے ماحول میں

پہنچا دیئے گئے پھر اس حقیقت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی واضح طور پر ہو جاتی ہے۔ کہ جو سورۃ مائدۃ کے آخر میں روز قیامت اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کو اپنے احسانات یاد کراتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ

واذ کففت بنی اسرائیل عنک کہ اے میرے مقدس نبی میرا وہ احسان بھی یاد کیجئے کہ جب یہود آپ کو گرفتار کر کے آپ کی توہین و تحقیر کرنے کے خواہاں تھے مگر میں نے ان کو آپ تک رسائی ہی نہ ہونے دی بلکہ بحفاظت تمام بلا خراش اوپر آسمان پر اٹھا لیا۔ چنانچہ یہی مضمون انجیل یوحنا کے حوالہ سے بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے اس تفصیل سے سو فیصد یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ بقول مرزا اور نصاریٰ مسیح کے ساتھ کوئی توہین و تحقیر کا معاملہ نہیں ہوا۔ یہ محض یہود کی اور ان کی اتباع میں قادیانی کی خرافات ہیں اعاذنا اللہ منہا۔

نیز دریں صورت خدا تعالیٰ کا فرمان ومکروا مکراللہ واللہ خیرالماکرین میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا غلبہ ثابت نہیں ہو سکتا نیز اگلی آیت اذ قال اللہ یا عیسیٰ الخ کا تعلق و ربط اس آیت سے صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے اذ کا مظروف سابقہ آیت ہرگز نہیں بن سکتی گویا پھر تمام قرآنی تفصیلات ہی مخدوش ہو جاتی ہے جو ہرگز کسی بھی مومن بالقرآن کے لئے قابل تسلیم نہیں لہٰذا لازماً" مروجہ اناجیل کی تفصیل اور نظریہ قادیانی سے اجتناب لابدی ہے۔

قاضی نذیر کا ایک اختراعی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب کو دراصل اہل اسلام کے نظریہ حق کے ساتھ قلبی عناد ہے وہ اس کو ہر صورت میں مخدوش کرنے کی فکر میں غلطاں ہیں چنانچہ آپ نے مندرجہ بالا بحث میں ملاحظہ فرمایا کہ جملہ ولکن شبہ لھم کا صحیح مفہوم واضح کرنے کے لیے اکابرین مفسرین کی اتباع میں میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقدیر کلام یوں واضح کی۔ کہ ولکن قتلوا وصلبوہ من شبہ لھم یعنی وضاحت حق کے لیے ولکن کے بعد مسندالیہ کو لفظ من سے واضح کیا کیونکہ مسندالیہ کے بارہ ہی میں سارا نزاع ہے اور یہی تعبیر امت کی اجماعی تعبیر ہے چنانچہ اکابر مفسرین نے شبہ لھم کی تقدیر یوں ہی واضح کی ہے کسی نے بالصراحت اور کسی نے ذکر مفہوم کے ضمن میں حتی کہ اس کے خلاف کسی ایک معتبر مفسر نے بھی نہیں لکھا۔ اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے اس کے بعد بندہ نے لکن کی مکمل مستند بحث بھی ذکر کر دی جو ان اساطین فن کی کتب میں ہے کہ جن کے سامنے قادیانیوں کی بمع مرزا قادیانی طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں ہے۔

حضرت العلام میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب شہادۃ القرآن میں من شبہ لھم کی پیش کردہ تقدیر کلام کی حمایت و تائید میں مزید کئی قرآنی آیات بھی ذکر کی ہیں مثلاً" ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ (الاحزاب) کہ یہاں بھی لکن کے بعد کان مقدر ہے ماکان لبشر ان یوتیہ الکتاب والحکم والنبوہ ثم یقول للناس کونوا عبادالی ولکن کونو ربانین میں تقدیر ولکن یقول کونوا ربانین۔ دیکھیے یہاں بھی لکن کے بعد فعل مثبت مقدر ہے۔ وغیرہ

اس کے جواب میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ لکن کے بعد والے جملہ کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ جب لکن کے بعد کلمہ مفرد یا مفرد کے حکم میں ہو تو پھر واقعی مثبت فعل مقدر ہوتا ہے مگر جب اس کے بعد جملہ خبریہ ہو تو پھر وہاں فعل مقدر ماننا جائز نہیں جیسے ماکنت تدری مالکتاب ولا الایمان ولکن

جعلنا نورا نهدی به من نشاء یا ولو شاء الله ما اقتتل الذین من بعدهم من بعد ما جاء تهم البینٰت ولکن اختلفو قاضی صاحب کہتے ہیں کہ دیکھیے یہاں ولکن ۔ بعد ماکنت تدری کے مقابلہ میں مثبت فعل مقدر نہیں اور ایسے ہی ما اقتتل کے مقابلہ میں لکن کے بعد مثبت فعل مقدر نہیں مانا گیا۔

ایسے ہی ولکن شبہ لهم کی مثال میں بھی چونکہ لکن کے بعد جملہ فعلیہ ہے لہذا هم من کا کلمہ مقدر ماننا تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تو وہاں ہو گا جہاں ولکن کے بعد مفرد یا ایسا مرکب ہو جو حکم مفرد میں ہو نہ کہ خود ہی جملہ خبریہ ہو لہٰذا اگر مولوی ابراہیم والا حذف ہر جگہ جاری ہوتا تو مندرجہ بالا میری پیش کردہ مثالوں میں بھی یہ قاعدہ چلتا۔ لیکن جب یہاں نہیں چلا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ خاص تراکیب میں چلتا ہے نہ کہ ہر جگہ جیسے ولکن شبهہ لهم والی ترکیب میں بھی حسب وضاحت یہ نہیں چل سکتا۔

الجواب بعون العلام الوہاب

قاضی صاحب چونکہ بنیادی طور پر نظریہ حیات مسیح کے مخالف ہیں لہٰذا انہوں نے اس قسم کے من گھڑت قواعد کا اختراع کرنا ہی ہے ورنہ کسی بھی نحو کی کتاب میں یہ قاعدہ مذکور نہیں۔ یہ مفرد یا جملہ کی تقسیم قادیانی اختراع کے مطابق نہیں بلکہ حرف لکن کے بعد جب جملہ فعلیہ یا اسمیہ واقع ہوتا ہے۔ تو اس وقت لکن سے پہلے واؤ عاطفہ آتا ہے اور حرف لکن برائے ابتدا واقع ہوتا ہے۔ نہ کہ برائے عطف تو وہاں بذریعہ واؤ مستقل بلا اعراب جملہ واقع ہو گا اور کسی مقدر لفظ کی تلاش نہ ہو گی۔ بخلاف اس کے جب حرف لکن کے بعد مفرد یا مفرد کے حکم میں کوئی کلمہ واقع ہو تو وہاں تکمیل مفہوم کے لئے تکمیل جملہ بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ عطف مفرد علی الجملۃ تو جائز نہیں ہے لہٰذا تقدیر برائے تکمیل جملہ لازمی ہو گا۔

ہاں زیر بحث ترکیب ولکن شبہ لهم میں چونکہ فعل ہی ہے جو کہ بلا اس کے متعلق یا محل کے بے مقصد ہے لہٰذا اس کے اظہار کے لئے تقدیر کلمہ من

قتلوا لازمی ہو گا نیز اظہار حقیقت اور حل نزاع کے لئے بھی یہ تقدیر کلام لازمی تھی کیونکہ جہاں بھی کسی فعل یا اس کے متعلق کو مقدر مانا جاتا ہے تو اس کا مقصد وحید صرف یا ازالہ وہم ہوتا ہے یا کوئی حل نزاع۔ محض شوقیہ طور پر کسی کلمہ کو محذوف ماننا کون تسلیم کرتا ہے کیونکہ خطاب یا کلام ہوتا ہی اظہار مافی الضمیر کے لیے ہے اور جب کلام میں اختصار ہو یا کوئی وہم ہے تو اس کے ازالہ کے لئے ہی اس کلام میں کچھ اجزاء مقدر مانے جاتے ہیں یہ تقدیر نہ تو تحریف کلام ہوتی ہے اور نہ ہی بلا ضرورت تطویل۔ بلکہ صرف اظہار حقیقت ازالہ وہم اور تصفیہ نزاع کے لئے ہوتی ہے۔

اب ترکیب زیر بحث میں بھی یہی ضرورت ہے کہ شبہ لھم کا لفظی ترجمہ تو صرف یہی ہے کہ ان کو اشتباہ ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ ان کا اشتباہ یا تو نفس فعل میں ہو سکتا ہے یا متعلق فعل میں۔ لہٰذا ہم نے نفس واقعہ اور سیاق کلام سے طے کیا کہ یہاں اشتباہ نفس فعل میں نہیں بلکہ متعلق فعل میں واقع ہوا ہے کیونکہ یہود کا دعوی تھا کہ ہم نے مسیح کو بذریعہ صلیب قتل کر دیا ہے۔ تو اب یہاں دو چیزیں ہیں ایک فعل قتل و صلب اور دوسری متعلق فعل یعنی مقتول و مصلوب۔ اب اس کے بعد اللہ نے ان کا رد فرمایا کہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ کہ انہوں نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ ہی مسیح کو صلیب پر لٹکایا۔ تو پھر دونوں چیزوں کا تذکرہ ہو گیا نفس فعل قتل و صلب کا اور اس کے متعلق کا بھی لہٰذا اس کے بعد فرمایا کہ ولکن شبہ لھم کہ یہود کو اشتباہ ہو گیا۔ تو سوال پیدا ہوا کہ اشتباہ کس بات میں ہوا۔ آیا نفس فعل قتل و صلب میں یا اس کے متعلق مقتول و مصلوب میں تو امت مسلمہ نے اتفاقاً" اور اجماعاً" سیاق کلام اور دیگر نصوص قطعیہ کی روشنی میں فیصلہ کیا کہ یہود کو نفس فعل میں اشتباہ نہیں ہوا بلکہ متعلق فعل میں اشتباہ ہو گیا تھا کہ آیا مسیح ہی مقتول و مصلوب ہوا ہے یا کوئی اور فرد۔ تو چونکہ وما قتلوہ وما صلبوہ خود اللہ کریم نے فیصلہ دیدیا کہ مقتول و مصلوب مسیح نہیں جب کہ نفس فعل کی نفی نہیں فرمائی تو واضح ہو گیا کہ فعل قتل و صلب تو ضرور وقوع پذیر ہوا مگر اس کا متعلق مسیح نہیں تھا۔ شخصے دیگر تھا لہٰذا اسی حقیقت کو واضح کرنے کے

لیے ولکن شبہ لھم کی ترکیب کو ولکن قتلوا وصلبوہ من شبھہ کی صورت میں ظاہر کیا گیا جو کہ قواعد نحو کے قطعاً" منافی نہیں ہے کیونکہ تمام اصحاب تفسیر و آئمہ ہدیٰ نے سوفیصد اسی ترکیب کو استعمال کر کے اسکے مطابق مفہوم بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا اب اس میں محض من گھڑت نحوی موشگافیاں نکالنا اور سلف صالحین کی تغلیط کرنا محض حماقت و جہالت تو ہو سکتی ہے کوئی معقولیت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے محترم قاضی صاحب جتنی بھی طویل بحث کریں محض ضیاع وقت اور جہالت کا ہی اظہار ہو گا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلے گا۔

کیونکہ اہل حق کی توجیہات اپنے نظریہ حق کی تائید پر مبنی ہیں اور قادیانی قاضی کی اپنے باطل نظریہ کی حمایت میں لہٰذا اصل بنیاد وہی نظریہ ہو گا جسے فریقن نے اختیار کیا ہوا ہے۔ جس کا نظریہ مبنی برحق ہے ان کی تمام توجیہات بھی برحق ہوں گی کیونکہ یہ قواعد فن تو محاورہ زبان کے استقراء پر مبنی ہوتے ہیں منصوص من اللہ نہیں ہوتے اسی لئے جہاں کسی ترکیب میں قاعدہ کی فٹنگ نہ ہو سکے تو اس ترکیب کو شاذ کہہ کر گلو خلاصی کرا لی جاتی ہے ویسے بھی قواعد اکثری ہوتے ہیں لہٰذا اصل بنیاد نصوص قطعیہ ہوتے ہیں نہ کہ قواعد فن بلکہ یہ تو محض حمایت و تائید کا فائدہ دیتے ہیں قطعیت کا نہیں۔

یاد رہے کہ یہ آخری بحث اس صورت میں ہو رہی ہے کہ جب قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا اپنے اختراعی قاعدہ پر ہی ڈٹے ہیں۔ ورنہ تو یہاں کوئی قادیانی قاعدہ نہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کے اس باطل نظریے (وفات مسیح) کا ثبوت ممکن ہے۔

نوٹ! واضح رہے کہ قائلین حیات میں تمام مجددین و مفسرین نیز آئمہ لغت اور فن بھی شامل ہیں انہوں نے ہر بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس آیت اور دیگر آیات کی روشنی میں اس بحث کو مکمل و مدلل فرمایا ہے مثلاً" علامہ زمخشری امام رازی اور ابن تیمیہ" وغیرہ اکابرین علم و معرفت۔

شبہ لھم کے متعلق ایک مزید قادیانی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اہل اسلام کے نظریہ کے مطابق کسی

دوسرے آدمی کو مسیح کے ہم شکل بنا کر مصلوب قرار دینے میں اللہ تعالیٰ پر التباس حق کا الزام آتا ہے۔ نیز اگر دوسرا شخص مسیح کا ہم شکل بنا کر مصلوب کر دیا جاتا تو وہ اور اس کے اقربا ضرور شور کرتے کہ وہ تو عیسیٰ نہیں۔ پھر وہ مارا بھی جاتا تو منظم رومی حکومت میں شور پڑ جاتا کہ اصل مجرم کی جگہ حکومت نے دوسرا آدمی مار ڈالا ہے اور مقتول و مصلوب کے ورثا حکومت سے اپیل کرتے اور تحقیقات پر حقیقت کھل جاتی کہ بے گناہ انسان مارا گیا ہے۔ حکومت کے کارندوں کو حکومت سزا دیتی اور وارثوں کو تاوان اور یہود کا یہ شبہ مٹا دیا جاتا کہ حضرت عیسیٰ مقتول و مصلوب ہو گئے۔ (پاکٹ بک ص ۴۵)

تبصرہ و تجزیہ

قاضی صاحب کی ایسی بے تکی اور اکھڑی اکھڑی بے مقصد باتیں محض "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کا مصداق ہیں۔ قاضی صاحب عقائد و نظریہ ایسی گری پڑی دور از کار باتوں سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ وہ تو واضح اور قطعی نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ نصوص میں جب قادیانیت کچھ ثابت نہ کر سکی تو پھر ایسی دور از کار باتوں اور وسوسوں سے کیا بنے گا۔ جب شبہ لھم کی حقیقت ثابت ہو چکی تو اب تمہارے اس واویلا سے کیا ہو سکتا ہے باقی رہا معاملہ کسی فرد کا مشابہ مسیح بنا دینا اور اقربا یا سرکاری کارندوں کا اس کی حقیقت کا منکشف نہ ہونا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ایسے اشتباہ آئے روز پیش آتے رہتے ہیں اسی طرح کے معاملات میں عدالتیں شناخت پریڈ وغیرہ امور کا بندوبست کرتی ہیں۔ پھر جب قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ تمام لوگ اس بارہ میں شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے تھے تو پھر اس شک و شبہ کے متعلق تمہاری یہ گفتگو کس کھاتے میں جائے گی باقی رہا حکومت کا معاملہ تو وہ پہلے ہی اس مقدمہ میں اتنی دلچسپی نہ رکھتی تھی جیسے کہ اناجیل سے واضح ہو رہا ہے اس نے تو یہ کاروائی

محض یہود کے پرزور احتجاج کے پیش نظر کی تھی۔ ذرا انجیل متی کا آخری باب مطالعہ کر لیں تو اس اشتباہ اور خانہ پری کی کچھ تفصیل سامنے آ جائے گی اس لئے تمہاری یہ تجویز مصلوب کے ورثا و اقربا یا سرکاری کارندوں کے متعلق محض بے معنی ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ یا آپ کا کوئی نمائندہ وہاں ہوتا تو شائد اس کیس کی نوعیت کچھ دیگر ہوتی لہٰذا اب دو ہزار سال کے بعد تمہاری یہ تجویز محض بے کار ہیں اب جو کچھ ہو گیا اسی پر قناعت کیجئے خدا کی آخری لاریب کتاب نے اصل حقیقت امت مرحومہ پر واضح کر دی ہے جسے وہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں چودہ سو سال سے اپنائے ہوئے ہے اور وہ انشاء اللہ تم جیسے ملحدین و مشککین کی وسوسہ اندازیوں اور وہمہ کاریوں سے مخدوش نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اتنے کثیر عوام میں یہ اشتباہ کیوں صاف نہ ہو سکا تو اس کے جواب میں بندہ آپ کے ممدوح مفسر جناب احمد مصطفیٰ المراغی کی تفسیر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہے جو آپ کے لئے اور آپ جیسے دیگر متردوین کے لئے کافی ہو گا۔ چنانچہ مفسر مذکور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

(وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم) یعنی واقعہ یوں ہوا کہ انہوں نے اسے (مسیح کو) قتل نہیں کیا جیسا کہ ان کا دعوی ہے اور نہ ہی انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا جیسا کہ ان کا گمان ہے اور عوام میں یہی مشہور ہو گیا۔ لیکن وقع لھم الشبہ فظنوا انھم صلبو عیسی وھم انما صلبوا غیرہ۔ یعنی ان کو اشتباہ پڑ گیا انہوں نے خیال کر لیا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھا دیا ہے حالانکہ انہوں نے کسی دوسرے فرد کو سولی دیدی تھی۔ اور اس جیسے اشتباہی واقعات ہر زمانہ میں پیش آتے رہے ہیں۔ عجیب عجیب واقعات منقول ہیں اور ایسے نہایت حیران کن واقعات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

حتی کہ بعض انگریز مصنفین نے ۱۵۳۹ء کا ایک پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جو فرانس میں پیش آیا اس واقعہ میں ۱۵۰ آدمی طلب کئے گئے کہ وہ ایک شخص مارٹن کی شناخت کریں کہ آیا یہ وہی ہے تو ان میں سے صرف ۴۰ آدمیوں نے اعتماد ظاہر کیا کہ یہ وہی آدمی ہے اور پچاس نے یہ گواہی دی کہ یہ وہ نہیں ہے۔ اور باقی ساٹھ آدمی متردد رہے وہ کسی بھی رائے کا اظہار نہ کر سکے تو واضح ہوا کہ یہ شخص مارٹن نہیں ہے۔ بلکہ کوئی دوسرا آدمی ہے اور اس کے متعلق جن ۴۰ لوگوں نے وہی ہونے کی گواہی دی ہے انہوں نے دھوکا دیا ہے۔ (پھر وہ مارٹن صاحب تین سال تک اپنی بیوی کے ہمراہ بالکل پر امن طور پر اپنی عزیز و اقارب کے درمیان سکونت پذیر رہا) جو کہ تمام کے تمام اسی یقین پر تھے کہ یہ وہی مارٹن ہے۔ اس کے بعد جب عدالت نے اس کے خلاف جھوٹ ہونے کا فیصلہ کیا تو پھر اس کے متعلق ایک دوسرے محکمہ میں پھر سے تحقیقات ہوئیں جس میں تیس ۳۰ گواہ طلب کئے گئے۔ تو ان میں سے ۱۰ گواہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ یہی مارٹن ہے اور سات نے گواہی دی کہ یہ مارٹن نہیں ہے۔ اور باقی ۱۳ آدمی پھر متردد رہے۔ تو جب اتنے لمبے چوڑے کیس اور طویل تفتیش میں بیسیوں گواہوں سے بھی معاملہ سوفیصد کلیر نہ ہو سکا۔ تو حضرت عیسیٰؑ کے واقع قتل و صلب کے بارہ میں اگر اشتباہ واقع ہو گیا تو کونسی بعید بات ہے۔ آخر مارٹن کے مسئلہ میں عزیز و اقارب بھی ہیں سرکاری افراد بھی ہیں پھر تفتیشی مدت بھی نہایت طویل ہے نیز کیس میں دلچسپی بھی لی جا رہی ہے۔ مگر پھر بھی معاملہ کلیر نہ ہو سکا۔ تو ہمارے زیر بحث کیس میں تو یہ معاملہ اتنا طویل نہیں تھا۔ سرکاری دلچسپی بھی کوئی نہیں مدت تفتیش بھی نہایت مختصر ہے۔ تو دریں صورت اگر حکمت الٰہی کے تحت اصل واقعہ کلیر نہ ہو سکے تو کونسی بعید بات ہے۔ لہٰذا قادیانی قاضی صاحب کو ایسے دور دراز کے وسوسوں سے صرف نظر کر لینا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ ایسی نئی

بحث شروع کر کے اپنی خفت و ندامت کا سامان فراہم نہ کیا کریں۔

آیت نمبر۲ بل رفعہ اللہ الیہ

محترم قاضی صاحب ان آیات کے متعلق اپنی انمول تحقیقات سپرد قلم فرما رہے ہیں کہ جن کو مرزا قادیانی نے بزعم خود وفات مسیح کے عنوان سے پیش کیا ہے لیکن قاضی صاحب مرزا صاحب سے منحرف ہو کر ان آیات کو ایک نیا عنوان دے رہے ہیں کہ وہ آیات جن سے حیات مسیح پر استدلال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عنوان کے تحت یہ پوری آیت اور اس کے متعلق اپنی تمام تر تلبیسانہ تحقیق پیش کرنے کے بعد پھر نہ رہ سکے تو انہوں نے اسی آیت کا ایک جملہ نمبر۲ کے تحت ذکر کر کے دوبارہ قلم و قرطاس کا ضیاع کرتے ہوئے اپنے دل کی بھڑاس نکالنی شروع کر دی۔ لہٰذا بندہ خادم بھی مختصراً" اس جملہ کے متعلق قادیانی وسوسہ نقل کر کے اس کا ازالہ کرنے کی توفیق علیم و خبیر ذات سے طلب کرتا ہے۔ لانہ ھو مولٰنا ونعم المولی ونعم النصیر۔

قادیانی وسوسہ

قاضی نذیر صاحب بل رفعہ اللہ الیہ کے تحت کہتے ہیں کہ یہودی انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم الخ کہہ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے لہٰذا وہ حسب تورات مفتری تھے۔ اور قائلین مصلوبیت کا یہ بھی نظریہ تھا کہ مصلوب ہونے والا ملعون ہوتا ہے لہٰذا اس کے مرنے کے بعد اس کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کی تردید کے لئے فعل قتل و صلب کی نفی فرمائی کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم کہ یہودی نہ مسیح کو قتل کر سکے اور نہ صلیب پر مار سکے بلکہ درحقیقت خود شبہ میں ہیں۔ مسیح کو خدا نے بچالیا مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔

اس کے بعد ان کے قول اور دعوی قتل کی تردید کی کہ مسیح ملعون ہوا وہ کافر تھا گویا مومنوں کی طرح ان کا رفع نہیں ہوا یہ کہہ کر فرمایا بل رفعہ اللہ الیہ الخ (پاکٹ بک ص ۵۱ و ۵۲)

ازالہ وسوسہ

قادیانی قاضی محض جھوٹ بول رہے ہیں کہ یہود کا یہ نظریہ تھا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے لہٰذا وہ بوجہ مفتری ہونے کے مرفوع الی اللہ نہیں ہوا بلکہ مسئلہ اتنا ہی ہے کہ انہوں نے قتل مسیح بذریعہ صلیب کا دعوی کیا تا کہ ان کو مفتری ثابت کر سکیں۔ رفع ہونے یا رفع نہ ہونے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ تو اللہ تعالی نے ان کے دعوی کی تردید و تکذیب کر کے مسیح کی صداقت بیان فرما دی۔ اگلی شق کہ وہ مسیح کے رفع الی اللہ کی نفی کرنا چاہتے تھے جس کا اثبات اللہ نے بل رفعہ اللہ الیہ سے فرمایا۔ یہ محض قادیانی گپ اور گمڑنت ہے نہ یہود نے اس کا اظہار کیا اور نہ ہی اس کی تردید ہوئی ہے بلکہ صرف قتل بذریعہ صلیب کے دعوی کی تکذیب و تردید فرمانا مقصود ہے جس کے نتیجے میں آپ کی حقانیت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اگلا مرحلہ تو اس سے بھی واضح طور پر ثابت ہو جائے گا اس کے اظہار کی قطعاً" کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا اہتمام فرمایا گیا ہے۔ یہ صرف قادیانی ڈھکوسلہ اور اختراع ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب کا ولکن شبہ لھم کا ترجمہ کہ مسیح کو خدا نے بچا لیا۔ مگر یہود نے انہیں مردہ سا خیال کر لیا۔ اس نظریہ سے تو ہم متفق ہیں۔ کہ واقعی خدا نے مسیح کو قتل و صلب سے بچا لیا اور یہود نے ان کی بجائے کسی دوسرے فرد کو مسیح کے مصلوب ہونے کی بنا پر مردہ خیال کر لیا۔ تو بات صاف ہو گئی یہود نے محض شبہ کی بنا پر مسیح کو مردہ خیال کر لیا تھا۔ لہٰذا اب جو طبقہ مسیح کو مردہ خیال کرے وہ یہود کا ہمنوا نہ ہو گا؟ قاضی صاحب ذرا ذہن کے دریچے کھول کر بات کریں۔ دیکھیں صحیح بات کیسے عجیب انداز سے تمہارے منہ سے نکل رہی ہے اسی طرح اللہ نے پہلے بھی ایک بات درست نکلوا دی تھی کہ جو تمہاری (پاکٹ

نے کتر بیونت کر کے پاکٹ بک میں عبارت نقل کی ہے وہ اگرچہ قاضی صاحب کے موید ہو سکتی ہے مگر اکابرین امت کے مخالف ہے لہٰذا ہم ویتبع غیر سبیل المومنین پر نہیں چل سکتے جن میں جملہ مجددین ملہمین شامل ہیں جن کا انکار اور جن سے انحراف بقول مرزا صاحب بھی کفر و فسق ہے لہٰذا ہم جادہ حق چھوڑ کر کیونکر جادہ باطل کو اپنائیں۔ ہم میں یہ سکت نہیں یہ قادیانی ہی کو نصیب رہے۔ دراصل یہ مغرب زدہ کچھ اذہان اس فتنہ و الحاد کے زمانہ میں راہ حق سے منحرف ہوئے ہیں چنانچہ ہمارے برصغیر میں سرسید صاحب نے ان خیالات کا اظہار کیا (دیکھیے ان کی تفسیر)

چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کی جدت پسندی اور تعبیر دین میں معتذرانہ روش پر اپنی کتاب آئینہ کمالات میں بڑی طویل تنقید کی ہے (دیکھیے ص ۲۲۶ تا ۲۷۳) لہٰذا اہل حق سے منحرف ہو کر جس جدت پسندی کے نتیجے میں سرسید وغیرہ حضرات نے ان اجماعی نظریات میں الحاد و انکار کا راستہ اختیار کیا ہے وہ امت مسلمہ پر کیسے ٹھونسا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم قادیانیوں کے پیش کردہ ماڈرن قسم کے مغرب زدہ متفسرین کی تحریرات کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دے سکتے ہم تو اپنے اکابر آئمہ ہدی کے پیروکار ہیں انہیں چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں حکم ہے۔ واتبع سبیل من اناب الی۔ وهم کذالک۔

لفظ رفع کے متعلق مزید قادیانی ڈھکوسلہ

قاضی نذیر صاحب ایک بات کو بار بار مختلف انداز سے پیش کر کے شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ چند ماڈرن قسم کے متفسرین کے اقوال منحرفہ پیش کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ

> یہ امر بھی واضح رہے کہ جب خدا تعالیٰ الرافع یعنی رفع دینے والا ہو تو اس سے ہمیشہ یہی مراد ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو سعادت عطا فرماتا ہے اور اپنے پیاروں کو اپنے قرب سے نوازتا ہے ـــــ پس خدا کے مقرب ہونے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ قرب پانے والا کوئی مادی

رہے ہیں کہ یہود کا یہ نظریہ ہوتا تو خدا یہ فرماتا یہ ہوتا تو یہ فرماتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف یہود کی ہی تصدیق یا تکذیب کرنے کی فکر میں تھے۔ قاضی صاحب یہ قرآن کلام الٰہی ہے کوئی الجھاؤ یا مغالطہ آمیزی نہیں ہے اور یہ ھدی اللعالمین اور ھدی للمتقین ہے۔ ھدی للملحدین نہیں دیکھئے اس سے قبل آپ کے ہم سرشت لوگ آپ جیسی بے شمار موشگافیاں پیش کر چکے ہیں۔ واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ الخ کا جواب دیکھیے قال الذین کفروا للذین امنو انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ۔ (یٰسین) ملاحظہ کیجیے اسی جیسے بیشتر مغالطے اور ٹیڑھے اقوال از جانب منکرین ملحدین قرآن نے نقل کیے ہیں اب ان کی اتباع میں تم بھی یہی حرکات بد کر رہے ہو۔ کہ ایک طے شدہ نظریہ میں بیسیوں قسم کی ہیرا پھیری اور موشگافیاں نکالنا محض سابقہ ملحدین کی اتباع ہی تو ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ جب دربارہ دعوی یہود بات صاف ہو گئی کہ ان کے دعوی قتل کی تردید کر کے خدا نے اپنے پیغمبرؑ سے قتل و صلب کی نفی کر دی اور ان کے اعزازو اکرام اور عزت و منزلت کو واضح کر دیا۔ تو اب اسے یہود کے ذمے رفع جسمی کے اعتقاد لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز تم جیسے ملحدین کے فلسفہ کی کیا ضرورت تھی۔ مسیح کے رفع درجات کے اثبات کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی وہ تو ہر حالت میں سچے پیغمبرؑ کے لئے ہوتا ہی ہے۔ چاہے کوئی طبعی موت سے دوچار ہو یا شہادت سے۔ لہٰذا یہ رفعہ اللہ الیہ رفع درجات کے لئے نہیں بلکہ رفع جسم کے لئے ہی ہے جسے اللہ و رسول ﷺ نے اور ان کی اتباع میں تمام آئمہ امت نے واضح کر دیا ہے اور ابھی تک ان کی طبعی وفات کا ایک فرد بھی قائل نہیں ہوا ماسوائے آپ جیسے دیگر کچھ ملحدین کے جن کا جمہور امت سے تفرد من شذ شذ فی النار کا مصداق ہے۔

ایک اور قادیانی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب مزید جادہ الحاد پر گامزن ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ماسوا اس کے واضح رہے کہ کسی شخص کا جسم خدا کی طرف اٹھایا جانا محال

ہے کیونکہ اس طرح خدا تعالیٰ کو محدود فی المکان ماننا پڑتا ہے حالانکہ وہ زمان و مکان سے پاک ہے ---- بموجب آیت نحن اقرب الیہ منَ حبل الورید بندہ اور خدا کے درمیان کوئی بعد یا فاصلہ تجویز نہیں کیا جاَ سکتا۔ اور ادھر رفع بغیر اس کے متصور نہیں اس لئے یہ محال ہے اس لئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ

اعلم ان هذه الآیه تدل علی ان الرفع فی رافعک الیّ هو رفع المنقبته والدرجات لافی الکان والجهته (تفسیر کبیر فخرالدین الرازی)

الجواب بعون العلام الوہاب

قاضی صاحب یا دیگر منکرین حیات مسیحؑ کا رفع جسمانی کے متعلق محال ہونے کا دعویٰ محض بے بنیاد ہے خصوصاً" جب کہ آج کل سائنسی ترقی ایسے مدعیوں کا بھرکس نکال چکی ہے بتلایئے آج سے سو سال قبل کون تسلیم کرتا تھا کہ ہزاروں ٹن لوہا فضا میں ہزاوں میل کی رفتار سے محو پرواز ہو سکتا ہے۔ مگر آج اس کا مشاہدہ سب قادیانی اور غیر قادیانی کر رہے ہیں۔ تو جب ایک صدی قبل کا محال ٹوٹ پھوٹ گیا اور وہ بھی انسانی ہنر مندی کی بنا پر۔ تو خود خدائے قادر اگر کسی جسم مادی کو آسمان پر لیجانا چاہے تو اس کو کون پاگل غیر ممکن اور محال کہے گا۔ اور ادھر خود مرزا قادیانی ایسے فلسفیوں پر فتویٰ کفر لگا چکے ہیں جو خدا کی قدرت کو اپنے قوانین میں محدود سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قادیانی قاضی کی یہ فضول محالیت بالکل اظہار حماقت ہے۔

باقی رہا ان کا امام رازی کا قول نقل کرنا تو وہ بھی محض ایک فراڈ اور افترا ہے کیونکہ امام رازی بالصراحت اور بار بار ہر آیت متعلقہ کے تحت متعدد مرتبہ عقیدہ رفع جسمانی کا اظہار کر رہے ہیں بلکہ پیش آمدہ ملحدین منکرین کے کئی شبہات کے جوابات بھی دے رہے ہیں۔ ان کو کہاں تک نقل کروں وہ تو ایک رتی بھی امت مسلمہ کے اجماعی موقف سے الگ نہیں۔

امام رازی آل عمران آیت ۵۵ کے مواعید اربعہ کی وضاحت کرتے ہوئے چوتھے وعدے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا کے تحت یہ مقولہ نقل فرما رہے ہیں کہ آیت ورافعک الی میں اصل رفعت مرتبی ہی مقصود ہے نہ کہ مکانی اور جہتی جیسا اس جملہ میں فوقیہ سے مراد فوقیت مرتبی ہے کہ ہم آپ کے پیرو کاروں کو مخالفوں پر برتری عطا فرمائیں گے۔ یہ اصل مقصد ہے۔ قادیانی قاضی کو یہ جملہ ملا تو فوراً" خوش ہو کر اہل حق کے خلاف استعمال کرنے کو دوڑ پڑے حالانکہ امام کا اصل مقصود یہی ہے جو میں نے عرض کیا ورنہ اگر یہ مقصد نہ ہو بلکہ قادیانیوں والا ہو تو ان کی سابقہ بے شمار تصریحات کس کھاتے میں جائیں گی لہذا ان کا اصل مقصود یہی ہے کہ مسیح کو واقعہ آسمان پر بجسدہ لے جایا گیا جس سے مقصد رفع درجات اور اعزاز و اکرام ہی ہے جیسے قصہ یوسفؑ میں ورفع ابویہ علی العرش میں یہی اعزاز و اکرام مقصود ہے کہ ماں باپ کو ظاہراً" تخت پر بٹھایا جس سے مقصد اعزاز و اکرام تھا نہ کہ صرف تخت پر بٹھانا۔ جیسے اگر کوئی کسی مہمان کو چارپائی یا کرسی پر بٹھاتا ہے' تو وہاں دو حقیقتیں ہوتی ہیں مہمان کے جسم مادی کو کرسی یا تخت وغیرہ پر ظاہراً" بٹھانا۔ اور دوسرا اس کا اصل مقصد وہ اعزاز و اکرام ہے۔ گویا یہ ظاہری بٹھانا اس حقیقی اعزاز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح سید دو عالم ﷺ کو اگر بجسدہ ہفت افلاک سے بھی اوپر لے جایا گیا تو اس جسمانی رفع سے اصل مقصود وہی حقیقی اعزاز و اکرام تھا جس کو لنریہ من آیاتنا میں واضح فرمایا گیا ہے' یا جیسے کوئی بادشاہ۔ حاکم یا بڑا آدمی کسی کو اپنے دفتر یا گھر پر بلاتا ہے تو اس ظاہری جسمانی بلاوے سے مقصود اسے اپنے ساتھ ظاہراً" مسند پر بٹھانے سے غرض وہی اعزاز اکرام حقیقی اور معنوی ہی ہوتا ہے۔ لہذا اگرچہ یہ دونوں ہی فعل مقصود ہیں مگر ظاہری فعل اصل مقصد کے ضمن میں آجاتا ہے اگرچہ وہ ظاہراً" پوشیدہ اور مخفی ہے لیکن عقلاء کے نزدیک وہی اصل ہوتا ہے اور یہ ظاہری فعل ضمنی بن جاتا ہے ایسے ہی مسیح کے رفع جسمانی سے اصل غرض و غایت وہی حقیقی اور معنوی اعزاز و اکرام ہی ہے اگرچہ ظاہری رفع واضح ہے مگر حقیقی طور پر یہ باطنی مقصد کے تابع ہو جائے گا فافہم فلا تکن من الھالکین اس وضاحت کے

پیش نظر ملحدین کے پیش کردہ کوئی بھی اشکال و اعتراض لازم نہ آئے گا۔ دیکھیے خانہ کعبہ کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے اور سب یہی کہتے ہیں حتی کہ قادیانی بھی یہی محاورہ استعمال کرتے ہیں مگر اس سے صرف اس مقام کا اعزاز و اکرام کا اظہار ہی مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ خدا کا اس مکان میں محدود و مقید ہو جانا مقصد ہے۔ یہی معاملہ جہت علو یا آسمان کا ہے کہ وہ بھی بوجہ علو ظاہری کے علو حقیقی کو مستلزم ہے لہٰذا آسمانی جہت کو کسی کے اعزاز و اکرام کے اظہار کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے کیونکہ انسانی عقل و فکر میں ظاہری علو کو حقیقی علو مرتبت کے ساتھ نہایت مناسبت اور مطابقت ہوتی ہے چنانچہ مرزا قادیانی بھی زیر آیت ارجعی الی ربک کے تحت اسی حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ دیکھیے ان کی کتاب تحفہ گولڑویہ ص ۱۳ خزائن ص ۱۰۸ ج ۱۷ نیز ایک جگہ صاف لکھتے ہیں کہ وہ خدا جو آسمان میں ہے (خزائن ص ۴۹۹ ج ۱۵) تو کیا اس سے مراد خدا کے لئے جہت اور مکان تسلیم کرنا ہے؟

اسی طرح متعدد قرآنی نصوص اس پر دال ہیں حدیث بھی اسی کی موید ہے جس کے حوالہ جات سابقہ مضامین میں مندرج ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ایسے وسوسوں سے قادیانی قاضی صاحب بمع اپنے ٹولے کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے دیکھیے حوالہ کے لئے تفسیر کبیر ص ۵۹ ج ۲ طبع بیروت۔ لبنان۔

دوسرا حوالہ علامہ محمود شلتوت صاحب مصری

یاد رہے کہ اس سے قبل بندہ خادم یہ حقیقت واضح کر چکا ہے کہ ہمارا نظریہ رفع جسدی اور حیات و نزول کی بنا نصوص قطعیہ (قرآن و حدیث) پر ہے جس کی تصدیق و تائید تمام آئمہ مفسرین سابقین اور آئمہ مجددین ملہمین نے اتفاقاً فرمائی ہے چنانچہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک تمام تفاسیر بالفعل بندہ کے سامنے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی تفرد اختیار نہیں فرمایا۔ تو جب یہ جملہ اکابر امت مسلمہ مجددین و ملہمین ایک طرف ہوں تو ان کے بعد زمانہ حال کے کچھ ماڈرن قسم کے اور آزاد طبع متفرین کی حمایت و تائید کی ہمیں کچھ

ضرورت نہیں ہے چاہے وہ کوئی مصری سکالر ہو یا ہندوستانی۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب ہمارے لئے تو سلف خلف کے لئے وکیل ہوتے ہیں نہ خلف۔ (ازالہ اوہام ص ۲۷۴)

لہذا اگر اس قسم کے بیسیوں حوالہ جات بھی آپ اپنی حمایت میں نقل کریں تو بھی وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہوں گے۔ ہمارے لئے تو ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی۔ کا فرمان الٰہی موجود ہے۔ لہذا ہمارے ہاں کسی شلتوت وغیرہ ماڈرن قسم کے متفسر کی کوئی وقعت نہیں ہے ایسے ہی صاحب المنار علامہ رشید رضا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ باقی رہا قاضی صاحب کا تفسیر مراغی کا حوالہ تو وہ قاضی صاحب کی نسبت ہمارا زیادہ موید ہے مطالعہ تفسیر شرط ہے۔ جو کہ بالفعل میرے پاس موجود ہے۔ دیکھیے علامہ مراغی لکھتے ہیں

(ومکروا ومکر اللّٰہ) ای ومکر اولٰئک القوم الذین علم عیسیٰ کفرھم من الیھود بان وکلوا من یقتله غیلة" ومکر اللّٰہ ۔ فابطل مکرھم فلم ینجوا فیه ورفع علیه اسلام الی السماء والقی شبه غلی من قصد اغتیاله حتی قتل۔ (تفسیر مذکور ص ۱۶۸ ج اول۔)

دیکھیے علامہ مراغی نے مکر اللہ اور ولکن شبه لھم۔ کی تفسیر بمع رفع جسدی کا واضح اعتراف کر لیا ہے۔ اس کے بعد وہ انی متوفیک ورافعک کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت کی تفسیر عند العلماء دو طرح پر ہے۔

ایک طرز میں وہی تقدیم و تاخیر والی۔ جس کو قادیانی تحریف و الحاد کا عنوان دیتے ہیں والاصل انی رافعک الی و متوفیک ای انی رافعک الان و ممینک بعدا لنزول من السماء فی الحین الذی قدرلکد وعلی ھذا فھو قد رفع حیا" بجسمه و روحه وانه سینزل آخرالزمان فیحکم بین الناس بشر یعتنا" ثم یتوفاه الغدص ۱۶۹

اس کے بعد مفسر دوسری تاویل نقل کرتے ہیں جس میں سے قاضی صاحب

بک ص ۴۳) پر یوں درج ہے کہ

شبہ القتل والصلب لھم کہ قتل کیے جانے اور صلیب دیئے جانے کا معاملہ یہودیوں پر مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے غیر مقتول اور غیر مصلوب کو مقتول و مصلوب ہونے کا گمان کر لیا۔

ان دونوں عبارتوں کو بار بار بغور پڑھو اور دیکھو کس طرح صحیح بات خدا نے تمہارے منہ سے نکلوا دی ہے تمہارے قلم سے لکھا دی ہے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو سکا اب یہ بھی غور کرو کہ جب تم پر اصل حقیقت مشتبہ ہو گئی تو یہود پر مسیح کا معاملہ کیوں مشتبہ نہ ہو گیا ہو گا؟ قاضی صاحب بھلائی اسی میں تھی کہ آپ صحیح نظریہ کو اپنا لیتے محض ابلیسی تلبیات کے چکر میں نہ آتے اور نہ دوسرے کو ڈالتے اور پھنساتے۔ ہاں اگر قاضی صاحب یا کوئی دیگر قادیانی جیالا یہ واضح مفہوم تسلیم نہ کرے تو ہم پھر عرض کریں گے کہ تم اہل حق کی تقدیر کلام قتلوا وصلبوا من شبہ لھم پر تو بڑے چیں بجبیں ہوئے تھے۔ مگر تمہارا یہ ترجمہ کس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ

مسیح کو خدا نے بچا لیا مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔ (ص ۵۲)

بتایئے مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔ یہ کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔

پھر قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ یہود کا نظریہ تھا کہ مسیحؑ درحقیقت ان کے علماء کے فتوی پر مارا گیا ہے اس لیے وہ رفع الی اللہ سے محروم رہ گیا پس خدا تعالی نے مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے کی نفی بھی فرما دی اور بل رفعہ اللہ الیہ کہہ کر یہودیوں کے مزعومہ نتیجہ کی تردید بھی فرما دی کہ وہ ملعون ہو گیا ہے یہودیوں کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ جو صلیبی موت سے بچ جاتا ہے اس کا جسم آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اگر ایسا خیال ہوتا تو پھر بل رفع اللہ الیہ کے یہ معنی قرار دینے کا امکان ہوتا کہ خدا نے مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ (پاکٹ بک ص ۵۳)

الجواب بعون العلام

ملاحظہ فرمایئے کہ جناب قاضی صاحب کیسی پر پیچ اور گری پڑی باتیں کر

مسافت طے کر کے خدا کے پاس پہنچا ہے بلکہ اس سے مراد خدا کے حضور درجہ کی بلندی ہوتی ہے (ص ۵٦) لہٰذا مسیح کو بھی یہی رفع یعنی رفع درجات نصیب ہوا نہ کہ جسمانی رفع (ص ۵٦ و ۵۷)

الجواب بعون العلام الوہاب

اس لفظ رفع کی مکمل بحث تو پہلے گزر چکی ہے مگر بطور مختصر اعادہ اور خلاصہ کے دوبارہ سماعت فرمایئے کہ

اس بات میں ذرہ شبہ نہیں کہ کسی لفظ کے معنی ما وضع لہ کے سوا کوئی اور معنی بھی مجازاً" لیا جا سکتا ہے یا اگر کوئی لفظ کسی معنی مجازی میں استعمال ہوا ہو تو اس کا حقیقی معنی بالکل ہی متروک نہیں ہو جاتا ہے لہٰذا ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ازروئے قرآن مجید بیشتر مقامات پر لفظ رفع رفع درجات کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مگر اس استعمال سے وہ حقیقی معنی سے خارج نہیں ہو جائے گا چنانچہ مفردات امام راغب اور دیگر کتب لغت میں صاف لکھا ہے کہ رفع کا اصل معنی یہی ہے کہ کسی مادی اور جسم والی چیز کو اس کے مقام سے اٹھا کر حسی طور پر اوپر لے جانا یا کر دینا۔ اور یہ لفظ رفع وضع کی ضد ہے یعنی رکھی ہوئی چیز کو اٹھانا اس کے نیچے رکھنے کی ضد اور الٹ ہے۔ جسمانیات میں لفظ رفع (اٹھانا) نیچے سے اوپر اٹھانے کو ہی کہتے ہیں اور معنوی چیزوں کے لئے رفع درجہ و مقام کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ مفردات میں ہے کہ

الرفع يقال تارة فى الاجسام الموضوعة اذا اعليتها عن مقرها نحو ورفعنا فوقكم الطور

اسی طرح قال الله تعالىٰ الله الذى رفع السموات بغير عمد ترونها۔ فرمایئے کیا یہاں بھی معنی رفع درجات ہی لیا جائے گا؟ اور کبھی یہ بنیاد کے بلند کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے فرمان باری ہے اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت اور کبھی کسی کے تذکرہ اور شان و مقام کی بلندی کے لئے آتا ہے جیسے ورفعنا لک ذکرک اور کبھی رفع درجات کے لئے جیسے رفعنا

بعضھم فوق بعض درجات۔ نرفع درجات من نشاء۔ رفیع الدرجات ذوالعرش۔

گویا اصل لغوی معنی رفع کا رفع جسمانی ہی ہے مگر مجازاً" رفع درجات کے لئے بھی آتا ہے مگر اس وقت لفظ درجہ۔ مکان وغیرہ قرینہ بھی مذکور ہو گا۔

قادیانی قاعدہ بالکل بے اصل ہے کہ جب خدا کی طرف رفع منسوب ہو تو وہاں صرف درجہ کی بلندی ہی ہوتی ہے۔ فرمایئے رفع السموات میں آسمانوں کی شان کی بلندی مراد ہے یا ان کے وجود ہی کو بلند کرنا مقصود ہے۔ رفعنا فوقکمُ الطور میں۔ کوہ طور کے درجات کی بلندی مراد ہے یا اس کے جرم و جسم ہی کو اوپر کیا گیا تھا۔ ایسے ہی قاضی صاحب نے اذا تواضع العبد رفعه الله وال روایت پیش کی ہے۔ مگر ان کے حواس ان کا ساتھ دیتے تو سمجھ لیتے کہ یہ رفع جسمانی تو ایک انتہائی اعزاز ہے یہ ہر ایک متواضع کو تو جسمانی طور پر نہیں مل جاتا بلکہ صرف خاص الخاص اعزاز ہے جو عالم وجود میں صرف چند ہی افراد کو مہیا ہوا ہے ورنہ یہ عزیزا" حکیما" کا مصداق ہی نہیں رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی نظریات کی بنیاد ہی امور عادیہ مستمرہ پر رکھی گئی ہے کہنے کو تو مرزا صاحب قدرت الہیہ کو محدود ماننے والے فلسفیوں کی تکفیر کرتے ہیں مگر خود اس کفر کے گرداب میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں یہ عقل ناقص کی گرفت سے باہر نہیں جاتے اور یہ ان کی مجبوری ہے کیونکہ اسکے بغیر وہ اپنے باطل نظریات کو ثابت نہیں کر سکتے علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ خاطر رکھیئے کہ رفع درجات بھی رفع جسمانی کے منافی نہیں کیونکہ بلندی درجات کا مصداق بھی جنت میں پورا ہو گا اور وہ اوپر ہی ہے نیچے کو نہیں گویا رفع درجات بھی بالآخر رفع جسمانی ہی کو مستلزم ہے۔

معراج جسمانی اور قادیانی گروہ

امتہ مسلمہ کا ہر فرد اس حقیقت واقعیہ پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اس جسد عنصری کے ساتھ رات کے ایک مخصوص حصہ میں بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے ہفت افلاک کے اوپر جہاں تک چاہا۔

بیداری کی حالت میں سیر کرائی ہے۔ اور اس مسئلہ میں قیامت تک جتنے بھی اشکالات۔ استبعادات اور وساوس پیش آسکتے تھے ان سب کا رد لفظ سبحان سے پہلے ہی فرما دیا مگر قادیانی جو کہ سفلی الطبع فلسفیوں کے پیرو کار اور معتقد ہیں اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف ایک درجہ کی روحانی سیر تھی۔ جسمانی نہ تھی۔ اس لئے قاضی صاحب نے لفظ رفع کے متعلق شبہات پیش کرنے کے بعد مسئلہ معراج کے متعلق گفتگو شروع کر دی تو بندہ عرض کرتا ہے۔ کہ یہ قادیانیوں کی مجبوری ہے۔ کہ وہ خدا کی قدرتوں کے قائل نہیں ہوتے وہ صرف عام قواعد تکوین کے تحت ہی رہتے ہیں۔ اس لئے نہ تو وہ مسئلہ رفع مسیح کے قائل ہیں اور نہ ہی آنحضور ﷺ کے معراج جسمانی کے قائل۔ بالفرض اگر یہ ایک مسئلہ علی وجہ الحقیقۃ تسلیم کر لیں تو دوسرا مسئلہ ان کو از خود تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ طبقہ جب حیات مسیح کے منکر ہوئے تو لازماً" ان کو معراج جسمانی کے بھی منکر ہونا پڑے گا۔ جب کہ امت مسلمہ دونوں مسائل میں خدا کی قدرت تامہ کے تحت اصل حقیقت یعنی رفع جسمانی اور معراج جسمانی کے قائل ہے کیونکہ ان کے خالق و مالک نے دونوں کے وقوع کا امکان بلکہ بالفعل وقوع کی خبر دیدی ہے۔ کہ میں اپنے حبیبؐ کو عین بیداری میں جسمانی طور پر ہفت افلاک کے اوپر لے گیا۔ اس لئے کہ میں ہر قسم کے نقص و عیب سے مبرا و منزہ ہوں۔ سبحان الذی اسری بعبدہ۔ اور دوسرے موقع پر واضح فرمایا کہ میں اپنے مسیح کو بھی یہود کے شر سے بچا کر زندہ ہی جسمانی طور پر آسمان پر لے گیا تھا کیونکہ میں عزیزا" حکیما" ہوں۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں میں چاہوں تو آسمانی مخلوق کو زمین پر بسا دوں اور چاہوں تو زمین والوں کو آسمان پر رہائش پذیر کر دوں۔ چنانچہ میں اس دار دنیا کے بعد اپنے کامیاب بندوں کو آسمانی جنت میں ہی جگہ دوں گا۔ میں تو سب کچھ کر سکتا ہوں دیکھو یہ کون کر رہا ہے۔ کسی بندہ نے اپنے وسائل سے ایسا نہیں کیا کہ تمہیں تعجب ہو۔ اور اب اے جاہل منکر و بات بہت آگے بڑھ گئی ہے کہ بندوں نے میری دی ہوئی عقل سے ہزاروں من وزنی لوہے کا جہاز بنا کر گھنٹوں فضا میں اڑا دیا ہے۔ کئی قسم کے طیارے وغیرہ فضا میں اڑا رہے ہیں اب

ان واقعات کے (رفع مسیح اور معراج مصطفیٰ) یہ کون سا تعجب ہو سکتا ہے۔ کیا خود میں ایسا نہیں کر سکتا؟ جبکہ تم سب کچھ کر رہے ہیں؟ وما قدرو اللہ حق قدرہ

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل سے رفع مسیح اور معراج جسمانی کے متعلق جملہ قادیانی شبہات ھبا"۔ منثورا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس بارہ میں مزید مغز ماری کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ ہم تمہاری طرح الٹی سیدھی توجیہات نکالتے ہی جائیں کبھی بحوالہ نحو کوئی ڈھکوسلہ اور کبھی کسی اور انداز سے کوئی شگوفہ چھوڑ دیا تو یہ سب کچھ ممکن تھا مگر اصل نظریہ ثابت ہو جانے کے بعد یہ موشگافیاں محض ضیاع اوقات کے زمرہ میں آجاتی ہیں مثلاً" یہ کہنا کہ رفع الی السماء کے ثابت ہو جانے پر بھی محض رفع روحانی ہی ہو گا نہ کہ جسمی کیونکہ رفعہ اللہ الیہ میں رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے رفع دینے سے مراد رفع جسمی نہیں ہوتا بلکہ محض رفع درجات ہوتا ہے۔

اب بتائیے یہ قاعدہ کہاں لکھا ہے کہ رفع کا فاعل جب خدا ہو تو وہاں صرف رفع روحانی ہی ہو گا کیونکہ اس سے خدا کا محدود فی المکان والجھتہ ہونا لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔ فرمایئے اس استلزام کو کسی مجدد و ملہم نے سابقین میں سے تحریر فرمایا ہے یا صرف قادیانی ہی کو سوجھا ہے اور استلزام مکان و جھت کی بنا پر اس کو کس کس نے محال ہونا لکھا ہے؟ آخر سینکڑوں تفاسیر و کتب عقائد موجود ہیں کیا ان میں سے کسی نے رفع جسمانی کا انکار بوجہ استلزام جھتہ و مکان کے تحریر فرمایا ہے؟ میرا تمام قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ ملت اسلامیہ کے کسی بھی معتبر مفسر یا فریقین کے مسلمہ مجدد و ملہم نے اگر کہیں بھی ایسا تحریر فرمایا ہو تو بتلایئے۔ یہ محال محض مرزا قادیانی اور اس کی ذریت باطلہ ہی کو سوجھا ہے۔ جب کہ اہل اسلام ایسے معاملہ میں محض اعزاز و تکریم ہی سمجھتے ہیں۔ دیکھیے اگر کوئی میزبان کسی معزز مہمان کو کرسی یا چارپائی پر بٹھائے گا تو اس سے مقصود مہمان کا اعزاز و اکرام ہی ہوتا ہے۔ یا دیکھیے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے۔ ورفع ابویہ علی العرش کے مطابق اپنے والدین کو تخت شاہی پر جسمانی طور پر بٹھایا تھا تو اس سے مقصود بھی ان کا اعزاز و تکریم ہی تھا۔ نہ کہ لفظ رفع سے مراد محض اعزاز و تکریم

ہے حسی و جسمانی رفع نہیں۔ چونکہ ہر فعل کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک حسی دوسرا معنوی۔ تو دریں صورت ایک پہلو سے صرف نظر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی افسر کسی ملزم کو نیچے زمین پر بٹھاتا ہے تو اس سے مقصود اس کی توہین و تحقیر ہو گی۔ اور اگر انگریز گورنر مرزا قادیانی کو اپنے دربار میں کرسی پر بٹھاتا تھا تو اس سے مقصود بھی مرزا کی تکریم ہی تھی نہ کہ مطلق رفع جسمانی۔ تو گویا مرزا کو کرسی ملنا ان کی اعزاز و تکریم کے لیے تھا۔ تو اب اگر کوئی قادیانی اس واقعہ میں یہ کہنے لگے کہ مرزا کو حسی اور ظاہری طور پر کرسی نہیں ملتی تھی بلکہ اس سے مراد محض ان کی تعظیم و تکریم تھی۔ تو ایسے آدمی کو کون صحیح الدماغ کہے گا؟ اسی طرح رب کریم نے حضرت مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر اٹھا لیا۔ تو کوئی محال بات نہیں بلکہ اس سے مقصود بھی ان کی رفعت منزلت ہی ہے۔ مگر اس سے رفع جسمانی کا انکار جو کہ پہلا حصہ اور پہلو ہے محض حماقت و جہالت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا محدود فی المکان والجہتہ ہونا بھی لازم نہیں آتا کہ جس کے نتیجے میں ہم رفع کو ہی محال کہنے لگیں۔ جیسے مسجد کو خانہ خدا کہتے ہیں۔ بیت اللہ کہنا کعبہ کی اظہار عظمت کے لئے ہے اسی طرح اللہ کے لیے الہ فی السماء والہ فی الارض سے بھی محال کے لزوم و استلزام کا خطرہ نہیں وامنتم فی السماء کی نصوص سے اگر اس کی محدودیت لازم نہیں آتی تو رفع اللہ الیہ سے بھی کسی محدودیت کا خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ قاضی صاحب اور ان کے ہم نوا بالکل بے فکر رہیں۔ آپ اء منتم فی السماء کا ترجمہ مرزا محمود کی تفسیر صغیر میں ملاحظہ کر لیں۔

خود صاحب رسالت ﷺ نے جب ایک باندی سے دریافت فرمایا کہ این اللہ تو اس نے اشارہ کر کے بتایا فی السماء (مشکوٰۃ) تو رفع اللہ الیہ سے خدا کی محدودیت جو کہ مستلزم محال ہے کیسے لازم آجائے گی۔ قاضی صاحب آخر کچھ تو خدا کا خوف کیا ہوتا آپ محض ایک لا۔عقل انسانی ڈھانچے کی حمایت و تائید کے لئے نصوص قطعیہ سے انکار و انحراف کی روش اختیار کر رہے ہیں۔ یا للعجب۔ جناب مرزا صاحب گرونانک کے چولہ کا آسمان سے اترنا تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ان کے ہاں ستره سکھوں کا عقیدہ ہے مگر سوا ارب مسلمانوں کا عقیدہ نزول مسیح

تسلیم کرنے سے شرماتے ہیں یا للعجب۔

قاضی صاحب کا میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مزید اشکال

میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب شہادۃ القرآن میں ایک علمی نکتہ بیان فرمایا تھا۔ کہ دیکھیے آیت کریم وما قتلوہ وما صلبوہ۔ وما قتلوہ یقینا۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ میں چار ضمیریں مسلسل آئی ہیں جو کہ تمام کی تمام حضرت مسیح کی طرح ہی راجع ہوتی ہے جن کا ذکر اس سے قبل انا قتلنا المسیح میں ہے۔ تو جب ان کا مرجع "مسیح" جسم و روح دونوں کا مرکب ہے تو لازما" اس کی طرف راجع ہونے والی چار ضمائر بھی اس جسم و روح کے مجموعہ یعنی مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی لہٰذا واضح ہو گیا کہ جس مجموعہ جسم و روح کو یہود نے قتل کرنے کا دعوی کیا اللہ تعالی نے اسی مجموعہ جسم و رفع سے قتل و صلب کی نفی فرمائی اور اسی مجموعہ جسم و روح کو رفعہ اللہ الیہ کا مقام حاصل ہوا۔ اس وجہ سے قادیانیوں کا صرف رفع روحانی کا نظریہ سراسر باطل ہے۔ ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا جو کہ سراسر ناجائز ہے۔

قاضی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ

مولوی صاحب کی یہ دلیل نہایت کمزور ہے کیونکہ فعل قتل و صلب صرف جسم پر وارد نہیں ہوتا بلکہ اس سے روح بھی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن جب رفع کی نسبت خدا کی طرف ہو تو پھر مراد رفع روح ہی ہوتا ہے۔ نیز جسم سے علیحدہ ہو جانے کے بعد روح کو ایک لطیف جسم دیدیا جاتا ہے۔ جس سے وہ نقل و حرکت کرتی رہتی ہے چنانچہ جن انبیاءؑ کو آنحضور نے آسمانوں پر دیکھا ان کی ارواح ایسے ہی نورانی اجسام میں تھیں نیز صرف روح کو انسانی نام نہیں دیا جاتا مگر جب وہ نورانی جسم سے متعلق ہو جاتی ہے تو اس کو ان کے نام سے موسوم کیا جاتا سکتا ہے۔ جیسے کہ انبیاءؑ کرام واقعہ معراج میں۔ لہٰذا اس طور پر انتشار ضمائر بھی

لازم نہیں آتا کیونکہ آپ کی روح مبارک کو ایک نورانی جسم سے متعلق کر کے آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ (پاکٹ بک ص ۶۳ تا ۶۵)

تبصرہ تجزیہ

قاضی صاحب کی یہ تمام فلسفیت محض بیکار ہے۔ کیونکہ جب رفع جسمانی کا امکان بلکہ وقوع دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے ایچ پیچ کا کیا فائدہ؟ پھر ہمارا استدلال صرف ضمائر کے قاعدہ پر مبنی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ پر ہے انجیل بھی اسی کی گواہی دے رہی ہے۔ اکابرین امت اور مجددین ملہمین تمام کے تمام اسی رفع جسمانی پر اتفاق کلی رکھتے ہیں لہٰذا ہمارے یہ اسلاف ہمارے لئے بطور وکیل اور گواہ ہیں جن کی گواہی کو تسلیم کرنا ہمارے لئے ازروئے قرآن و سنت ضروری ہے ورنہ ویتبع غیر سبیل المومنین کے بھیانک انجام کا خطرہ دامن گیر ہو گا ہم تو یومنوں بالغیب کے زمرہ میں آنا چاہتے ہیں ہم صرف مشاہدہ کے پجاری نہیں ہم تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کردار کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ جب آپ کی زبان اقدس نے گواہی دیدی کہ میں راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور ہفت افلاک سے بھی اوپر ہو آیا ہوں تو پھر ایمان بالرسالت کا تقاضا محض سر تسلیم خم کرنا ہی ہوتا ہے حجت بازی اور من مانی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ورنہ فلا وربک کا کوڑا برسنے کا زبردست خطرہ سامنے ہو گا۔ العیاذ باللہ۔ باقی انبیاء کرامؑ کے واقعتہ" معراج میں اجسام مثالیہ نوریہ تھے سوائے خاتم الانبیاء اور مسیحؑ کے واقعی سب اجسام ایسے ہی تھا۔ یہ اس لئے کہ ان کے اجسام ان کی قبور ارضی میں مدفون تھے مگر اس وقت باقی انبیاء کی طرح زمین پر نہ مسیح کی قبر تھی اور نہ ہی خاتم الانبیاءؐ کی اس لیے یہ دونوں حضرات بجسدہ موجود تھے۔ نیز پھر بھی ان کے اسماء کے تحقق کے لئے ارواح کے ساتھ اجسام تو تھے نورانی ہی سہی تو بھی یہی بات صحیح ہوتی کہ نام صرف روح کا نہیں ہوتا بلکہ جسم اور روح دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ فافہم

قاضی صاحب کی پیش کردہ

تیسری آیت جس سے اہل اسلام حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔
وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته ویوم القیامته یکون علیهم شهیدا

قاضی صاحب اس کا ترجمہ یوں پیش کرتے ہیں۔
یہ آیت بل رفعه الله الیه کے بعد آتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر ایک اس واقعہ قتل و صلب کو مانتا رہے گا۔ اپنی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن مسیح ایسا ماننے والوں پر گواہ ہو گا (کہ وہ نہ اس کو قتل کر سکے تھے نہ صلیب پر ہی مار سکے تھے بلکہ وہ طبعی وفات کے بعد مرفوع الی اللہ ہوئے تھے نہ جیسا کہ ان کا زعم تھا کہ وہ مارے گئے اور ملعون ہوئے)
اس آیت میں سیاق کلام کے لحاظ سے ضمیر بہ کا مرجع یہودیوں کا مزعوم واقعہ قتل و صلیب ہے اور موتہ کی ضمیر کا مرجع ہر اہل کتاب ہے جو وما قتلوہ وما صلبوہ کے قرآنی اعلان سن لینے کے بعد بھی ضد سے اپنی زندگی میں یہی عقیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ مسیح قتل ہو گیا ہے یا صلیب پر مارا گیا ہے اور یکون کا فاعل

ترجمہ از قادیانی قاضی

اور جب خدا نے نبیوں کا عہد لیا کہ جو بھی کتاب و حکمت میں تمہیں دوں پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو اور انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

قادیانی استدلال

اس آیت کے دو معنی کیے جاتے ہیں اول یہ کہ تمام نبیوں سے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا دوم یہ کہ ہر پہلے نبی سے پچھلے نبی پر ایمان لانے اور اسکی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا۔

یہ عہد انبیاء سے ان کی قوموں کے لیے لیا گیا کہ وہ اپنی قوموں کو ہدایت کر جائیں کہ آنحضرت ﷺ یا آئندہ آنے والے نبی پر ایمان لاویں اور اس کی نصرت کریں کیونکہ نبی بوجہ امام ہونے کے قوم کا بھی نمائندہ ہوتا ہے اگر عہد کرنے والا نمائندہ خود موجود ہو تو اس کا اور اس کی قوم کا یہ اخلاقی اور شرعی فرض ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی کریں اوپر کے دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ امر واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں ان پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا ضرور عہد لیا گیا پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اس عہد کے مطابق جو ان سے اللہ نے لیا تھا ان کا فرض تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے غزوات میں شامل ہو کر آپ کی مدد کرتے اور خدا کے لیے جس نے عہد لیا تھا یہ واجب تھا کہ وہ انہیں نصرت کے لیے ضرور بھجوا دیتا چونکہ وہ کسی غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شامل نہیں ہوتے اس لیے یہ امر ان کے وفات یافتہ ہونے پر روشن دلیل ہے ورنہ معاذ اللہ انہیں بدعہد ماننا پڑے گا جو محال ہے اگر یہ کیا جائے کہ انہیں خدا تعالیٰ نے روکدیا تو پھر خدا پر الزام آتا ہے کہ نصرت کا عہد لینے کے بعد جب ضرورت حقہ موجود تھی اس نے مسیح کو کیوں روک دیا؟۔

دوسرے انبیاء تو غزوات نبویؐ میں اس لیے شریک نہ ہوئے کہ وہ وفات یافتہ تھے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کی عدم شمولیت کی وجہ بھی لازماً ان کی وفات ہی گی۔ (پاکٹ بک ص ۳۸ تا ۴۰)

خلاصہ استدلال آیت کے دو مفہوم لیے گئے ہیں

۱۔ اول یہ عہد ہر سابق نبی سے لاحق نبی کی نصرت و تعاون کے لیے لیا گیا۔
۲۔ دوم یہ کہ تمام انبیاء و رسل سے خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت تعاون کے لیے عہدہ و میثاق لیا گیا۔

پھر لکھا۔ کہ دونوں معانی کی رو سے یہ بات واضح ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون کا عہد لیا گیا۔ کیونکہ شق اول کے طور پر حضرت عیسیٰ نبی سابق ہیں تو ان سے نبی لاحق یعنی آنحضرت کے لیے نصرت و تعاون کا معاہدہ لیا گیا۔

اور شق ثانی کے لحاظ سے یعنی تمام انبیاء سے آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت و تعاون کا عہد لیا گیا ہے بہر صورت ہر دو معنی کے لحاظ سے حضرت مسیحؑ سے آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون کا وعدہ مستحق ہو چکا ہے۔

میثاق النبیین پر قادیانی تفریح

قاضی نذیر صاحب مندرجہ بالا حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اس پر یہ تفریح مرتب کرتے ہیں کہ حسب میثاق حضرت مسیحؑ پر خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون لازمی تھا جب کہ ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اس میثاق کو عملی طور پر بوجہ وفات طبعی نبھانہ سکے مگر مسیح کو نبھانا لازمی تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ غزوات نبویہ میں سے کسی میں بھی شریک ہو کر اس میثاق کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو ثابت ہوا کہ آپ کی عدم شمولیت بھی (جو کہ ایک امر مسلم ہے) بوجہ وفات طبعی کے ہوئی فثبت منہ ان المسیح قدمات مثل المرسلین سواہ

قادیانی کی رگ اعتزال و الحاد

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ حسب میثاق خدا پر لازمی تھا کہ وہ مسیحؑ کو غزوات نبویہ میں شمولیت کا موقعہ فراہم کرتا ورنہ آپ پر عدم ایفا کا الزام عائد ہوگا جو کہ شان انبیاء کے منافی ہے اسی طرح خدا نے موقعہ نصرت فراہم نہ کر کے بھی

من اصدق امن اللہ قیلا کی خلاف ورزی کر دی۔ کہ خود ہی میثاق لیا اور خود ہی شمولیت سے روک دیا۔ فثبت منہ ان المسیح قدمات وھوالمرام۔

ایک اصولی اور مسلم ضابطہ اور قادیانی خلاف ورزی

ناظرین کرام ابتدا میں آپ نے مسلم بین الفریقین اصول و ضوابط کے ضمن میں ملاحظہ فرمایا کہ مرزا کے نزدیک بھی قرآن مجید کی صحیح تفسیر وہی ہو گی جو کہ ۱ شواہد قرآنی سے موید ہو گی۔ ۲ یا حدیث نبوی سے ثابت ہو گی۔ ۳ یا تفسیر صحابہ سے ثابت ہو گی۔ ۴ نیز من قال فی القرآن برائہ فلیس ہو بمومن بل اخ الشیطان الخ (اتمام حجہ ص ۴ خزائن ص ۲۷۶ ج ۸) نیز سلف خلف کے لیے بطور وکیل کے ہوتے ہیں۔ (ازالہ)

نتیجہ و انجام

اب ہم قاضی صاحب کی پیش کردہ آیت کے متعلق ذخیرہ تفاسیر سے کوئی تائید تلاش کرتے ہیں تو ہمیں نہ تو قاضی صاحب کی یہ تفسیر و تاویل۔ قرآنی شواہد سے ملنا ممکن ہوا نہ ہی حدیث نبوی سے نہ ہی تفسیر صحابہ و سلف سے بلکہ یہ تمام امور اس کادیانی مفہوم کے سراسر خلاف اور برعکس ہیں۔ مثلاً" آئمہ ہدی نے اور مفسرین کرام نے واقعتہ" احتمال طور پر حسب تحریر قادیانی اس آیت کے دونوں ہی مفہوم لیے ہیں مگر راجح اور موئد بالحدیث مفہوم وہی ہے جو کادیانیوں کے خلاف ہے۔

حتیٰ کہ مفسر عظیم علامہ آلوسی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

واختار کثیر من العلماء القول الاول واخذا لمیثاق من النبیین لہ ﷺ علی مادل علیہ کلام الامیر کرم اللہ وجہہ مع علمہ سبحانہ انہم لا یدرکون وقتہ۔ لا یمنع ذالک لما فیہ مع ما علمہ اللہ تعالی من التعظیم لہ ﷺ والتفخیم ورفعۃ الشان والتنویہ بالذکر مالا ینبغی الا لذالک الجناب۔ (روح المعانی ص ۲۱۰ ج ۳ طبع لاہور)

ترجمہ اکثر علماء نے یہ دوسرا مفہوم ہی مراد لیا ہے (کہ یہ عہد تمام نبیوں سے خاتم الانبیاء کے لیے ہے) اور نبیوں سے آپ کے لیے یہ عہد لینے پر امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان بھی دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ خدا کو معلوم تھا کہ تمام انبیاء آپ کے زمانہ کو بالفعل نہ پاسکیں گے مگر پھر بھی میثاق لے لیا یہ بوجہ آپ کی تعظیم کے لیے ہے اور عظمت شان علو شان اور بلندی درجہ کو بیان کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ اور یہ مقام اور رفعت شان سوائے آپ کے اور کسی کو بھی میسر نہ ہو سکتی تھی۔

قال ابن کثیر المجدد الملہم مائۃ الثامنہ

قال علی ابن ابی طالب وابن عمہ بن عباس عنہما ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ المیثاق لئن بعث محمد وھم احیاء لیومنن بہ ولینصرنہ وقال طاؤس وحسن البصری وقتادہ اخذاللہ میثاقی النبین ان یصدق بعضھم بعضا" وھذا مایضاد ماقالہ علی وابن عباس ولا ینفیہ بل یستلزمہ ویقتضیہ ولھذا روی عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیہ مثل قول علی وابن عباس رضی اللہ عنہما۔

ثم نقل الامام المفسر حدیث عبداللہ بن ثابت عن عمر انہ جاء الی النبی ﷺ وقراء علیہ ورقا من التوراۃ فغضب الی آخرالروایۃ وفی آخرہ قال والذی نفسی بیدہ لواصبح فیکم موسی علیہ السلام ثم اتبعتموہ وترکتمونی اضللتم انکم حظی من الامم وانا حظکم من النبین لاحظ فی التفسیر ابن کثیر ص ۳۹۳،۳۹۴ ج ا

۲ وھکذا نقل السیوطی المجدد الملہم مائۃ التاسعہ عندالقادیانیۃ ایضا" فی تفسیر الدرالمنثور ص ۸۴ ج ا طبع بیروت۔

ترجمہ مفسر ابن کثیرؒ علی کرم اللہ وجہہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی مبعوث سے یہ عہد و میثاق لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہو جائیں تو لازماً" انہیں آپ پر ایمان لانا ہو گا اور آپ کی نصرت و تعاون کرنا ہو گا۔ اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی امت سے معاہدہ لے لیں کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ تشریف لے آویں تو وہ بہر صورت ان پر ایمان لا کر ان کے معاون و انصار بن جائیں پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ حضرت طاؤس۔ حسن بصری اور قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ سے جو یہ معنی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی سے میثاق لیا کہ وہ ایک دوسرے پر ایمان لاویں اور ان کی نصرت و تعاون کرتے رہیں۔ بظاہر یہ مفہوم علی ابن عباس کے بیان کردہ مفہوم کے مخالف اور منافی ہے حالانکہ درحقیقت سے یہ مفہوم اس کے مخالفت نہیں بلکہ اس کا مقتضی اور مستلزم ہے۔

اسی بنا پر امام عبدالرزاقؒ نے بواسطہ معمر حضرت ابن طاؤس سے وہ مفہوم بھی نقل کیا ہے جو کہ علی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ فلا تضاد ولا منافاۃ اس کے بعد امام جلیل نے عبداللہ بن ثابت عن عمر رضی اللہ نقل کیا کہ فاروق اعظم ایک دفعہ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ورقہ توراۃ پڑھنے لگے تو آپ خفا ہونے لگے (مکمل روایت ذہن نشین کر لیں) جس کے آخر میں یہ مذکور ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں موسیٰ کلیم اللہ بھی آجائیں اور تم ان کے پیروکار بن جاؤ اور مجھے نظر انداز کر دو تو تم گمراہ ہو جاؤ کیونکہ تم میری قسمت کی امت ہو اور میں تمہاری قسمت اور حصہ کا نبی ہوں ملاحظہ کیجیے تفسیر ابن کثیر عربی مصری ص ۳۹۳ ' ۳۹۴ ج اول اسی طرح مندرجہ بالا روایات امام سیوطی مجدد صدی نہم نے بھی اپنی تفسیر درمنثور میں باسند نقل فرمائی ہیں۔

پھر اس مفہوم کی تائید کے لیے حدیث نبوی سے یہ فرمان نقل کیا۔ جو کہ سند ابو یعلی میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے۔ کہ

قال رسول اللہ ﷺ لاتسئلوا اهل الکتاب عن شیئی فانهم لن یهدوکم وقد ضلوا فاما ان تصدقوا بباطل واما ان تکذبوا بحق وانه واللہ لوکان موسی حیا بین اظهرکم ماحل له الا ان یتبعنی وفی معناه اخبار کثیره۔ وهی تونذ بظاهرها ما قلنا التفسیر ص ۲۱۰ ج ۳۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اس مفسر جلیل اور عالم ربانی نے ہمارے مفہوم کی کس طرح مدلل توثیق و تصدیق فرما دی۔ نیز محدث دوراں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کی علی وجہ الکمال تصدیق فرما کر قادیانی دجل کا ستیاناس کر دیا ہے۔ (دیکھیے عقیدۃ الاسلام)

۴۔ تفسیر مدارک میں ہے

(واذ اخذاللہ میثاق النبین) هو علی ظاهره من اخذالمیثاق علی النبین بذالک اوالمراد میثاق اولا د النبین وهم بنو اسرائیل علی حذف المضاف والسلام فیه (لما اتینکم من کتاب وحکمة) الام التوطئه لان اخذالمیثاق فی معنی الاستحلاف وفی لتومنن لام جواب القسم وما یجوز ان تکون موصوله بمعنی الذی اتیتکم لتومنن به (ثم جاء کم) معطوف علی الصلة والعائد منه الی ما محذوف والتقدیر ثم جاء کم (رسول مصدق لما معکم) للکتاب الذی معکم لتومنن به) بالرسول (ولتنصرنه) ای الرسول وهو محمد ﷺ الخ (مدارک طبع مصر ص ۱۳۰ ج ۱)

ملاحظہ فرمایئے صاحب مدارک نے بھی وہی مفہوم لیا ہے یعنی یہ عہد و میثاق تمام انبیاء سے خاتم الانبیاء کے لیے لیا گیا ہے۔

۵۔ قادیانی قاضی کے گھر کی گواہی

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ

واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمہ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ۔

ترجمہ از مرزا صاحب۔ اور یاد کر جب خدا تعالیٰ نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانے میں میرا رسولؐ آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا (کلام کو پورا نہیں کرے گا) تمہیں اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنا ہو گی اور کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔ (دیکھیے مرزا صاحب کی معروف کتاب حقیقتہ الوحی ص ۱۳۰ خزائن ص ۱۳۳ ج ۲۲)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے مخاطب قاضی نذیر لائلپوری نے اس آیت کا ترجمہ اور مفہوم بیان کیا ہم نے اس کے جواب میں اصول کے مطابق حدیث رسول سے اس کا مفہوم بیان کیا۔ صحابہ اور آئمہ تفسیر سے اس کا مفہوم بیان کیا حتیٰ کہ ان کے گرو اور پیشوا مرزا کادیانی کا ترجمہ و مفہوم بھی سامنے رکھ دیا جو کہ سراسر قاضی صاحب کی تکذیب و تردید کر رہا ہے۔ لہٰذا احقاق حق میں اب کوئی اخفا یا التوا نہیں رہنا چاہیے مگر افسوس صد افسوس کہ یہ کادیانی اپنے گھر کی اطلاع بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ محض اپنی زبان و قلم سے کچھ نہ کچھ اگلنے پر ہی بیباک رہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی کو فتح اور غلبہ سمجھتے ہیں۔

درمیان میں مصدق لما معکم کے ترجمہ کا بھی موازنہ کرتے جائیں

غزوات نبویہ میں حضرت مسیح کی شمولیت یا عدم شمولیت کا مسئلہ

قاضی صاحب نے یہ تسلیم کر کے کہ آیت کے دونوں معنوں کی رو سے حضرت مسیح پر آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون ضروری تھا۔ مگر از روئے مشاہدہ یہ وقوع پذیر نہیں ہوا للذا ان کی موت ثابت ہو گئی تو بندہ خادم عرض پرواز ہے۔ کہ

بحن مسلم ہذا ولکن موقعہ نصرت اور کیفیت نصرت یہ بحوالہ حکمت و علم الٰہی ہے نہ کہ کادیانی ذہن و تخیل پر منحصر ہے۔

دیکھیے آپ کے دور حیات میں دونوں قسم کی نصرت کی ضرورت تھی مگر اس دور میں قدسی نفوس صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ فریضہ بطریق احسن و اکمل پورا کر دیا اگرچہ جمیع انبیاء سے وعدہ نصرت تھا مگر قانون طبعی کے لحاظ سے سب کا آپ کے دور مبارک میں زندہ موجود ہونا معذر و مشکل تھا لہٰذا ان سب کا ایک نمائندہ متعین و مقرر کر دیا کہ جو کہ باوجود بعد زبانی کے اپنی طرف سے اصالتاً" اور دیگر مرسلین کی طرف سے وکالتاً" یہ عہد و میثاق پورا کرے پھر اس بعد زمانی کو طے کرنے کے لیے نمائندہ انبیاء حضرت مسیح کو اس متغیر جہاں سے منتقل کر کے عالم بالا پر ملکوتی ماحول میں لے گیا جو کہ غیر متغیر ہے۔ بالآخر قرب قیامت وہ نمائندہ انبیاء ابن مریم حکمت الٰہی کے تحت نصرت و تعاون خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے نازل ہوں گے اور اپنے تمام فرائض منصبی سے سبکدوش ہو کر اس رسول رحمت کے پہلو میں استراحت فرما ہوں گے اور روز حشر اس حالت میں اور اسی مصاحبت میں محشور ہوں گے جو کہ آپ کے قریبی اعوان صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما (جو کہ تمام صحابہ کے نمائندے ہیں کو حاصل ہوں گے) اور خود مسیح نمائندہ انبیاء ہیں تو بایں طور یہ عہد و میثاق کی عملی تصوریں اور نقشے اکٹھے ہی محشور ہوں گی۔

اور اسی طرح مبشر (مسیح) اور مبشر (محمد) کا عملی اجتماع بھی جلوہ افروز مشاہدہ ہو سکے گا۔

الحاصل۔ مندرجہ بالا تفاصیل یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی کہ اس آیت سے قادیانی استدلال سوفیصد سے بھی بڑھ کر باطل اور بے اصل ہے کیونکہ ابتدا میں طے شدہ اصول مسلمہ کے تحت نہ اس کی تائید شواہد قرآنی سے ہو سکی نہ تفسیر نبوی سے نہ تفسیر صحابہ سے نہ ہی بعد کے مجددین ملہمین اور آئمہ تفسیر سے۔ حتی کہ خود قاضی کے گرو مرزا غلام احمد کی شہادت بھی سوفیصد ہمارے حق میں بلکہ یہ تمام تائیدات روز روشن کی طرح ہمارے ہی حق میں بالفعل ثابت ہو چکی ہیں۔

ازاں بعد اس ابتدائی استدلال لایعنی پر مزید قادیانی تفریعات بھی بالکل ہباء منثورا ہو گئیں۔ فللہ الحمد۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون کی پہلو

اوپر یہ بھی واضح ہو چکا ہے۔ کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں جن کو خود قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

فالذین آمنو بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون

ترجمہ پس جو لوگ خاتم الانبیاء پر ایمان لائے۔ ان کی رفاقت اختیار کی ان کی عملی نصرت و تعاون (تبلیغ و اشاعت بذریعہ قول و عمل کی اور اس نور (قرآن مجید) کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا۔ تو یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

چنانچہ صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تمام امور میں اپنے آپ کو کامل اور کامیاب ترین ثابت کر دکھایا اور مالک الملک نے ان کو کامیابی و کامرانی کا بہترین ایوارڈ بھی دیدیا۔

فرمایا اولئک ہم المفلحون۔ الفائزون۔ المتقون۔ الراشدون۔ ہم المومنون حقا"۔ المہتدون۔ وغیرہ اب انہی چار امور میں حضرت مسیح بھی کامیاب ترین ثابت ہوں گے ملاحظہ کیجیے آپ پر ایمان۔ لتومنن بہ سے متحقق ہے آپ کی رفاقت و صحبت حسی طور پر لیلتہ المعراج میں متحقق ہو چکی ہے عملی نصرت و تعاون۔ تو اس کی احادیث میں مکمل تصریح ہے کہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب وغیرھا نیز قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی من ناواھم حتی یقاتل آخرھم المسیح الدجال۔ (واہ ص ۲۳۸ ج ۲ ابوداؤد مشکوۃ المصابیح ص ۳۳۱) لیجیے حضرت مسیح علیہ السلام کی نصرت و تعاون امور اربعہ میں آپ کے نزول کے بعد علی وجہ الکمال متحقق ہو جائے گی۔

قادیانی قاضی نذیر سے ایک سوال

قاضی صاحب آپ نے آیت کے دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ بات تسلیم کرلی۔ کہ اس میں حضرت مسیح کی نصرت و تعاون کا تذکرہ ہے اور پھر آپ اس کو ابھی تک عملاً" ثابت نہ ہو سکنے پر اپنی باطل تفریعات سیٹ کرنے لگے اور آخر میں شور مچانے لگے۔ کہ دیکھو عملی نصرت و تعاون ثابت نہ ہوا لہٰذا آپ کی موت ثابت ہو گئی۔

صاحب بہادر ہم خادمان خاتم الانبیاء ﷺ عرض کرتے ہیں کہ

آپ نے اپنے گرو کی باطل تعلیمات کی روشنی میں موت مسیح ثابت کرلی۔ اور ان کی جگہ اور قائم مقام ایک مثیل کو لا کھڑا کیا جو کہ قادیاں کا نہ نسلی ہے تو فرمایئے کہ جب مسیح کی آمد مسلم ہے اگرچہ تمہارے ہاں مثیل ہی سہی مگر اس کے تمام فرائض منصبی تو وقوع پذیر ہونے کو تم تسلیم کرتے ہو اگرچہ وہ بھی تاویلی اور تمثیلی رنگ میں ہی سہی۔ تو پھر آپ کے ہاں بوجہ عدم شمولیت دربد واحد مسیح کی موت ثابت ہو گئی۔ تو فرمایئے پھر آپ کے مثیل کا کیا بنا۔ آخر یہ بھی تو عملاً" بدر واحد میں نصرت و تعاون نہ کر سکا۔ تو کیا یہ بھی قبل الوجود مر چکا ہے؟ بینو و توجروا"

آخری گزارش۔ ناظرین کرام اب تک قاضی نذیر صاحب کی وفات مسیح پر پیش کردہ آٹھ آیات کا جواب مسکت سپرد قرطاس ہو چکا ہے آگے بقیہ پیش رفت بھی ہو گی انشاء اللہ۔

توجہ فرمایئے اور یقین کیجیے کہ قادیانیت من اول الی آخرہ سراسر دجل و فریب کا نام ہے کذب و افتراء اور حماقت و جہالت کا غلیظ ترین پلندہ ہے۔ اس میں کہیں بھی اصول پسندی۔ حق پرستی ملحوظ خاطر نہیں رکھی جاتی۔ یہ لوگ یات و احادیث میں ہر طرح کا دجل و فریب اور قطع و برید کرنے سے رتی بھر نہیں جھجکتے یا شرماتے کہیں لغت کا احتمالی سہارا کہیں تفسیر کی احتمالی توجیہات کہیں مجاز و استعارہ کہیں پنجابی محاورے اور کہیں غلط اور بے بنیاد اقتباسات تحریرات سے باطل کی گاڑی چلانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سلسلہ میں رحمت کائنات نے امت

مرحومہ کی مکمل رہنمائی فرمادی ہے توجہ فرمایئے۔

۲۔ دوسری جگہ مزکور ہے (قادیانی کردار کی مکمل ترجمانی)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ سنن و رومی ص ۴۷ ج ا وفی الکنز ص ۳۷۴ وعن نحہ کما فی الکنز ص ۳۷۸

ترجمہ حضرت امیر المومنین الخلیفتہ الثانی عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن (کی غلط تعبیر و مفہوم) سے دین میں شبہات پدیا کر کے تمہیں سے بحث و تکرار کریں گے (جیسے کلویانی ٹولہ) سو تم ان کو احادیث سے قابو کرو کیونکہ سنت و احادیث سے واقف لوگ کتاب اللہ کے صحیح مفہوم کو خوب جانتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ جب خارجی فتنہ نمودار ہوا تو ان کو بہت سمجھایا گیا مگر وہ لوگ قرآن کی غلط تعبیر سے ناجائز مغلو اٹھاتے تھے مثلاً" واقعہ تحکیم پر انہوں نے حکمین مقرر کرنے پر ان الحکم الا للہ سے استدلال کیا اور نعرہ تحکیم لگانا شروع کر دیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ کلمتہ حق ارید بھا الباطل۔

پھر ایک موقعہ پر آپ نے ان کو سمجھا کر راہ راست پر لانے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تیار کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے قرآن سے بحث نہ کرنا کیونکہ وہ قرآنی الفاظ کا غلط مفہوم و معانی لے کر مجادلہ و مکابر کریں گے لہذا ان سے ازروئے احادیث گفتگو کرنا۔ (منقول الکامل للمبرد باب الخوارج)

اس طرح کلویانیوں اور دیگر تمام گمراہ اور ملحد ٹولیوں کا وطیرہ ہے کہ وہ قرآنی الفاظ کو محاورہ اور لغت کے سہارے غلط مفہوم پہنا کر اپنی دیسہ کاریاں اور دجل و فریب رائج کرتے ہیں اور اسی ملحدانہ طریقہ سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں لہذا ایسے زندیقوں سے احادیث کے ذریعے گفتگو کرنی چاہیے تاکہ ان کا منہ بند ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عنایت فرماوے۔ (آمین)

ارشاد عالی ہے

۱۔ من غش فلیس منا۔

ترجمہ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی مسلمان ہی نہیں۔

۲۔ فرمایا ملعون من ضار مون اور مکر بہ۔

ترجمہ وہ آدمی ملعون ہے جو دوسرے مومن کو ضرر پہنچائے یا اسے فریب دے۔ تو عقائد میں تشکیک پیدا کرنے سے بڑھ کر اور کیا دھوکا فریب ہو گا۔

۳۔ نهی عن الاغلوطات۔ یعنی آپ نے پہیلی دار اور مغالطہ آمیز باتوں سے منع فرمایا (جو کہ قادیانیت کا خمیر اور بنیاد ہے)

یہ تو خورد و نوش کی چیزوں میں ملاوٹ سے بدترین جرم ہو گا۔ کہ اس کا نقصان صرف دنیا تک رہے گا مگر مسلمان کو عقائد میں دھوکا دینا یا مغالطہ دینا اس کی آخرت تباہ کرنے کے مترادف ہے لہذا یہ جرم دنیاوی دھوکا سے لاکھوں گناہ بڑھ کر ہو گا۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں۔ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون به ثمنا" قلیلا۔ اولئک ما یاکلون فی بطونهم الا النار۔ وما واهم جهنم وبئس المصیر۔اور فرمایا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والهدی من بعد ما بیناه للناس فی الکتاب اولئک یلعنهم اللہ ویلعنهم الاعنون (۵۹:۲) و (۳:۷۷و ۳۴۰۹) وغیرہ

ان آیات میں کتمان حق۔ اور تلبیس حق کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے پھر ایسے مجرموں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ

ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحریق

کہ بلاشبہ جن لوگوں نے (اپنی دسیسہ کاریوں اور مکر و فریب سے) اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالدیا (ان کے عقائد و اعمال میں گڑ بڑ کر کے راہ حق سے برگشتہ کر دیا) پھر انہوں نے اس بد عملی سے توبہ نہ کی تو ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہو گا۔

آخر میں ایسے مکاروں کے متعلق فرمان رسول ﷺ نے بھی فرمایا۔

یکون فی آخر الزمان دجالون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (والا مسلم ص ۱۰ ج ۱ عن ابی ہریرۃ)

مسیح علیہ السلام ہیں جو قیامت کے دن ان منکرین کے خلاف مندرجہ بالا شہادت دیں گے۔

اس کے بعد اسلامی مفسرین کے نظریہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

بعض مفسرین نے لیومنن بہ میں بہ اور موتہ کی دونوں ضمیروں کا مرجع حضرت مسیح قرار دیکر اس آیت کی یہ معنی لئے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک سب اہل کتاب ان پر ایمان نہ لے آئیں...... اور چونکہ ابھی کئی اہل کتاب ان پر ایمان نہیں لائے لہذا ابھی مسیح کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔ (پاکٹ بک ص ۶۸ و ۶۹)

الجواب بعون العلام الوہاب

ناظرین کرام مندرجہ بالا طویل قادیانی اقتباس ایک بار پھر بغور مطالعہ فرمائیں اور پھر اس پر تنقید و تبصرہ سے پہلے اہل اسلام کی اجماعی اور اتفاقی تفسیر بھی سماعت فرمائیں۔

سابقہ تفصیلات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس آیت کی مربوط تشریح یوں ہے کہ اللہ تعالی نے یہود کے دعوی قتل و صلیب مسیح کے متعلق یہود کی تردید فرماکر اعلان فرمایا کہ ہمارے مسیح مکر یہود کے تحت نہ گرفتار ہو سکے اور نہ ہی وہ اگلے مراحل سے دوچار ہوئے بلکہ ان کو تو اس کریم نے بحفاظت تمام بجسدہ العصری زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا ہے کیونکہ اللہ تعالی بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے ازاں بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح تو ایک بزرگ انسان تھے لہذا انہوں نے موت سے بھی ہم کنار ہونا ہے تو کیا وہ آسمان پر ہی وفات پائیں گے یا موت سے مستثنیٰ ہی رہ گئے؟ یا وہ کسی وقت زمین پر آکر یہ مرحلہ پورا کریں گے۔ کیونکہ نوع بشر کے متعلق عام ضابطہ یہ ہے کہ انہوں نے زمین پر ہی رہنا ہے اور زمین پر ہی مرنا ہے۔

نیز یہود نے ان کے قتل کا بھی دعوی کر رکھا تھا کہ وہ تو مار دیئے گئے لہٰذا دونوں چیزوں کی وضاحت کے لئے ایک جامع جملہ ارشاد فرما دیا۔ کہ جس سے انکی موت علی الارض کی وضاحت بھی ہو جائے اور نظریہ یہود کا رد بھی ہو جائے۔ تو فرمایا تو فرمایا کہ وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته۔

یعنی اگرچہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ کریم کسی فرد انسانی کو عام ضابطہ موت و دفن فی الارض سے مستثنیٰ بھی کر سکتے ہیں۔ خاص کر کے مسیح کو کیونکہ ان کی پیدائش اور دیگر کئی کوائف عام انسانوں سے امتیازی حیثیت کے ہیں مگر اس ضابطہ عام سے مسیح مستثنیٰ نہیں بلکہ لازماً" وہ بھی ان حالات سے دوچار ہونے والے ہیں وہ یوں کہ وہ ایک مدت بعد زمین پر نازل ہوں گے اور اپنی امت دعوت و اجابت سے برسرپیکار ہوں گے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کو پہلے دور کے خلاف عملی غلبہ سے نوازیں گے کہ اصل حقیقت واضح ہو جانے کے بعد تمام کی تمام بقیہ موجودہ امت اسرائیل آپ پر ایمان لے آئے گی کوئی بھی فرد انکے خلاف ہاتھ یا آواز اٹھانے والا باقی نہ رہے گا حتی کہ روئے زمین پر ایک ہی دین باقی رہ جائے گا بقیہ تمام نظریات و ادیان ختم ہو جائے گے اس کے بعد مسیح ضابطہ موت سے دوچار ہوں گے مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کر کے ان کو بصد عزت و احترام روضہ رسولؐ میں سپرد راحت کریں گے اور پھر یہی مسیح برحق روز حشر باطل پرست یہود و نصاریٰ کے متعلق کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے حسب سابق دوبارہ ان کو دعوت حق دی تھی اور انکی خوب نگرانی کی تھی جیساکہ پہلی دفعہ کے متعلق فرمائیں گے کہ کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم تو اب دوبارہ آمد کے متعلق فرمایا گیا کہ ویوم القیامه یکون علیهم شهیدا کیونکہ شہادۃ علی الامت۔ بلا موجودگی در امت صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ شہادت دیں گے یہ تشریح اہل اسلام کے ہاں اجماعی اور متفق علیہ ہے جس سے ایک فرد مسلم بھی منحرف نہیں تمام صحابہ کرامؓ تمام مفسرین و محدثین متکلمین وفقہاء اور جمیع مجددین ملہمین اسی حقیقت پر متفق اللسان و القلب ہیں۔

ترکیبی بحث

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر تا ہنوز تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ لیومنن بہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف لوٹتی ہے کہ تمام اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے ہاں ایک آدھ مفسر نے بہ کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید قرار دیا ہے ایک آدھ نے اس کا مرجع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے مگر اس مرجع کو کسی نے قبول نہیں فرمایا محض ایک مرجوع اور شاذ قول کی حیثیت سے طبری وغیرہ سے نقل ضرور کیا گیا ہے مگر قول مختار نہیں جب کہ ان چودہ صدیوں میں اس ضمیر سے مراد واقعہ قتل و صلیب کسی ایک نے بھی مراد نہیں لیا۔ جیسے ہمارے مہربان قاضی صاحب اسے بڑے دھڑلے سے نقل کر رہے ہیں لہٰذا واضح ہو گیا کہ قادیانی ٹولہ تمام امت سے اس مسئلہ میں منفرد اور الگ ہے (یہ لوگ من قل فی القرآن برایہ سے ذرا بھی نہیں ڈرتے قبل موتہ۔ (اس کی موت سے پہلے) ہاں موتہ کی ضمیر میں کچھ اختلاف ضرور ہے مگر اس ضمیر کا مرجع معتبر مفسرین نے راجح قول کے مطابق حضرت مسیح ہی مراد لیا ہے کہ مسیح کی موت سے قبل تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے چنانچہ مفسر ابن جریر جو کہ چوتھی صدی کے مسلمہ مجدد ہیں انہوں نے اسی تفسیر کو نقل کر کے صحیح ترین قرار دیا ہے دیکھئے آپ لکھتے ہیں: کہ (وان من اھل کتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ) اختلف اہل التاویل فی معنی ذالک فقال بعضم معنی ذالک وان من اہل کتاب الا لیومنن بہ یعنی بعیسی قبل موتہ یعنی قبل موت عیسی یوجہ ذالک الی ان جمیعھم یصدقون بہ اذ نزل لقتل الدجال فتصیر الملل کلھا واحدۃ وھی ملتہ الاسلام الحنیفیہ دین ابراھیم علیہ السلام ثم ذکر ھذا عن ابن عباس وابی مالک و عن الحسن وقتادہ وابن زید ملاحظہ فرمایئے تفسیر ابن جریر (ص ۱۴ ج ۶) پھر اسی ضمن میں حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی واللہ ان الان لحی عند اللہ ولکن اذا نزل لمنوا بہ اجمعون حوالہ بالا۔ اس کے بعد پھر امام ابن جرید نے ص ۲۱ پر اسی تفسیر کو صحیح ترین قرار دیا ہے پھر ان کے اس فیصلہ کو دیگر تمام مفسرین نے بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ

قیل ان الہائین جمیعا لعیسی علیہ اسلام کہ یہ دونوں ضمیریں بہ اور قبل موتہ کی حضرت عیسی کی طرف ہی لوٹتی ہیں۔ اور معنی یہ ہے کہ جب عیسی علیہ السلام دوبارہ اتریں گے تو اس وقت کے موجود تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے قالہ قتادہ وابن زید وغیرہ واختارہ الطبری" وروی عن الحسن فی قولہ تعالی وان من اہل لکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی واللہ انہ لحی عند اللہ الان ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون ونحوہ عن الضحاک و سعید بن جبیر" (تفسیر قرطبی ص ۱۱ ج ۶ تحت ھذہ

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ لیومنن بہ کی ضمیر کے متعلق تو تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسی علیہ اسلام ہیں ہاں بعض نے اس سے مراد قرآن اور بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیا ہے مگر وہ تفسیر غیر معتبر اور غیر مقبول ہے۔ جب کہ دوسری ضمیر یعنی قبل موتہ کے متعلق بھی مفسرین نے معمولی سا اختلاف کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسی نہیں بلکہ کتابی ہے مگر معتبر اور راجح پہلی بات ہی قرار دی گئی ہے (ابن جریر وغیرہ) حتی کہ یہی ترجمہ جناب حکیم نور دین خلیفہ اول نے بھی کیا ہے دیکھئے ان کی کتاب فصل الکتاب ص ۳۱۴ حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اسکی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ بلفظہ

ملاحظہ فرمائیے جناب خلیفہ صاحب نے سو فیصد ترجمہ ہمارے مطابق کر کے قاضی صاحب کی خلاف ڈگری کر دی ہے اب بھی کوئی قاضی یا مربی یا عام مرزائی اپنے اختراعی مفہوم پر اڑا رہے تو وہ منکرین حق اور منکرین خلافت میں سے ہی شمار ہو گا جب کہ اس سے پہلے وہ جملہ مجددین ملہمین سے منحرف ہو کر فسق و کفر کا تمغہ بھی حاصل کر چکا ہے اس پر امت مسلمہ کے اتفاقی نظریہ سے منحرف ہو کر نولہ ماتولی اور و نصلہ جہنم کا ایوارڈ بھی حاصل کر چکا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ

اگرچہ نقلی طور پر قبل موتہ کی ضمیر یا تفسیر میں بعض مفسرین نے ہمارے خلاف بھی توجیہ کی ہے مگر اصل راجح اور مقبول تفسیر وہی قرار پائے گی جس کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے حتی کہ کئی مفسرین نے اسکی تائید اور ترجیح میں حدیث بخاری بھی نقل کی ہے کہ جس میں حضرت ابو ہریرہ ؓ آنحضور ﷺ سے مسئلہ نزول مسیح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو ـ ولن من اہل الکتاب (از بخاری ص ۴۹۰ ج ۱) تو جب حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ تائید قرآنی پیش فرمائی اور کسی بھی صحابیؓ نے اس سے اختلاف نہیں فرمایا لہٰذا یہ نزول مسیح پر اجماع صحابہؓ کا انعقاد ثابت ہو گیا۔ جو کہ مرزا صاحب کے ہاں بھی حجت ہے۔ نیز امام بخاری ؒ کا اس حدیث کو نزول مسیح کے باب میں درج کرنا واضح کر رہا ہے کہ وہ بھی اسی نظریہ امت کے ہمنوا ہیں۔ نیز وہ بھی قبل موتہ کی ضمیر کے متعلق اسی حقیقت پر متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اس تفسیر کی تائید اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف سے بھی ہو رہی ہے جس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں (ازالہ اوہام) وغیرہ پھر تمام مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں حدیث بخاری لا کر اس اجماع صحابہؓ میں منسلک ہو رہے ہیں۔

جناب مرزا صاحب بحوالہ بخاری اس کی مسندات سے نہیں بلکہ تعلیقات سے متوفیک ممیتک نقل کرتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ ہمارے معنی کی تائید بخاری سے ہو رہی ہے حالانکہ یہ حوالہ ان کو کچھ مفید نہیں کیونکہ اس میں تقدیم و تاخیر بھی ملحوظ ہے یا وقتی موت (ثلث ساعات یا سبع ساعات) مراد لی گئی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے اصل تفاسیر سلف۔ مگر اس موقعہ پر تو کوئی ابہام یا اضمار نہیں بلکہ بالوضاحت اس آیت کا مفہوم ہمارے حق میں ثابت ہو رہا ہے۔

نیز بخاری نے اس ممیتک کو نزول مسیح کے باب میں ذکر بھی نہیں فرمایا اور نہ فلماتوفیتنی کے تحت۔ بلکہ ایک اور ہی باب کے تحت درج فرمایا ہے ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ اور ذکر بھی ترجمۃ الباب کے تحت فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے (بخاری ص ۶۶۵ ج ۲)

یہ تفسیر اس لئے بھی راجح ہے کہ اس کی تصدیق جناب حکیم نور دین صاحب مرزا صاحب کے دست راست کر رہے ہیں ملاحظہ کیجئے (ان کی کتاب لاجواب۔ فصل الخطاب ص ۳۴۲)

یہ تفسیر اس بنا پر بھی راجح ہے کہ یہ سیاق کلام کے نہایت موافق ہے کیونکہ اس سے قبل حضرت مسیح کا ہی تذکرہ ہے اور متعدد ضمیریں انہی کی طرف راجح ہو رہی ہیں مثلا وما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وغیرہ اسی طرح یہاں بھی لیومنن بہ اور قبل موتہ میں بھی انہی کی طرف راجع ہوں گی پھر اس کے بعد ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا۔ میں یکون کی ضمیر بھی مسیح ہی کی طرف راجع ہو رہی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ یہ ضمیری اختلاف ہمارے لئے رتی برابر مضر نہیں ہے کیونکہ ضمیر کے مرجع میں اختلاف کرنے والے مفسرین میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جو رفع و نزول جسمانی کے نظریہ میں اختلاف رکھتا ہو بلکہ تمام کے تمام اس نظریہ حق پر متفق اللسان و القلب ہیں یہ اختلاف صرف جزوی اور توجیہی ہے نفس مسئلہ میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ اس بنا پر قادیانیوں کو یہ معمولی توجیہی اختلاف رتی بھر مفید نہیں ہے۔

کما فی التفاسیر السالفہ طبری سے لے کر روح المعانی تک بلکہ اس کے بعد کی بھی۔ تو جب اس نقل اختلاف سے بنیادی طور پر ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا تو پھر اس معمولی سی الگ توجیہ سے ان کو کیا فائدہ ہوا؟ لہذا قاضی صاحب محض اس نقل اختلاف سے خوش نہ ہوں۔ بلکہ اصل مسئلہ کو دیکھیں ہاں قاضی صاحب کے لئے بمع ان کے ہمنواؤں کے یہ بات ضرور فکر مندی کے لائق ہے کہ تمام مفسرین لیومنن بہ کی ضمیر کے متعلق متفق ہیں کہ اس سے مراد محض ذات مسیح ہے اور کچھ نہیں نہ واقعہ قتل و صلیب جو قاضی صاحب مراد لے رہے ہیں جس کی تو کوئی شاذ نقل بھی نہیں لہذا تمام قادیانی اس نکتہ میں سے تمام اہل حق سے کٹ گئے اور يتبع غير سبيل المومنين کے مصداق قرار پا کر نوله ما تولى ونصله جهنم کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔

قادیانی قاضی کے مندرجہ بالا آیت سے اہل اسلام کے استدلال پر تنقید

پہلا اشکال اور مغالطہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ استدلال بدیں وجوہ باطل ہے

اول۔ اگر مسیح کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب کے متعلق اس آیت میں حضرت مسیح پر ایمان لانے کی پیشگوئی کی گئی ہے تو پھر اس آیت کے نزول کے بعد کیوں اب تک لاکھوں یہودی حضرت مسیح پر ایمان لائے بغیر مر رہے ہیں۔

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ اس پیشگوئی کا وقوع مسیح کے آخری زمانہ میں نزول ثانی کے وقت ہو گا اور اس وقت سب یہود بلا استثناء آپ پر ایمان لے آئیں گے تو یہ معنی بھی دیگر نص قرآنی کے خلاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں۔

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

ترجمہ یعنی اے مسیح میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں۔

پس آیت کی رو سے مسیح کے منکرین کا وجود قیامت تک موجود رہنا موعود ہونے کی وجہ سے ضروری ہوا تو یہ بات باطل ہوئی کہ ان کے نزول کے وقت آخری زمانہ میں سب یہودی ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (پاکٹ بک ص ۶۹۔ ۷۰)

الجواب بعون العلام الوہاب

جملہ اہل اسلام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی صحیح تفسیر جملہ مفسرین کی طرف سے بمع اختلاف توجیہ در ضمیر قبل موتہ نقل کر دی گئی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ ہمارے تمام اسلاف کرام اصل بنیادی نظریہ حیات و نزول جسمانی مسیح پر متفق اللسان ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر انہوں

نے کسی لفظ یا ترکیب کے متعلق جزوی اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً لفظ توفی کے متعلق یا اس موقع پر قبل موتہ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق۔ لہٰذا ان کا یہ جزوی اختلاف ہمارے لئے قطعاً مضر نہیں اور قادیانیوں کے لئے رتی بھر مفید نہیں ہے اگر ایک آدھ توجیہ ان کے موافق ہے تو اس پر اترانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ قادیانیوں کو یہ اختلاف اس وقت مفید ہو گا جبکہ یہ لوگ اس توجیہ کا اصل منشاء یا نتیجہ ہمارے سامنے ثابت کریں۔ اسی طرح یہ لوگ اور بھی کچھ مسائل میں کسی مفسر یا مجدد کی صحیح یا کوئی مغالطہ آمیز عبارت نقل کر کے ان کا ووٹ اپنے حق میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ صرف اتنی سی بات سے انہیں کچھ فائدہ نہیں۔ جب تک ان حضرات سے ان کا اصل نظریہ اپنے حق میں ثابت نہ کریں۔ آخر ڈوبنے والے کو ایک تنکے کا سہارا کہاں تک مفید ہو سکتا ہے؟ لہٰذا جب ہم نے جملہ اکابرین سے اصل نظریہ حیات و نزول جسمانی مسیح بنقل صریح مدلل طور پر سامنے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے ایک بھی ہمارے نظریہ کے مخالف نہیں تو پھر لفظی موشگافیوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ یہی روش زیر بحث آیت کے متعلق بھی قادیانیوں نے اختیار کی ہے کہ بعض اکابر کی طرف سے قبل موتہ کا مرجع مسیح نہیں بلکہ کتابی ہے نقل کیا ہے لہٰذا اصل اسلامی نظریہ اس آیت سے استدلال کی بنا پر باطل ہوا حالانکہ ہمارے نظریہ بر حق پر رتی بھر اثر نہیں پڑا۔

قادیانیوں کی یہ منطق نہایت جہالت و حماقت کا مظہر ہے کیونکہ ہمارا استدلال صرف یہی آیت نہیں کہ اس کے مستدلال نہ بننے سے ہمارا دعوی ہی سرے سے ختم ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے لئے مزید بے شمار دلائل ہیں جب تک ان سب کو ہمارے موقف سے غیر متعلق ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارا دعوی اور موقف قائم دائم رہے گا پھر یہ علی سبیل التنزل ہے ورنہ ہمارا یہ استدلال بالکل درست اور صحیح ہے اور اس کے خلاف کسی نظریہ کا ثبوت فمن دونہ خرط القتاد والا معاملہ ہے یہ تو آخری درجہ کی بات ہے اب اس قادیانی اعتراض کی حقیقت سنئے کہ۔

اگر اس آیت میں وفات مسیح سے قبل ہر ایک اہل کتاب کے ایمان کی

پیشگوئی ہے تو پھر اب تک کیوں لاکھوں یہود نصاری بلا ایمان مر رہے ہیں۔

جواب یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے قبل موتہ کا مرجع کتابی تسلیم کیا ہے ان کے نزدیک کتابی کا ایمان غیر دائمی اور غیر معلوم ہے یعنی ان کے ہاں ایسا نہیں کہ سارے کتابی ایمان لا کر عوام کو یا قادیانیوں کو بتلا بھی دیں کہ ہم واقعی مسیح پر یا واقعہ قتل و صلیب پر ایمان لے آئیں ہیں لہذا مسلمانوں کا نظریہ غلط ہو گیا بلکہ اس سے مراد آمد ثانی میں مسیح پر ایمان لانا مراد ہے تو جب ان کے ہاں مفہوم یہ ہے تو قاضی صاحب کا یہ ڈھکوسلہ کس کام آیا۔ کہ اب تک کیوں بلا ایمان مر رہے ہیں؟ اور اس سے اہل اسلام کا استدلال کیسے باطل ہوا؟ ہاں ہمارا نظریہ ہے کہ جب حضرت مسیح دوبارہ تشریف لائیں گے تو از روئے احادیث نبویہؐ آپ اہل حق کے مخالف محاذ جو کہ یہود پر مشتمل ہو گا ان کے ساتھ آپ جہاد کریں گے اور اپنی صحیح پوزیشن واضح فرمائیں گے کہ اے یہود میں خدا کا سچا مسیح تھا تم نے مجھے محض اپنی بدبختی اور عناد کی بنا پر تسلیم نہ کیا اور پھر تم نے ویسے ہی میرے قتل و صلیب کی افواہ اڑا دی۔ دیکھو میں تمہارے سامنے زندہ موجود ہوں۔ اور عیسائیوں کو فرمائیں گے کہ اے میرے نام لیواؤ تم نے بھی میرے خلاف غلط طوفان باندھا تھا کہ میں خدا اور اس کا بیٹا ہوں یہ بھی محض گمراہی اور کفر عظیم تھا دیکھو میں نے تمہارے سامنے اصل حقیقت واضح کر رہا ہوں کہ میں مریم صدیقہ کا فرزند ہوں نوع انسان سے ہوں نہ میں خدا ہوں نہ اس کا بیٹا لہذا تم میری صحیح حیثیت کو تسلیم کر کے پھر میری دعوت پر ایمان لاؤ۔ کہ میرے بعد محمد رسول ﷺ خاتم الانبیاء تشریف لانے پر ان پر ایمان لائے بغیر کسی کی بھی نجات نہیں ہو سکتی دیکھو میں بھی آپ کی عظمت شان اور ختم نبوت پر ایمان لا کر آپ کے مشن کی اشاعت و ترویج میں مصروف ہوں۔ پھر قادیانیوں کو فرمائیں گے (اگر کوئی اس وقت باقی ہو گا) فرمائیں گے کہ اے گروہ دجال تمہاری منطق سب سے نرالی اور گمراہانہ ہے کہ میں مصلوب ہوا پھر تندرست ہو کر کشمیر کو چلا گیا وہاں فوت ہو کر مدفون ہوا۔ ظالموں! تمہیں کس خبیث شیطان نے یہ القاء کیا تھا دیکھو میں مریم کا بیٹا نہ میں مصلوب ہوا اور نہ میں کشمیر گیا اور نہ میں طبعی موت مرا میں تو تمہارے سامنے موجود

ہوں۔ لہٰذا تم بھی اصل حقیقت پر ایمان لا کر اپنے آپ کو محفوظ کر لو۔ تو پھر اس جہاد کے بعد اور صحیح حقیقت منکشف ہو جانے پر جو اہل کتاب سے باقی افراد ہوں گے وہ سب آپ پر ایمان لا کر امت محمدؐ کے فرد بن جائیں گے یہی حقیقت ہمارا نظریہ ہے۔ نیز یہ بات بھی خوب ذہن نشین کر لیں کہ قاضی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے ہر ایک اہل کتاب اس واقعہ قتل و صلیب کو مانتا رہے گا (ص ۶۸)

فرمایئے یہ ترجمہ سابقہ کسی مفسر یا مجدد نے کیا ہے؟

کیا یہ ترجمہ قواعد فن کے تحت درست ہے؟

قاضی صاحب۔ ایک دن مر کر تم نے قبر کے ہولناک گڑھے میں پڑنا ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کیا ہوتا؟ ہر جگہ نفس پرستی اور طاغوت پرستی مناسب نہیں ہوتی۔ نہ آپ نقل میں کچھ باک کرتے ہیں نہ عقل میں۔ نہ تمہیں من قال فی القرآن برایہ فلیبتوا مقعدہ من النار ملحوظ ہے صاحب بہاور تمہارا یہ ترجمہ کسی بھی سطح پر درست نہیں۔ کیونکہ

یہ قاعدہ نہایت واضح اور بچہ بچہ پر منکشف ہے کہ جب مضارع پر ن ثقیلہ آ جائے تو وہ ہمیشہ زمانہ مستقبل کا معنی دیتا ہے بالخصوص جبکہ اس کے ابتدا میں لام تاکید بھی ہو لہٰذا لیومنن کا واضح ترجمہ یوں ہی ہو گا۔ اہل کتاب کا ہر ایک فرد مستقبل میں لازماً" مسیح پر ایمان لے آئے گا۔ اس کو کون پاگل تسلیم نہ کرے گا۔

قاضی صاحب کیا یہ یہود اور عیسائی اس کے علاوہ ہی واقعہ قتل و صلیب کے قائل نہیں؟ کیا یہود نے تاکیدا" انا قتلنا المسیح نہیں کہا تھا؟ لہٰذا آپ ان کا ایمان کسی واقعہ قتل و صلیب پر ثابت کرنے چلے ہیں وہ تو پہلے ہی اسے تسلیم نہیں بلکہ ان کا پختہ دعویٰ ہے کہ مسیح قتل و صلیب سے دوچار ہوئے تھے اور کہتے ہیں کہ مسیح سچے نبی نہ تھے لہٰذا ان کو ہم نے مصلوب کر دیا اور عیسائی قوم کا بنیادی عقیدہ ہی مصلوبیت مسیح ہے۔ لہٰذا یہ دونوں گروہ تو پہلے ہی اس واقعہ قتل و صلیب پر یقین رکھتے ہیں اب نئے سرے سے آپ ان کو کس جدید واقعہ قتل و صلیب پر ایمان لانے والا قرار دے رہے ہیں قاضی صاحب آپ بھی مرزا صاحب کی طرح

مراقی بن گئے یہ آپکی بے بیباکانہ باتیں منظر عام پر آنا زیب نہیں دیتیں لہذا کچھ تو شعور سے کام لیں۔ جناب مرزا صاحب تو بوجہ مراق و ہسٹریا کے معذور تھے نیز ان کے ملہم ہی ٹیچی اور مٹھن لال وغیرہ جیسے جاہل تھے۔ انہوں نے تو مرزا کو ایسے ہی الٹے سیدھے قواعد القاء کرنے تھے آپ تو کچھ ہوش و حواس درست کر کے بات کریں۔

۲۔ قاضی صاحب کا مزید ایک اشکال

کہتے ہیں کہ اگر اہل اسلام کا یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت تمام یہود و نصاری مسلمان ہو جائیں گے تو یہ بات دیگر دلائل کے علاوہ اس نص قرآنی کے بھی خلاف ہے کہ جو قرآن مجید میں حضرت مسیح سے وعدہ فرمایا گیا تھا کہ

وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة

یعنی تمہارے متبعین کو مخالفین پر قیامت تک غالب رکھوں گا

تو اگر تمام یہود و نصاری کا مومن ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ غالبیت کہاں رہے گی۔ کیونکہ اس طرح یہ غلبہ اس چیز کا متقاضی ہے کہ یہ دونوں فریق قیامت تک باقی بھی رہیں۔ لہذا اس آیت کا اسلامی مفہوم درست نہیں ہے۔ کیونکہ دریں صورت صحت آیت کی تغلیط لازم آتی ہے

الجواب بعون العلام الوہاب یہ ہے

یہ محاورہ قرآنی تقریبی ہے یعنی اس کا مفہوم اتنا ہی ہے کہ آپ کے متبعین مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے تو جب تک ان کا وجود باقی ہے مخالفت باقی رہے گی اور جب بوجہ مومن ہو جانے کے ان کا اپنا تشخص ہی قائم نہ رہا تو پھر مخالفت کیسی پھر دیکھئے ایسا محاورہ طویل مدت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بھئی میری تمہارے ساتھ قیامت تک مخالفت رہے گی یعنی ہمیشہ تک دوام حقیقی نہیں بلکہ تقریبی مراد ہوتا ہے۔

دوسرا پہلو۔ یہ ہے کہ

اس زمانہ کے متعلق خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مسیح موعود کے وقت تمام ملتیں ختم ہو کر محض ملت اسلام ہی باقی رہے گی اسلام کا عملاً غلبہ کامل ظاہر ہو گا۔ دیکھئے (چشمہ معرفت ص ۸۳ خزائن ص ۹۱ ج ۲۳) وغیرہ حوالہ جات کثیرہ۔

ادھر احادیث نبویہؐ میں بھی اس حقیقت کی صراحت موجود ہے کہ تمام مذاہب ختم ہو کر محض اسلام ہی باقی رہ جائے گا تمام قسم کے بغض وعداوت ختم ہو جائیں گی۔ لہٰذا قاضی صاحب کا مغالطہ محض فضول ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب کے ذہن میں جو اشکال ہمارے عقیدے کے مطالعہ سے پیش آیا وہی اشکال احادیث نبویہ اور خود مرزا صاحب کی تحریر سے بھی سامنے آ رہا ہے۔ اور سنئے

مرزا صاحب کی مزید تائید

آنجہانی لکھتے ہیں کہ

کیونکہ اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی مشہور کتاب ایام الصلح ص ۱۳۶ خزائن ص ۳۸۱ ج ۱۴)

مرزا بشیر الدین محمود کی گواہی

حضرت مسیح کی آمد ثانی کے حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو ترک کر دے گا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دے گا اس کے زمانہ میں سب مذاہب ہلاک ہو جائیں گے اور صرف اسلام ہی رہ جائے گا۔ (حقیقتہ النبوۃ ص ۱۲۵)

قاضی صاحب اور ان کے ہمنواؤ۔ بولو۔ جب مسیح کے زمانہ میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے دیگر تمام مذاہب (یہودیت۔ نصرانیت قادیانیت وغیرہ) ختم ہو جائیں گے۔ تو پھر یہود و نصاریٰ کی باہمی عداوت کہاں رہے گی؟ فرمایئے کچھ دماغ

شریف سیدھا ہوا کہ نہیں یہ تمہارے گھر کی گواہیاں پیش کر رہا ہوں۔ اب کرو دین اسلام پر اعتراض۔

ناظرین کرام۔ آپ یقین کیجئے قادیانیت محض دجل و فریب۔ حماقت و جہالت اور تضاد و تناقض کا پلندہ ہے۔ خود مرزا صاحب نہیں دیکھتے کہ میری یہ بات کہیں میری دوسری بات کے الٹ نہ ہو جائے اور نہ ہی خلیفہ صاحب دیکھتے ہیں کہ میری یہ تحریر بانی سلسلہ دجل و فریب کے مخالف نہ ہو۔ اور نہ کوئی قادیانی مبلغ اور جیالا ہی یہ بات ذہن نشین رکھتا ہے۔ کہ ہماری یہ تحریر یا تحقیق ہمارے بڑوں کے خلاف واقع نہ ہو گئی ہو۔ بلکہ ان کو محض لکھنے یا بولنے سے ہی سروکار ہوتا ہے آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہیں رہتا تمام قادیانی لٹریچر کی یہی پوزیشن ہے۔

اب فرمایئے محترم قاضی صاحب چلے تھے اہل اسلام پر اعتراض کرنے اور کلام الٰہی کو مضحکہ بنانے۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ولا یحیق المکر السیئی الا باھلہ یعنی خود اس تعارض اور تناقض کے چکر میں پھنس گئے اور وہ بھی اپنے بانی تحریک کے ساتھ لہٰذا یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہود و نصاریٰ کا باہمی بغض و عداوت ایک خاص وقت تک ہے اس بنا پر اہل اسلام کا مفہوم صحیح ثابت ہوا۔ اوز قاضی صاحب کا یہ مغالطہ محض مکرو فریب ہی نکلا۔ بلکہ ان کے اپنے اکابر کے لئے بھی خطرناک ثابت ہوا۔

۳۔ قاضی صاحب کا تیسرا مغالطہ

اس اسلامی استدلال کے خلاف قاضی صاحب نے دوسرا اشکال یہ پیش کیا ہے کہ اس آیت کی دوسری قرآت قبل موتھم بھی مروی ہے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری از حضرت قاضی پانی پتی وغیرہ۔ اس لئے انہوں نے اور دیگر مفسرین نے قرآت ثانیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع ہر اہل کتاب کو قرار دیا ہے تو جب یہ مفہوم لے لیا جائے تو اہل اسلام کا استدلال باطل ہوا۔ اور ویسے بھی کس نبی پر ایمان لانے کے لئے اس کی جسمانی زندگی بوقت ایمان ضروری نہیں۔ (پاکٹ بک ص ۱۷۰)

الجواب

یہ اختلاف قرآت کا مسئلہ مسلم ہے مگر یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ متواتر قرات کو ترک کر کے ایک روایتی اور شاذ قرآت پر انحصار کرنا کوئی معقول بات نہیں ہے بالخصوص جبکہ وہ قرآت عام اجماعی نظریہ کے بھی مخالف ہو۔ لہذا جب یہ بات سو فیصد ثابت ہو چکی کہ اہل اسلام از روئے قرآن و حدیث صحیح اور اتفاقی طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح دوبارہ تشریف لاویں گے۔ (دیکھئے ملفوظات ص ۳۰۰-۱۰ ازالہ ص ۵۵۷ شہادۃ القرآن ص ۴ و ۹) وغیرہ۔ تو پھر نحوی تو جیہات غیر متواتر قرآت اور شاذ اقوال وغیرہ سے اس حقیقت ثابتہ قطعیہ کے خلاف محاذ قائم کرنا کون سی دینی و علمی خدمت ہو سکتی ہے؟

پھر قاضی صاحب کی خدمت میں یہ بھی گذارش ہے کہ آپ کے مرزا صاحب تو مسیح برحق کے متعلق اپنے پیش کردہ معیار پر بھی پورے نہیں اتر سکے آپ پھر کسی غرض سے اس مردہ لاش میں ہوا بھر رہے ہیں صاحب اس غریق کو تمہارے تنکوں کا سہارا کچھ بھی مفید نہیں ہو رہا۔

۴۔ قاضی صاحب کا چوتھا معارضہ یا مغالطہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا اس بات پر نص صریح ہے کہ حضرت مسیح اب اس دنیا میں دوبارہ آکر اہل کتاب کے ان خیالات کو باطل نہیں کریں گے بلکہ وہ قیامت کو ہی ان پر گواہی دیں گے کہ ان کے خیالات باطل تھے پس جب حضرت مسیح کی آمد ثانی کی اس آیت سی نفی ثابت ہوئی تو ان کی زندگی اور اصالتاً" آمد ثانی کا خیال ہی باطل ثابت ہوا (پاکٹ بک ص ۱۷)

الجواب بعون العلام الوہاب

واہ جی قاضی صاحب۔ آپ اہل اسلام کے خلاف پاکٹ بک لکھنے بیٹھے اور علمیت یہ ہے کہ نصوص قرآنیہ سے بھی جہالت۔ بندہ خدا کیسی کچی باتیں کرتے ہو۔ کہ مسیح اصالتاً" آکر ان کے خیالات کو باطل قرار نہ دیں گے بلکہ قیامت کے

دن ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (سبحان اللہ)

فرمایئے کیا ان دونوں جملوں میں کوئی ربط ہے؟

صاحب بہادر سنیئے۔ تردید خیالات اور شیئ ہے اور کسی کے خلاف گواہی دینا اور بات ہے قاضی صاحب حضرت مسیح کے خلاف منفی معتقدات کا صرف ردہی مقصود نہیں بلکہ ان کو عملاً" تسلیم کرانا بھی مقصود ہے چونکہ دار دنیا دار امتحان ہے۔ یہاں جبرو اکراہ سے تسلیم نہیں کرایا جاتا۔

ہاں روز حشر ہر طرح سے ان کو قائل کیا جائے گا کیونکہ وہاں انسانی اختیار مسلوب ہو کر للہ الواحد القہار کی فضا قائم ہو گی۔ تکوینی طور پر ہر فرد اصل حقیقت کو تسلیم کر لے گا۔ تو یہاں مسیح سے لے کر آج تک بلکہ آمد ثانی تک کروڑوں اربوں عیسائی اور یہودی کفر و ضلالت پر مر رہے ہیں حالانکہ ان کے خیالات کی تردید قرآن مجید چودہ سو سال سے کر رہا ہے مگر جب آمد ثانی میں مسیح آجائیں گے تو جنگ و قتل سے باقی ماندہ افراد ضرور ایمان لے آئیں گے مگر پہلے فوت شدہ تو باقی رہ جائیں گے گویا عملی اور مکمل تسلیم یہاں بھی نہیں بلکہ جزوی ہے لہذا مکمل اظہار حقیقت کہ جس کے سامنے سب کے سب سر تسلیم خم کر دیں وہ قیامت ہی کو ہو گا۔ اس سے پہلے ممکن نہیں تو حضرت مسیح یہود و نصاریٰ کے غلط عقائد و اعمال اور طرز عمل کے خلاف گواہی دیں گے۔ جس سے انکار کی کوئی گنجائش اور موقعہ نہ رہے گا اور ان کو مجرم قرار دیکر جہنم رسید کر دیا جائے گا لہذا ہمارے اصل موقف سے اس آیت کی کچھ بھی مخالفت نہیں ہے۔ آپ بلاوجہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں بڑے بڑے اکابر صحابہ مفسرین مجددین ملہمین نے تمام دلائل براہین کو چھان پھٹک کر اس نظریہ حق پر مہر تصدیق ثبت کی ہے جس میں رتی بھر تضاد نہیں۔ لہذا اب صرف ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم کا مرحلہ ہی باقی ہے کسی مزید تحقیق کا نہیں۔

۵۔ قاضی صاحب کا آیت ان من اھل الکتاب کے متعلق پانچواں

مغالطہ۔

قاضی صاحب اسلامی استدلال پر یہ اشکال پیش کر رہے ہیں کہ

مفسرین کرام اس بات پر پریشان ہیں کہ لیومنن بہ کا مرجع مسیح کو کیسے قرار دیا جائے اس کے اصل مرجع واقعہ قتل و صلیب کی طرف ان کا ذہن نہیں پھرا اس لئے انہوں نی یہ تاویل کی کہ اس وقت تک انکی جان نہیں نکلتی جب تک ان سے ایمان بالمسیح کا اقرار نہیں لے لیا جاتا۔ (پاکٹ بک ۱۷)

الجواب بعون العلام الوہاب

ناظرین کرام آپ نے مندرجہ بالا بحث سے صاف معلوم کر لیا ہے کہ مفسرین ہرگز بہ کی ضمیر کے متعلق پریشان نہیں بلکہ تمام اکابر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا مرجع مسیح ہی ہیں جس کو تمام معتبر تفاسیر سے نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں بطور شذوذ کے بعض نے اس کا مرجع محمد ﷺ اور ایک آدھ نے قرآن مجید قرار دیا مگر باوجود اس کے جمہور مفسرین مجددین پہلی بات پر ہی متفق ہیں کیونکہ اس سے قبل حضرت مسیح کا ذکر خیر ہی چلا آ رہا ہے لہذا آپ کی ذات مقدسہ کو مرجع قرار دینے میں کوئی تکلف یا پریشانی کی بات پیش نہیں آتی ہاں تمہاری من گھڑت بات ضرور باعث پریشانی ہے کہ تم نے خواہ مخواہ من شذ فی النار کا مظاہرہ کر کے الحاد و تشکیک کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جبکہ ہمارے مفسرین اس معمولی سے ضمیری اختلاف کے باوجود بھی اس نظریہ رفع و نزول جسمانی پر دل و جان سے یقین رکھتے ہیں ہذا ھوا الحق الصریح قد اجمع واتفق علیہ جمیع الا ئمۃ والا مۃ من اولہ الی آخرہ فماذا بعدالحق الا الضلال المبین

اہل اسلام کی پانچویں دلیل وانہ لعلم للساعۃ پر قادیانی اشکال

جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں انہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے حضرت مسیح کو قرار دیکر یہ معنی کیا ہے کہ حضرت مسیح قیامت کی نشانی ہیں یعنی وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے دوبارہ آئیں گے یہ معنی بدیں وجہ باطل ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۷۷)

الجواب بعون العلام الوہاب

قاضی صاحب نے اپنی بنیادی کج فطرتی کے مطابق بات کو ہلکا کرنے کے لئے اور اپنی من گھڑت تاویل کو موثر بنانے کے لئے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے انہ کی ضمیر کا مرجع حضرت مسیحؑ کو قرار دیا ہے۔

یا اخوۃ الاسلام۔ ان لوگوں کا یہ دجل و فریب ہے کہ جب یہ اپنے الحاد و زندقہ کے چکر کی تائید میں لکھتے یا بولتے ہیں تو پھر یہ کسی بھی ہستی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ بلاجھجک ہر حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں ان کی یہ کج فطرتی اور بد مزاجی ہر جگہ عیاں ہے۔ چنانچہ زیر بحث آیت میں بھی قاضی صاحب نے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے کہ ایک مدلل و مبرہن حقیقت کو غیر اہم قرار دینے کے لئے اتنی بیباکی کا اظہار کیا ہے کہ جس تفسیر کو بڑے اکابر صحابہؓ اور تابعین بیان کریں حتی کہ حدیث صحیح مرفوع بھی اسکی موید ہو اسے بعض لوگوں کا عنوان دے کر غیر اہم اور غلط قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حالانکہ ام التفاسیر طبری میں فریقین کے مسلم مجدد امام ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نزول عیسیٰ کا واقعہ ہے اسی طرح ابو مالک۔ حسن۔ مجاہد۔ قتادہ۔ ضحاک۔ اور ابن زید وغیرہ اکابر مفسرین سے یہی تفسیر منقول ہے۔ (دیکھئے تفسیر طبری ص ۵۴ ج ۲۵)

ایسے ہی تفسیر در منشور للسیوطی میں ہے۔ جو کہ مرزا صاحب کے ہاں دسویں صدی کے مسلمہ مجدد و ملہم ہیں نیز تفسیر ابن کثیر وغیرہ اور تفسیر مظہری میں بھی یہی مذکور ہے کہ وانہ لعلم للساعۃ یعنی عیسی علیہ السلام ای نزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ قومہا۔ انظروا تحت ھذا الایۃ اس کے بعد قاضی صاحب نے اس مرجع کی تائید میں صحیح کی مشہور حدیث پاک نقل فرمائی ہے کہ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

انہا لن تقوم حتی ترو قبلہا عشر آیات فذکر الدخان والدجال والایۃ وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسی بن مریم

یہ حدیث پاک مسلم (ص ۳۹۳ ج ۲) اور بخاری شریف اور دیگر کتب

حدیث میں بھی مذکور و مسطور ہے اب حسب قواعد مسلمہ جو شروع میں نقل ہو چکے ہیں کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو گی پھر فرمان رسول سے تو اب یہ وانہ لعلم للساعتہ کی تفسیر و تشریح فرمان رسولؐ سے واضح ہو رہی ہے لہذا کسی بھی مدعی ایمان بالرسالت کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے تسلیم نہ کرے ورنہ بصورت دیگر ومن یشاقق الرسول کی زد میں آئے گا۔

اس کے علاوہ مزید احادیث بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نزول مسیح قیامت کی نشانی ہے لہذا ہم تو اسی حقیقت کے پابند ہیں اور رہیں گے۔ قادیانیوں کی اپنی قسمت وہ جس طرف مرضی ہو لڑھک جائیں۔

نیز اس بات میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ بعض مفسرین کرام نے انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف بھی راجع کی ہے اگرچہ وہ بھی محتمل ہے مگر سیاق کلام اور تائید احادیث سے یہی حقیقت قابل قبول ہو گی کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں۔

ہاں اگر تم دوسرے مفسرین ہی کی توجیہ پر اصرار کرو تو پھر بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ حضرات اگرچہ اس ضمیر کے مرجع کے بارہ میں ذاتی طور پر اختلاف رائے رکھتے ہوں گے مگر نفس مسئلہ نزول و حیات میں تو وہ ہمارے موقف سے بال برابر بھی مختلف نہیں لہذا قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا صرف ایک جزئی کو ہم سے الگ کرنے پر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ انہوں نے میدان مار لیا ہے کیونکہ یہ صرف ایک توجیہ کا اختلاف ہے جس میں وہ اپنی توجیہ کو محض احتمالی قرار دیتے ہیں حصر وہ بھی نہیں کرتے کہ اس کا مرجع صرف یہی ممکن ہے اور اس کے خلاف بالکل غلط ہے اور پھر اس بنا پر قادیانیوں کی طرح مسئلہ حیات مسیح بھی مخدوش قرار دیتے ہوں۔ اس تمام منطق کا کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں ہے۔ تو بتائیے اس معمولی سے اختلاف سے قادیانیوں کو کیا فائدہ ہوا؟

ناظرین کرام اس تفصیل سے قادیانی اشکال کی جڑ مکمل طور پر اکھڑ جاتی ہے اور ان کی باقی ماندہ وجوہ تغلیط بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ مگر آپ ذرا تفصیلی طور پر بھی ان کا خون خرابہ ملاحظہ فرمالیں تو مزید سامان فرحت و انبساط فراہم ہو جائے گا۔ وھو ھذا

۱۔ قادیانی وجہ اول۔

اہل اسلام نے عِلم کے معنی نشانی کے لئے ہیں حالانکہ اس کے لئے عَلَم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ جناب من اس کی دوسری قرات عَلَم بھی ہے اور عِلم کی صورت میں بھی معنی یہی ہے جو قاضی صاحب نے کیا ہے۔ علم۔ یعلم بہ قربھا۔ (دیکھئے تفسیر مظہری) اور تفسیر

روح المعانی میں ہے۔

(وانه) ای یعیسی علیه السلام (العلم للساعته) ای انه بنزوله شرط ومن شروط الساعته او بحدوثه بغیراب اوبا حیاء ه الموتی دلیل علی صحته البعث الذی هو معظم ما ینکر الکفرة من الامور الواقعه وایا ماکان فعلم الساعته مجاز عماتعلم به والتعبیر به للمبالغته ص ۹۵ ج ۲۵)

پھر انہوں نے اسکی ضمیر کا مرجع قرآن قرار دینے والوں کا ذکر فرما کر اس توجیہ کی ضعیف بھی کی ہے کیونکہ اس سے قبل قرآن کو کوئی تذکرہ نہیں لہٰذا سیاق کلام کی بنا پ اور تائید احادیث کی بنا پر یہ توجیہ راجح ترین ہو گی کیونکہ اس سی قبل ان ھو۔ ام ھو وغیرہ ضمائر بالاتفاق مسیح کی طرف راجع ہو رہی ہیں لہٰذا انہ کی ضمیر بھی آپ کی طرف ہی راجع ہو گی۔ (دیکھئے تفسیر روح المعانی ص ۹۶ ج ۲۵ طبع لاہور

ایسے ہی تفسیر مدارک وغیرہ میں بھی مندرج ہے کہ (انہ ای عیسیٰ) اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مرجع ضمیر میں کچھ اختلاف ہے مگر راجح ترین بات یہی ہے کہ انہ کا مرجع حضرت مسیح ہی ہیں کیونکہ سیاق کلام اسی چیز کا متقاضی ہے باقی اقوال محض مرجوع اور احتمالی ہیں لہٰذا قادیانی اور دیگر منکرین حیات و نزول مسیح کو ان امور سے کچھ فائدہ نہیں۔

۲۔ دوم یہ بیان فرماتے ہیں

اگر علم کو مجاز علم ہی قرار دے لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مسیح کے نزول کو قیامت کی نشانی قرار دیکر فرمایا گیا ہے کہ فلا تمترن بھا کہ مسیح

قیامت کی نشانی ہے لہٰذا تم اس میں شک نہ کرو۔ تو یہ عجیب بات ہے کہ نشانی تو ابھی واقع نہیں ہوئی مگر اسے ماننے کا پہلے ہی زور دیا جا رہا ہے۔ یہ تحکم (جبر) ہے جو نشان الٰہی کے خلاف ہے۔

جواب یہ ہے کہ

صرف نزول مسیح ہی وقوع قیامت کی نشانی نہیں بلکہ اور بھی بے شمار نشانات ہیں جن میں سے بعض وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ بعض کچھ دیر بعد واقع ہوں گی اور بعض بالکل قرب قیامت ظاہر ہوں گی تو وقوع قیامت ایک ہی نشانی پر مبنی نہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعۃ حتی تروا عشر آیات (مسلم)۔ دیکھئے یہ مختلف اوقات میں واقع ہونے والی نشانیاں ہیں۔ تو کیا طلوع شمس من مغرب یا خروج دابہ کے متعلق بھی یہی بات کہو گے کہ حضرت نے عجیب بات فرما دی کہ یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ یہ قبل از وقوع منوانا تو محض تحکم ہے پھر صاحب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ مفسرین کرام نے ضمیر کا مرجع عیسیٰ کو قرار دیکر وجہ علیت کئی امور کو بیان فرمایا ہے صرف آمد ثانی ہی کو قرار نہیں دیا کہ تمہارا یہ اشکال پیش آئے بلکہ آپ کی ولادت عجیبہ کو بھی بیان فرمایا ہے اور بعض نے آپ کے معجزہ احیاء موتی کو وجہ علیت بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ اشکال محض ایک فضول اور لچر سی بات ہے۔ (دیکھئے تفاسیر سلف صالحین۔

پھر عجیب تر بات ہے کہ اول تو ہر مفسر انہ ای عیسیٰ ہی کہتے ہیں لیکن اگر کسی نے انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن یا کچھ اور بھی بیان فرمایا ہے تو بھی بنا بر ایک احتمالی توجیہ کے بیان کیا ہے نفس مسئلہ حیات و نزول میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا اسی لئے آگے نزول مسیح کی احادیث بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کہ جس مسئلہ کو اصدق الخلق صلی اللہ علیہ وسلم بار بار موکد بقسم بیان فرمائیں اس میں کسی مومن کو کیسے تردد ہو سکتا ہے یہ تو قادیانیوں جیسے ملحدین ہی کا کام ہے۔ کہ محض اپنا الو سیدھا کرنے کے پیش نظر ہر حقیقت کو نظر انداز کرتے جاتے ہیں نہ خدا کی شرم نہ رسول اللہ ﷺ کی حیا اور نہ ہی بعد کے مجددین ملہمین اور اکابر ائمہ ہدیٰ کا پاس۔ گویا یہ لوگ

روحانی ایڈز کے شکار ہو چکے ہیں اچھا اب مرزا صاحب کا ذاتی ترجمہ سماعت فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

اور پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۷۲ طبع لاہور)

ناظرین کرام کیا یہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ یہ کس لغت اور اصول کے مطابق ہے فرمایئے آنجہانی نے کونسی الحاد و زندقہ میں کسر باقی چھوڑی ہے کیا مرزائی اسی لیاقت پر دوسروں کو دعوت دیتے پھرتے ہیں۔ فرمایئے کیا ایسا لچر ترجمہ اس سر سید کے فرشتوں کو بھی سوجھا ہو جس پر خود مرزا ان کی الحادی تاویلات پر زبردست تنقید کرتے ہوئے فتویٰ الحاد لگا رہا ہے۔ (آئینہ کمالات ص ۲۲۷ تا ص ۲۷۳)

مگر مرزا نے باوجود تمام تر پھرتیوں کے انہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہی بتایا یا اخوۃ الاسلام سچ ہے جو شخص راہ حق سے بھٹک گیا وہ ایسے ہی کھڈوں میں گرتا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے منحرف ہو گیا اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ ﷺ کتنی زبردست تاکیدات سے اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

نیز فرمایا والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

نیز فرمایا واللہ لینزلن ابن مریم حکما عدلا فیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد (رواہ مسلم ص ۸۷ ج ۱) ایک موقعہ پر فرمایا والذی نفسی بیدہ لیقتلنہ بباب لد دیانتداری سے فرمایئے کہ جس مسئلہ کو اصدق الخلق اتنی قسموں اور تاکیدات سے بیان فرمائیں تو کیا کسی باہوش انسان کو اس میں کچھ شک یا تردد رہ سکتا ہے انکار و

انحراف تو دور کی بات ہے۔ خدا کی قسم صادق و امین محمد ﷺ کے ارشاد پر تو کفار بھی یقین کر لیتے تھے۔ کہ یہ بات ضرور سچی ہے مومن کیوں شک کرے گا۔ مگر یہ قادیانی اتنے سکہ بند کافر اور زندیق ہیں کہ ان کو کوئی بھی سچی بات راس نہیں آتی۔ یہ دنیا میں نرالی ٹولی ہے کہ جو باوجود ادعائے ایمان کے بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان موکد بحلف پر یقین نہیں کرتے بالخصوص جب کہ مرزا قادیانی نے خود ایک ضابطہ بھی طے کر دیا ہے کہ جو بات موکد بحلف کی جائے اس میں کوئی استثناء یا تاویل نہیں ہوتی بلکہ وہ ظاہری صورت میں ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ (حمامتہ البشری ص ۱۴)

مگر اس مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے کتنی تاکیداً اور قسموں سے بیان فرمایا ہے۔ آخر ہم مرزا صاحب کا ہی ایک دوسری ضابطہ پیش کرتے ہیں کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
چھوڑ دو جو چھوڑتا ہے تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڑایہ ص ۲۷) اب خدا لگتی کہئے کہ اس میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے کس کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس نظریہ میں اختلاف کرے یا تاویلات باطلہ کا سہارا لے۔

یااخوۃ اسلام۔ توجہ فرمائیں۔ یہ منکرین حیات قادیانی نہ سمجھیں تو جائیں جہنم میں تم اپنی فکر کرو۔ کہ جس ذات اقدس پر آپ کا ایمان کامل کا دعوی ہے کم از کم آپ تو اس مسئلہ میں پختہ اور پر یقین ہو جائیں کوئی فرد مسلم کسی قادیانی وسوسے سے ہرگز متاثر نہ ہو۔ بلکہ ان کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور مکذب سمجھ کر ان کے قلع قمع کرنے کی موثر جدوجہد کرے ورنہ اس کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جی حضرات گرامی جاتے جاتے زیر بحث آیت میں انہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ معلوم کر لیجئے جناب قادیانی کا ایک اور اعتراف ملاحظہ فرمایئے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ انہ لعلم للساعتہ فلا تمترن بہا یعنی اے یہود و عیسی کے ساتھ تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ قیامت کیا چیز ہے...... اس میں شک نہ کرو (اعجاز احمدی ص ۲۱ از مرزا قادیانی خزائن ص ۱۳۰ ج ۱۹)

قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا مرزائیو دیکھو آپ کے گرو مرزا صاحب انہ کی ضمیر کا مرجع کیا بتلا رہے ہیں کاش کہ قاضی صاحب پہلے گھر کو دیکھ بھال کر قلم اٹھاتے تاکہ یہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔

۳۔ تیسرا قادیانی اشکال یہ ہے کہ

اگر بالفرض ضمیر کا مرجع مسیح ہی ہوں تو بھی تمہارا نظریہ حیات مسیح ثابت نہیں ہوتا کیونکہ پھر بطور مبالغہ زید عدل کی طرح معنی یہ ہوگا کہ آپ کی تعلیم آپ کے زمانہ اول کے لوگوں کے لئے موجب علم قیامت ہوگی اور اس طرح بعد والے لوگوں کے لئے بھی آنحضرت ﷺ کے ذریعہ لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ دیکھو مجھ سے پہلا نبی بھی قیامت کی تعلیم دیتا ہے اور میں بھی دے رہا ہوں لہٰذا تم اس میں کوئی شبہ نہ کرو اس میں آپ کا مطلق نزول موجب علم قیامت کہاں مذکور ہے۔ (پاکٹ بک)

جواب یہ ہے کہ جب سابقہ تمام مفسرین کرام نے از روئے سیاق کلام اور احادیث رسول ﷺ اس کا مفہوم واضح کر دیا ہے تو تمہیں اس سے انحراف و انکار کی کونسی مصیبت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ نئی نئی پرالحاد توجیہات نکال کر ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق بنتے پھرو اور بقول مرزا صاحب سابقہ مجددین سے انحراف موجب فسق و کفر کا طوق گلے میں لٹکاتے پھرتے ہو لہٰذا سلامتی انہی کے نظریہ کے اختیار کرنے میں ہے کیونکہ حکم ہے (واتبع سبیل من اناب الی) بالخصوص جب کہ خود مرزا صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہی بیان کر دیا ہے تو تمہیں اب اقرار میں کیا چیز مانع ہے؟

۴۔ چوتھا قادیانی اشکال یہ ہے کہ

الساعۃ سے مراد قیامت نہیں بلکہ عذاب کی گھڑی مراد ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ ولادت مسیح بنی اسرائیل کے لئے موعود عذاب کی

نشانی تھی اور اسی طرح رسول کریم ﷺ کا ظہور بھی آپ کے منکرین کے لئے موعود عذاب کا نشان ہو گا اس لئے آپ کے منکرین کو اپنے زمانہ میں آنے والے عذاب کی گھڑی پر یقین رکھنا چاہئے اور اس میں کسی قسم کا شک و تردد ہرگز نہ ہونا چاہئے (کیا یہ قبل از وقت تلقین نہیں تھی ناقل) اس توجیہ پر بھی مسیح کی حیات جسمانی پر استدلال باطل قرار پاتا ہے لہذا انہ کی ضمیر کا مرجع وہی صحیح ہونا چاہئے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ انہ سے مراد قرآن کریم ہے جس میں قیامت کے علمی دلائل مذکور ہیں لہذا آنحضرت ﷺ کے منکرین کو ساعت موعود میں کوئی شک نہ کرنا چاہئے بلکہ سچے دل سے آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۷۸)

الجواب لاالآخر قاضی صاحب جب تمام معتبر مفسرین اور مسلمہ مجددین نے اس آیت کے راجح معنی بیان کرتے ہوئے اسی سے مراد نزول مسیح ہی لیا ہے جو کہ دوسرے متعدد دلائل و براہین سے ثابت ہے تو پھر آپ کو ان سے منحرف ہونے کی کیا مصیبت پڑی ہے کیا آپ امام ابن جریر ابن کثیر صاحب روح المعانی علامہ نسفی سے علم و عقل میں بڑھ گئے کہ ان کو تو یہ اشکالات نہ سوجھے ہوں اور تمہیں اور تمہارے گرو کو سوجھ گئے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ قاضی صاحب جو توجیہ بھی اجماعی نظریہ کے مخالف ہو گی وہ ناقابل قبول ہو گی اور مردود ہو گی۔ لہذا آپ اتنی فضول محنت نہ کریں۔ آپ کی سلامتی اسی میں تھی کہ آپ جمہور امت کے ساتھ ہی رہتے محض ماڈرن قسم کے منکرین کی پیروی کر کے جادہ حق سے نہ پھسلتے۔ کیا تمہیں فرمان الٰہی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ذہن نشین نہ تھا۔

ناظرین کرام یہاں تک اس مسئلہ حیات و نزول جسمانی کے متعلق اہل اسلام کے دلائل اور قادیانیوں کے تلبیسی اشکالات کے جوابات تھے جس سے آپ نے اچھی طرح سے اندازہ کر لیا ہو گا۔ کہ اہل حق کا نظریہ ہی اصول و ضابطہ کے موافق ہے سلف صالحین کے مطابق ہے یہی امت مسلمہ کا اجماعی اور اتفاقی عقیدہ

ہے اس کے خلاف قادیانیوں کا نظریہ سراسر بے دلیل اور محض سفسد اور الحاد وزندقہ کا ملغوبہ ہے۔ جو حقیقت سے سراسر الگ تھلگ خزینہ ضلالت ہے۔ محض دجل فریب ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو اسی نظریہ حق پر قائم دائم رکھے بلکہ گم کردہ راہ لوگوں کو بھی اسی سچائی کو اپنانے کی توفیق عنایت فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین
خادم انسانیت احقر عبد اللطیف مسعود

مسئلہ حیات مسیح ازروئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم

یااخوۃ الاسلام مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ امت مسلمہ کا ازروئے نصوص (قرآن و حدیث) ایک اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے جس کی پوزیشن حسب تحریر مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سماعت فرمائیے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

۱۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریمؑ کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔

۲۔ جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے

۳۔ اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہموزن ثابت نہیں ہوتی۔

۴۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔

۵۔ انجیل بھی اسی مصداق ہے۔

(نتیجہ) اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگون کا کام ہے۔

۱۔ جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا۔

۲۔ اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷)

ناظرین کرام مندرجہ بالا اقتباس بالکل صاف' واضح اور مفہوم میں بالکل کلیر ہے۔ ایک ان پڑھ اور پرائمری کلاس کا بچہ بھی اس کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکتا ہے چنانچہ اس میں بندہ نے مزید سہولت کے لئے ایسے جملوں پر نمبر شمار لگا دیئے ہیں۔

جناب مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اقتباس میں مندرجہ ذیل حقائق کا اعتراف کیا

ہے کہ

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ مریم صدیقہ کے فرزند تھے ان کے آنے کی پیشگوئی ہے نہ کہ کسی مثیل مسیح کی۔

۲۔ اس پیشگوئی کو بوجہ ثبوت کامل کے تمام آئمہ دین اور عوام الناس نے بیک زبان و قلب قبول کر لیا ہے۔

ف۔ واضحتہ" اب ہم اگر اسلامی لٹریچر ملاحظہ کریں تو اس میں بالکل عیاں طور پر یہ عقیدہ حضرت عیسیٰؑ جو صاحب انجیل اور رسول نبی اسرائیل اور مریم صدیقہ کے فرزند تھے کے متعلق مذکور ملتا ہے نہ کہ کسی مثیل مسیح کے متعلق۔

۳۔ اور بھی صحیح احادیث میں بے شمار پیشگوئیاں ہیں جیسے خروج دجال۔ آمد مہدیؑ۔ مختلف عملی اور اعتقادی فتنوں کا ظہور۔ مگر یہ پیشگوئی سب سے بڑھ کر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

۴۔ یہ پیشگوئی صرف قرآن و حدیث کی رو سے اور صرف اہل اسلام تک ہی محدود نہیں جیسے دیگر پیشگوئیاں ہیں بلکہ اس کا تذکرہ موجودہ اناجیل میں بھی موجود ہے۔ مثلاً" (متی ۲۴ لوقا وغیرہ)

۵۔ اس پیشگوئی کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہے جو کہ ایک حجت شرعیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۶۔ آمد مسیحؑ بن مریم کے انکار کا نتیجہ اور انجام

لہٰذا جب یہ پیشگوئی ایک زبان زد اور مشہور و معروف حقیقت ہے تو اس سے انکار و انحراف کرنا کوئی شرافت نہیں ہو گی کیونکہ پھر اس بنا پر اس کی تائید کرنے والی بے شمار احادیث رسولؐ کا انکار لازم آتا ہے جو کہ سراسر بدقسمتی اور بے نصیبی کی بات ہے کیونکہ یہ تو انکار رسالت کی بات ہو جاتی ہے لہٰذا ایسی حقیقت سے انحراف یا انکار سراسر بدقسمتی اور محرومی کی بات ہے۔

۷۔ جو لوگ اس مرض انکار و انحراف کا شکار ہو گئے تو وہ محض اسی بنا پر ہوئے کہ ان کے ذہن و قلب میں خدا و رسولؐ کی عظمت باقی نہیں رہی اور ظاہر ہے کہ جس کے قلب و ذہن میں خدا رسولؐ کی عظمت نہ رہے وہ مسلمان کیسے رہ سکتا

ہے؟

قارئین کرام میرے خیال میں اس نظریہ کی اہمیت و عظمت اس سے بڑھ کر بیان کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے لہٰذا آپ ان حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصل حقیقت کو پا سکتے ہیں کہ اس نظریے کے قائلین کا مقام کیا ہے اور اس کے منکرین کا مقام و انجام کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسی مثیل دجال مرزا غلام احمد قادیانی کی مزید متعدد واضح اور ٹھوس تحریرات پیش کی جا سکتی ہیں جو کہ نظریہ اسلامی کی اہمیت و عظمت اور حقانیت کو مزید سے مزید واضح کر کے اصل حقیقت اور اس میں اختلاف کرنے والوں کی پوزیشن واضح کر دیتی ہیں۔ مثلاً ان کی کتاب شہادۃ القرآن (ص ۲ و ۶ خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶ ملفوظات ص ۳۰۰ ج ۱۰)۔

نیز مرزا صاحب نے اس جادہ حق سے انحراف کر کے اپنا ایک الگ اختراعی نظریہ وضع کیا ہے اس کے متعلق مرزا صاحب کے دلائل نہیں بلکہ نفس مسئلہ کو جس متضاد و متناقض انداز اور دجل و فریب سے انہوں نے پیش کیا ہے وہ انداز بھی ہماری حقانیت اور ان کی بدتہذیبی اور باطل پرستی کا واضح ترین برہان ہے۔

اس کے بعد تمام حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جب کسی آدمی کے ایک نظریہ پیش کرنے کا انداز اتنا متضاد اور پر فریب ہو تو اس کے دلائل کس پوزیشن کے ہو سکتے ہیں۔ یہی کہ ہر جگہ من گھڑت مفہوم' غلط حوالجات' غلط اور مرجوح توجیہات' باطل اور من گھڑت تلبیسانہ تاویلات' فنی قواعد و ضوابط میں بھی من گھڑت قواعد اور شذوذ و تفرد کا سہارا کہ اکابر آئمہ اور قدیم یا غیر معروف کتب اسلامیہ کے من گھڑت حوالہ جات' نیز عمومات سے استدلال۔ غرضیکہ ایک شق بھی معقول یا اصول کے مطابق نہیں ہو گی۔ بلکہ جیسے ان کا نظریہ باطل ویسے ہی اس کے دلائل اور تائیدات بھی بیکار۔ یہ قادیانیت کی تمام تر حقیقت اور بنیاد ہے۔ جس سے وہ کبھی بھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

ازاں بعد سماعت فرمایئے کہ اس تحریر میں میرے مخاطب جناب قاضی نذیر صاحب آف لائلپور مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ کی قرآنی بحث کے بعد احادیث کے متعلق کچھ خامہ فرسائی فرماتے ہوئے چند روایات نقل کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آنجناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب ایک روایت بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔ کہ

آنحضور ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جبرائیل امین ہر سال میرے ساتھ قرآن مجید دہراتے تھے اور اس سال انہوں نے دو دفعہ میرے ساتھ قرآن دہرایا ہے اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر تک ضرور زندہ رہا ہے اور انہوں نے مجھے یہ بھی خبر دی کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا مگر صرف ساٹھ سال کی عمر کے سرے پر جانے والا۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۷۹ و ۸۰)

اس سے گویا قاضی صاحب کشمیر والا مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی یہ آرزو پورا ہونا محال ہے۔ کیونکہ

۱۔ اول تو اس روایت کی سند ذکر نہیں کی گئی جو کہ روایات کے سلسلہ میں ضروری ہے۔ دوم یہ روایت بخاری مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں بھی نہیں بلکہ یہ حدیث صحاح ستہ کی احادیث کے سراسر خلاف ہے لہٰذا معتبر نہیں چنانچہ مرزا صاحب خود ایک ضابطہ تحریر کرتے ہیں کہ

پس حدیث کی قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کی نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہ ہو گی۔ (کشتی نوح ص ۵۸)

ایسے ہی مرزا صاحب نے کئی کتب میں بخاری شریف کو اصح الکتب تسلیم کیا ہے مثلاً (ازالہ اور شہادۃ القرآن وغیرہ نیز خزائن ص ۳۱۴ ج ۷) وغیرہ۔

لہٰذا اس قاعدہ قادیانی کے مطابق کہ جو حدیث صحیح بخاری کے خلاف ہو وہ

بھی لائق قبول نہیں تو بخاری میں اتنا ہی ہے کہ مرض الوفات کے سال آپ پر دو مرتبہ قرآن پیش کیا گیا (اگلی عبارت وہاں مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا بقول شما یہ غیر معتبر ہوگی) بخاری بحوالہ مشکوۃ ص ۱۸۳ باب للاعتکاف۔

پس اس روایت کا پیش کرنا اور اس سے مسیح کی عمر ۱۲۰ سال ثابت کر کے ان کی طبعی وفات ثابت کرنا محض بیکار اور باطل ٹھہرا۔ وہ تو کسی بھی آیت یا صحیح حدیث میں مذکور نہیں۔

سوم اس روایت میں مندرج ہے کہ ہر نبی سابقہ نبی کی عمر سے نصف عمر پاتا ہے سراسر مشاہدہ اور تاریخ کے بھی خلاف ہے۔ یہ ضابطہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا دیکھیے حضرت سے قبل زکریا اور یحییٰؑ نبی برحق تھے تو کیا ان کی عمر ۲۴۰ سال ثابت کی جا سکتی ہے۔ اس طرح تو حضرت آدم کی عمر مبارک لاکھوں کروڑوں سال تسلیم کرنا پڑیگی اگر اولوالعزم انبیاء کا تقابل بھی کریں تو بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مسیح سے قبل حضرت موسیٰؑ کی عمر مبارک ازروئے توراۃ ۱۲۰ سال ہوئی ہے۔ اس کے قبل حضرت ابراہیمؑ کی عمر مبارک ۲۴۰ کی بجائے صرف ۱۷۵ سال ہوئی ہے فرمایئے اس روایت کا مضمون کسی بھی طرح صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے؟ مرزا صاحب تو محض مراق و ہسٹریا کے دباؤ میں آکر افسانوی اور دیو مالائی باتوں کے عادی ہیں ان کو حقیقت اور مشاہدہ سے کیا تعلق ہے؟ قاضی صاحب تم کس پاگل کے پیچھے لگ کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہو؟

نیز اگر یہی ضابطہ ہے تو پھر مرزا صاحب کی عمر صرف ۳۰ سال ہونی چاہیے تھی مگر مرزا صاحب تو اسی (۸۰) کے قریب پہنچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ بالفرض اگر یہ مدعی ظلیت بھی ہیں تو بھی عمر ۶۳ سال چاہیے تھی آگے کیوں بڑھ گئی۔ واقعی سچ ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

الغرض جب سندی بحث کے علاوہ بھی اس روایت کا متن صرف روایت صحیح کے ہی نہیں بلکہ مشاہدہ اور تاریخ کے بھی مخالف ہے لہٰذا دوبارہ اس بات کا نام نہ لینا۔

یا اخوۃ الاسلام جب عقیدہ حیات و نزول جسمانی مسیح نصوص قطعیہ

سے ثابت ہے اور بقول مرزا بھی یہ حقیقت ہر فرد مسلم کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے تو پھر تم کسی خوشی میں محض تنکوں کے سہارے اس حقیقت کے منکر ہو کر مسلمانوں سے خارج ہو رہے ہو۔

اے بندگان طاغوت و ضلالت۔ بتایئے ایک طرف اصدق الخلق اور زبان زد عوام و خواص کے امین و صادق کا ارشاد اور وہ بھی موکد بقسم۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا " (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

اور ارشاد گرامی۔ والذی نفسی بیدہ لیهلن ابن مریم بفج الروحاء (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

اور دوسری طرف محض عمومات یا غیر مستند اور غیر معتبر عبارات و روایات تو کیا ایک مومن باللہ والرسولؐ فرد مسلم اس پہلی حقیقت قطعیہ واقعیہ کو نظر انداز کر سکتا ہے اور اس کے مقابلہ میں امر ثانی جو کہ بالکل بے وزن اور محض اضغاث احلام کی سطح والی چیز ہے اسے اپنا سکتا ہے؟ فشتان بینهما۔ هیهات۔ هیهات۔ مایختارون۔ کلا ثم کلا۔ بل المومن العاقل الحازم لا یلتفت الیه لحظته بل لا یخطر بباله هذا طرفته عین۔ اللهم اجنبنا من هذه الخرافات۔ رب اعوذ بک من همزات الشیطن واعوذ بک رب ان یحضرون۔

روایت نمبر۲
قاضی صاحب نے دوسری روایت یہ پیش کی ہے کہ

حضرت ﷺ نے مرض الموت میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

انکم تخافون موت نبیکم هل خلد نبی قبلی فیمن بعث الیه فاخلد فیکم۔ (المواهب اللدنیہ ص ۳۶۸ ج ۲ پاک بک ص ۸۰)

ترجمہ اے لوگو مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے

ڈرتے ہو بتاؤ کیا مجھ سے پہلے کسی نبی نے ہمیشہ کی زندگی اپنی امت کے لوگوں کے درمیان پائی ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے کہ میں تم میں ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ یعنی پہلا کوئی بھی نبی اپنی امت کے درمیان ہمیشہ نہیں رہا تو میں ہمیشہ تم میں کیسے رہ سکتا ہوں۔

الجواب۔ یہ روایت بلا سند مذکور ہے لہٰذا ایک طے شدہ عقیدہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

۲۔ پھر اس میں بات صاف ہے کہ کوئی نبی اپنی امت کے درمیان ہمیشہ نہیں رہا۔ تو قاضی صاحب ہم کب یہ کہتے ہیں کہ مسیح ہمیشہ اپنی امت میں زندہ ہیں یا ان میں زندہ رہیں گے بلکہ ہمیشہ کی زندگی کے تو ہم کسی کے متعلق بھی قائل نہیں۔ ہاں حضرت مسیحؑ کے متعلق دنیاوی لحاظ سے ایک مدت خاص تک ازروئے قرآن و حدیث زندہ رہنے کے قائل ہیں ہمیشہ کے لئے نہیں۔ لہٰذا تمہارا اس روایت سے استدلال محض بیکار ہے۔ کیونکہ اول تو وہ اپنی امت کے اندر زندہ نہیں بلکہ آسمان پر ہیں دوم یہ کہ ان کی زندگی وہاں بھی ایک خاص مدت تک ہے ہمیشہ کے لئے نہیں۔

۳۔ اگر پھر بھی اصرار کرو تو سن لو کہ یہ دلیل عام ہے جس سے کوئی امر خاص ثابت نہیں ہو سکتا خاص کر جب کہ وہ امر الگ دلائل خصوصی سے ثابت ہو چکا ہے۔

جیسے سورۃ دہر میں ہے کہ ہم نے انسانوں کو نطفہ سے پیدا کیا تو اس سے آدم کی پیدائش نطفہ سے ثابت نہ ہو گی کیونکہ ان کا الگ دلیل خاص سے مٹی سے پیدا ہونا ثابت ہو چکا ہے ایسے ہی اس عموم سے حواؑ کی پیدائش بھی ثابت نہ ہو گی کیونکہ ان کا بھی ایک دلیل خاص سے جسم آدم سے پیدا ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ایسے ہی خلقت مسیحؑ بھی اس عموم سے بدلیل خاص مستثنیٰ ہو گی ایسے ہی مندرجہ بالا روایت (اگر اس کی سند صحیح بھی ثابت ہو جائے) کے عموم سے حیات مسیحؑ جسمانی بھی مستثنیٰ اور خارج ہو گی کیونکہ یہ بھی الگ دلائل خاص سے ثابت ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں صاحب موالیب اللدنیہ الشیخ یوسف بن اسمٰعیل النبھانیؒ اس کتاب میں صاف وضاحت فرماتے ہیں کہ

فالنبی محمد ﷺ نبی الانبیاء ولهذا ظهر ذالک فی الآخره جمیع الانبیاء تحت لوائه وفی الدنیا کذالک لیلته الاسراء صلی بهم ولو وافق مجیه فی زمن آدم و نوح وابراهیم و موسی وعیسیٰ وجب علیهم وعلی اممهم اتباعه والایمان به ونصرته وبذالک اخذ الله المیثاق علیهم فنبوته علیهم ورسالتهم الیهم معنی حاصل له وانما امره یتوقف علی اجتماعهم معه فتاخر ذالک الامر راجع الی وجودهم لا الی عدم اتصافهم بمایقتضیه وفرق بین توقف الفعل علی قبول االمحل وتوقفه علی اهلیه الفاعل فههنا لا توقف من جهة الفاعل ولا من ذاته الشریفة ﷺ وانما بو من جهته وجودالعصر المشتمل علیه فلو وجد فی عصرهم لزمهم اتباعه بلا شک ولذا یاتی عیسیٰ فی آخر الزمان علی شریعته ﷺ وهو نبی کریم علی حاله الخ (ص ۲۳۰ طبع مصر سنه ۱۳۲۰)

لہٰذا جب مصنف کتاب باوضاحت اصل مسئلہ نزول مسیح جمہور امت کے موافق مستقل طور پر بیان فرما رہے ہیں تو ان کے کسی بھی دوسر حوالہ سے اس کے خلاف پر استدلال کرنا کیسے معقول ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب کی طرح اس مرض تناقض و تضاد کا کوئی بھی مریض ہمارے اسلاف کرامؒ میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارے اکابر کے من گھڑت اور مغالطہ آمیز حوالہ جات پیش کر کے آپ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ آپ خود تو وادی ضلالت میں کھو چکے ہیں خدارا باقی خلق خدا پر شفقت فرمائیے۔ ان کو اس دلدل کی طرف دعوت نہ دیجئے۔

روایت نمبر۳

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ

لوکان موسی وعیسی حیین لما وسعهما الا اتباعی۔ الیواقیت والجواہر۔

ترجمہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا اس روایت کو ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر ص ۲۴۶ ج ۲ پر نقل کیا ہے اور اسی حدیث کے پیش نظر امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

لوکان موسی وعیسی حیین لکان من اتباعه۔ (مدارج السالکین از ابن قیم قلمی ص ۳۱۳ ج ۲)

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ آنحضرت ﷺ کے متبعین میں سے ہوتے اس حدیث کو علمائے اہل سنت کے علاوہ علمائے شیعہ نے بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ

نیز خود آنحضرت ﷺ فرمودہ است لوکان موسیٰ و عیسیٰ فی حیاتهما لما وسعهما الا اتباعی۔ یعنی اگر موسیٰ و عیسیٰ دار دنیا حی بودند ممکن نمی بود ایشاں را مگر آنکہ متابعت من کردند (رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ علی حائری ص ۲۴)

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص ۱۱۲ حاشیہ (مطبوعہ ۱۹۵۵) پر یہ حدیث یوں لکھی ہے لوکان عیسی حیا لما وسعه الا اتباعی

پہلی دونوں حدیثوں میں حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ دونوں کے زندہ نہ ہونے کا ذکر ہے اور شرح فقہ اکبر طبع مصر کی حدیث میں صرف عیسیٰؑ کا زندہ نہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

علی حائری کا فی حیاتهما کا ترجمہ دار دنیا مے بودند درست نہیں بلکہ صحیح ترجمہ یہ کہ کہ اگر موسیٰ و عیسیٰؑ دونوں حیات میں یعنی زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اطاعت کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ (منقول از تعلیمی پاکٹ بک بالفاظہ ص ۸۱ تا ۸۳)

الجواب۔ تفصیلی جواب سے قبل مکمل الفاظ حدیث اصل کتب سے ملاحظہ فرما لیجئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگے

انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا۔ افتری ان نکتب بعضها۔ فقال امتهوکون انتم کما تهوکت الیهود والنصاری لقد جئتکم بها بیضاء نقیته ولو کان موسی حیا" ما وسعه الا اتباعی (رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ ہم کچھ باتیں یہود سے سنتے ہیں جو ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں تو کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے کچھ لکھ لیا کریں فقال کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح متردد ہونے لگے میں تو تمہارے پاس بالکل صاف ستھرے احکام و شرائع لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ بھی زمین پر زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

دوسری حدیث میں یوں ہے کہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ توراۃ کا ایک ورقہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھنے لگے تو آپ خاموش رہے تو عمر رضی اللہ عنہ پھر اور پڑھنے لگے (کہ شائد اجازت ہے) مگر آپ کا چہرہ مبارک خفگی سے بدلنے لگا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تمہارا بھلا ہو کیا تم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو محسوس نہیں کر رہے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر فورا" کہنا شروع کر دیا اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا" و بالاسلام دینا وبمحمد نبیا" تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعوہ وترکتمونی ضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا" وادرک نبوتی لا تبعنی (دارمی ص ۹۵ ج ۱ مشکوٰۃ ص ۳۲)

یعنی خدا کی قسم اگر اس وقت تمہارے سامنے موسیٰؑ نبی بھی آجائیں اور تم ان کی پیروی کر لو اور مجھے چھوڑ دو تو تم صریحاً" گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو لازماً" وہ میری ہی پیروی کرتے۔ دارمیؒ کے محقق نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو مسند احمد اور ابن حبان میں بھی روایت کیا گیا ہے۔

ناظرین اصل حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا پس منظر تلاوت توراۃ ہے جو کہ حضرت موسیٰؑ پر اتری تھی نہ کہ حضرت مسیحؑ پر۔ لہٰذا روایت میں اصل لفظ لوکان موسیٰ ہی ہے۔ عیسیٰ یا دونوں کا مجموعی ذکر نہیں۔ باقی کاتب کی غلطی کا احتمال ایک عام بات ہے۔ تو جب اصل کتب میں موسیٰؑ کا اسم گرامی ہے تو حوالجاتی کتب پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سہو کاتب کا احتمال ہے۔

۲۔ حیات و وفات مسیحؑ کا معاملہ ایک عقیدہ اور نظریہ کا معاملہ ہے۔ جو کہ صحیح خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا جب کہ یہ روایت ویسے ہی ضعیف ہے (ملاحظہ کیجئے مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲۵۱ ج ۱)

۳۔ نیز اس کا متن نہایت مضطرب ہے۔ بعض میں موسیٰ اور عیسیٰؑ دونوں کا تذکرہ ہے بعض میں صرف عیسیٰ کا اور بعض میں موسیٰ علیہ السلام کا۔ تو ایسے مضطرب متن سے ایک نظریہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ یہ روایت نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں اور نہ ہی دیگر صحاح ستہ کی کسی کتاب میں لہٰذا حسب ضابطہ مرزا صاحب (مذکورہ کشتی نوح ص ۵۸) قابل حجت نہ ہوگی۔

۵۔ جب صحیحین اور دیگر بے شمار مرفوع متصل احادیث بشمول نصوص قرآنیہ کے صریحاً" حیات و نزول مسیحؑ پر برہان قاطع ہیں تو اس ایک ضعیف اور مضطرب المتن روایت سے طے شدہ اجماعی نظریہ کیسے مجروح ہو سکتا ہے؟

۶۔ اس روایت میں لازماً" لفظ حضرت موسیٰؑ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اولوالعزم رسولوںؑ اور صاحب شریعت تامہ میں دو ہی رسول مبعوث ہوئے ہیں ایک حضرت موسیٰؑ دوسرے خاتم الانبیاء ﷺ اسی طرح اکثر قرآن و توراۃ کا بھی موازنہ" اور

مماثلتہ" تذکرہ پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا ومن قبلہ کتاب موسی اماما ورحمۃ وغیرہ ایسے ہی توراۃ و قرآن میں مقابلتہ" تذکرہ صاحب قرآن و صاحب توراۃ کا ہی ہے جیسے انا ارسلنا الیکم الخ لہٰذا اس روایت میں تذکرہ صاحب توراۃ کا ہی ہونا ضروری ہے بالخصوص جب کہ اس واقعہ کے ابتدا میں تلاوت بھی تورات کی ہی مذکور ہے۔ جو موسیٰؑ کی کتاب ہے۔

۷۔ قاضی صاحب نے لوکان عیسی حیا" الخ کا حوالہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر ۱۹۵۵ء دیا ہے مگر یہ سراسر مغالطہ ہے کیونکہ اصل حدیث مسند دارمی میں مذکور ہے اس میں لوکان موسی حیا" ہی منقول ہے ایسے ہی حاشیہ پر مسند احمد اور صحیح ابن حبان کا بھی حوالہ دیا ہے جن میں موسیٰ ہی کا تذکرہ ہے مصری نسخہ میں غلطی کا احتمال واضح ہے اس لئے کہ اصل کتاب میں جب موسیٰؑ کا تذکرہ ہے تو منقول فیہ میں کس طرح عیسیٰؑ کا تذکرہ ہو سکتا ہے اصل اعتبار تو منقول عنہ اور ماخذ کا ہی ہو گا لہٰذا یہ سب قادیانی مغالطہ ہے۔ پھر یہ شرح فقہ اکبر حضرت ملا علی قاریؒ کی ہے جنہوں نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ بھی تحریر فرمائی ہے اب مشکوۃ میں بھی یہی لفظ موسیٰؑ ہے اور اس کی شرح میں بھی یہی مذکور ہے اور شرح آج سے چار سو سال قبل مرتب ہوئی اور مشکوۃ شریف اس سے بھی قدیم ۷۳۷ھ میں یعنی آٹھویں صدی کی مرتب شدہ ہے اور اسی طرح ملا علی قاریؒ کی شرح شفا میں بھی یہی حدیث بلفظ موسیٰؑ ہے تو جب یہ تمام قدیمی ماخذ سب اس بات پر اتفاقا" شاہد ہیں کہ اصل ذکر موسیٰؑ کا ہی ہے عیسیٰؑ کا نہیں تو پھر صرف ۱۹۵۵ء کی ایک مصری مطبوعہ نسخہ کا حوالہ کہاں تک معتبر ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اسی شرح فقہ اکبر کے تمام قدیمی اور جدید انڈین نسخے حضرت موسیٰؑ کا ہی ذکر کر رہے ہیں لہٰذا متن حدیث کا اصل لفظ حضرت موسیٰؑ ہی صحیح اور حقیقت کے مطابق ہے نہ عیسیٰؑ درست ہے اور نہ ہی موسیٰؑ و عیسیٰؑ کیونکہ پس منظر کے پیش نظر ان کا تذکرہ مطابقت نہیں کرتا۔

اور سنیئے

قادیانی قاضی صاحب نے الیواقیت والجواہر کا حوالہ دیا ہے کہ اس کے فلاں

صفحہ پر یہ حدیث ہے تو جب ہم نے یواقیت کا مذکورہ صفحہ دیکھا تو وہاں صاحب یواقیت نے اس کا ماخذ فتوحات مکیہ کا باب العاشر لکھا ہے۔ اور جب ہم نے فتوحات مکیہ کا مذکور مقام نکالا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا۔

قولہ ﷺ واللہ لوکان موسیٰ حیا" ماوسعہ الا ان یتبعنی۔ (فتوحات مکیہ طبع مصر ص ۱۳۵ ج اول)۔

اب فرمایئے کہ اصل ماخذ کی تحقیق پہلے آپ کے سامنے ہو چکی ہے اور اب یواقیت کے حوالہ کی حقیقت بھی آپ کے سامنے واضح ہو گئی۔ تو پھر تمہارے حوالہ کا کیا وزن رہ گیا۔ اسی طرح دیگر حوالجات کا معاملہ ہے۔ کہ وہ بھی سہو کاتب کے شکار ہیں اصل الفاظ حدیث وہی ہیں جو ہم نے بحوالہ اصل کتب درج کئے ہیں باقی سب مغالطہ در مغالطہ والا معاملہ ہے قادیانیوں کو اس سے کچھ بھی تائید نہیں مل سکتی۔

ناظرین کرام ملاحظہ فرمایئے قادیانی عیاری کہ صرف کتابت کی غلطی کا سہارا لیتے ہوئے اپنا نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جب کہ دوسری طرف متعدد نصوص قطعیہ واضح الدلالتہ حیات و نزول مسیحؑ پر متعارف اور معروف ہیں سینکڑوں ہزاروں کتب اسلامیہ برملا گواہی دے رہی ہیں کہ حضرت مسیحؑ فرزند مریم اسرئیل اور صاحب انجیل ہی دوبارہ تشریف لائیں گے دوسرا کوئی نہیں۔ کیونکہ اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ نے آپ کی آمد کو متعدد بار حلف اٹھا کر بیان فرمایا ہے آپ کی زبان سے تو ویسے بھی کوئی خلاف واقع بات صادر نہیں ہو سکتی جس کے منکر بھی قائل ہیں تو آپ کی موکد بقسم بات کیسے خلاف واقع ہو گی؟

فصحا وبلغاء کے ہاں ان زیدا" لقائم رفع تردد کے لئے نہیں بلکہ نفی انکار کے لئے آتا ہے اور یہ آخری درجہ کا تاکیدی کلام ہے مگر یہاں تو اصدق الخلق چار مرتبہ قسم کھا کر وضاحت فرما رہے ہیں کہ نزول مسیح جسمانی کا کوئی منکر نہ ہو دیکھو میں صادق و امین سچا نبی محمد رسول اللہ ﷺ قسم اٹھا کر اعلان اور بیان کرتا ہوں کہ مریم بتولؑ کا فرزند صاحب انجیل عیسیٰؑ خود بنفس نفیس ہی لتومنن بہ ولتنصرنہ کا عہد اپنی طرف سے اصالتاً" و دیگر انبیاءؑ کی طرف سے وکالتاً" نبھانے کے لئے

آئیں گے لہٰذا اس کے خلاف سب کچھ ترک کر دو۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

اس حدیث کا پس منظر تلاوت توراۃ ہے نہ کہ انجیل جو حضرت عیسیٰؑ کی ہے۔ لہٰذا بات صرف لوکان موسی حیا" ہی درست ہے۔ نہ عیسیٰؑ والی اور نہ ہی موسیٰ و عیسیٰؑ والی کیونکہ یہ اصل بنیاد کے غیر مطابق ہے۔ نیز مشہور ترین اور سب سے بڑے احادیث کے انڈکس اطراف الحدیث میں بھی لفظ موسیٰ ہی نقل کیا گیا ہے دیکھیے ج ۶ تحت لفظ لو باقی شرح فقہ اکبر ایک عام اور متداول کتاب ہے اس میں بھی موسیٰؑ کا ہی ذکر ہے اور اس کے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اصل کتب میں موسیٰؑ کا تذکرہ ہے۔ پھر قادیانی کے ماخذ یواقیت کے متعلق بھی وضاحت ہو چکی کہ اس کے ماخذ اور منقول عنہ میں لوکان موسیٰ ہی ہے دیگر کوئی لفظ مذکور نہیں۔

لہٰذا. قادیانی قاضی جو ۱۹۵۵ء کے کسی مصری نسخے کا حوالہ دے رہے ہیں یہ محض دجل و فراڈ ہے یا تو اس نسخہ میں کتابت کی غلطی ہوگی جو عین ممکن ہے یا پھر قادیانیوں نے اپنی منصوبہ بندی کے تحت کوئی ایسا نسخہ طبع کرایا ہو گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں شرح فقہ اکبر کے کئی ایڈیشن موجود ہیں ان سب میں لفظ موسیٰؑ ہی ہے نیز ہمارے ہاں مشکوۃ شریف کی شرح جو آج سے چار سو سال قبل کی مرتب شدہ ہے اور اب تک کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے ان تمام نسخوں میں بھی یہ لفظ موسیٰؑ ہی ہے حتی کہ صاحب مرقاۃ نے اپنی شرح میں کسی اختلافی لفظ کا تذکرہ بھی نہیں کیا کہ بعض نسخوں میں یہ لفظ بھی مندرج ہے نیز آج تک مشکوۃ شریف جو کہ آٹھویں صدی کی مرتب شدہ ہے اس کے تمام نسخوں میں یہی لفظ موسیٰؑ ہی مذکور ہے تو اتنی وضاحت کے بعد قادیانیوں کے اس مصری نسخہ کا شوشہ کیا وقعت رکھتا ہے دراصل قادیانی ایسے ہی بے پر کی اڑانے کے عادی ہیں چونکہ ان کے پاس حقیقت نامی کوئی چیز نہیں ہے لہٰذا وہ اس قسم کے وسوسے چھوڑتے رہتے ہیں کہ فلاں نسخہ میں یہ ہے فلاں میں یہ مذکور ہے۔ چاہے اس میں نہ ہی ہو۔ یا کتابت

کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو پھر قادیانی جو کہ قلمی نسخوں کا بھی حوالہ دھر لیا کرتے ہیں جس میں ان کی ذاتی دسیسہ کاری کا واضح دخل ہو سکتا ہے مگر ان کو کیا اثر۔ ان کا تو سارا معاملہ ہی محض چکر بازی پر مبنی ہے۔ یہ ظالم تو قرآن و حدیث کے غلط حوالے دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ حتیٰ کہ خود مرزا قادیانی سے لے کر آخری مرزائی تک اسی خوئے بد کا عادی ہے۔ غیر معروف کتب کے غلط حوالے نایاب کتب کے بے بنیاد حوالجات دے کر الحاد و تشکیک کے جراثیم پھیلانا ان کا عام وطیرہ ہے۔ لہٰذا میری درد مندانہ اپیل ہے کہ کوئی بھی مسلمان یا کوئی حق جو چاہے غیر مسلم ہو قادیانی کے پیش کردہ کسی بھی حوالہ پر قطعاً اعتماد نہ کرے جب تک کہ خود چیک نہ کر لے۔

ایک مزید قادیانی فراڈ

قاضی صاحب نے امام ابن القیمؒ کی کتاب مدارج السالکین کا حوالہ نقل کرنے میں اپنی روایتی بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا ہے کہ ان کی عبارت کو کاٹ کر صرف آدھی پیش کر دی ہے۔

اصل پوری عبارت یوں ہے کہ

جو انہوں نے یہ عبارت بطور روایت کے پیش نہیں کی بلکہ محض قضیہ فرضیہ کے طور پر لکھا ہے کہ

ومحمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته عامة لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولوکان موسی وعیسیٰ حیین لکان من اتباعه واذا نزل عیسی بن مریم فانما یحکم لبشریعة محمد ﷺ ۔ (مدارج السالکین ص ۳۱۳، مصر)

فرمایئے اس عبارت میں کہاں حدیث کا حوالہ ہے؟ اور کہاں نزول مسیحؑ کا انکار ہے بلکہ وہ تو بالوضاحت نزول مسیحؑ کو نقل فرما رہے ہیں اور لوکان موسی

و عیسیٰؑ الخ کی عبارت بطور تاکید ختم رسالت بیان کر رہے ہیں کہ بالفرض اگر یہ دونوں اولوالعزم رسول بھی آجاتے تو ان کو بھی آپ کی پیروی کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو وہ اپنی شریعت نہیں بلکہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی شریعت پر عمل درآمد کریں گے اور کرائیں گے تو یہاں مقصود سید دوعالم ﷺ کی ختم نبوت کا بیان ہے نہ کہ حیات موسیٰ و عیسیٰؑ کا لیکن جب ہر جملہ میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ایک اشکال سطحی طور پر پیدا ہونے کا احتمال ہوا تو ساتھ ہی نزول مسیح کا بیان کر کے اس اشکال کی جڑ کاٹ دی۔ تاکہ کوئی فنکار کسی سازش کو اس پر استوار نہ کر سکے۔
یہ تمام حقیقت ہے مدارج السالکین کے حوالہ کی دیگر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ اگر یہ لفظ تسلیم بھی کر لیا کہ "موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے" تو اس سے مراد ان کا زمین پر موجود ہونا مراد ہے کیونکہ امر رسالت و نبوت اور اتباع و متبوعیت کا معاملہ زمین سے ہی متعلق ہے۔ لہٰذا پھر بھی قادیانیوں کو کوئی سہارا نہیں مل سکتا بنا بریں شیعہ رسالہ کا حوالہ بھی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ علی حائری نے جو مفہوم اس جملہ (فی حیاتھما) کا بیان کیا ہے کہ دار دنیا مے بودند بالکل درست ہے کیونکہ رسالت و نبوت اور اتباعیت و متبوعیت کا مسئلہ دار دنیا کا ہی ہے آخرت یا آسمان کا نہیں ہے۔ مکلفین اسی سطح ارضی پر بستے ہیں۔ لہٰذا اس مفہوم پر قاضی صاحب کا بھنا اٹھنا محض ایک احمقانہ حرکت ہے۔

۴۔ اختلاف حلیتین

قاضی صاحب اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ

صحیح بخاری میں دو احادیث ایسی ہیں جن میں عیسیٰؑ کا حلیہ آنحضرت ﷺ نے مختلف بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک حدیث ایک طرح ہے اور دوسری میں اس سے مختلف ہے۔ ایک حدیث تو وہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء گزشتہ کو کشفی رنگ میں دیکھا اس میں حضور فرماتے ہیں۔

رأیت عیسیٰ و موسیٰ وابراھیم فاما عیسیٰ

ناحمر جعد عریض الصدر واما موسیٰ فادم جسیم سبط الشعر کانہ من رجال الزط واما ابراھیمؑ فانظروا الی صاحبکم (دیکھیے صحیح بخاری کتاب بدالخلق)

ترجمہ فرمایا میں نے عیسیٰ۔ موسیٰ اور ابراھیمؑ وغیرہ کئی نبیوں کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰؑ تو سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے اور حضرت موسیٰؑ گندم گوں۔ جسیم اور سیدھے بالوں والے تھے گویا کہ زط قبیلہ کے لوگوں میں سے ہوں اور اگر ابراھیمؑ دیکھنا ہو تو اپنے ساتھی یعنی مجھے دیکھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کشف میں آنحضرت ﷺ نے گزشتہ فوت شدہ نبیوں کو دیکھا جن میں عیسیٰؑ بھی تھے اور ان کا حلیہ مبارک یوں تھا۔

دوسری حدیث میں ایسے کشف کا بیان ہے کہ جس میں آپ نے آئندہ کے حالات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ نے دجال کو بھی دیکھا۔ اس میں آنحضور ﷺ نے امت میں سے آنیوالے مسیح موعود کو بھی دیکھا اور اس میں جو حلیہ بیان فرمایا وہ پہلے حلیہ سے الگ ہے لہذا معلوم ہوا کہ آنے والے مسیح موعود کو عیسیٰؑ کا نام شدید مشابہت کی بنا پر دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا

بینما انا نائم اطوف بالبیت فاذا رجل آدم سبط الشعر فقلت من ھذا قالوا ھذا مسیح بن مریم ۔ (صحیح بخاری باب ذکر الدجال)

اس دوسری روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اس میں آنے والے مسیح موعود کے حلیہ کا بیان ہے جیسا کہ واقعات نے بھی ثابت کر دیا۔ (پاکٹ بک ص ۸۳ تا ۸۵)

تبصرہ و تجزیہ

ناظرین کرام قادیانی قاضی صاحب کا استدلال یوں ہے کہ

ان دونوں روایتوں میں حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ ہے مگر پہلی میں آپ کا حلیہ اور بیان ہوا ہے اور دوسری میں اور۔ یعنی پہلی روایت میں آپ کو احمر جعد۔ یعنی سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے۔ اور دوسری میں آدم یعنی گندمی رنگ اور سبط الشعر فرمایا گیا ہے۔ یعنی دونوں حدیثوں میں آپ کے دو مختلف وصف بیان ہوئے ہیں پہلی میں سرخ رنگت اور گھنگھریالے بال اور دوسری میں رنگت گندمی مگر بال سیدھے۔

الجواب۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ

الجواب دونوں احادیث میں قطعاً" کوئی فرق نہیں یہ صرف قادیانی دھوکہ ہے محض مرزائی دجل و فریب اور شعبدہ بازی ہے۔ کیونکہ

احمر اور گندمی رنگت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ گندم بھی سرخی مائل ہی ہوتی ہے کالی نہیں ہوتی۔ گویا آپ کی رنگت کی دو تعبیریں ہیں مگر معبر عنہ ایک ہی ہے۔

اسی طرح بالوں کی کیفیت میں بھی قادیانی دھوکا دیتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ لفظ جعد اور سبط میں فرق ہے مگر اس وقت کہ جب یہ دونوں لفظ شعر کی طرف مضاف ہوں۔ ورنہ عدم اضافت کی صورت میں دونوں کا مفہوم الگ الگ ہو گا چنانچہ ملاحظہ فرمایئے پہلی حدیث میں صرف لفظ جعد ہے اضافت الی الشعر نہیں لہٰذا اس کا معنی گھنگھریالے بالوں والے نہ ہو گا بلکہ جعودۃ کا معنی گٹھیلے جسم والا مراد ہوتا ہے تو گویا اس حدیث میں بالوں کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ جسمانی ساخت کا بیان ہے۔ اور دوسری میں سبط کی اضافت شعر کی طرف ہے لہٰذا یہاں واقعی آپ کے بالوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ وہ گھنگھریالے نہیں تھے بلکہ سیدھے ہی تھے۔ لہٰذا آپ کے بالوں کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ ان کی ایک ہی کیفیت یعنی سیدھے ہونا بیان ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ معمولی توجہ کرنے سے کادیانی فراڈ کھل جاتا ہے کہ

جعد بغیر اضافت کے مذکور ہے لہٰذا معنی گٹھیلے اور مضبوط جسم والے مراد ہوگا اور سبط کا ذکر شعر کی طرف اضافت کیساتھ ہوا ہے لہٰذا اس سے مراد بالوں کی کیفیت ہے گویا قاضی صاحب اس وقت اپنے موقف میں سچے ہوں گے جب کہ جعد کی اضافت الی الشعر بھی دکھائیں جیسا کہ دوسری حدیث میں سبط بمع اضافت الی الشعر مذکور ہے لیکن جب جعد کی اضافت نہیں دکھا سکتے تو ان کا موقف اور استدلال بھی غلط ہوگا محض دجل و فریب ہوگا جو کہ قادیانیت کی بنیادی بات اور طبیعت ثانیہ ہے۔

اجماع امت

اس عنوان کے تحت قادیانی قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ

اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم۔ سنت نبوی اور حدیث کے بعد چوتھے درجہ پر اجماع ایک شرعی حجت ہے جس کا ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ (بالکل درست ہے)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

آنحضور ﷺ کی وفات صحابہ کرامؓ کے لئے اک ناقابل برداشت صدمہ تھا چنانچہ (واقعہ احد کی افواہ کے سلسلہ میں) بعض صحابہؓ فرط غم میں آکر اس حقیقت کو تسلیم ہی نہ کرتے تھے جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان ہی صحابہؓ میں سے تھے جیسا کہ منقول ہے کہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ

ما مات رسول الله ﷺ ولا یموت حتی یقتل الله المنافقین۔

اس نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا آپ نے تمام غمزدہ صحابہؓ کو ایک جگہ جمع فرما کر بر سر منبر یہ خطبہ ارشاد فرمایا

ایھاالرجل اربع علی نفسک فان رسول اللہ ﷺ قدمات الم تسمع انک میت وانھم میتون۔ وقال ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم الخ

بخاری شریف میں آپ کا خطاب یوں مذکور ہے

اما بعد من کان یعبد محمدا (ﷺ) فان محمدا قدمات ومن کان منکم یعبداللہ فان اللہ حی لا یموت۔ قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ (آیت وما محمد الا رسول الخ) سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے بمع عیسیٰؑ۔ لیکن اگر عیسیٰؑ واقعی اس وقت زندہ ہوتے تو یہ آیت محل استدلال نہ ہوتی۔ اگر صدیق اکبر ؓ نے اس سے استدلال کر لیا تو صحابہؓ "لازما" بول اٹھتے کہ سب رسول نہیں مرے بلکہ حضرت عیسیٰؑ تو زندہ آسمان پر موجود ہیں لہذا آپ کا استدلال اس آیت سے درست نہیں۔ یا ان کی صراحت فرمایئے تو گویا صحابہؓ کا کوئی اعتراض نہ کرنا اس استدلال پر اجماع و اتفاق کر لینے کے مترادف ہے چنانچہ خود مرزا قادیانی صاحب بھی لکھتے ہیں۔

یہ دلیل جو صدیق اکبر نے تمام گزشتہ نبیوں کی وفات پر پیش کی اس سے کسی ایک صحابیؓ کا انکار ثابت نہیں بلکہ وہ سب کے سب یہ استدلال سن کر چپ ہو گئے اس سے ثابت ہو گیا کہ اس حقیقت (وفات مسیح) پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے اور صحابہ کا اجماع حجت ہے جو کبھی ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب از مرزا صاحب ص ۲۸۵ بحوالہ پاکٹ بک ص ۸۹)

گویا مرزائیوں کے خیال میں یہ واقعہ (اجماع بر موت مسیحؑ) صحابہؓ کا پہلا اجماع ہے جو کہ تمام گزشتہ نبیوں کی موت پر ہوا۔ تو اگر مسیحؑ واقعی آسمان پر زندہ موجود ہوتے تو صحابہ خاموش کیوں رہتے۔

الجواب بعون العلام الوہاب

اس موقعہ پر زیر بحث بات رحلت سید دو عالم ﷺ ہی تھی لہٰذا اس سے موت و حیات مسیحؑ کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہاں پر اس مسئلہ کے مثبت یا منفی پہلو کے متعلق کچھ ثابت کرنا محض عبث ہو گا۔

اگر کوئی سرپھرا یہاں وفات مسیحؑ کا مسئلہ لے کر بیٹھ جائے تو وہ صرف اسی کا مصداق ہو گا کہ اس نے دلیل عام سے امر خاص کو ثابت کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ یہ طریقہ سراسر خلاف اصول و ضابطہ ہے خصوصاً" جب کہ امر خاص بے شمار نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ جس کی مثال خلق آدمؑ کے ضمن میں پیش کر چکا ہوں۔

علاوہ ازیں اگر واقعی صورت واقعہ یہی ہے کہ اس موقعہ پر وفات مسیحؑ پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا تو ہم تمام قادیانیت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس اجماع کی نقل کسی ایک مفسر محدث اور کسی ایک ہی مجدد و ملہم سے نقل کریں کیونکہ صحابہؓ کے تمام مسائل' فیصلے اور اجماع بعد میں مسلسل نقل ہوتے آرہے ہیں جیسے فاروقی دور میں بیس تراویح پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تو اس کو ہر زمانہ میں تا ہنوز نقل کیا جا رہا ہے۔ حتی کہ یہ حقیقت ہر خاص و عام کے سامنے عیاں ہے۔

جمعہ کی اذان اول پر تمام صحابہؓ کا دور عثمانیؓ میں اتفاق رائے ہو گیا تو اس کی نقل تواتر سے چلی آرہی ہے بلکہ اس پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہے۔

شرب خمر پر اسی دروں کی سزا دور فاروقی میں طے ہوئی تو آج تک مسلسل منقول آرہی ہے اور تمام امت اسے زیر عمل لا رہی ہے۔

حرمت متعہ پر بھی دور فاروقیؓ میں اجماع منعقد ہوا تو آج تک وہ متواتر

نقل ہو رہا ہے۔ اس سے کوئی مسلم بھی گریزاں نہیں۔

مجلس واحد کی تین مجموعی طلاقوں کے نافذ ہونے پر دور فاروقیؓ میں اتفاق صحابہؓ منعقد ہو گیا تو آج تک تمام آئمہ اسلام اس کو نقل کرتے اور زیر عمل لا رہے ہیں۔

ایسے ہی دور صدیقی میں منکرین زکوۃ اور منکر ختم نبوت کے ارتداد اور ان کے خلاف جہاد و قتال پر اجماع منعقد ہوا تو آج تک وہ مسلسل نقل اور معمول بھا چلا آرہا ہے۔

اسی طرح اگر دور صدیقیؓ میں وفات مسیح پر بھی اجماع منعقد ہوا ہوتا تو بعد میں اس کی نقل مسلسل ہوتی رہتی۔ مگر آج سینکڑوں کتب تفاسیر و احادیث بلکہ سیرت و تواریخ موجود ہیں ہمارا دعوی اور چیلنج ہے کہ کسی ایک معتبر مفسر یا محدث یا مورخ ہی سے کوئی نقل پیش کرو کہ اس وقت وفات مسیح پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا۔ نہیں بلکہ دس بیس صحابہؓ ہی نے یہ مسلک اپنایا ہوا ہے۔

جب کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

> قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود رہا ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۳۵ و ۴۵)

اور یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ

> کہ دین کی مدار ایمان باتیں ہر زمانہ میں مسلسل موجود و معروف رہی ہیں۔ (خزائن ص ۲۱۲ ج ۲۰)

تو اگر واقعی اس مسئلہ پر دور صحابہؓ میں اجماع منعقد ہو چکا ہوتا تو دیگر بے شمار اجماعی مسائل کی طرح اس کی نقل مسلسل بھی جاری ہوتی۔ جب وہ نقل مسلسل چھوڑ کر مشہور یا خبر افرادی بھی نہیں تو تمہارا یہ سارا معاملہ محض دجل و فریب اور چکر بازی ہی ٹھہرا۔

اجماع صحابہؓ حیات مسیح پر ہوا

دیکھیے اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری میں اجماع صحابہؓ پر حیات کا تذکرہ موجود ہے۔ کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی نقل کردہ حدیث مجدد پر جناب مرزا صاحب نے اپنی مجددیت کی بنیاد استوار کی ہوئی ہے وہ نزول مسیحؑ کی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل کر کے بیان فرماتے ہیں کہ

فاقرؤا ان شئتم۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (ص ۴۹۰ ج ۱)

یعنی میری بیان کردہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اگر قرآن مجید سے طلب کرنے کے خواہاں ہو تو دیکھو رب کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسیحؑ آخر زمانہ میں جب نازل ہوں گے تو تمام موجودہ یہود و نصاری ان پر ایمان لے آئیں گے تو یہ بیان سن کر تمام صحابہؓ بالکل برضا و رغبت خاموش اور مصدق رہے کسی ایک کا اعتراض یا انکار کسی بھی کونے کھدرنے سے نہیں مل سکتا لہذا یہ ہے اجماع صحابہؓ بر حیات و نزول مسیحؑ حقانی جو نصاً واقع ہوا ہے اب اس اجماع کی نقل مسلسل اور متواتر آئمہ امت اور مجددین ملہمین ذکر کرتے آرہے ہیں صدیاں گزر گئیں کسی ایک محدث یا مفسر نے اس حدیث کی سند یا متن پر ایک لفظ یا حرف کا اعتراض نہیں فرمایا گویا یہ اجماع کلی دور صحابہؓ سے مسلسل زبان زد اور معروف و مشہور چلا آرہا ہے اور جسے بقول مرزا صاحب ہر فرد مسلم اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہیں اور یہ پیشگوئی تمام صحیح ترین پیشگوئیوں سے بڑھکر اہم اور وزن دار ہے جس کا انکار یا شک و شبہ بے عیسی کی بات ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷)

ناظرین ذرا انصاف فرمائیے کہ اجماع سے کسی کا موقف برحق ثابت ہے اہل اسلام کا یا منکرین کا؟ یہ ہے قادیانیوں کے دعوی اجماع کی حقیقت اب اس عنوان

کی آخری بات یہ ہے

کہ محترم قاضی صاحب احادیث میں سے چند روایات یا نقول ہی پیش کر سکے جن کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کر دی گئی ہے حالانکہ اس مسئلہ میں ایک صد سے زائد احادیث رسول ﷺ مذکور ہیں جو کہ سب کی سب اہل حق کے موقف کی علی وجہ الصراحت اور بطور عبارۃ النص کے تائید و تصدیق کر رہی ہیں محض عمومی طور پر نہیں بلکہ دلیل خاص کے طور پر اس موقف کی مصدق ہیں۔ لہٰذا اس عنوان میں بھی قادیانیوں کا پلہ بالکل خالی ہے۔ اور ہم اہل حق ہر طرح کے ثبوت اور تصدیق سے مالا مال ہیں۔ فللہ الحمد والمنہ

اکابرین امت اور مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ

قادیانی قاضی صاحب نے اجماع امت کے بعد اس مسئلہ کے متعلق بزرگان امت کا عنوان قائم کر کے متعدد اکابرین امت کے ذمے وفات مسیحؑ کے قائل ہونے کا الزام لگایا ہے جو کہ سراسر دھوکہ اور دجل و فریب ہے اس لئے کہ جن اکابر کا نام وہ لے رہے ہیں ان کی اس مسئلہ میں اہل اسلام کے حق میں بے شمار تصریحات سابقہ سطور پر درج ہو چکی ہیں مگر قاضی صاحب محض مکر و فریب سے کام لے کر کچھ من گھڑت اور کچھ مغالطہ آمیز عبارات نقل کر کے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور متردد کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے نمبر پر قاضی صاحب امام حسن کے ذمے یہ بات لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولا یدرکہ الآخرون ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسی بن مریم لیلۃ سبع و عشرین من رمضان۔

(طبقات کبیر ص ۲۶ ج ۳ دیکھیے ان کی پاکٹ بک ص ۹۰ و ۹۱)

۱۔ الجواب۔ اس سے قبل آپ کے سامنے مستند ترین کتب تفسیر و حدیث سے اصل مسئلہ اور اس کے جملہ کوائف و متعلقات نقل ہو چکے ہیں جن میں اصح الکتب صحیح بخاری بھی ہے نیز مسلم و دیگر کتب صحاح بھی ہیں۔ تفسیر ابن جریرؒ سے

لے کر آخر تک ہر معتبر تفسیر کے حوالجات بھی نقل ہو چکے ہیں جن سے مسئلہ کی صحیح پوزیشن اسی طرح واضح اور منقح ہو چکی ہے کہ اس کے خلاف چند متضاد اور شاذ حوالہ جات موثر نہیں ہو سکتے بھلا صحیحین کے بعد طبقات کبری کی کیا پوزیشن ہے جیسے مرزا صاحب بخاری شریف کو قرآن کے بعد اولین حیثیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف کسی بھی روایت کو تسلیم نہیں کرتے حتی کہ مسلم کو بھی بخاری کے مقابلہ میں نظر انداز کر دیتے ہیں تو ایمانداری سے فرمایئے کہ جب بخاری کے مقابلہ میں مسلم معتبر نہیں تو اس طبقات کی کیا پوزیشن ہو سکتی ہے لہٰذا اس متفرد روایت کا اصل طے شدہ مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔

۲۔ پھر یہ طبقات کوئی مستقل حدیث کی کتاب نہیں۔

۳۔ اس روایت کی سند بھی ذکر نہیں ہوئی کہ جس کو چیک کیا جا سکے۔

۴۔ اس کتاب کے مصنفؒ نے اسی کتاب کی جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ

وانه رفع بجسده وانه حيى الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس (ص ۲۶ ج ۱ بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک ص ۲۰۲)

اب فرمایئے کہ اس مصدقہ روایت کے مقابلہ میں اس مبہم روایت کی کیا پوزیشن ہو سکتی ہے کیونکہ یہ روایت فرمان رسول ﷺ کے مطابق ہے کہ ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (در منثور۔ ابن جرير وابن كثيرؒ وغيره)

۵۔ پھر تمہاری نقل کردہ روایت کے الفاظ میں لغزش کتابت بھی ممکن ہے کہ۔ عرج فیھا بروح عیسیٰؑ کی بجائے اصل میں بروح اللہ عیسیٰؑ ہو۔ اور یہ بات عین ممکن ہے کیونکہ آپ کا لقب گرامی عیسیٰ روح اللہ معروف و مشہور ہے۔

ایسے اغلاط کئی کتب اور روایات میں پائے بھی جاتے ہیں جیسے مستدرک حاکم ص ۱۴۳ ج ۳ میں یہ روایت بایں الفاظ منقول ہے کہ

سمعت الحسن بن علیؓ یقول قتل لیلة انزل القرآن ولیلة اسری بعیسی ولیلة قبض موسی (در منثور ص ۳۵ ج ۲)

اب دیکھیے اس روایت میں رفع بروح اللہ کو اسری بعیسی سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا معنی جسمانی طور پر کسی کو لیجانا اور سیر کرانا ہوتا ہے جیسے

۱۔ حضرت موسیٰ کے متعلق قرآن میں ہے۔ فاسر بعبادی لیلا" انکم متبعون (الدخان) واسر باھلک (الھود)

۲۔ سبحان الذی اسری بعبدہ۔ وغیرہ من النصوص القرآنیہ

سبحان اللہ ملاحظہ فرمائیے قاضی صاحب نے جس روایت کو اپنے حق میں پیش کیا تھا وہ الٹ ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ثابت ہو رہی ہے قاضی صاحب نے تو محض فضول وقت ضائع کر دیا کہ انہیں الٹا لینے کے دینے پڑ گئے۔

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ

آیت انی متوفیک ورافعک الی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

قال ابن عباس معناہ انی ممیتک۔ (تفسیر خازنؒ ص ۲۸۵ ج ۱)

نیز بخاری کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ متوفیک ممیتک۔ وغیرہ

الجواب یہ بھی محض قاضی صاحب کا فراڈ ہے کیونکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بے شمار فرامین ہر معتبر تفسیر مثل ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کے زینت بنے ہوئے ہیں جن میں ایک تو اس سے پہلے ایک پیراگراف میں نقل بھی ہو چکا ہے باقی رہا ان کا متوفیک ممیتک فرمانا تو یہ ایک لغوی بحث ہے جس کا قاضی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کتب لغت و تفسیر میں توفی کی تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں توفی بمعنی موت' نیند اور اصعاد لی السماء' اور تینوں حضرت مسیحؑ کے حق میں صحیح بھی ہو جاتی ہیں کیونکہ ایک تو تقدیم و تاخیر کے طور پر چنانچہ تفاسیر میں اس کا تذکرہ بھی بکثرت ہے اور جس صورت میں اس کا معنی موت بغیر تقدیم و تاخیر لیا گیا ہے تو پھر مفسرین نے یہ صورت ذکر کی ہے کہ بحالت

رفع آپ پر نیند طاری کر دی گئی تھی اور موت ۔ بمعنی نیند تو قرآن و حدیث میں مذکور ہے بلکہ مرزا صاحب بھی اس کے قائل ہیں (دیکھیے ان کی کتاب ازالہ اوہام ص ۶۶۵ و ۹۴۲ وغیرہ) اور حقیقی موت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ کئی مفسرین کے مطابق آپ کو تین گھڑی یا سبع ساعات یا بعض کے ہاں تین دن تک موت طاری رہی پھر زندہ کر کے آسمان پر لیجایا گیا۔ (دیکھیے کتب تفسیر)

تو جن لوگوں نے اس کا معنی حقیقی موت بھی لیا ہے وہ صرف تین یا ساعات گھڑیوں تک یا تین دن تک طریان موت کے قائل ہیں اس کے بعد لازما" رفع الی السماء کے قائل ہیں لہٰذا لغتہ" اس کے تمام امکانی معانی ہمیں قابل قبول ہیں لیکن اصل نظریہ پھر بھی مخدوش نہیں ہوتا۔ چنانچہ قاضی صاحب کے اسی عنوان کے نمبر۶ و ۷ کے تحت مزید وضاحت ہو گی۔

۳۔ امام مالک اور مسئلہ حیات مسیحؑ

قاضی صاحب آپ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ

والاکثر ان عیسی لم یمت وقال مالک مات (مجمع البحار)

نیز دیگر قادیانی یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں

وفی العتبیة قال مالک مات۔

الجواب یہی ہے کہ جب اصل عقیدہ حیات بے شمار نصوص قطعیہ سے ثابت اور مبرہن ہو چکا ہے تو ایسی شاذ اور مبہم نقول سے کیا فائدہ؟

پھر اصل یہی ہے کہ بعض اہل علم حضرت مسیحؑ کا رفع الی السماء بدون عروض نیند و موت کے قائل ہیں اور بعض بحالت نیند یا موت۔ تو اس عبارت میں اس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ اصل مسئلہ کو۔ کیونکہ اصل مسئلہ میں جمیع آئمہ و اکابر ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ چنانچہ خود اس عتبیہ میں یہ عبارت بھی منقول ہے۔

قال مالک بینا الناس قیام یستمعون الاقامة للصلوة فتغشاهم غمامة فاذا نزل عیسی (عتبیہ ص ۲۶۶ ج ۱)

ملاحظہ فرمائیے حضرت امام مالکؒ کیا فرما رہے ہیں؟ موت یا حیات؟ پھر امام

زرقانی مالکی خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہیں کہ

رفع عیسیٰ وھو حی علی الصحیح (شرح مواہب اللدنیہ)

لہٰذا یہ قادیانی مغالطہ بالکل فضول اور غیر مفید ہو گا۔ فاجتنبوہ

۴۔ امام ابن حزم اندلسی کا مذہب

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

تمسک ابن حزمؒ بظاہر الآیۃ وقال بموتہ (حاشیہ جلالین تحت آیت فلما توفیتنی)

پاکٹ بک ص ۹۲

الجواب۔ قاضی صاحب کے پاس کوئی غیر معروف یا غیر مطبوعہ نسخہ جلالین ہو گا جس کا یہ حاشیہ نقل کر رہے ہیں موجودہ جلالین میں یہ حاشیہ قطعاً" نہیں ہے نہ ال عمران کے حاشیہ میں اور نہ فلما توفیتنی کے تحت

ہاں۔ آل عمران کی آیت انی متوفیک پر یہ حاشیہ ضرور درج ہے کہ

قال شیخ الاسلام ابن حجر قد اختلف فی موت عیسی علیہ السلام قبل رفعہ فقیل علی ظاہر الآیۃ انہ مات قبل رفعہ ثم یموت ثانیا بعد النزول وقیل المعنی متوفیک فی الارض فعلی ھذا لا یموت الا فی آخر الزمان بعد نزولہ وقال متوفی نفسک بالنوم افتری انہ رفع نائما"

ک۔ (جلالین ص ۵۲ تحت ھذہ الایہ حاشیہ ۸)

لو صاحب ساری حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اصل میں تمام آئمہ امت مسیحؑ کے رفع جسمانی کے قطعاً" قائل ہیں لیکن کیفیت رفع میں معمولی سا اختلاف ہے۔ کہ آیا وہ بحالت بیداری مرفوع ہوئے یا آپ کو بحالت نیند اٹھایا گیا یا اٹھانے سے قبل چند گھڑیاں نیند یا موت سے دوچار کیا گیا۔ یہ کل تین قول منقول ہیں اب قادیانی حضرات اسی مشتبہ عبارت سے لفظ موت قبل الرفع کو لئے پھرتے ہیں اور گمراہی پھیلاتے رہتے ہیں ہمارے مسلمان بھی ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں کہ توفی کا معنی واقعی فلاں صاحب نے موت کیا ہے لہٰذا مرزائیوں کا موقف

درست یا وزن دار معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چکر ہے جس کی حقیقت وہی ہے جو بندہ نے اوپر ذکر کردی ہے۔ کہ

رفع جسمانی اور نزول ثانی جسمانی کے سب آئمہ قائل ہیں صرف کیفیت رفع الی السماء میں (توجیہا") معمولی سا اختلاف کرتے ہیں جس کی مذکورہ بالا تین صورتیں بطور تفسیری روایت کے سلف سے منقول ہیں۔ نص قرآنی یا حدیثی کوئی نہیں لہٰذا وہ سب قابل نظرانداز

۵۔ حافظ ابن قیم حنبلیؒ کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

واما ما یذکر عن المسیح انه رفع الی السماء وله ثلاثة وثلاثون سنة فهذا لا یعرف له اثر متصل یجب المصیر الیه۔ (زادالمعاد ص ۲۰ ج ۱)

نیز امام صاحب لکھتے ہیں کہ

لما کان رسول الله ﷺ فی مقام خرق العوائد حتی شق بطنه وهو حی لا یتالم بذالک عرج بذات روحه المقدسة حقیقة" من غیر امامنه ومن سواه لا ینال بذات روحه الصعود الی السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبیاء انما استقرت ارواحهم هناک بعد مفارقة الابدان وروح رسول الله ﷺ صعدت الی هناک فی حال الحیاة ثم عادت و بعد وفاته استقرت فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء (زادالمعاد ص ۳۰۴ ج ۱)

الجواب۔ قادیانی قاضی نے حسب فطرت اس پہلی عبارت کے نقل کرنے میں عجیب چکر دینے کی کوشش کی ہے آپ ذرا پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں وہ یوں ہے۔

(فصل فی مبعثه ﷺ واول مانزل علیه) بعثه الله علی راس اربعین وهی راس الکمال قیل ولها تبعث

الرسل- واما ما یذکر عن المسیح انه رفع الی السماء وله ثلاث و ثلثون فهذا لا یعرف له اثر متصل یجب المیسر الیہ۔ (زادالمعاد ص ۱۹ ج ۱)

مطلب یہ ہے کہ امام ابن قیمؒ یہاں آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ بیان فرماتے ہوئے آپ کی عمر بعثت کا ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اربعین یعنی چالیس سال کی عمر مبارک میں مبعوث فرمایا اور کہتے ہیں کہ یہ عمر کمال کی بنیاد و ابتدا ہے لہٰذا اسی عمر میں نبی مبعوث ہوتے ہیں پھر ذہن میں خیال آیا کہ یہ ضابطہ تو صحیح نظر نہیں آتا کیونکہ آپ سے قبل حضرت عیسیٰ کو تو دور نبوت ختم کر کے تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آسمان پر اٹھا لیا گیا لہٰذا لازماً" آپ چالیس کی بجائے تیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ہوں گے جیسے کہ موجودہ اناجیل میں بھی یہ مدت مذکور ہے۔ تو امام صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کے متعلق جو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ تینتیس سال کی عمر میں اٹھا لئے گئے اس کی سند متصل نہیں ملتی۔ تو گویا امام صاحب عمر مسیح عندالرفع کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ اس کی سند متصل نہیں ہے نہ یہ کہ آپ آسمان پر اٹھائے بھی گئے یا نہیں۔ یہ تو بحث ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بحث تو وقت مبعوث ہونے نبیؑ کی عمر کی ہے نہ کہ مسئلہ رفع یا عدم رفع کی۔ الحاصل یہ کہ یہاں مسیح کی عمر بعثت کا تذکرہ ہے نہ کہ رفع الی السماء کا۔ قاضی صاحب اور دیگر قادیانیوں کی فطرت یہ ہے کہ جہاں کوئی ایسا لفظ مثل توفی بمعنی موت یا رفع وغیرہ کا نظر آیا تو فوراً "بھوکے والا حساب کہ جب کہ اس سے پوچھا گیا کہ دو اور دو کتنے؟ تو فوراً" کہہ اٹھا کہ چار روٹیاں۔ حالانکہ یہاں روٹیوں کا سوال ہی نہیں ہوا۔ بھوکے نے صرف اپنی غرض میں غرق ہونے کی بنا پر یہ کہہ دیا۔ ایسے ہی قادیانیوں کا معاملہ ہے کہ جہاں اپنے باطل نظریئے کے متعلق کوئی اشارہ مل گیا چاہے عبارت کا سیاق و سباق کچھ ہو متکلم کی غرض کچھ ہو انہوں نے فوراً اسے اپنے کھاتے میں ڈالنے کی جلدی کر لینا ہے۔ لہٰذا ہر فرد مسلم ان کے کسی بھی نقل کردہ حوالے کا قطعاً" اعتماد نہ کرے جب تک کہ وہ خود چیک نہ کر سکے کیونکہ یہ لوگ دجل و فریب اور جعلسازی سے باز نہیں رہ سکتے۔

اب یہ تو اس عبارت کے متعلق عرض ہوئی اب مزید اسی امام ابن قیمؒ جو آٹھویں صدی کے مجدد ہیں اور مجددین بقول مرزا صاحب خدا کی وحی سے بولتے ہیں وہ دین کو قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ اس میں ذرہ کمی بیشی نہیں کرتے۔ لہٰذا آپ انہی کی کتب سے اسی مسئلہ حیات و نزول کے متعلق چند اقتباسات سماعت فرمائیے۔

امام صاحب لکھتے ہیں کہ

وراموا قتله وصلبه فصانه الله من ذالک ورفعه اليه وطهره منهم فاوقعوا القتل والصلب على شبهه وهم يظنون انه رسول الله عيسىٰ ﷺ ----

فلم يقم لهم بعد ذالک ملک الى ان بعث الله محمداً ﷺ فكفروبه وكذبوه فاتم عليهم غضبه ودمرهم غاية التدمير والزمهم ذلاً وصغاراً لا يرفع عنهم الى ان ينزل اخوه المسيح من السماء فيستاصل شافتهم ويطهر الارض منهم و عبادالصليب (دیکھیے ان کی مشہور کتاب اغاثته اللهفان ص ۳۱۴ بحوالہ عقیدہ حیات و نزول اکابر کی نظر میں از حضرت لدھیانویؒ ص ۱۶۰)

۲۔ یہی امام ابن القیمؒ اپنی مشہور کتاب هداية الحيارى میں حضرت مسیحؑ کے قول۔ کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (یوحنا ۱۶:۱۴) کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

واما المسيحؑ فانما ساله بعد رفعه وصعوده الى السماء (ص ۵۳۱)

ازاں بعد مسیحؑ کے ایک اور قول کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وتامل قول المسيح انى لست ادعكم ايتاما" لانى سانيكم عن قريب كيف هو مطابق لقول اخيه محمد ﷺ۔ ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا واما ما

مقسطا" فیقتل الخنزیرو یکسر الصلیب ویضع الجزیہ۔

واوصی امنه بان یقرئه السلام منه من لقیه منهم۔ وفی حدیث آخر کیف تهلک امة انا فی اولها وعیسیٰ فی آخرها۔ (ص ۵۴۵)

۳۔ یہود کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہی لوگ دجال کا لشکر ہوں گے اور سب سے زیادہ اس کی پیروی کریں گے دجال کے زمانہ میں یہود کو حکومت و شوکت نصیب ہو گی۔

الی ان ینزل مسیح الهدی ابن مریم فیقتل منتظرهم ویضع هو واصحابه فیهم السیوف حتی یختبی الیهودی وراءالحجر والشجر فیقولان یا مسلم هذا یهودی ورائی تعال فاقتله فاذا نظف الارض منهم ومن عبادالصلیب ۔ ۔ ۔ الی قوله هکذا اخبربه شعیا" فی نبوته ویطابق خبره ما اخبربه النبی ﷺ فی الحدیث الصحیح فی خروج الدجال وقتل المسیح ابن مریم له (ص ۵۸۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

وان ربه تعالی اکرم عبده ورسوله ونزهه وصانه ان ینال اخوان القردة منه ما زعمته النصاری انهم نالوه منه بل رفعه الله الیه مویدا منصورا لم یشکه اعداء مبشوکة ولا نالته ایدهم باذی فرفعه الله الیه واسکنه سماء ه وسیعیده الی الارض فینتقم به من مسیح الضلاة واتباعه ثم یکسربه الصلب ویقتل به الخنزیر ویعلی به

الاسلام وينصر به ملة اخيه واولى الناس به محمد صلى الله عليها افضل الصلوة والتسليم (ص ۶۴۱ بحوالہ عقیدہ حیات و نزول مسیح اکابرین امت کی نظر میں از حضرت لدھیانوی دامت برکاتہم)

۵۔ مزید اپنی دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

ومحمد ﷺ مبعوث الى جميع الثقلين فرسالته عامة لجميع الجن والانس فى كل زمان ولوكان موسىٰ وعيسىٰ حيين لكانا من اتباعه واذا نزل عيسىٰ بن مريم فانما يحكم بشريعته محمد ﷺ (مدارج السالكين ص ۳۱۳ ج ۲)

۶ وهذا المسيح بن مريم حى لم يمت وغذاءه من جنس غذاء الملائكة (البيان از ابن قیمؒ ص ۳۹) نیز اسی کتاب میں لکھا کہ۔ وانه رفع المسيح اليه (ص ۲۲)

نیز لکھا کہ

وهو نازل من السماء فيحكم بكتاب الله (بداية الحيارى مع ذيل الفارق ص ۴۳ مطبوعه مصر بحواله محمديه پاکٹ بک ص ۷۰۹)

ناظرین کرام مندرجہ بالا چھ صریح اقتباسات سے آپ بخوبی یقین کر لیں گے کہ امام ابن القیمؒ مجدد صدی ہشتم مسئلہ حیات و نزول جسمانی کے متعلق امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ سے منسلک ہیں بلکہ اس کے پرزور داعی اور مبلغ ہیں لہٰذا قادیانیوں کا ان کے کسی بھی اقتباس کو پیش کرنا سراسر دجل و فریب اور کذب و افتراء ہو گا۔

اسی طرح اکابرین سلف صالحین سے صحیح حوالہ ایک بھی نہیں دکھایا جا سکتا جو کوئی پیش کرے گا وہ محض مغالطہ آمیزی اور دجل و

فریب ہی ہو گا۔ حقیقت سے اسے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔
حضرات گرامی یہ ہیں امام ابن قیم جن کے واضح ترین ارشادات آپ ملاحظہ فرما چکے کہ وہ نہایت شرح صدر سے علی الاعلان فرما رہے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صاحب انجیل فرزند مریم بتول زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر بمطابق فرامین خاتم الانبیاء ﷺ قرب قیامت نازل ہو کر اصلاح امت کا فریضہ بجا لا کر پھر طبعی وفات سے دوچار ہوں گے۔ حضرات یہی ہیں وہ امام ابن قیمؒ جن کے متعلق جناب مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

ایسا ہی فاضل و محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن قیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل ہیں۔ دیکھئے مرزائی کتاب۔ کتاب البریہ ص ۱۸۸ خزائن ص ۲۲۱ ج ۱۳ ج۔ فرمایئے اس سے بڑا کذاب۔ مفتری۔ بہتان باز اور مکار و دجال کہیں دیکھنے میں آیا ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

قیل هذا یدل علی ان اللہ سبحانہ توفاہ قبل ان یرفعہ (فتح القدیر قلمی ص ۴)

۷۔ مفسر قرآن ابو عبیداللہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

قال یدل علی انہ توفاہ وفات الموت قبل ان یرفعہ (البحر محیط ص ۶۱ ج ۴)

۸۔ علامہ جبائی مشہور شیعہ مفسر زیر آیت فلما توفیتنی. لکھتے ہیں کہ

وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ انہ امات عیسٰی وتوفاہ ثم رفعہ الیہ۔ (تفسیر مجمع البیان ترجمہ نمبر۱۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کا رفع کرنے سے پہلے انہیں وفات دیدی تھی۔

۲۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھانے سے پیشتر توفی بمعنی موت سے دوچار کیا تھا (پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا)

۳۔ اس آیت میں یہ دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو موت دی اور پھر زندہ کر کے ان کا رفع اپنی طرف کر لیا۔ اب ان تینوں اقتباسات کے متعلق عرض خادم سماعت فرمایئے بلکہ ان جیسے دیگر حوالہ جات کا بھی یہی جواب ہے۔

الجواب۔ ناظرین کرام یہ تینوں حوالہ جات محض دھوکہ دہی کے مظہر ہیں کیونکہ یہ تو سب ہمارے حق میں ہیں قادیانیوں کو اس سے ذرا بھی فائدہ نہیں قاضی صاحب نے محض خانہ پری کرتے ہوئے اور نمبر بڑھانے کے لئے ان کو نقل کر دیا ہے ورنہ شائد اصل حقیقت سے وہ بھی واقف ہوں گے۔

اس لئے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ لفظ توفی کے سلسلہ میں باعتبار لغت عربی تین صورتیں ہیں یعنی اس لفظ کے تین معنی ہیں۔ نمبر۱ توفی بمعنی موت حقیقی۔ نمبر۲ نیند نمبر۳ اور قبضہ میں کرنا یعنی اصعاد الی السماء۔ تو آئمہ مفسرین نے تینوں معنوں کو لیتے ہوئے آیت انی متوفیک کی تفسیر کر دی ہے۔ مگر اصل عقیدہ رفع جسمانی اور پھر نزول جسمانی کا کوئی بھی انکاری نہیں صرف توجیہات میں اختلاف کرتے ہیں بعض نے کہا۔ کہ حضرت مسیحؑ پر تین یا سات گھڑیاں عارضی طور پر موت طاری ہوئی پھر زندہ کر کے بجسدعنصری آسمان پر اٹھالیا گیا یہ معنی ہوا کہ جب توفی بمعنی حقیقی موت مراد لیں۔

۲۔ بعض نے فرمایا کہ توفی بمعنی نیند ہے۔ وھوالذی یتوفاکم باللیل۔ کے مطابق یعنی مسیحؑ پر نیند طاری کر کے آسمان پر اٹھالیا گیا۔

۳۔ تیسرے فریق نے فرمایا۔ کہ آپ کو اسی طرح بحالت بیداری ہی بجسد عنصری آسمان پر اٹھالیا گیا۔ یہ معنی ہوا توفی بمعنی قبض کامل یا اصعاد الی السماء کا۔

پھر جس فریق نے توفی بمعنی موت لیا ہے وہ دو فریق ہیں ایک کا کہنا ہے کہ توفی بمعنی موت حقیقی ہی لیں تو آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی جو کہ کلام عرب بلکہ قرآن مجید میں کئی دیگر مقامات پر بھی موجود ہے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے اپنی

الاتقان میں اس مسئلہ پر مستقل فصل کا انعقاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

یعنی پہلے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا پھر آخر زمان میں نازل ہوں گے تو آخر میں طبعی وفات سے دوچار ہوں گے۔

اور توفی بمعنی موت لینے والوں کا دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ

توفی بمعنی موت ہے مگر مسیح کے متعلق صرف عارضی موت کا معاملہ ہوا کہ آپ کو تین یا سات گھنٹوں تک موت سے وابستہ رکھا پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

الغرض لفظ توفی میں صرف باعتبار لغت عرب کے توجیہات میں معمولی سا اختلاف ہے اصل مسئلہ رفع و نزول جسمانی میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے یہ قادیانی مکار ویسے ہی ابلیس کی طرح ایک آدھ لفظ اچک لیتے ہیں اور شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھو جی امام بخاری نے توفی بمعنی موت لکھا ہے لہٰذا وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہو گئے جی فلاں لغت میں اس کا یہ معنی لکھا ہے فلاں تفسیر میں توفی بمعنی وفات لکھا ہے لہٰذا وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں مگر اصل حقیقت وہی ہے جو میں اس تحریر میں ابتدا ہی سے واضح کر رہا ہوں کہ یہ محض ان کا دجل و فریب ہے جس کی صورت مذکورہ بالا ہے ورنہ ان کے ساتھ ایک متنفس بھی متفق نہیں خوب ہوشیار رہئے ان نوسربازوں سے۔ جن کا گرو پچاس کا پانچ بنا لیتا ہے ان کے چیلوں کی کیا شان ہو گی۔ جن کا گرو نقل قرآنی میں مکاری سے نہیں جھجکتا اس کے چیلے کیا کچھ نہ کر سکتے ہوں گے اور کیا کچھ نہیں کر سکتے ہوں گے ان کو نہ خدا سے شرم نہ رسولؐ کا حیا۔ نہ عوام الناس سے ندامت و خفت کا احساس۔ یہ تو اذا فاتک الحیا فافعل ما شئت کے تحت روحانی ایڈز کے مریض ہیں۔

۹۔ شیخ ابن عربی اور مسئلہ حیات مسیح

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

رفع عیسیٰ اتصال روحه عند المفارقة من العالم السفلی بالعالم العلوی وکونه فی السماء الرابعة اشارة ان مصدر فیضان روحه روحانیة فلک الشمس هو بمثابة قلب العالم و مرجعه الیه وتلک الروحانیة نور یحرک ذالک الفلک بمعشوقیته واشراق اشعته علی نفسه المباشرة لتحریکه ولما کان مرجعه الی مقره الاصلی ولم یصل الی الکمال الحقیقی وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر (تفسیر ابن عربی ص ۶۵ بحوالہ تعلیمی پاکٹ بک ص ۹۶ و ۹۷)

الجواب۔ دوسرے حضرات کرام کی طرح قاضی صاحب اور ان کی پارٹی ابن عربی پر بھی یہ بہتان لگا رہی ہے کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے ورنہ ان کی کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ میں متعدد تصریحات موجود ہیں جن سے صراحتاً ان کا عقیدہ عام اہل اسلام کے بالکل موافق ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے

فلم ۱ دخل (النبیؐ فی السماء التی فیها عیسیٰؑ فی وقعته المعراج) اذا بعیسیٰ علیه السلام بجسده وعینه فانه لم یمت الی الآن۔ بل رفعه اللّٰہ الی هذه السماء واسکنه بها۔ (فتوحات مکیه باب ۳۶۷ الیواقیت الجواہر ص ۳۴ ج ۲)

۲ ۲ عیسیٰ بن مریمؑ بنی ورسول انه لا خلاف انه ینزل فی آخرالزمان حکما مقسطا" عدلا بشرعنا (فتوحات مکیه باب ۷۳ بحواله الیواقیت والجواہر از امام الوهاب الشعرانی)

نیز تحریر فرمایا

۳ فہ‌وی اللہ بعد رسول اللہ ﷺ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدارالدنیا ثلاثۃ وھم ادریس علیہ السلام بقی حیاً بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء الرابعہ والسموات السبع ھن من عالم الدنیا۔ وابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسیٰ کلا ھما من المرسلین (ص ۵ ج ۲)

نیز باب ۳۵۳ میں لکھتے ہیں کہ

۴ وقد جاء الخبرالصحیح فی عیسیٰ علیہ السلام وکان ممن اوحی الیہ قبل رسول اللہ ﷺ انہ اذا نزل فی آخرالزمان لا یومنا الا ابنا ای بشریعتنا و سنتنا مع انہ لہ الکشف التام اذا نزل زیادۃ علی الالھام الذی یکون لہ کما لخواص ھذہ الامۃ (الیواقیت ص ۸۲ ج ۲)

۵ ۲۴الدلیل علی نزول عیسیٰ بن مریم ھو قولہ منہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ فالمعتزلہ والفلاسفہ والیھود والنصاری الذین ینکرون الرفع الجسمانی یومنون بہ والدلیل الثانی قولہ تعالی وانہ لعلم للساعۃ والظاہر ان الضمیر بعیس ابن مریم اذالمذکور ھو لا غیر وفی الحدیث اذا المسلمون فی الصلوۃ اذا بعیسیٰ ینزل عندالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق وعلیہ بردان ویدہ علی الملکین فالحق ان عیسیٰ بن مریم رفع الی السماء بالجسم العنصری والایمان بہ واجب لقولہ بل رفعہ اللہ الیہ (فتوحات مکیہ باب ۳۶۹ بحوالہ الکاویۃ علی الغاویۃ)

ترجمہ سو اگر تو سوال کرے کہ عیسیٰؑ کے نزول کی کیا دلیل ہے تو

جواب یہ ہے کہ وہ دلیل یہ ہے قول خداوندی (وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آوینگے) معتزلہ فلاسفر۔ اور تمام یہودی اور عیسائی جو حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی کے منکر ہیں وہ سب ان پر ایمان لے آوینگے اور دوسری دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ (وانہ لعلم الساعۃ یعنی حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہیں) ظاہر ہے کہ انہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے کیونکہ یہاں ذکر ہی انہی کا ہے۔ دوسرے کسی فرد کا نہیں اور حدیث صحیح میں بھی ہے کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہوں گے کہ اچانک عیسیٰؑ جامع دمشق کے شرقی سفید مینارہ کے پاس نزول فرمائیں گے اور اس وقت ان پر دو چادریں ہوں گی۔ اور ان کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ اور حق بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اس کی (نظریہ) صداقت و حقانیت پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بل رفعہ اللہ الیہ یعنی اٹھا لیا اللہ نے ان کو اپنی طرف۔

حضرات گرامی یہ ہے حضرت ابن عربی کا عقیدہ جو ان کی ذاتی کتب سے بیان کر دیا گیا ہے اب ایمانداری سے فرمایئے کہ دنیا میں کوئی ایسا صحیح الدماغ فرد پایا جا سکتا ہے کہ جو ایک طرف تو اتنی صراحت سے ایک نظریہ بیان کرتا ہو اور پھر دوسرے موقعہ پر بالکل اس کے برعکس بیان کر دے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے ہاں گورداسپور کی بستی قادیان کے ایک باشندہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاں ایسے حادثات بکثرت پائے جاتے ہیں کہ آنجناب ایک موقعہ پر ضمنی یا مبہم طور پر بلکہ عین صراحت کے ساتھ ایک بات بیان کرتا ہے مگر دوسرے موقعہ پر اسی صراحت کے ساتھ سو فیصد اس کے برعکس بیان کرنے سے ذرا بھی نہیں شرماتا۔ حتیٰ کہ اس کی تمام کتب و تحریرات ایسے تضاد و تناقض کا پلندہ بن کر رہ گیا ہے۔ کہ اس کی کسی بھی بات کی صحیح حقیقت تلاش کرنا ناممکنات سے ہے۔ سوائے ایک

بات کے کہ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اور جہاد حرام ہے۔

اچھا حضرات یہ تو حضرت ابن عربیؒ کی تحریرات دیگر کتب سے مذکور ہوئیں آیئے اب اسی تفسیر سے بھی کچھ تصریحات سماعت فرمایئے کہ جس کے حوالہ سے قادیانی قاضی نے مندرجہ بالا ایک مبہم سا اقتباس پیش کر کے دجل و فریب کا جال پھیلایا ہے۔

نوٹ۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ تفسیر محولہ یقیناً" ان کی نہیں صرف ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے اعتماد نہیں ہے کہ ان کی ہی ہو لیکن پھر بھی سنئے حضرت صاحب آل عمران کی آیت انی متوفیک کے تحت لکھتے ہیں کہ

انی متوفیک ---- ای قابضک من بینهم ورافعک الی۔ ای الی السماء الرابع فی جواری۔ (تفسیر ابن عربی ص ۱۱۴ ج ۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

یہود نے حضرت مسیح کی گرفتاری کے لئے ایک شخص کو بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے مسیح کی شباہت اس پر ڈال دی۔

انہوں نے اسے عیسیٰؑ سمجھ کر قتل کر دیا اور صلیب دیدی۔

واللہ رفع عیسی الی السماء الرابعة (ص ۱۱۵ ج ۱)

۲۔ اسی تفسیر میں آپ وان من اهل الكتاب کے تحت لکھتے ہیں کہ

رفع عیسیٰؑ اتصال روحه عندالمفارقة عن العالم السفلی بالعالم العلوی ---- ولما كان مرجعه الی مقره الاصلی ولم یصل الی الكمال الحقیقی وجب نزوله فی آخرالزمان بتعلقه ببدن آخر وحینئذ بعرف كل احد فيومن به اهل الكتاب ای اهل العلم العارفين بالمبداء والمعاد كلهم عن آخرهم قبل موت عیسیٰ بالفناء فی الله (ص ۱۶۵ ج ۱)

حضرات گرامی یہ وہ عبارت کامل ہے جس میں گڑبڑ کر کے قاضی نذیر صاحب نے اقتباس نقل کیا ہے لہٰذا آپ ان لوگوں کی ہوشیاری ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کانٹ چھانٹ کر اقتباس پیش کر کے لوگوں کو الحاد و تشکیک کا انجکشن دینے کی کوشش نامراد کی ہے۔

جب کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ تفسیر ظاہر سے ہٹ کر عارفانہ انداز میں لکھی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لکل آیۃ ظہر و بطن ولکل حد مطلع۔ تو شیخ نے اس تفسیر میں دوسرا پہلو ملحوظ رکھا ہے چونکہ ایسے کلام کا فہم و ادراک ہر لیرے غیرے کے بس کی بات نہ تھی اس لئے شیخ نے صراحت بھی کر دی کہ میری تفسیر کو عامی کے لئے دیکھنا حرام ہے جو اس مقام تک درک نہ رکھتا ہو۔

لہٰذا قادیانی اور اس کی امت ضالہ کا فہم ایسی باتوں کی طرف کیسے جا سکتا ہے اور یہ لوگ نہ ہی اصل حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں ان کو تو محض تنکوں کے سہاروں کی تلاش ہے شیاطین کی طرح جہاں سے کوئی حرف یا لفظ اپنے مطلب کا نظر آیا فوراً اسے لے اڑے۔ اور اس کو عوام میں پھیلانا شروع کر دیا۔ ان کو اصل حقیقت اور سیاق و سباق کا ذرا خیال نہیں ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اگرچہ یہ اقتباس عارفانہ ہے مگر پھر بھی مکمل مطالعہ کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت شیخ اسی نظریہ کے قائل ہیں جو کہ عام اہل اسلام کا ہے جس کی صراحت وہ دوسرے متعدد مقامات پر الگ بتصریح بھی کر رہے ہیں تو اب اتنی تصریحات کی موجودگی میں ایک غیر واضح اقتباس کو بنیاد بنا کر ان کے ذمہ وفات مسیح کا بہتان باندھنا الحاد و زندقہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اچھا ایک مزید اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ اور جناب قاضی صاحب کو دجل و فریب کا ایوارڈ پیش کیجئے۔

ابن عربی اسی تفسیر میں سورہ زخرف کی آیت ۶۱ وانہ لعلم للساعۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ

ای ان عیسیٰ مما یعلم بہ القیامۃ الکبری وذالک ان

نزولہ من اشراط الساعۃ

ترجمہ لٔہ بیشک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے قیامت کبریٰ کے قرب کا علم ہو جائے گا کیونکہ آپ کا نزول (بحکم احادیث صحیحہ) قیامت کی علامات میں سے ہے

ناظرین کرام یہ بات سوفیصد ذہن و قلب میں راسخ کر لیجئے کہ ہمارے اسلاف میں کوئی ایک فرد بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں رکھتا بلکہ سب کے سب اس نظریہ حیات و نزول مسیحؑ کی صراحت ہی کر رہے ہیں انہوں نے اس نظریہ کو دوسرے مسائل کے مقابل میں نہایت اہمیت اور اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔

ناظرین کرام بندہ خادم قدم قدم پر یہ دعوی کر رہا ہے کہ قادیانیت نام ہے چھ امور کا۔

کذب و افتراء ۔ دجل و فریب اور حماقت و جہالت کا۔ یہ قادیانیت کی جہات ستہ ہیں یہ قادیانیت کا خمیر۔ ضمیر۔ فطرت اور نیچر ہے۔ یہ ان کی طبیعت ثانیہ اور اساس و بنیاد ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا نقشہ پہلے ہی مہیا فرمایا دیا ہے آپ سورہ انعام کی آیت ۹۴ تلاوت کر لیجئے یہ ان کی مکمل ترجمانی اور عکاسی ہے۔ فقط

مرزا غلام احمد سے لے کر آخری قادیانی فرد کی طبیعت اور کردار یہی ہے کہ اپنے باطل نظریہ کی حمایت و تصدیق میں بولتے ہی چلے جاؤ۔ حوالہ غلط ہو تو ہوتا رہے۔ کوئی دیگر دلیل سامنے ہو یا نہ تم نے بولتے ہی جانا ہے۔ کسی قسم کی ندامت۔ خفت۔ شرم و عار کو ہرگز نزدیک پھٹکنے نہیں دینا۔ بلکہ بہر صورت اپنی پیش قدمی پوری ڈھٹائی کے ساتھ جاری رکھنا ہے اسی سے تمہاری کامیابی اور غلبہ ہو سکتا ہے۔ اصول پرستی اور حقیقت پسندی ان کے ہاں کوئی شیئی نہیں یہ تو چند موہوم امور کا نام ہے۔

حضرات گرامی آپ نے اس تمام تحریر میں تمام دلائل و براہین۔ اعتراضات و اشکالات کے حل کے نورانی جلوے ملاحظہ فرمائے۔

اب اس دجال اعظم کا ایک مزید اقتباس پھر ملاحظہ فرما کر اپنے ضمیر سے

قادیانی کے متعلق فیصلہ طلب کیجئے۔
چنانچہ آنجہانی مرزائے کلویانی بڑے طمطراق اور جوش و جذبے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ

تو اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نصوص صریح کے جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور آنیوالے مسیح کے امتی ہونے پر دلالت کرتے ہیں پھر کیوں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے اتر آئیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغگو ہے کیونکہ صحابہ کو اس پیش گوئی کی تفاصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلاشبہ بموجب اس آیت فلما توفیتنی اس بات پر ایمان لائے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں تبھی تو حضرت ابوبکرؓ نے جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے یہ بیان کیا کہ کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے سب فوت گئے اور یہ آیت پڑھی کہ قد خلت من قبلہ الرسل اور کسی نے ان کے اس بیان پر انکار نہ کیا پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث و قرآن و متقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں اس طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب مع وفات مسیح کے قائل ہیں ایسا ہی فاضل محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن قیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل ہیں ایسا ہی رئیس المتصوفین شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ صریح اور صاف لفظوں میں اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسیٰؑ کی تصریح کرتے آرہے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور امام یہی مذہب رکھتے ہیں پھر کس قدر افتراء ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا

جائے الخ (دیکھیے کتاب البریہ ص ۱۸۸ ح و خزائن ص ۲۲۰ تا ۲۲۲ حاشیہ طبع ربوہ)

یااخوۃ الاسلام۔ ان اکابر کی تصریحات بحوالہ آپ کے سامنے آچکیں ہیں اور ادھر اس دجال اعظم کا یہ بہتان اور ڈھکوسلہ بھی آپ کے سامنے ہے فیصلہ آپ خود کرلیں۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے بندہ دوبارہ حوالہ پیش کرنا ضیاع وقت سمجھتا ہے۔

ایھا الناس ایاکم و الدجال الاعظم یحفظکم اللہ منہ برحمتہ و فضلہ۔ لعنۃ اللہ واکبر والیہ اللہ فی نار جھنم خالدا" فیھا ابدا"

ایک خاص عرض خادم

بروران اسلام خدا تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے ہدایت و اضلال اس کے قبضہ قدرت میں ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں لہٰذا ہر فرد مسلم ہمہ وقت استقامت علی الحق کی دعا کرتا رہے دیکھیے قادیانی دجال کو باوجود صراحت کے کس طرح اندھا بن کر اس ہستی کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ وفات مسیح کے قائل ہیں جس نے یہ لکھا ہے۔

ان عیسیٰ۔۔۔ ینزل فی ھذہ الامۃ فی آخر الزمان ویحکم بشریعۃ محمد ﷺ (فتوحات مکیہ ص ۱۳۵ ج ۲)

نیز لکھا کہ

انہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء واسکنہ فیھا (باب ۳۶۷ ص ۳۴۱ ج ۱ وکذالک ص ۱۳۵۔ ۳۴ ج ۱۔ ص ۱۸۵ ج ۱ و ۲۲۴ ج ۱) ج دوم کے صفحات ۳ و ۴۹ و ۱۳۵ اور جلد سوم ص ۵۱۳ میں حیات مسیح کی صراحت ہے مگر مرزا کتنا ڈھیٹ ہے لہٰذا اس سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔

وفقکم اللہ خیرا وجعلکم سعداء فی الدنیا والاخرۃ

باب چہارم

وفات مسیح اور علمائے مصر

جناب قاضی نذیر صاحب آف فیصل آباد نے اس مسئلہ میں سلسلہ وار اور نمبروار کئی ابواب منعقد فرمائے ہیں مثلا وفات مسیح از روئے قرآن مجید (۲) از روئے حدیث نبوی (۳) از روئے اقوال بزرگاں جن پر تبصرہ اور جوابات پہلے مکمل ہو چکے ہیں۔

اب قاضی صاحب چوتھا عنوان۔ علمائے مصر کے نام سے قائم کر کے یہاں سات جدید ذہن کے علماء کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ مثلا

ا۔ علامہ رشید رضا مفتی محمد عبدہ الاستاذ عبدالکریم شریف۔ الاستاذ محمود شلتوت الاستاذ احمد العجوز الاستاذ مصطفیٰ المراغی صاحب التفسیر الاستاذ عبدالوہاب۔

حالانکہ یہ تمام افراد علماء نہیں بلکہ ماڈرن قسم کے لیکچرار اور پروفیسر سطح کے افراد ہیں یہ جدید قسم کے صحافی یا سکالر طرز کے لوگ ہیں جن میں صرف ظاہر داری اور لفاظی تو ضرور ہو گی مگر للہیت تقویٰ اور سلف صالحین سے ربط وانسلاک اور ان کی عقیدت و متابعت کا جذبہ ہرگز نہ تھا جو کہ علم دین کے لئے لازم ہیں۔ اس لئے یہ حضرات محض ظاہری لفاظی تک ہی رہے دین کی روح (للہیت تقویٰ و خشیت الٰہی) تک ان کی پرواز نہ ہو سکی۔ لہذا ایسے حضرات کے یہ ذاتی نظریات و خیالات ہم پر قطعاً "حجت نہیں ہیں کیونکہ دین کا منبع و مبدا اور ماخذ ہمارے اکابر اسلاف عظام ہیں جن کا سلسلہ علم و تحقیق بحکم فرمان رسولؐ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین۔ وانتھال المطبین وتحریف الجاہلین لو کما قال النبی۔(مشکوۃ) منبع وحی تک منتہی ہوتا ہے چنانچہ خود جناب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی بھی اقرار کرتے ہیں کہ

سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی ذاتی کتاب ازالہ اوہام طبع لاہور ص ۳۷۴ و ۳۷۵)

تو صاف ظاہر ہو گیا کہ کسی صحیح نظریہ اور حقیقت کی تلاش کے لئے سلف

صالحین کا دامن تھامنا اصول کے مطابق لازمی ہے نہ کہ بعد کے آزاد خیال مدعیان علم و تحقیق کا جو خود متقدمین سے تعلق ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ جدت پسند اور انانیت پسند لوگ از خود تحقیق کے مدعی ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب ہم نے اپنے سلف صالحین کا ذخیرہ تحقیق علی وجہ البصیرہ سامنے پیش کر دیا ہے جس کا تسلیم کرنا ضروری ہے تو پھر ایسے مخالفین سلف کے خود ساختہ اقوال کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ چاہے آپ لوگ چھ سات نہیں بلکہ ایسے سینکڑوں ہزاروں حوالہ جات پیش کریں وہ سب فضول ہیں۔

۲۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی واضح ہے کہ جس وقت شلتوت جیسے ماڈرن قسم کے سکالروں کی یہ ہفوات سامنے آئیں تو ان کے تعاقب میں کئی محقق مصری علمائے ربانی نے مستقل رسائل اور فتاوی جات شائع فرما دیئے جیسے علامہ زاہد الکوثری اور مفتی اعظم لمصر مشہور عالم دین الاستاذ محمد مخلوف وغیرہ

علامہ کوثری کا تو مستقل رسالہ شائع ہو چکا ہے۔

اور الاستاذ محمد مخلوف کا عقیدہ اور تحقیق دریں مسئلہ ان کی کتاب صفوۃ البیان البیان القرآن سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ صاحب لکھتے ہیں تحت آیت انی متوفیک ورافعک الی۔ واعلم ان عیسی علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب کما قال تعالی وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وقال وماقتلوہ یقینا۔ فاعتقاد النصاری القتل والصلب کفر لاریب فیہ وقد اخبر اللہ انہ رفع الیہ عیسی کما قال و رافعک الی وقال بل رفعہ اللہ الیہ۔ فیجب الایمان بہ والجمھور علی انہ رفع حیا من غیر موت ولا غفرۃ بجسدہ وروجہ الی السماء والخصوصیۃ لہ علیہ السلام ھی فی رفعہ بجسدہ وبقائہ فیھا الی الامدالمقدرلہ واما التوفی المذکور فی ھذا الایتہ وفی قولہ تعالی فلماتوفیتنی فالمراد منہ ماذکرنا علی الروایۃ الصحیحہ عن ابن عباس والصحیح من الاقوال کما قالہ القرطبی وھواختیار الطبری وغیرہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ای ما احد من اہل الکتاب

الموجودین عند نزول عیسی علیه السلام آخر الزمان الا لیومنن بانه عبدالله ورسوله وکلمته قبل ان یموت عیسی علیه اسلام فتکون الادیان کلها دینا واحدا دهو دین الاسلام الحنیف دین ابراہیم علیه اسلام ونزول عیسی علیه اسلام ثابت فی الصحیحین وهوا من اشراط الساعة صفوة البیان لمعان القرآن ص ۱۰۹ و ۱۱۰) بحوالہ فتوی مفتی اعظم مصر مرتبہ مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

ترجمہ جاننا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ نہ تو قتل ہوئے اور نہ مصلوب۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اور وما قتلوہ یقینا (انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کی سامنے کسی کو عیسیٰ کا ہم شکل بنا دیا گیا۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے مسیح کو ہرگز قتل نہیں کیا۔ لہٰذا عیسائیوں کا اعتقاد قتل و صلیب مسیح بلاشبہ کفریہ نظریہ ہے حالانکہ اللہ نے خبردی ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھا لئے گئے جیسا کہ فرمایا اور انفعک الی بل رفعه الله الیه۔ بس اس حقیقت (رفع الی السماء جسمانی) پر ایمان لانا واجب ہے اور جمہور اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بغیر موت اور نیند طاری ہونے کے زندہ ہی جسد مع روح آسمان پر اٹھا لئے گئے اور مسیح کی خصوصیت یہی ہے کہ ان کو آسمان پر زندہ اور جسمانی طور پر اٹھایا گیا اور وہ وہاں زندہ محفوظ ہیں اس مدت تک وہاں رہیں گے جو خدا نے مقرر کر رکھی ہے۔ اور لفظ توفی کا معنی اس آیت اور سورۃ مائدہ کی آیت فلما توفیتنی میں صحیح روایات کے مطابق یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے نقل کیا اور صحیح ترین اقوال کے مطابق یہی رفع آسمانی ہے جیسا کہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور اس کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اختیار فرمایا ہے۔

اور آیت کریمہ وان من اہل کتاب کی تفسیر میں مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ

آخری زمانہ میں بوقت نزول مسیح جو اہل کتاب موجود ہوں گے وہ آپ کی موت سے پہلے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے کہ وہ واقعی خدا کے بندے اور رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے اور پھر تمام مذاہب مٹ

کر ایک ہی دین یعنی دین اسلام باقی رہ جائے گا جو کہ دین ابراہیم ہے نیز نزول عیسی بخاری و مسلم کی صحیح روایات سے بھی ثابت ہے اور یہ نزول من السماء قیامت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے۔

قاضی صاحب فرمایئے کہ یہ مفتی مصر علمائے مصر میں سے نہ تھے جن کو آپ نے اہل اسلام کے موافق اور اپنے مخالف سمجھ کر ترک کر دیا ہے صاحب بہادر کسی نظریہ کا اثبات ہمیشہ اکثر آرا اور تحقیقات سے ہوتا ہے آپ کو لازم تھا کہ تمام علماء مصر کے حوالہ جات پیش کرتے تاکہ اصل حقیقت الم نشرح ہو جاتی آپ نے چند ماڈرن قسم کے لیکچرار پروفیسروں کے اختراعی حوالہ جات نقل کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش فرمائی ہے جو کہ محض فضول ہے برصغیر کا مصر کے ساتھ نہایت مضبوط تعلق ہے وہاں کی مطبوعات یہاں بکثرت متداول ہیں لہٰذا آپ کا یہ چکر چل نہیں سکتا تھا آپ نے محض اپنی حمایت کا اظہار کرتے ہوئے علماء مصر کا نام لے دیا جیسا کہ چند علمائے ہند کا نام لے کر جگ ہنسائی کا سامان فراہم کیا اسی طرح علماء مصر کے اقوال نقل کر کے بھی آپ نے یہی کمائی کمائی ہے فخسرتم خسرانا مبینا

۳۔ تیسرے نمبر پر آپ کو مندرجہ بالا اقوال نقل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ تمہیں ہندوستان کے ذکر کردہ اہل العلم سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا کیونکہ جیسے آپ کے ہندوستان کے علماء باوجود وفات مسیح کے قائل ہونے کے بھی وہ آپ کے ہم نوا نہیں ہیں بلکہ اہل اسلام کی طرح وہ بھی آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اسی طرح آپ اپنے مصری علماء کو بھی اپنے حق میں گواہ نہیں پیش کر سکتے کیونکہ وہ باوجود حیات مسیح کے منکر ہونے کے پھر بھی تمہیں غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں تو پھر اسی تگ و دو سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ آخر یہی ثابت ہوا کہ کسی ملک کا کوئی محقق چاہے وہ حیات مسیح کا قائل ہو یا منکر ہو آپ کو وہ کافر ہی سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ہندو پاک کے اہل علم حضرات۔

لیجئے ذیل میں مفتی اعظم مصر علامہ محمد مخلوف کا فتویٰ اپنے بارہ میں ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ

والمراد علی القراتین (الخاتم و الخاتم) انه ﷺ آخر الانبیاء ورسله فلانبی ولا رسول بعده لی قیام الساعه فمن زعم النبوه بعده فهو کافر بکتاب اللّٰه وسنته رسوله ولذا افتینا بکفر طائفته القادیانیه اتباع المفتون غلام احمد قایادنی لزاعم هو واتباعه انه نبی یوحی الیه وانه لا تجوز منا کحتهم ولا دفنهم فی مقابر المسلمین۔(صفوۃ البیان لمعان القرآن ص ۱۸۶ طبع اولی ۱۳۷۰ھ

ترجمہ علامہ زیر آیت وخاتم النبین لکھتے ہیں کہ

لفظ خاتم یا خاتم دونوں قرآتوں کی بنا پر اس کا معنی یہی ہے کہ آنحضور ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کوئی رسول لہٰذا آنحضرت ﷺ کی بعد جو کوئی دعوی نبوت کرے وہ کذاب مفتری اور کتاب و سنت کا منکر ہے اس بنا پر ہم علماء حق نے قادیانیوں کو جو کہ اس پاگل غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کے پیروکار ہیں سب کے بارہ میں کفر کا فتوی دیدیا ہے اور ہم یہ بھی فتوی دیتے ہے کہ ان سے نہ کوئی رشتہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے۔ (منقول از رسالہ فتوی مصر مفتی اعظم مصر) علامہ حسنین محمد مخلوف الاستاذ العلماء و سابق مفتی اعظم مصر۔

قاضی صاحب ملاحظہ فرمایئے آپکو علمائے مصر کے فتوی سے یہ تمغہ حاصل ہوا ہے فخنھا بقوہ

مسئلہ وفات مسیح اور علمائے ہند و پاکستان

- جناب قاضی نذیر صاحب آف فیصل آباد نے پانچویں نمبر پر برصغیر (ہندو پاکستان) کے اپنے حامی علماء کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے انہوں نے صرف نو علماء کا ذکر کیا ہے جو کہ ان کے خیال میں وفات مسیح کے قائل ہیں۔

اس کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ ۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی

۳۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب ۴۔ سر سید احمد خاں

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۶۔ علامہ عنایت المشرقی

۷۔ غلام احمد صاحب پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوع اسلام ۸۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

۹۔ شاعر مشرق علامہ اقبال۔

تبصرہ و تجزیہ

محترم قاضی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا محمد بن قاسم سے لے کر ظہور قادیانی تک ہندوستان میں بس یہی علمائے کرام پیدا ہوئے ہیں اور بس۔ خدارا کچھ تو حیا کیا ہوتا۔

نیز یہ بھی فرمایئے کہ حضرت علی ہجویری جو پانچویں صدی میں ہوئے ہیں۔ ان سے قبل کوئی بھی عالم دین برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ چار صدیاں برصغیر اہل علم سے خالی ہی رہا۔ نیز حضرت ہجویریؒ کے بعد مولانا سندھی یا آزاد کے سوا اور کوئی عالم۔ محدث۔ مفسر یا مجدد و ملہم اس خطہ ہند میں پیدا نہیں ہوا۔ بس یہی دو تین حاملین علم و معرفت پیدا ہوئے۔

پھر فرمایئے ان میں سے کون کون سے مجدد و ملہم افراد ہیں۔ تاکہ اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ اگر ان میں سے کوئی نہیں ہوا۔ تو فرمایئے برصغیر میں کوئی مجدد ہوا بھی ہے یا نہیں۔؟

بندہ خدا جب تمہاری تحقیق کے مطابق (مذکور عسل مصفی) کے مطابق بیسیوں مجددین ہوئے ہیں جن میں سے کئی برصغیر میں بھی ہوئے۔ جیسے صاحب مجمع البحار۔ مجدد الف ثانی اور خاندان ولی اللہی تو فرمایئے اس مسئلہ میں ان کا نظریہ کیا تھا آیا تمہارے اور تمارے ممدوح علماء کے موافق یا مخالف؟

پھر یہ بھی فرمایئے کہ کیا حضرت علی ہجویری اور دوسرے علماء سب ہم مشرب تھے؟ اگر وہ تمہارے علمائے کے موافق ہیں تو فرمایئے کہ ان کی موجودگی میں ان کی تائید کی کیا حاجت تھی۔ آپ صرف ان کی شہادت ہی پیش کر دیں۔ سارا معاملہ سیدھا ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ آپ کے علماء ممدوحین کے مخالف ہیں تو پھر سوچئے کہ ان مجددین کے خلاف نظریہ اپنانے کی صورت میں آپ کون ہوں گے؟ کیونکہ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ مجددین کی مخالف فسق و کفر ہے۔ کیونکہ وہ

خدا کی وحی سے بولتے ہیں۔ وہ دین کو صحیح طور پر قائم کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ ہمارے اسلاف ہیں جن کی گواہی تسلیم کرنا ہمیں نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا اس بات کی وضاحت کر کے اس نظریہ کا دوٹوک فیصلہ کر لیجئے۔

فرمایئے مجدد الف ثانی جن کو مرزا قادیانی نے اپنی تائید میں کئی جگہ پیش کیا ہے وہ اس نظریہ میں آپ کے موافق ہیں یا مخالف؟ ان کی کوئی شہادت باصراحت پیش کیجئے۔ جناب من اگر پہلی صدی سے چودھویں صدی تک ہزار ہا علمائے حق۔ مفسر۔ محدث۔ مجدد و ملہم ۔ اور اولیائے کرام ہوئے ہیں۔ اور اس نظریہ میں اہل اسلام کے موافق ہیں تو پھر اتنے کثیر افراد اور جماعت حقہ کے مقابلہ میں چند ماڈرن قسم کے اور صحافی طرز کے افراد کا پیش کرنا کہاں کی عقلمندی اور شرعی ضابطہ ہے؟

کیا آپ کو النادر کالمعدوم کا ضابطہ مسلمہ معلوم نہیں؟ لہٰذا سوچئے کہ ان کا والد کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ مرزا نے مجددین کی مخالفت کو فسق و کفر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی وحی سے بولتے تھے اور دین کو قائم کرنے کے لئے ہی تشریف لائے تھے لہٰذا ان کی مخالفت فسق و کفر ہے وہ ہمارے اسلاف ہیں جن کی گواہی تسلیم کرنا نہایت ضروری ہے لہٰذا اس بات کی وضاحت فرما کر اس نظریہ کا دوٹوک فیصلہ کر لیجئے۔ فرمایئے مجدد الف ثانی جن کو مرزا صاحب نے بھی اپنی تائید میں کئی جگہ پیش کیا ہے وہ اس مسئلہ میں آپ کے موافق ہیں یا مخالف؟

جناب من اگر پہلی صدی سے چودھویں صدی تک ہزار ہا علمائے حق مفسر محدث مجدد ملہم اولیائے کرام ہوئے ہیں اور وہ اس نظریہ میں اہل اسلام کے حق میں ہیں تو پھر اتنے کثیر افراد اور جماعت حقہ کے مقابلہ میں چند ماڈرن قسم کے اور صحافی طرز کے افراد کا پیش کرنا کہاں کی عقلمندی اور شرعی ضابطہ ہے کیا النادر کالمعدوم کا مفہوم نہیں جانتے ویسے اصل حقیقت یہی ہے کہ برصغیر کے سینکڑوں نہیں ہزارہا علمائے دین اور اولیائے کرام کی شہادات اہل حق کے موافق ہیں ان میں سے ایک فرد بھی اس سے مختلف نہیں چنانچہ آپ کے ہی ذکر کردہ پہلے نمبر پر حضرت علی ہجویری بھی ہمارے موافق ہیں جیساکہ آپ اپنی کتاب کشف المحجوب میں ذکر کرتے ہیں کہ اندر اخبار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مرقعہ داشت کہ وے را بر

آسمان بردند۔ (ص ۳۲) شائع کردہ اسلامک بک فاونڈیشن لاہور۔

ترجمہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ عیسی بن مریم علیہ السلام ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے کہ ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ فرمایئے آپ کا پہلا نمبر آپ کے موافق نکلا یا ہمارے موافق؟ خدارا کچھ تو حیا کی ہوتی۔ کس طرح دجل و فریب سے اہل حق کے موافق کو ان کے مخالف پیش کیا جا رہا ہے۔ قاضی صاحب فرمایئے کہ آپ کے ممدوح فرد حضرت علی ہجویری کیا فرما رہے ہیں کہ صحیح احادیث کی رو سے عیسی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اس وقت ان کا لباس گدڑی تھا۔ لیجئے قاضی صاحب آپ کا پہلا گواہ تو آپ کے مخالف نکل آیا۔ باقی کیا رہ گیا۔ فرمایئے داتا صاحب رفع اور آسمان کا لفظ ذکر فرما رہے ہیں یا نہیں۔ قاضی صاحب نظر آیا آسمان کہ نہیں۔ داتا صاحب صحیح احادیث کی رو سے نظریہ اہل حق کی موافقت فرما رہے ہیں یا نہیں؟ بھلے مانس آپ نے خواہ مخواہ ان کو اپنی حمایت میں کیوں شمار کر لیا؟ جب کہ وہ آپ کے مخالف اور ہمارے موافق ہیں باقی جو عبارت آپ نے نقل فرمائی ہے وہ تو بعض روحانی امور کے بیان سے اخذ کی گئی ہے وہاں پر اس مسئلہ کا عنوان بھی یہ نہیں تھا آپ نے محض عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ الفاظ نقل کر دیئے جو تقریباً" کتاب کے وسط سے نقل کئے گئے ہیں حالانکہ اسی کتاب کے شروع میں بڑی صراحت کے ساتھ حضرت صاحب نے رفع و نزول مسیح کا مسئلہ تحریر فرما رکھا ہے وہ نقل کیوں نہ کیا؟ ایک عمومی عبارت کے نقل کا آپ کو کچھ مفاد نہیں۔

ناظرین کرام یہ ہے قادیانی سرشت کہ ایک آدھ بات بے محل اور موقعہ دیکھ کر شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھو فلاح حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے؟ حالانکہ وہ حضرت صاحب اس مسئلہ میں قادیانیوں کے ہرگز موافق نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کی اپنے موقعہ پر وضاحت کر دی ہوتی ہے مگر باطل پرست ہمیشہ متشابہات کی پیروی میں خود بھی الحاد و ٹکنیک کا شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں ایسے شبہات اور وساوس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

پھر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ قاضی صاحب نے جن لوگوں کی یہاں فہرست

پیش کی ہے ان میں حضرت علی ہجویری کے اندراج کا کیا جواز اور موقعہ ہے؟ یہ بزرگ تو اصحاب تصوف کے ایک نمایاں فرد ہیں اور دوسرے پیش کردہ حضرات دوسرے مزاج کے لوگ ہیں۔ پھر ان کو ایسے افراد میں کیوں شامل کیا گیا؟

اچھا جی یہ بھی سن لیں کہ اس مسئلہ میں آپ کے ساتھ ایک بھی صاحب الہام و کشف نہیں ہے آپ نے یہاں حضرت علی ہجویری کا نام لے کر نہایت نا معقولیت کا اظہار کیا ہے پھر اگر آپ کا نام نامی درج کیا ہی تھا تو اکیلے کا کیوں درج کیا ہے دو چار تو مزید اولیائے کرام کے اسماگرامی لئے ہوتے تاکہ آپ کا موقف کچھ تو جاندار ہو جاتا۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے آپ کو ایک نام بھی میسر نہیں ہو سکتا ان کا اسم گرامی بھی آپ نے محض دجل و فریب سے لے لیا ہے کیوکہ یہ بھی ہمارے بزرگ ہیں اور اس مسئلہ میں سو فیصد ہمارے ہی ساتھ متحد اور متفق ہیں۔

ناظرین کرام۔ جناب قاضی صاحب نے برصغیر کے علماء میں صرف حضرت علی ہجویری کا نام لیا ہے اور وہ بھی دجل فریب کرتے ہوئے مگر آپ ذیل میں اسی برصغیر کے چند نامور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی بمع ان کے عقیدہ کے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی احمد اللہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ترجمہ از اصل فارسی متن سب سے پہلے نبی حضرت آدم اور سب سے آخری خاتم الانبیاء محمد رسول ﷺ ہیں۔ ان تمام پر ایمان لانا اور ان کو معصوم اور سچے سمجھنا چاہئے ان میں سے ایک کا انکار بھی سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ سب کا حکم کلمہ اور اصول دین متحد تھے اور پھر فرمایا کہ

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیروی کریں گے۔

مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷ ص ۲۶ طبع نول کشور کانپور۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ

۲۔ پس سنت خدا در حق پیغمبر ما علیہ و علی الہ وجمیع الانبیاء والمرسلین الصلوت والتحیات ناسخ باشد مر سنت سابق اولا علیہ و علی الہ الصلوے والسلام و حضرت عیسیٰ

علی نبینا وعلیہ الصلوے والسلام بعد از نزول کہ متابعت ایں شریعت خواہد نمود واتباع سنت ان سرور علیہ وعلی الہ الصلوہ والسلام خواہد کرد(مکتوبات ص ۱۰۸ ج ۳ مکتوب ۵۰ مطبوعہ) مطبوعہ در مطبع نامی منشی نول کشور واقع کانپور

قارئین کرام ملاحظہ فرمایئے کہ برصغیر کے نامور مسلم مجدد ولی کامل عارف باللہ صاحب کشف و کرامات اور ممدوح قادیانی کیسی وضاحت سے مسئلہ نزول مسیح جسمانی بیان فرما رہے ہیں اب مقام غور یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب مجدد خدا کی وحی سے بولتے ہیں وہ دین کو صحیح سطح پر قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ صرف استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ حقیقت رسا ہوتے ہیں لہٰذا آپ کا فرمان اور عقیدہ سو فیصد درست ہوا اور جناب مرزا صاحب کا یہ نظریہ جو کہ اکابرین امت کے خلاف ہے وہ باطل و مردود ہوا اسی طرح سابقہ کسی ایک مجدد سے بھی یہ لوگ اپنے نظریہ کی تصدیق نہیں کرا سکتے حالانکہ بقول مرزا صاحب مجدد کی بات سے انکار فسق اور کفر ہے۔من یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم

امام خواجہ محمد پارسا کا عقیدہ

در کتاب فصول ستہ نقل معتمدے آرد کہ حضرت عیسی بعد از نزول عمل بمذہب امام ابی حنیفہ خواہد کرد۔ مکتوبات امام ربانی مکتوبات ۱۷ دفترسوم۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت کا اجتھاد توارد کے طور پر امام اعظم کے اجتھاد کے مطابق ہو گا۔

۳۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی و حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

محمد بن عبداللہ یعنی امام مہدی بیرون آید از شرق تا غرب عدل وے بگیرد وحضرت عیسی علیہ السلام از آسمان فرود آید۔ (انیس الارواح ص ۹ مطبوعہ لکھنؤ۔

۴۔ شیخ محمد اکرم صابری کا عقیدہ

در اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسی باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد ی وجمیع عازمان صاحب تمکین برایں متفق اند۔ (اقتباس لانوراہ ص ۷۲)نوٹ یہ وہی شیخ صابری

صاحب ہیں جن کے متعلق مرزا نے جھوٹ لکھ دیا ہے کہ وہ حدیث لا مھدی الا عیسی کے قائل تھے۔ مگر آنجہانی نے ان کا اگلا جملہ کہ ایں مقدمہ بغایت ضیف است چھوڑ دیا۔۔۔ تاکہ لوگوں کو دجل و فریب سے گمراہ کیا جاسکے۔

۵۔ شیخ فریدالدین عطار کا عقیدہ

عشق عیسی رابگرووں مے برو۔ مثنوی عطار ص ۲۰

اس طرح تمام اولیائے ہند اسی عقیدہ پر متفق ہیں نیز تمام علمائے ربانی اور مجددین ملھمین اور تمام اولیائے کرام اسی عقیدہ حق پر قائم تھے ان میں سے ایک کو بھی قادیانی تا قیامت اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتے۔ ھل من مبارز؟ حتی کہ خود جناب قادیانی نے یہ بصراحت لکھا ہے کہ تمام امت نے بالاتفاق اس نظریہ کو اپنایا ہے۔ (ازالہ ص ۵۵۷ شہادہ القرآن ص ۲۔۸ خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶)

۲۔ قاضی صاحب نے دوسرے نمبر پر مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا نام گرامی درج کیا ہے کہ وہ بھی ہمارے موافق ہیں۔ مگر

یاد رہے کہ جس کتاب سے ان کی طرف یہ خیال منسوب کیا گیا ہے وہ ان کی ذاتی تحریر نہیں ہے لہٰذا یہ معتبر نہیں بالخصوص ہزارہا علمائے سلف و خلف کے مقابلہ میں۔ علاوہ ازیں ان کا ایک ذاتی رسالہ "محمودیہ" کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس میں انہوں نے اس عقیدہ کی وضاحت اہل اسلام کے حق میں فرمادی ہے لہٰذا معاملہ ختم ہوا۔

۳۔ تیسرے اور چوتھے نمبر پر قاضی صاحب نے دو ایسی شخصیتوں کا نام درج فرمایا ہے کہ جو کہ جدید تعلیم یافتہ تھے اور جدید ذہن کے مالک تھے دونوں ہی انگریز سرکار کے منظور نظر اور ان سے خطاب حاصل کرنے والے تھے لہٰذا ان کی گواہی قبول نہیں نہ مولوی چراغ علی صاحب کی اور نہ ہی سرسید کی کیونکہ یہ دونوں کوئی علمائے راسخین میں سے نہ تھے بلکہ آزاد خیال اور انگریز کے حامی لوگوں سے تھے لہٰذا انکے نظریہ اور تحقیقات از روئے ضابطہ معتبر نہیں چنانچہ خود مرزا صاحب نے مولوی چراغ علی سے براہین کے لئے علمی تعاون بھی حاصل کیا ہے۔ (قادیانی مذہب ص ۹۶)

سرسید صاحب جو کہ وفات مسیح اور دیگر نئے نظریات کے حامی تھے ان کے متعلق تو خود مرزا صاحب کی زبردست تنقید مندرج (آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ۲۷۳) تک ہی کافی ہے جس میں انہوں نے سرسید صاحب پر سخت تنقید فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ سرسید صاحب نے قرآن کی ایسی دور ازکار تاویلات کی ہیں جس سے اصل قرآنی تعلیمات کا ہی انکار لازم آجاتا ہے گویا ایک دوسرا قرآن پیش کیا جا رہا ہے تو ایسی شخصیت کو اپنی تائید میں پیش کرنا محض فضول اور ناقابل حجت ہے۔

نمبر ۵-۶ پر قاضی صاحب نے دو ایسے افراد کو اپنی حمایت میں پیش کیا ہے جن کو امتہ مسلمہ ان کے منفی خیالات کے پیش نظر پہلے ہی گمراہ اور خارج از اسلام قرار دے چکی ہے اور خود مرزا صاحب بھی ان کے من گھڑت خیالات کے مصداق نہیں ہو سکتے۔اور نہ ہی انکی جماعت۔ نیز ان لوگوں نے خود قادیانیت کے خلاف کافی کچھ لکھا ہے۔ لہٰذا انکی تائید بھی قادیانیوں کو مفید نہیں ہو سکتی لہٰذا ایسے افراد کو اپنی حمایت میں پیش کرنا اور ان کو برصغیر کے علماء کہنا کس قدر زیادتی اور بے اصولی ہے۔ بھلا کون سا ایسا مرزائی ہے جو غلام احمد پرویز کو مسلم علماء کی صف میں جگہ دے کر انکے نظریات کی تصدیق کر سکے؟ اگر کوئی ایسا جیالا ہے تو پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے حمایتیوں سے انہیں خارج قرار دیجئے۔ افسوس قاضی صاحب کو اپنی تائید میں زمانہ کی ملحدین ہی مل سکے کوئی ایک صحیح العقیدہ مسلم نہ مل سکا۔ فرمایئے تمہارے خیال میں وہ وفات مسیح کے تو قائل ہوں گے مگر کیا انہوں نے مرزا کو مسیح موعود بھی مان لیا ہے کیا وہ مرزا صاحب کو ظلی نبی اور مجدد اور مہدی وغیرہ تسلیم کرتے ہیں؟ جب وہ کچھ بھی تسلیم نہیں کرتے تو ایسے بے دین کی حمایت کا (اور وہ بھی ایک ابتدائی جزئی میں) آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ نیز ایسے حمایتی تو آپ کو بکثرت مل سکتے ہیں چنانچہ آپ نے ان ہی سے کسی کی کتاب کو اردو جامہ پہنا کر "مسیح ہندوستان میں" نامی کتاب شائع کر دی ہے لہٰذا آپ ان میں دس بیس کا نام مزید بھی لکھ دیتے تو آپ کا نظریہ مزید وزنی ہو جاتا؟

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ

وہ نہیں جس کی تائید میں تم نے ان کا نام درج کر دیا ہے چنانچہ خود ہی لکھ دیا ہے کہ وہ وفات مسیح کے صراحتاً قائل نہیں۔ تو جب وہ قائل نہیں تو آپ کو ان کا ووٹ لینے کا کیا فائدہ جب انہوں نے مسئلہ وفات میں آپ کی واضح ہمنوائی نہیں فرمائی اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے تھے اور نہ ہی انہوں نے مرزا صاحب کی کسی ایک جزئی میں تصدیق فرمائی ہے۔ تو صرف نام درج کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ صرف نمبر شماری سے تو کوئی نظریہ ثابت نہیں ہوتا۔ قاضی صاحب مودودی صاحب کی تفہیم القرآن عام مل جاتی ہے اس کے حوالہ سے کچھ لکھیں محض ہوائی گپ سے کوئی نظریہ کیسے ثابت ہوگا؟

مولانا مودودی صاحب اور عقیدہ رفع و نزول مسیحؑ

(تفہیم القرآن کی روشنی میں)

جناب مولانا ابواعلیٰ مودودی صاحب اگر جدت پسند ذہن کے مالک ہیں۔ جس کی بنا پر انہوں نے کئی نظریات میں آزادی کا پہلو بھی اختیار کیا ہے اور علمائے امت کو کئی مسائل میں ان سے شدید اختلاف بھی ہے۔ مگر اسلامی ماحول میں ہر قدم پر دیانت و امانت کا لحاظ ایک اہم ضابطہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا

بنا بریں زیر بحث مسئلہ میں بندہ خادم مودودی صاحب کی تفہیم القرآن سے ذیل میں چند اہم اقتباس پیش کر کے حقیقت حال واضح کرنا چاہتا ہے تاکہ قاضی صاحب کا دجل واضح ہو سکے۔

۱۔ مودودی صاحب ال عمران کی آیت

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور اگلی آیت اذ قال یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر

ہے۔ (وہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہی تھی) جب اس نے کہا کہ اے عیسیٰ انی متوفیک اب میں تجھے واپس لے لوں گا۔ اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنہوں نے بڑا انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دوں گا۔ اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالا دست رکھوں گا جنھوں نے بڑا انکار کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ص ۲۵۷ و ۲۵۸ ج ۱) اس کے بعد حواشی میں لکھتے ہیں کہ توفی کے اصل معنی لینے اور وصول کرنے کے ہیں۔ روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے (جس طرح علامہ زمخشری۔ علامہ زبیدی اور امام راغب نے لکھا ہے) نہ کہ اصل لغوی معنی۔ یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ (TORECALL) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی کسی عہد دور کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا۔

پھر لکھتے ہیں کہ

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید کی یہ پوری تقریر دراصل عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کا تردید اور اصلاح کے لئے ہے۔ عیسائیوں کے اس عقیدہ کے پیدا ہونے کے اہم اسباب تین تھے۔

۱۔ آپ کی معجزانہ ولادت

۲۔ ان کے صریح اور عجیب و غریب معجزات

۳۔ اور ان کا رفع الی السماء جس کا صاف تذکرہ ان کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔،

تو قرآن مجید نے ان کی معجزانہ ولادت کو تسلیم کرتے ہوئے وضاحت فرما دی کہ

یہ مسیح کی الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ محض قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے اللہ کریم جیسے چاہے کسی مخلوق کو پیدا کر دے۔ (انجیل لوقا میں بھی ولادت مسیح کو قدرت الٰہی کا کرشمہ بتایا گیا ہے۔ ۱:۳۵)

۲۔ دوم۔ مسیح کے عجیب غریب معجزات قرآن مجید نے خود بار بار گنوائے ہیں مگر ان کا صدور واظہار بحکم الٰہی بتا کر ان کو نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور اثبات الوہیت کی نفی فرمائی ہے۔

۳۔ سوئم۔ رفع الی السماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اگر یہ بات سرے سے غلط ہوتی تو ان کے اس عقیدہ کی تردید کے لئے ضروری تھا کہ صاف کہہ دیا جاتا کہ جسے تم رفع الی السماء کی بنا پر الہ بنا رہے ہو وہ تو مر کر قبر میں مدفون ہے۔ دیکھو فلاں مقام پر ان کی قبر موجود ہے لیکن ایسا کرنے کی بجائے حسب سابق اعلان فرمایا کہ اصل بات تو صحیح ہے مگر تمہارا اس سے اخذ کردہ نتیجہ غلط ہے۔ یعنی جیسے تم نے ان کی بے پدر ولادت سے انکی الوہیت ثابت کر لی۔ تو اصل بات یعنی ولادت بلاپدر تو درست ہے مگر اس کا نتیجہ جو تم نے آپ نکالا وہ غلط ہے۔ اس طرح ان کے معجزات برحق مگر ان سے تمہارا اخذ کردہ نتیجہ غلط۔ اسی طرح تم نے مسیح کے متعلق جو صلیب کا نظریہ قائم کر کے عقیدہ کفارہ اور الوہیت مرتب کر لیا ہے تو سنو کہ وما قتلوہ وما صلبوہ کہ ہمارے مسیح ان مراحل سے بھی دو چار نہیں ہوئے تم نے کہاں سے صلیب اور کفارہ گھڑ لیا۔ ہاں ان کو اللہ نے آسمان پر واقعی اٹھا لیا مگر اس سے ان کی خدائی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آسمان پر تو بہت سے ملائکہ مقربین بھی ہیں۔ تو کیا وہ بھی خدا ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) تو اس تیسری شق میں بھی اصل بات یعنی رفع الی السماء تسلیم کر کے ان کے غلط نتیجہ کی تردید فرما دی۔ (دیکھئے تفہیم القرآن کا حاشیہ ص ۵۱ صفحہ ص مذکور بالا)

قاضی صاحب فرمائیے تم نے مودودی صاحب کو کیسے منکرین حیات مسیح میں شامل کر لیا؟ کچھ تو خدا کا خوف اور لوگوں سے حیا کیا ہوتا۔ ہر قدم پر دجل و فریب سے کام نہیں چلتا

۲۔

وقولهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه

ترجمہ اور خود کہا کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔

اور جن لوگوں نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے۔ محض گمان کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہو گا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دے گا۔ (النساء آیت ۱۵۸ و ۱۵۹)

آگے حواشی میں لکھتے ہیں کہ

یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اٹھا لئے گئے تھے۔ اور یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا خیال کہ مسیح نے صلیب پر جان دی محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ قرآن اور بائبل کے متقابل مطالعہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غالبا پیلاطس کے دربارہ میں پیشی تو آپ کی ہی ہوتی تھی۔ مگر جب وہ موت کا فیصلہ سنا چکا۔ تب اللہ تعالی نے کسی وقت آنجناب کو اٹھالیا اور بعد میں یہود نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات مقدس نہ تھی۔ بلکہ کوئی اور شخص تھا جس کو نہ معلوم کسی وجہ سے یہودیوں نے عیسی بن مریم سمجھ لیا۔ (یہ پیشی والا معاملہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واذ کففت بنی اسرائیل عنک کے خلاف ہے)

بل رفعہ اللہ الیہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالی نے بتائی ہے اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہودی حضرت مسیح کو قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔(وما قتلوہ یقینا اور یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ قاضی صاحب دیکھئے مودودی صاحب ہر شق بلکہ ہر لفظ میں آپ کی مخالفت اور اہل اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ پھر تم نے انہیں کسی طرح اپنے کھاتے میں ڈال لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھا لینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔

قرآن نہ اسکی تصریح کرتا ہے کہ اللہ تعالی ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ

زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف انکی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ اثبات (یہ مودودی کا وہم ہے کیونکہ بل رفعه الله الیه میں ان کی رفع الی السماء کی تصریح ہے کما ذکرہ المحققون و علماء التفسیر وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ جملے مودودی صاحب کی سابقہ ولاحقہ تصریحات کے بھی منافی ہیں اور اس لئے منکرین حیات ان سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں ناقل)

اسی لئے آگے پھر وضاحت کر دی گئی۔ کہ

لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو بہر حال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے۔ جو غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ جسکا اظہار تین امور سے ہوتا ہے۔ (یعنی رفع الی السماء طے شدہ حقیقت ہے ہاں رفع کی کیفیت غیر واضح ہے)

۱۔ نصاریٰ کا جسم روح سمیت اٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے کا تھا۔ اور یہ منجملہ ان اسباب کے ایک سبب تھا کہ جس کی بنا پر انہوں نے آپ کی الوہیت کا نظریہ گھڑ لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود قرآن نے اس کی صاف نفی نہیں فرمائی بلکہ بعینہ وہی رفع کا لفظ صراحتا" استعمال فرمایا جو خود عیسائی استعمال کرتے ہیں۔ کتاب مبین کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی چیز کی تردید بھی کرتی ہو لیکن پھر ایسی زبان استعمال کرے جس سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہو۔

۲۔ اگر مسیح کا اٹھایا جانا ویسے ہی ہوتا جیسے ہر مرنے والا دنیا سے اٹھایا جاتا ہے یا رفع سے مراد مثل ادریس علیہ السلام کے رفع درجات مراد ہوتا تو اسکے بیان کے لئے یہ انداز نہ ہوتا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں بلکہ اس کے لئے زیادہ مناسب انداز یہ تھا کہ انہوں نے یقینا" مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے زندہ بچا لیا اور پھر طبعی موت دی۔ یہود نے اس کو ذلیل کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند درجہ عطا فرمایا۔

۳۔ اگر یہ رفع ایسے ہی عام ہوتا جیسے ہم کسی مرنے والے کے متعلق کہتے ہیں کہ اللہ نے اسے اٹھا لیا تو اس کے لئے اگلا جملہ وکان اللہ عزیزا حکیما نہایت غیر موزوں تھا کیونکہ یہ تو اسی جگہ موزوں ہو سکتا ہے جس میں اللہ تعالی کی قدرت قاہرہ اور اس کی حکمت غیر معمولی نوعیت پر ظاہر ہوئی۔

الغرض مندرجہ بالا تفہیم القرآن کے مفصل حواشی سو فیصد وضاحت کر رہے ہیں کہ جناب مودودی صاحب من وعن امت مسلمہ کے ہمنوا ہیں وہی نظریہ وہی استدلال اور وہی آیات کا مفہوم لیا جا رہا ہے۔ لہٰذا قاضی صاحب کا ان کو اپنا حمایتی بنانا زبردست دجل و فریب فراڈ اور بہتان ہے۔ جس کی کسی بھی صحیح الدماغ انسان سے توقع نہیں ہو سکتی۔ ہاں آنجناب کی جدت طبع نے چند مشتبہ ڈھیلے اور آزاد جملوں کا اظہار کر دیا ہے مگر وہ سابقہ ولاحقہ اظہار حقائق میں ملکر بالکل ھباءً منثورا ہو گئے ہیں۔

یا انہوں نے محض ایک عمومی عقلی اور غیرجانبدارانہ اظہار کے طور پر یہ جملے لکھے ہوں تاکہ روایتی طریقے سے الگ ہو کر بھی اصل حقائق کا اثبات کیا جائے اور منکرین کا رد قرآن کے سیاق و سباق کی روشنی میں بھی ہو جائے۔ تاکہ مکمل طور پر ان کا ناطقہ بند ہو جائے۔ چنانچہ اسی لئے مودودی صاحب اصل حقیقت کے اثبات کے علاوہ منکرین حیات کا رد بھی علیحدہ طور پر کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے منکرین حیات کا نام لے کر کئی مقامات پر ان کی تنبیہہ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۵۸ حاشیہ ص ۵۲) سے قبل کی دو سطریں اس طرح (ص ۴۲۱ حاشیہ ص ۱۹۵) کے آخر میں۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ

تفسیر سورۃ احزاب کے ضمیمہ میں ہم نے ان احادیث کو نقل کر دیا ہے ان سے حضرت عیسی کی آمد ثانی قطعی طور پر ثابت ہے۔ (تفہیم القرآن ص ۴۲۱ ج، اول)

قاضی صاحب اب فرمایئے کیسے رہے۔ کیا مودودی صاحب امت مسلمہ سے کٹ کر تمہارے ہمنوا ہیں یا ہمارے آپ کو تو ویسے نمبر بنانے کی لت پڑی ہوئی

ہے کچھ ہو یا نہ ہو آپ کو ضرور کسی کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ ملاتا ہے۔

۹۔ آخری نمبر پر قاضی صاحب نے علامہ اقبال کا نام لکھا ہے کہ جنہوں نے بنفس نفیس نہرو خطوط کے جواب میں صاف کہہ دیا تھا کہ (قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے) کیا ایسے حالات میں تمہیں ان کو اپنی حمایت میں کھڑے کرنے سے ذرا حیا نہیں آئی آخر کچھ تو سوچئے کہ علامہ اقبال صاحب تمہارے اتنے مخالف ہیں اگرچہ انہوں نے اس مسئلہ میں کوئی صاف وضاحت سے نہیں لکھا تو اتنے سے وہ تمہارے حمایتی کیسے ہو گئے جب کہ وہ علی الاعلان تمہاری تنظیم کے بنیادی طور پر مخالف ہیں اور وہ امت مسلمہ کے روح رواں ہیں۔ نیز علامہ صاحب ایک محقق ہیں سکالر ہیں مگر نہ تو وہ کوئی مجدد ہیں نہ ہی محدث اور نہ مفتی ہیں لہٰذا ان کی حمایت و تصدیق کس طرح موثر ہو سکتی ہے۔ اس نظریہ کی حمایت تو علمائے راسخین کی مفید ہو سکتی ہے۔ وہ تمہیں میسر نہیں ہے۔ قاضی صاحب فرمائیے حضرت علی ہجویری اور دوسرے تمہارے ذکر کردہ افراد بالخصوص علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز ایک لائن کے حضرات ہیں؟ العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللّٰہ) کیا سرسید اور حضرت ہجویری ایک ہی درجہ اور مزاج کے بے مثل بزرگ ہیں۔ کچھ تو مناسبت ہوتی۔

قاضی صاحب کچھ تو خدا کا خوف کیا ہوتا حضرت علی ہجویری کیساتھ آپ خواجہ قطب الدین کو ذکر کرتے خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کا تذکرہ کرتے۔ حضرت مجدد سرہندی کا ذکر خیر کرتے تاکہ کچھ تو مناسبت ہوتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف سراسر علم و معرفت اور دوسری طرف محض زندقہ و الحاد۔ ایک طرف علم و معرفت کے پہاڑ اور دوسری طرف چند آزاد خیال سکالر جیسے سرسید اور چراغ علی وغیرہ۔ ایک طرف وہ حضرات گرامی کہ جن کے سامنے علامہ اقبال اور مودودی صاحب جیسے حضرات ادب و عقیدہ سے سر نہ اٹھا سکیں اور ان کی پاپوش برداری کو اپنے لیے باعث فخر و سعادت جانیں اور دوسری طرف تم نے چند آزاد طبع سرسید جیسے افراد کو رکھ دیا کہ جن کے اپنے حاشیہ بردار بھی ان کے ہمنوا نہ تھے جیسے علامہ حالی وغیرہ ——— آخر یہ کونسا اصول دیانت و عقل ہے۔؟

آپ ان بر صغیر کے علمائے کرام کا تذکرہ کرنے لگے تو آپ ان سینکڑوں ہزاروں علماء وصلحاء کرام سے کچھ افراد کا نام لیتے جن کی جدجہد سے یہاں شمع ایمان فروزاں ہوئی تھی۔ حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی کا تذکرہ کرتے خاندان ولی اللھی کا تذکرہ کرتے ان کے سینکڑوں فیض یافتہ نامور علمائے راسخین کا تذکرہ کرتے۔ علمائے دہلی اور مراد آباد کا ذکر کرتے ان کاسرین صلیب کا ذکر کرتے جن کے دم قدم سے عیسائیت کو اپنا دام تزویر سمیٹنا پڑا۔ ان تیرہ ہزار علمائے حق کا تذکرہ کرتے جن کو انگریز مکار نے دین کی حمایت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیا تھا ان فرزندان ولی اللہ کا تذکرہ کرتے جنہوں نے آپ کی تعلیمات کو دیوبند کے مرکز سے دنیا عالم میں پھیلا کر بقائے دین و ایمان کا فریضہ ادا فرمایا بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کو ان چند افراد کے سوا چودہ سو سال میں کوئی بر صغیر کامستند عالم ہی نظر نہ آیا۔ آخر آتا بھی کیسے یہ فرزندان دین حق تو دامن مصطفیٰ سے وابستہ تھے یہ تو یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ کے مصداق تھے یہ تو لاتزال طائفتہ من امتی ظاہرین علی الحق کے جیتے جاگتے پیکر تھے یہ اپنے بنیادی نظریہ حیات ونزول سے کیسے منحرف ہو سکتے تھے لہٰذا ان میں سے آپ ایک فرد بھی اپنی حمایت میں پیش نہ کر سکے۔ اور یہ آپ کاعدم وجدان ہی اس مسئلہ حق کے متفق علیہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اور آپ کے اختراعی ڈھوسکہ کی حمایت کا دور دور تک نام ونشان نہیں مل سکتا۔ لہٰذا آپ کے لئے اب بھی وقت اور موقعہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے سلف صالحین علمائے حقانی اور عارفان حق کے ساتھ وابستہ کر کے قبر و حشر اور نار جحیم و سعیر سے بچنے کی فکر کیجئے۔ ورنہ پھر کوئی تلافی و تدراک کا موقعہ نہ ہو گا۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بحرمت حبیب الکریم الروف الرحیم علیه وعلی اله الصلوة والسلام الی یوم القیام والحساب

آخری نزول مسیح وظہور مہدی

اس عنوان کے تحت جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

احادیث نبویہ میں ابن مریم کے نزول کی جو پیشگوئی وارد ہے ہمارے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ امت محمدیہ کا امام مہدی آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں رنگین ہو کر دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا۔ گویا ابن مریم کا لفظ احادیث نبویہ میں اس بات کے لئے ایک استعارہ تھا کہ ایک شخص امت محمدیہ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم صفت اور مثیل ہو کر ظاہر ہو گا کسی لفظ کے بطور استعارہ استعمال کے اگر ضروری قرائن موجود ہوں تو اس لفظ کو مستعار سمجھا جائے گا اور اگر قرآئن موجود نہ ہوں تو اس کا استعمال بطور حقیقت ہو گا نہ کے بطور استعارہ۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے پانچ احادیث بیان کیں جن میں آپ کے نزول در آخر زمان کا ذکر صریحا ہے اور چھٹی حدیث وہ بیان کی جس میں ولا المہدی الا عیسیٰ کا تذکرہ ہے یعنی یہ روایت بظاہر دونوں کے متحد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

لیکن ان دو (آخری نمبر پر جو بیان ہوئیں ہیں) احادیث کے متعلق بعض علماء کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسد خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں وہی اتریں گے اور اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے آپ کے بارہ میں وارد الفاظ متوفیک اور توفیتینی کی تاویل کی اور ان الفاظ کے معنی جسم بمع روح آسمان پر اٹھایا جانا کر لئے حالانکہ یہ آیات وفات مسیح پر نص صریح ہیں۔

تبصرہ و تجزیہ

مندرجہ بالا طویل اقتباس کا خلاصہ یہ ہوا کہ قادیانیوں کے ہاں احادیث میں وارد شدہ دو ہستیاں جو دراصل ایک ہی ہیں۔ یعنی امام مہدی جو کہ ایک امتی فرد ہو گا وہی مسیح کی صفات کا حامل ہو کر آئے گا اور اصلاح امت کا فریضہ ادا کر کے ان دونوں پیشگوئیوں کو پورا کر جائے گا۔ مگر باقی علمائے اسلام کو کئی موقعہ پر غلط

فہمی ہوئی ہے جس کی بنا پر انہوں نے رفع و نزول جسمانی کا نظریہ یہ اپنا لیا ہے۔

تبصرہ

ہم کسی طور پر قادیانیوں کے اس اختراعی موقف کے ہمنوا نہیں ہو سکتے کیونکہ امتہ مسلمہ کا ایک ایک فرد بمع مجددین امت۔ جملہ مفسرین و محدثین اور علمائے راسخین و عارفین اسی ظاہری مفہوم پر متفق اللسان ہیں کہ واقعی خود عیسی بن مریم صاحب انجیل ہی آخر زمانہ میں نازل ہوں گے نہ کہ ان کا کوئی ہم صفت یا مثیل۔ نیز حضرت عیسی الگ شخصیت ہیں اور امام مہدی الگ ہستی ہیں دونوں متحد نہیں۔

اسی بنا پر محدثین نے دونوں کے لئے الگ الگ باب منعقد کیا ہے نیز سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے تفصیلی حالات اور کوائف الگ الگ بیان فرمائے ہیں تو پھر دونوں متحد کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہاں قاضی نے اس مسئلہ کو بعض علماء کی غلط فہمی قرار دیا ہے حالانکہ تمام کے تمام علمائے حق عارفین کاملین اور جملہ مجددین وغیرہ اس مسئلہ پر متفق ہیں اور جن علمائے اکرام کا قادیانی اپنے حق میں حوالہ دیتے ہیں وہ سراسر بہتان اور افترا ہے ان میں سے ایک بھی وفات مسیح کا قائل نہیں بلکہ سب کے سب بار بار بصراحت و وضاحت اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں جیساکہ اس سے قبل امام مالکؒ۔ ابن حزم۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے متعلق وضاحت ہو چکی ہے۔

رفع و نزول مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے

دلیل یہ ہے کہ اگر یہ نزول مجازی ہوتا تو پھر آنحضور ﷺ حضرت مسیح کے اتنے مفصل حالات اور واضح صفات بیان نہ فرماتے یہ صراحت اور بیان صفات اصولی طور پر تجوز کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں مذکور طائر یطیر کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ یطیر قطع تجوز کے لئے ہے۔ ایسے ہی جب بالتفصیل دو ہستیوں کا الگ الگ تذکرہ ہے۔ یعنی حضرت مسیح کا الگ

تذکرہ بمع حلیہ وغیرہ اور مہدی کا الگ تو دونوں کے متحد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آج تک کسی مفسر و محدث اور آئمہ هدی نے ایسا خیال فرمایا ہے۔ لہٰذا تم بھی زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھ کر حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کرو۔ یہ کہنا کہ بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی یا غلط فہمی ہو گئی اس بنا پر انہوں نے فلاں فلاں لفظ کی یہ تاویل کر لی۔ نہایت غیر معقول بلکہ احمقانہ کلام ہے۔

نزول مسیح میں مجاز ہرگز نہیں ہو سکتا

کیونکہ خود مرزا صاحب نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ جس

فکیف یمکن التخلف فیما قال رسول اللہ علیہ وسلم یوحی من اللہ تعالی موکدا" بقسمہ والقسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاہر لا تاویل فیہ والا استثناء والا فای فائدہ کانت فی ذکر القسم فتدبر کالمغتیشن المحققین(حمامتہ البشری ص ۱۴ مندرج روحانی خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ طبع ربوہ)

ترجمہ بھلا اس بات میں کیسے۔ تخلف ہو سکتا ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے موکد بالقسم کر کے بیان فرمایا ہو جب کہ قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ خبر ظاہر پر مبنی ہو گی اس میں نہ کوئی تاویل ہو گی اور نہ ہی کوئی استثناء ہو گا۔

ناظرین کرام آخر دیانتداری اور انصاف بھی کوئی حقیقت ہے جب مرزا صاحب نے خود یہ قاعدہ تحریر کیا ہے اور بڑے زور شور سے بیان کیا ہے تو اسے ہر جگہ بلا دخل نفسانیت تسلیم بھی کرے۔ لہٰذا ہم قادیانی قاضی صاحب کو مرزا صاحب کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ جب تمہارے پیشوا نے یہ ضابطہ خود بیان کیا ہے تو تمیں لازم ہے کہ اسے نزول مسیح والی احادیث میں بھی تسلیم کرو دیکھو اس مسئلہ میں آنحضورؐ نے صرف ایک نہیں تین قسمیں کھائی ہیں اور پھر مزید تاکیدی حروف (لام ابتدا اور نون ثقیلہ) سے بھی بیان فرمایا ہے۔ ذرا توجہ فرمایئے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم(بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

۲۔ والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاً حاجاً او معتمرا (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

۳۔ والذی نفسی بیدہ لیقتلہ ابن مریم بباب لد(مسند حمیدی حدیث نمبر ۸۲۸۔ ۸۳۱)

ملاحظہ فرمایئے یہ تین احادیث رسولؐ ہیں جن میں اصدق الخلق قسم کھا کر نزول مسیح کو بیان فرما رہے ہیں۔ نیز اگلے الفاظ فیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر وغیرہ تمام جملے موکد بنون ثقیلہ اور لام تاکید ارشاد فرما رہے ہیں لہٰذا اب بھی اگر اس خبر سے مجاز" اور استعارہ خارج نہ ہو تو پھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی قسموں اور تاکیدوں کا کیا فائدہ؟

اور اب بھی اگر کوئی بد بخت کفر ونفاق کا مریض قلب و ذہن اس خبر رسولؐ کو حقیقتہ پر محمول نہ سمجھے تو ایسے بد بخت کا کیا انجام ہو سکتا ہے؟

نیز اب بھی اگر کوئی محروم القسمت انسانی ڈھانچہ مہدی و مسیح کو ایک ہی شخصیت خیال کرے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ یہاں مرزا صاحب کی زبانی ہی سنئے۔ وہ کہتے ہیں کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
چھوڑ دو جو چھوڑتا ہے تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷)

صاحب بہادر کسی ہستی کے مفصل حالات بیان کرنے کا واحد مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ اس کی شناخت میں کوئی گھپلا باقی نہ رہے ہر انسان اس مکمل تعارف کو ملحوظ رکھتے ہوئے فوراً شناخت کر لے کہ یہ وہی ہستی ہے جس کی اتنی مفصل پہچان کرا دی گئی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جب عیسیٰ روح اللہ تشریف لادیں گے تو وہ ایسے ماحول اور ایسی ہی ارشاد فرمودہ علامات کے جھرمٹ میں آویں گے کہ کسی ایک مسلم کو ایک لمحہ کے لئے بھی ان کی پہچان میں تردد و توقف لاحق نہ

ہو گا۔ دیکھئے حدیث پاک۔ کہ "نماز کی اقامت ہو چکی ہو گی"۔ حضرت امام مہدی اقامت کے بعد تکبیر کہنے ہی والے ہوں گے کہ یکایک حضرت مسیح جامع دمشق میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے دو چادروں میں ملبوس نزول اجلال فرمائیں گے اور حضرت مہدی عرض کریں گے کہ تعال صل لنا۔ آیئے حضرت نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ اقامت تمہارے لئے ہوئی ہے اور اس بنا پر بھی تم پڑھاؤ تکرمۃ لہذہ الامۃ یعنی اس امت کا اظہار شان بھی مقصود ہے کہ ایک نبی مرسل کی موجودگی میں ایک امتی آخر الزمانؐ نماز پڑھا رہا ہے جس سے واضح ہو جائے کہ میں امتی بن کر آیا ہوں نہ کہ نبی ہو کر کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ رسالت میں کسی اور کی پیشوائی نہیں چل سکتی آپ تو نبیوں کے بھی نبی ہیں اور تمام انبیاء آپ کے امتی ہیں آپ نے واضح طور پر فرما دیا ہے لوکان موسی حیا لا یسعہ الا اتباعی او کما قل مشکوہ وغیرھا من الکتب الحدیثیہ

فرمایئے اس وقت کوئی ایک بھی مسلمان نمازی بولے گا کہ یہ کون آئے ہیں پہلے اپنی مسیحت تو ثابت کیجئے کوئی ثبوت دیجئے۔ غرض یہ کہ بلا توقف آپ کی شناخت حسب فرامین رسولؐ فوراً ہو جائے گی کوئی دلیل نہ مانگی جائے گی کوئی اشتہار نہ دیں گے۔ اپنی مسیحت کے اثبات کے لئے کوئی مباحثہ مناظرہ اور مباہلہ کی نوبت نہ آئے گی۔ کوئی رسالہ یا کتاب نہ لکھی جائے گی حتی کہ سرسری طور پر بھی مسیح اپنی شناخت کے لئے نہ فرمائیں گے کہ لو بھئی میں تمہاری حدیثوں کے مطابق مسیح بن مریم آگیا ہوں لہٰذا مجھے اپنا پیشوا بنا لو کچھ بھی نہ ہو گا جو کچھ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کے اظہار کے لئے پاپڑ بیلے ہیں اس حقیقی مسیح کو اس میں سے ایک ذرہ بھی محنت نہ کرنا پڑے گی۔

کہیں نہیں لکھا کہ وہ آکر پہلے اعلان مسیحیت کریں گے مباحثے اور مناظرے کریں گے سینکڑوں اشتہار اور کتابیں لکھ کر اپنی شناخت کرائیں گے پھر لدھیانہ میں جا کر دعوی مسیحیت کریں گے پھر دجال کو تلاش کریں گے جب نہ ملے گا تو کبھی عیسائیوں کو اور کبھی پادریوں کو دجال قرار دیکر خانہ پری کریں گے اور اس کا گدھا

تلاش کرنے نکلیں گے تو نہ ملنے پر ریل گاڑی ہی کو گدھا قرار دے لیں گے پھر اس کو قتل کرنے کی بجائے اس پر خود ہی سوار ہو.کر اپنی دجالیت کا اظہار کریں گے آخر مجبوری میں سب کچھ جائز ہے۔

محترم قاضی صاحب اور قادیانی گروہ تم کن احمقوں کی جنت میں بستے ہو۔ دل کی آنکھ کھول کر حقیقت کو اپنے سامنے ملاحظہ کرو۔ تاکہ تم ابدی ہلاکت اور تباہی سے بچ سکو۔ اتنی واضح اور اہم حقیقت سے آنکھ بند کرلینا کسی اچھے انجام کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتا۔

ایک قابل توجہ بات

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ بعض امور میں استعارہ اور مجاز بھی ہو سکتا ہے مگر اسے ہرگز ملحوظ رکھ لیا جائے تو پھر حقیقت کا خدا ہی حافظ ہو گا دیکھئے ملحدین نے قرآنی حقائق میں تمہاری طرح مجاز کا چکر چلا کر کیا کیا گل کھلائے۔ قاضی صاحب آپ کے ممدوح سرسید ہی کو دیکھو کہ ہر حقیقت کو مجاز کا لبادہ اوڑھا دیا تو معجزات کی تاویل فرشتوں اور جنوں کی تاویل دیگر حقائق کو مجاز کے دائرہ میں داخل کرکے اصل حقائق کے منکر ہو گئے۔ یہ چکر اتنا چلایا کہ خود مرزا صاحب بھی چلا اٹھے کہ صاحب بہادر تم نے تو حقائق ہی کو مسخ کر ڈالا ہے۔کیونکہ حقیقت اصل ہوتی ہے اور مجاز بقدر ضرورت تو جب ایک ضمنی اور ضرورت کی چیز کو عام کر لیا جائے کہ وہ حقیقت کا مقام سنبھال لے تو پھر اصل حقائق کا وجود کہاں باقی رہ سکتا ہے اب ذرا خود مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات کا حاشیہ ہی دیکھ لیں جو اس کتاب کی صفحہ ۲۲۶ سے صفحہ ۲۷۳ تک چلا گیا ہے نیز اپنے خلیفہ اول حکیم نور دین صاحب کا ارشاد بھی ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں کہ

الٰہی کلام میں تمثیلات واستعارات وکنایات کا ہونا اسلامیوں (مسلمانوں) میں مسلم ہے مگر ہر جگہ تاویلات و تمثیلات استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے اسی لئے ظاہری معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے

اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضروری ہے۔ (دیکھئے حکیم نور دین صاحب کا ایک خط ملحق بہ ازالہ اوہام ص ۹-۸)

حکیم صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر جگہ موقعہ بے موقعہ مجاز اور استعارات نہیں چلتے ورنہ اصل حقائق کا ستیاناس ہو جائے گا لہٰذا جب نزول مسیح کا مسئلہ اتنی واضح تفصیلات کے ساتھ مذکور ہے اور ہر امام و مجدد و ملہم نے اسے اصل حقیقت پر ہی لیا ہے تو تم محض انگریز ایجنٹی کے پیش نظر کیوں بات بات میں تاویلات باطلہ کا چکر چلا کر سلف صالحین سے کٹتے ہو۔ اور خواہ مخواہ نولہ ماتولی ونصلہ جہنم کا مصداق بنتے ہو دین حق کے مخالفین ہمیشہ ایسے ہی مجاز و استعارہ سے کام نکال کر اپنا الو سیدھا کیا کرتے ہیں آپ ذرا دیکھئے سرسید کو۔ علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ ملحدین کو کہ ہربات میں تاویل ہی تاویل کرتے جاتے ہیں جیسے نماز سے مراد پریڈ زکوۃ سے مراد ٹیکس۔ حج سے مراد عالمی سیاحتی اجتماع وغیرہ وغیرہ

ایک قادیانی عجوبہ

قارئین کرام کوئی حقیقت قبل از وقوع علامات سے ہی شناخت ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ

کتب سابق توراہ۔ زبور۔ انجیل۔ میں سید دو عالم ﷺ کی اکثر بشارات اور علامات کے عنوان سے ہی مذکور ہیں۔ جن کو ملاحظہ کر کے امتہ مسلمہ اور حقیقت پسند اہل کتاب بھی سید دو عالم ﷺ کی شناخت کر لیتے ہیں فرمائیے اگر وہاں آپ کا اسم گرامی بھی مذکور ہوتا تو یہ بات کتنی آسان ہوتی۔ مگر حیرت تو یہ ہے کہ احادیث رسول ﷺ میں قدم قدم پر حضرت مسیح کی پیشگوئی نام بمع علامات کے مذکور ہے۔ مگر قادیانی پھر بھی آپ کو نہیں پہنچاتے عجیب بات ہے کہ وہاں تو صرف علامات ملحوظ کر کے آپ کو بشخصہ بلا مجاز معلوم کریں۔ کبھی کسی نے نہیں کیا کہ یہاں مجاز ہے مگر جس ہستی کا تذکرہ نامزد اور بار بار بمع علامات کے ہو وہاں مجاز اور استعارہ کا سہارا لے کر اصل حقیقت سے منہ موڑ لیا جائے۔ پھر افسوس صد افسوس

یہ بھی ہے کہ آنجہانی خود اپنا تذکرہ قرآن و حدیث میں بڑی دلیری سے ثابت کرتا ہے حالانکہ اس کا کہیں بطور مجاز یا علامت کے اشارہ بھی نہیں بطور مجاز یا علامت کے اشارہ بھی نہیں۔ جناب من اس طرح تو حسب قول نور الدین واقعی ہر ملحد و منافق اصل حقائق سے انکار کر سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے سابق کتب میں آنحضورؐ کے متعلق قرآن مجید کے متعلق۔ خانہ کعبہ کے متعلق علامات کے ذریعے ہی پیشگوئیاں فرمائی گئی ہیں پھر بھی وہاں ہم حقیقت ہی مراد لیتے ہیں مجاز کوئی نہیں لیتا مگر احادیث رسولؐ میں اس ہستی نے بیان فرمایا کہ جس کا ارشاد ہے (نھی عنوالاغلوطات) کہ خدا کی قسم تم میں ضرور بہ ضرور مریم کے بیٹے مسیح اتریں گی اور وہ یہ کام سرانجام دیں گے اتنی مدت حکومت کریں گے شادی بھی کریں گے اولاد بھی ہو گی پھر طبعی وفات پائیں گے مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور پھر وہ روضہ رسول میں مدفون ہوں گے اس طرح ان کی قبر چوتھی قبر ہو گی کیونکہ ان سے قبل روضہ رسولؐ میں تین قبریں ہیں ایک خاتم الانبیاء ﷺ کی اور دوسری دو صدیق و فاروقؓ کی ازاں بعد چوتھی قبر حضرت مسیحؑ کی ہو گی جب کہ اس سے قبل کئی حضرات نے وہاں استراحت فرما ہونے کی خواہش بھی کی۔ مگر پھر اس حدیث کے پیش نظر وہاں وہ جگہ نہ پا سکے۔

حتی کہ خود مرزا صاحب بھی لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ ممکن ہے وہ مسیح بھی آ جائے جو روضہ رسول کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۴۷۰) اب اتنی صراحت و وضاحت کے بعد بھی کوئی بد بخت مجاز و استعارہ کا راگ ہی لاپتا رہے تو اس کی بد بختی اور شقاوت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ایک مومن و مسلم تو من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی سن کر ایک لمحہ کے لئے بھی ان خرافات (مجازہ استعارہ) کا خیال نہ کرے گا کہ یہ مراد ہو سکتا ہے وہ مراد ہو گا۔ اس کے ذہن و قلب پر والذی نفسی بیدہ کے تحت ہر لمحہ ما کان لمومن ولا مومنته اذا قضی اللہ ورسوله ان یکون لھم الخیرہ کی ہیبت محیط رہتی ہے وہ اس سے ہٹ کر ایک لفظ اور حرف بھی نہیں سوچ سکتا۔ وہ توفلا وربک لا یومنون حتی یحکموک سن کر فورا ئرتسلیم خم کر دیتا ہے مگر ازلی بد بخت انکار و انحراف کی

راہیں ہی تلاش کرتا رہتا ہے۔

ایک قادیانی چیلنج اوراس کا توڑ

مرزا صاحب اپنی کتاب کتاب البریہ میں بڑے دھڑے سے لکھتے ہیں کہ۔

اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی اس میں نہیں پاو گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسی جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چلے گئے او رپھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گی اگر کوئی حدیث پیش کرو تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور اپنی تمام کتابین جلا دینا اس کے علاوہ ہو گا۔ (کتاب مذکور ص ۲۲۵ و ۲۲۶ حاشیہ)

الجواب:یہ صرف دعوی ہی دعوی ہے ورنہ اہل اسلام کے ہاں اس پر احادیث موجود ہیں ملاحظہ کیجئے کہ خود مرزا صاحب نے بھی وہ حدیث لکھی ہے۔

وفی حدیث ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ینزل اخی عیسی بن مریم علی جبل افیق اماما ھادیا۔(حمامتہ البشری ص ۸۸ خزائن ص ۳۱۲ ج ۷)

مگر جناب مرزا صاحب متن حدیث سے اپنی روایتی بد دیانتی کے تحت من السماء کا لفظ ھضم کر گئے دیکھئے حدیث فی کنزالعمال بحوالہ التصریح بما تو اتر فی نزول المسیح عنہا(ص ۲۲۳ از علامہ کشمیریؒ)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا ام المومنین سے منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لے گئیں جب مسجد اقصی میں نماز سے فراغت پائی تو پھر کوہ زیتون پر گئیں وہاں بھی نماز پڑھی اور فرمایا یہ وہی پہاڑ ہے جس سے عیسی آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ (تفسیر فتح العزیز بحوالہ التصریح ص ۲۵۸)

۳۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ تفسیر در منثور۔ ابن کثیر وغیرہ۔

یہ حدیث حضرت حسن کے نزدیک مرفوع ہے جیساکہ ابن جریر نے اسے مرفوعاً ہی نقل کیا ہے۔

ناظرین کرام فرمایئے مرزا صاحب کا یہ چیلنج کہ کسی بھی حدیث صحیح یا غیر صحیح میں آسمان کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا کیسا رہا۔ یہ حدیث تو وہ ہے جس کو مرزا صاحب بھی نقل کر رہے ہیں پھر انکار کیسا؟

روایت ۲۔ میں ام المومنینؓ کا بیان منقول ہیں جو کہ مدت تک فیضان رسالت سے مستفیض ہوتی رہیں۔ ایسا استفاضہ جو جناب مرزا صاحب کو ایک سیکنڈ اور لمحہ بھی نصیب نہیں ہوا وہ فرما رہی ہیں کہ یہ کوہ زیتون وہی پہاڑ ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان سے اٹھائے گئے تھے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے سابقہ خیالات سے متاثر ہو کہ یہ بات کہہ رہی ہیں کیونکہ وہ تو یہودیت سے اسلام میں آئی تھیں اور یہودی حضرت مسیحؑ کے تقدس اور رفع آسمانی کے کہاں قائل ہیں؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ بات سید دو عالم ﷺ سے حاصل شدہ تعلیمات کی روشنی میں فرمائی ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے لئے تو حجت ہے۔ باقی ہمیں قادیانی یا اس کی جماعت کا پتہ نہیں کہ وہ ام المومنین کے متعلق کیسے جذبات رکھتے ہوں گی۔ نیز اس روایت کو نقل کرنے والے بھی عام آدمی نہیں بلکہ تیرہویں صدی کے مسلمہ مجدد ہیں جن کو خدا کی طرف سے فہم رسا عطا ہوتا ہے اور وہ خدا کی وحی سے بولتے ہیں اور صحیح دین کو قائم کرنے کے لئے آتے ہیں اور ان سے انحراف کفر و فسق ہے تو اس لحاظ سے ان کا یہ روایت نقل کرنا مجدد تسلیم کرنے والوں کے لئے لازمی ہو گا۔ جب کہ منکر مجددین سے ہمارا خطاب ہی نہیں علاوہ ازیں قادیانی کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر واقعی اسی اصلی مسیح اسرائیلی نے ہی آنا تھا تو اس کے لئے نزول نہیں رجوع ہونا چاہئے۔

تو عرض خدمت ہے کہ اس فرمان رسولؐ میں ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم میں وہ تمہارے مطلوبہ لفظ بھی موجود ہے اب فرمایئے تمہاری لئے کچھ گنجائش باقی رہ جاتی ہے لہٰذا جب ہم نے مرزا صاحب کی تمام شرائط پوری کر

دیں تو ان کو چاہئے کہ وہ بیس ہزار روپیہ تاوان بھی دیں اور توبہ کر کے اور اپنی جمیع کتب بھی جلا دیں۔ ہاں اب جبکہ وہ دار دنیا میں موجود نہیں تو اب ان کے پیروکاروں پر واجب ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرتے ہوئے اہل اسلام کو بیس ہزار روپیہ بھی بطور تاوان ادا کریں اور اپنی کتب جلد راکھ کر دیں اور آرام سے حقیقی اسلام کو حرز جان بنالیں۔ (نوٹ) یاد رہے کہ اسی زمانہ کی یہ کرنسی (آج کافی مہنگی ہو چکی ہے۔ اس کا بھی خیال رکھا جائے)

ایک ضروری وضاحت

ہمارے ذخیرہ حدیث میں حضرت مسیحؑ کے متعلق لفظینزل و نازللفظ آیا ہے جس کا مفہوم آسمان ہی اترنا مراد ہے پھر یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے ہاں حدیث قرآن مجید کی وضاحت اور تشریح کا نام ہے۔ بسا اوقات قرآن مجید میں کسی مسئلہ کا ایک پہلو بیان ہوتا ہے تو حدیث میں اس کا لازماً دوسرا پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک میں حضرت مسیحؑ کی متعلق اٹھائے جانے کا ذکر ہے تو اس کے مقابلہ میں حدیث میں نازل ہونے کو بیان کرتی ہے کیونکہ نزول صعود کی فرع ہے۔ (ازالہ اوہام) لہٰذا قرآن نے پہلا پہلو اصالتاً" بیان کر کے دوسرے کو ضمناً" بیان کر دیا اور حدیث میں دوسرے پہلو کو اصالتاً" بیان کر کے پہلے کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو مرفوع ہو گا وہ نازل بھی ہو گا اور جو نازل ہو گا وہ مرفوع بھی ہوا ہو گا تو اس استلزم کے پیش نظر قرآن میں ایک پہلو اور حدیث میں دوسرا پہلو ذکر کیا گیا ہے کہ ایک کے بیان سے دوسرا خود بخود بیان ہو جائے گا۔ پھر نزول سے مراد آسمان سے ہی اترنا مقصود ہے چاہے اس لفظ کی صراحت نہ بھی ہو لہٰذا مرزا صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب مسیح آسمان سے اتریں گے۔ (ازالہ ص ۸۱) ان کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ کیونکہ اگرچہ وہاں صراحتہ" یہ لفظ نہیں مگر مراد وہی نزول من السما ہے۔ فافہم

حدیث لا مھدی الا عیسیٰ

مرزا قادیانی سے لے کر آخری مرزائی تک یہی کہہ رہے ہیں کہ اہل اسلام

کا یہ نظریہ درست نہیں کہ حضرت مسیح اور امام محمد بن عبد اللہ المہدی دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ بلکہ دونوں ہستیاں ایک ہی ہیں الگ مہدی کوئی نہیں آئے گا صرف مسیح نے ہی آنا تھا وہ بھی بصورت ہم صفت مسیح بن مریم اور ان کا مثیل بنکر آنا تھا اور وہی مہدی بھی ہو گا لا مہدی الا عیسیٰ یعنی جہاں مہدی کا الگ الگ تذکرہ فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ کیونکہ آنحضور ﷺ نے جہاں مسیح اور مہدی کا الگ الگ تذکرہ فرمایا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی مہدی کوئی الگ ہستی نہ ہوگی بلکہ وہی عیسیٰ ہی مہدی ہو گا نیز مسیح کو ہی اماما" مہدیا" بھی فرمایا ہے۔

الجواب بعون العلام الوہاب

قادیانی منطق بھی عجیب ہے۔ اس لئے کہ

جب اہل اسلام مہدی اور مسیح اس لئے الگ الگ دو وجود اور ہستیاں تسلیم کرتے ہیں کہ ان دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا گیا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ مہدی کے متعلق تمام احادیث ضعیف اور مجروح ہیں للذا از روئے انصاف ان کو تو مہدویت کا سٹیج اور منصب ہی ختم کر دینا چاہئے صرف مسیحیت کا مقام ہی باقی رکھنا اور اس سے بحث کرنا چاہئے کیونکہ جب وہ کوئی مرتبہ اور سٹیج ہی نہیں تو پھر اس کا نام کیوں لیتے ہو ہاں اگر یہ کہو کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ مہدی آئے گا مگر بصورت لا مہدی الا عیسیٰ اس لئے ہم دونوں کا نام لیتے ہیں۔

تو ہم عرض کریں گے کہ جب الگ مہدی کے بارہ میں صحاح ستہ کی احادیث کو تم نے رد کر دیا تو پھر صرف ابن ماجہ اور مستدرک وغیرہ کی اس حدیث میں تم نے کون سا تواتر اور صحت سند ملاحظہ کر لیا ہے کہ اسے اختیار کر لیا آخر یہ عقیدہ کی بات ہے جو کہ خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا اور تم نے محض ایک ضعیف روایت کی بنا پر اس مقام کو بصورت مسیح اپنا لیا ہے آخر اس کا کیا جواز ہے؟

آپ کے مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ مہدی کی تمام روایات ضعیف ہیں اس لئے بخاری نے انہیں درج نہیں کیا۔ اب فرمائیے کہ یہ حدیث لا مہدی الا

عیسی بخاری میں درج ہے؟ جو تم نے اس کو مستند اور متواتر نہ سہی مشہور حدیث ہونے کی بناپر مسیحیت کے ساتھ مہدویت کا جوڑ لگا لیا کیا اس کے بغیر دعوی مسیحیت تکمیل پذیر نہ ہوتا تھا۔ الگ مسیحیت کا دعوی کر دیتے تو کیا حرج تھا؟ اگر تم نے اس پر ہی اصرار کرنا ہے کہ لا مھدی الا عیسی آیا ہے لہٰذا دونوں ایک ہی ہیں الگ الگ ہستیاں نہیں تو خود مرزا صاحب جو کہ خدا کی وحی سے تعلیم فرماتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ

فاعلم ان عیسی الموعود احمد وان احمد الموعود عیسی (ص ۳۷۹ ج ۸)

ایسے ہی کامل مھدی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں (خزائن ص ۳۹۷ ج ۱۴) تو جیسے یہاں مراد ہے کہ کامل مھدی صرف محمدؐ ہی ہیں اور محمدؐ ہی کامل مھدی ہیں تو اسی طرح اس حدیث (بشرط صحت) کو بھی تصور کر لیجئے کہ یہ دونوں وجود تو الگ الگ ہیں مگر کامل مھدی اس وقت عیسی ہی ہوں گے اس لئے کہ مھدی کا معنی ہے ہدایت یافتہ ہونا۔ منبع ہدایت ہونا۔ تو ظاہر ہے کہ عیسی بوجہ نبی ہونے کے زیادہ مھدی ہوں گے بنسبت امام مھدی کے کیونکہ وہ غیر نبی ہیں۔ تو جیسے اوپر کی مثالوں میں لا احمد الا عیسی کہنے سے دونوں ہستیاں ایک نہیں ہو گئیں بلکہ الگ الگ ہی ہیں اسی طرح حدیث لا مھدی الا عیسی میں بھی دونوں کا اتحاد وجودی نہیں ہو سکتا ہے صرف کاملیت و فوقیت عیسی بیان فرمائی گئی ہے۔

صحت حدیث لا مھدی الا عیسی

اول تو یہ روایت باعتبار سند کے سخت ضعیف ہے جس کی بحث محدثین نے مرزا صاحب کی پیدائش سے بھی صدیوں پیشتر مکمل کر دی تھی تاکہ شبہ نہ ہو کہ شائد قادیانیوں کے پیش نظر سند کو سینہ زوری سے ضعیف ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ مرزا صاحب کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہی یہ مرحلہ واضح کر لیا گیا ہے۔

۲۔ یہ حدیث بقول مرزا صاحب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ اسے بخاری نے نقل نہیں فرمایا اور جس حدیث کو بخاری یا بخاری مسلم دونوں نقل نہ کریں وہ اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی ذاتی تحریر حمامتہ البشریٰ ص ۸۸ خزائن ص ۳۱۴ ج ۷) ایسے ہی ان کی کتاب کشتی نوح (ص ۵۸) دیگر کتب قادیانیہ

تو جب مرزائی اصولوں کے لحاظ سے یہ روایت غیر صحیح ہے پھر اس سے استدلال کیسا؟ عجیب بات ہے کہ اہل اسلام کی احادیث تو صحیحین میں ہوں تو وہ بھی قابل انکار اور اپنے مطلب کی کسی دور دراز کی کتاب میں بھی ہو وہ بھی صحیح اور مستند درجہ اول آخر اس ضابطہ کو اس عالم رنگ و بو میں کون تسلیم کر سکتا ہے؟

لہٰذا تمہارا مہدی اور مسیح کو اس روایت ضعیفہ کی بنا پر ایک قرار دینا سراسر دجل و فریب اور سینہ زوری ہے۔ جس کا حقیقت کے ساتھ ذرا بھی لگاؤ نہیں اس کی مثال عیسائیوں سے ملتی ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں۔ (یوحنا)

ہمارا قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ

وہ دنیا کی کسی کتاب حدیث سے تاریخ سے کوئی ایسی مثال پیش یا نظیر کریں کہ جس میں ایک ایسی اہم اور مفصل پیشگوئی بیان کی گئی ہو۔ جس طرح کہ ہماری کتب احادیث و تفسیر میں حضرت مسیح کی پیشگوئی مذکور ہے۔ جسے بقول مرزا صاحب درجہ تواتر حاصل ہو اور جسے امت کے تمام افراد نے تہہ دل سے قبول کر لیا ہو۔ اور پھر اس پیشگوئی سے مراد بطور استعارہ کے تمثیلی اور بروزی مفہوم مراد ہو۔ ظاہری مفہوم مراد نہ ہو۔ تو ہم آپ کو منہ مانگا انعام دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔

ھل من مبارز وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوالنار التی اعدت للکافرین۔

نوٹ

قادیانی ایسی چکر بازی صرف اپنے مقصد براری کے لئے کرتے ہیں ورنہ یہ قلبی طور پر نہ مسیح کے قائل ہیں نہ مھدیؑ کے۔ بلکہ یہ ایک دین دشمن ٹولہ ہے جس نے ان مسائل کو محض ایک آڑ بنا رکھا ہے۔ نیز یہ اہم بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ لوگ مہدی کے الگ وجود کا انکار اسی بنا پر کرتے ہیں کر ان کے آقائے نعمت انگریز مہدویت سے نہایت خائف تھے کیونکہ اس سے قبل وہ مہدی سوڈانی کی یلغار کا مزا چکھ چکے تھے لہٰذا اگر مرزا صاحب بھی مہدی کے قائل ہوتے تو یہ چیز انگریز کے منشاء کے خلاف تھی اس لئے مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں تاویل سے کام لے کر دونوں کو ایک ہستی قرار دے دیا کہ صاحب بہادر ناراض نہ ہوں۔

ایک مزید وضاحت۔

یہ بھی ہے کہ

ہماری کتب حدیث میں جو احادیث متواترہ حضرت مسیحؑ کے بارہ میں مذکور ہیں اور تم ان کا مفہوم اپنے طور پر برنگ استعارہ اور مجاز مراد لیتے ہو۔ تو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر چودہ صدیوں میں ان کا مفہوم تمہارے مطابق کسی ایک معتبر مفسر و محدث نے بیان کیا ہے یا کسی بھی مجدد ملہم اور ولی و عارف نے ایسا بیان فرمایا ہے تو اسے پیش کر کے منہ مانگا انعام پایئے اگر ایسا ثابت نہ کر سکو۔ تو حسب ضابطہ مسلمہ تمہیں بھی اسی مفہوم کو تسلیم کرنا ہو گا جو سلف صالحین سے مسلسل منقول ہوتا چلا آ رہا ہے نہ وہ کہ جو تم نے آپ گھڑ لیا ہے یا سر سید اور بعض دیگر ماڈرن قسم کے مفسرین اور سکالرز یا لیکچرار طرز کے مدعیان علم نے بیان کیا ہے۔ آج تک جن اکابرین امت کو تمام اہل اسلام اپنے مستند اور خدا خوف پیشوائے دین تسلیم کرتے ہیں ان میں سے کسی کی نقل اپنے موافق پیش کرو کہ وہ مجموعی طور پر تمہارے نظریہ کے ہمنوا تھے اور تم نے انہی سے یہ نظریہ اخذ کیا ہے۔ چلو خاندان ولی اللھی سے ہی اپنا یہ نظریہ ثابت کر دو یا ان کے روحانی فرزندوں اکابر علمائے دیوبند سے ثابت کر دیں تو بھی ہم تمہارے ہمنوا ہو جائیں گے۔ مگر جب تم ان

راستباز اور راسخ فی العلم گروہ کے کسی بھی فرد سے ثابت نہ کر سکو تو ہم پھر مجبور ہیں کہ محض لیکچرار قسم کے اور صحافی طرز کے بعض جدید تعلیم یافتہ اور ماڈرن قسم کے افراد کے کہنے سے تمہارے ہمنوا ہو جائیں۔

ہمیں تو حکم ہے واتبع سبیل من اناب الی۔ اور حکم ہے کہ مسلسل و متواتر منقول امور دین کو اختیار کرنے کا۔ اور وہ یہی ہے کہ ابتدا سے ہمارے دینی لٹریچر میں۔ مسلسل منقول ہوتا چلا آ رہا ہے کہ مسیح صاحب انجیل بجسد عنصری ہی قدرت خداوندی سے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہی آخر زمانہ میں دوبارہ آکر اسلام کی ترویج و اشاعت فرمائیں گے تاکہ اپنی طرف سے اصالتاً اور دوسرے انبیاء کرامؑ سے وکالتاً لتومنن بہ ولتنصرنہ کا فریضہ پورا کریں ہذا ھو الحق المبین نومن بہ و ناخذہ بالنواجذ و تقول وما ذا بعدالحق الا الضلال

مسیحؑ صاحب انجیل کے نزول کی وجوہات

ناظرین کرام بندہ خادم اس بحث کو دو ٹوک اور فیصلہ کن انداز میں سمیٹتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم صاحب انجیل کا جسمانی طور پر تشریف لانا ہی ضروری ہے کیونکہ تمام تاریخ انسانیت میں صرف آپ کے حالات و کوائف ہی اس آمد کے متقاضی ہیں اس لئے کہ تمام جماعت انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے جیسی اور جتنی بد عقیدگی اور بد فہمی حضرت مسیح کے متعلق ظاہر ہو چکی ہے ویسی اور کسی بھی ذات نبی و رسولؑ کے متعلق پیدا نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کے ازالہ کے لئے بعینہٖ آپ کی ذات عالیہ کا بنفس نفیس تشریف لانا ازبس ضروری ہے ورنہ اتنی گمراہی کا بحالہ رہنا غیرت ربانی اور حکمت الٰہی کے منافی ہے۔ نیز اس بدعقیدگی سے خدا تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ بھی مجروح ہوتی ہے۔ اب ذیل میں اس کی تفصیل سنئے

۱۔ یہود نے یہ دعوی کر دیا کہ آپ سچے مسیح نہ تھے اس لئے ہم نے انتقاماً" انہیں بذریعہ صلیب قتل کر دیا ہے۔

۲۔ آپ کے نام لیوا عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ خدا ہی تھے جو مجسم ہو کر ہم میں اتنی مدت رہے پھر مصلوب ہو کر اور ہمارے گناہوں کا کفارہ دیکر دوبارہ آسمان پر چلے گئے۔

۳۔ ہمارے زمانہ کے قادیانی عیسائیوں کی اتباع میں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کے پیغمبر تھے جن کو تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی بالاخر وہ یہود کے ہاتھوں مصلوب ہو گئے مگر ان کی جان نہ نکلی بلکہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے اور علاج معالج کرا کے تندرست ہو گئے تو ہجرت فرما کر کشمیر کو چلے گئے وہاں ۸۷ یا ۹۲ سال تک زندہ رہ کر طبعی طور پر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔

جب یہ تینوں نظریات محض غلط اور خلاف حقیقت تھے تو ان کے تصفیہ کے لئے اور صحیح پوزیشن واضح کرنے کے لئے آپ کا بنفس نفیس تشریف لا کر تمام طبقوں کی غلط فہمی کا ازالہ کرنا اور اپنی صحیح حیثیت کا واضح کرنا لازمی ہے۔ ورنہ یہ تینوں گروہ گمراہی کی دلدل میں پھنسے رہیں گے اس لئے آپ کا جسمانی طور پر تشریف لا کر ان تینوں طبقوں کو راہ راست پر لانا ضروری ہے۔ یہ کام اس عالم اسباب میں اور کسی طریقہ سے دیگر کسی ہستی سے پورا نہیں ہو سکتا اس لئے آپ خود ہی تشریف لا کر یہود کو فرمائیں گے کہ

اے گروہ یہود دیکھو میں خدا کا پیغمبر عیسیٰ بن مریم تمہارے سامنے زندہ حالت میں موجود ہوں نہ تم مجھے گرفتار کر سکے اور نہ ہی قتل و صلیب کے مرحلہ سے دوچار کر سکے تمہارے سب دعوے محض جھوٹ اور فریب تھے۔ لہذا مجھ پر ایمان لاؤ اور اس امر کی تکمیل سوائے اس کے ممکن نہیں کہ تم رسالت نافذہ یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔

ازاں بعد عیسائیوں کو جھنجھوڑیں گے کہ اے گم کردہ راہ ہدایت دیکھو تم نے محض میرے چند معجزات دیکھ کر گمان کر لیا اور عقیدہ بنا لیا کہ میں خدا ہوں یا اس کا بیٹا ہوں۔ مجھے کفارہ ذنوب کے لئے مصلوب کیا گیا۔ یاد رکھو اور سن لو۔ یہ سب تمہارے من گھڑت ڈھکوسلے تھے جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی واسطہ نہ تھا دیکھو میں تمہارے سامنے بنفس نفیس موجود ہوں میں نے تمہیں صرف توحید الٰہی کی

تعلیم دی تھی جیسا کہ خود تمہاری ہی بنائی ہوئی انجیلوں میں لکھا تھا۔ کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷:۳)

لہٰذا اب تم اصل حقیقت کو تسلیم کر کے میری دعوت کو مکمل طور پر قبول کرو کہ جہان کا آخری اور کامل منجی اور شفیع تشریف لا چکا ہے اس پر ایمان لا کر آخرت کی بادشاہی حاصل کرلو۔ یہ وہی ہستی ہے جس کا تذکرہ میرے حوالہ سے تم نے اپنی یوحنا کی انجیل کے باب ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶ میں بصراحت کیا ہے لہٰذا اب اس ہستی سے وابستہ ہو کر اپنے آپ کو بچالو۔ تیسرے نمبر پر قادیانیوں کو جھنجھوڑیں گے۔ کہ اے ضلالت و غوایت کے خزنیو۔ تم نے بلا دلیل ہی سب سے الگ راہ نکال لی تھی کہ میں مصلوب ہو کر کشمیر چلا گیا۔ ظالمو۔ دیکھو خدا کی آخری کتاب برحق کا فیصلہ بالکل درست تھا جسے امت جملہ تفصیلات کے ساتھ مانتی آ رہی ہے مگر تم نے باغوائے نفس و ابلیس نئے نئے شگوفے چھوڑ دیئے جو کہ سب سے الگ اور نرالے تھے۔ ظالمو دیکھو میں ہی مریم صدیقہ کا فرزند۔ صاحب انجیل اور رسول بنی اسرائیل ہوں نہ تو مجھے قتل کیا گیا نہ ہی میں مصلوب ہوا بلکہ حیات دنیوی کے ساتھ ہی قدرت الٰہی سے زندہ آسمان پر بلا لیا گیا وہاں حسب منشا الٰہی ایک وقت تک سکونت پذیر رہا۔ پھر حسب ارادہ خداوندی دوبارہ اسی حیات کے ساتھ دنیا میں اصل حقائق واضح کرنے کے لئے آ گیا ہوں تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کی ترویج و اشاعت کر کے اپنے وعدہ لتومنن بہ ولتنصرنہ کو اپنی طرف سے اصالتاً اور جملہ دیگر انبیاء برحق کی طرف سے وکالتاً" پورا کروں نیز اپنے متعلق جملہ غلط نظریات اور خیالات کی علی وجہ الکمال والوضاحت صفائی کر دوں۔

تاکہ ربوبیت الٰہی اور رحمت خداوندی کا درحق انسانیت اظہار کامل بھی ہو جائے کہ وہ رؤف و رحیم مالک اتنے وسیع پیمانے پر کس غلط فہمی اور مغالطہ آمیزی کو باقی نہیں رکھنا چاہتا۔ لہٰذا اب مکمل تحقیق وضاحت کے بعد تمام غلط فہم اور غلط کار گروہ صحیح حقائق پر ایمان آ جائیں ورنہ عملی فیصلہ کے لئے سیدھے ہو جائیں۔

تو اس وقت بعض منکرین آپ کے ساتھ مقابلہ میں مع دجال اکبر کے مقتول ہو

جائیں گے اور بقیہ آپ پر صحیح صحیح ایمان لے آئیں گے پھر کوئی یہودی کوئی عیسائی اور کوئی قادیانی وغیرہ باقی نہ رہے گا۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا صحیح نظریات اور اعمال والا اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر آپ کی جسمانی آمد ثانی لازمی ہے اب فرمایئے ایسے موقعہ پر کسی نمائیدگی یا ظل و بروز اور مجاز و استعارہ سے کیسے کام چل سکے گا۔ بالفرض اگر دیگر ذریعہ سے ان غلط عقائد کی اصلاح ممکن ہوتی تو وہ قرآن اور صاحب قرآن کے ذریعے لازمی طور پر واضح ہو جاتی۔ مگر سب گواہ ہیں کہ یہ غلط فہمی عملی طور پر اس ذریعہ سی بھی نہیں ہو سکی۔ لہٰذا آپ ہی کا حقیقتہ جسمانی طور پر تشریف لانا ضروری ہے۔ ھذا ھو الحق الصریح۔ وما ذا بعد الحق الا الضلال آمد مسیح حقانی بعینہ اس لئے بھی لازمی ہے کہ صرف آپ کے متعلق ہی یہ گمراہی نہ تھی بلکہ اس سے ذات خداوندی پر بھی دھبہ آتا ہے کیونکہ عیسائیوں نے آپ کو خدا اور اس کا بیٹا قرار دیکر غیرت الٰہی کو للکارا تھا لہٰذا بنسبت ازالہ ضلالت تجلی مسیح کے یہ پہلو زیادہ موجب ہے کہ اصل مسیح ہی تشریف لا کر خالق اکبر ذات برحق کی بریت عن الشرک والابنیت کی شہادت دیں باقی جو اس سے پہلے عیسائی ہیں ان کا تصفیہ روز حشر انت قلت کے تحت ہو جائے گا۔

لہٰذا ان تینوں گمراہ ترین گروہوں (یہود۔ عیسائی۔ اور قادیانی) کی تنبیہہ کے لئے اور لتومنن بہ ولتنصرن کے عہد کو وفا کرنے کے لئے آپ کی حقیقی آمد ہی لازمی ہے۔ خذ ھذا فانہ عجیب و غریب۔

ایک قادیانی مغالطہ

مرزا قادیانی سے لے کر آخر مرزائی تک جملہ واما مکم منکم کا معنی یوں کرتے ہیں کہ وہ عیسیٰ کوئی باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ تم میں سے ہی ہو گا جو تمہاری پیشوائی کرے گا۔ گویا عیسیٰ بن مریم وہ نبی برحق صاحب انجیل نہ آئیں گے بلکہ ان کی خو بو پر ایک امتی فرد ہی یہ لقب لے کر آئے گا۔

حالانکہ یہ مفہوم آج تک کسی ایک محدث و مفسر اور امام مجتہد یا مجدد و ملہم نے مراد نہیں لیا ہے بلکہ یہ ان کا اپنا اختراعی مفہوم ہے جو کہ بالکل فضول اور غیر مسلم ہے بلکہ محض الحاد و زندقہ ہے سلف صالحین سے کٹ کر ہم کسی مفہوم یا نظریہ کو قبول کر کے صحیح مسلمان نہیں رہ سکتے لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہے کہ
عیسیٰ بن مریم لازماً تم میں نازل ہوں گے در آن حالیکہ اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہو گا یعنی امام مہدی۔
نوٹ معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کا یہ جملہ امامکم منکم امام مہدی کی آمد پر دلالت کر رہا ہے پھر دوسری حدیث میں یوں منقول ہے کہ فامکم اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمہاری پیشوائی اور راہنمائی اپنی کتاب کے مطابق نہیں بلکہ قرآن مجید کے مطابق فرمائیں گے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ

یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ بن مریم اماما مہدیا حکما عدلا
قادیانی نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا قریب ہے کہ عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کرے دراں حالیکہ وہ امام مہدی اور حکم وعدل ہو گا پس وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو مارے گا۔ (پاکٹ بک ص ۱۲۵۔۱۲۶)

ملاحظہ فرمائیں کتنا گمراہ کن ترجمہ ہے۔ کہ وہ امام مہدی اور حکم وعدل ہو گا۔ قاضی صاحب نے اپنی جہالت کے تحت اماما مہدیا جو کہ بطور صفت کے بیان ہوا ہے اس کو صفت موصوف بنا کر اور لقب کا رنگ دے کر بگاڑ دیا اور حکما عدلا کا تو بالکل حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ کیا کہا جائے اور کیا نہ کہا جائے۔ حکما عدلا کا معنی ہے کہ وہ عادل حکمران ہوں گے۔ تو چونکہ مرزا صاحب اس وصف سے بالکل محروم تھے لہٰذا قاضی صاحب نے اس لفظ کو کسی نہ کسی طرح ضرور درست رکھنا ہے۔ جو کہ ان

کی سراسر جہالت و حماقت ہے مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب ایک جگہ اس کا معنی گورنر جنرل بھی کیا ہے (تریاق القلوب) مگر قاضی صاحب سب کچھ نظرانداز کرتے ہوئے اپنی ہی ہانکنے کے عادی ہیں۔

اب بتایئے دنیا میں اس طرح کے گورنر جنرل ہوا کرتے ہیں جن کو اپنی برادری کی سربراہی بھی نہ ملی ہو۔ اور محلہ یا شہر کی پنچایت بھی اسے قبول نہ کرے وہ گورنر جنرل بن جاتا ہے سبحان اللہ۔ جو ٹکے ٹکے کے دیوانی مقدمات میں انگریزی عدالت کا محتاج ہو۔ وہ گورنر جنرل بن جاتا ہے۔ لا حول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم پھر یہ صاحب اس طرز اور انداز کے مسیح موعود اور مہدی بھی ہوں گے آخر نقل میں کہاں تک اصلیت ہو سکتی ہے۔

قادیانی عجوبہ

قاضی صاحب کو جب ہر طرف سے مایوسی ہی پلے پڑی تو لگے کسی خریدۃ العجائب کو تلاش کرنے

چنانچہ آنجناب کو ایک خریدۃ العجائب اور فریدۃ الرغائب مل ہی گیا جس میں کسی گمراہ طبقے کا یہ نظریہ منقول ہے کہ نزول مسیح سے مراد ان جیسے کسی دوسرے فرد کی آمد مراد ہے۔

حالانکہ یہ کسی بھی معتبر مفسر و مجدد کا نظریہ ہرگز نہیں ہے خدا جانے کس قسم کے طبقہ کے خیالات ہیں۔ جن کو مرزا قادیانی نے اپنی کج طبعی کی بنا پر اپنے مطلب کی بات سمجھ کر حرز جان بنا لیا ممکن ہے صاحب کتاب نے کسی غلط کار کا قول نقل کیا ہو اور ان کا اپنا نظریہ یہ نہ ہو۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف سینکڑوں ہزاروں سلف صالحین آئمہ دین مجددین ملہمین اور علمائے حق کا نظریہ جو مرزائیوں کو قبول نہیں اور دوسری طرف کسی غیر معروف و مقبول گری پڑی عجائبات کی گتھی تھی۔ جسے وہ گوہر نایاب تصور کر کے اس پر دل دے بیٹھے۔ بتایئے ایسا احمق و جاہل دنیا کے کسی کونے کھدرے میں ڈھونڈا جا سکتا ہے؟

شیخ محمد اکرم صابری صاحب کا حوالہ

وہی سابقہ روش کہ دنیا جہاں کی آئمہ ہدایت کی تعلیمات حقہ کو چھوڑ کر ایک مغالطہ آمیز حوالہ پر لٹو ہو گئے۔ کہ شیخ اکرم صاحب لکھتے ہیں کہ

بعضے برآں اند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم اقتباس الانور ص ۵۲ (حوالہ پاکٹ بک ص ۱۲۸)

در اصل قادیانیوں کی مثال وہی ہے کہ چہ دلا ور است وزدے کہ دردست چراغ دارد اتنی دلیری اور بے باکی۔ کہ حضرت شیخ کا اگلا جملہ جو اس مفہوم کی تردید میں ہے وہ بالکل حذف کر گئے۔ لا حول ولا قوہ الا باللہ حالانکہ ان کا اپنا نظریہ سو فیصد اہل حق کے مطابق ہے چنانچہ شیخ لکھتے ہیں کہ لیکن ایں مقدمہ در غایت ضعف است

یعنی یہ نظریہ نہایت ضعیف ہے بے کار اور نا قابل تسلیم ہے۔

۲۔ دوسری جگہ حضرت شیخ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ

یک فرقہ براں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است وایں روایت بہ غایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ درود یافتہ کہ مہدی از نبی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتداء کردہ نماز خواہد گزارد و جمیع عارفان باتمکین براین متفق اند۔

چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزماں از آل رسول ﷺ من اولا فاطمہ زہرہ ظاہر شود و اسم او اسم رسول اللہ باشد سی صدوتنصت رجال اللہ کامل باو ہمراہ باشند پس زمین از جورو ظلم پاک سازد۔ (اقتباس الانوار ص ۷۲)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کتنی صراحت و وضاحت سے مہدی اور مسیح کو دو الگ الگ شخصیتیں بیان فرما رہے ہیں اور قادیانی نظریہ کا واضح طور پر مدلل رد فرما رہے ہیں۔ کہ امام مہدی کے بارہ میں متواتر صحیح احادیث اس پر متفق ہیں۔ پھر حضرت شیخ ابن عربی کا حوالہ بھی نقل کر رہے ہیں مگر مرزا

صاحب ہیں کہ اکابر سے انکے نظریہ کے خلاف حوالہ نقل کر رہے ہیں۔ یا للعجب

تو جب شیخ صاحب نے اس کی تردید فرما دی تو پھر یہ حوالہ پیش کرتے ہوئے کچھ ندامت یا خجالت محسوس کرنا چاہئے تھی ورنہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بننا پڑے گا۔ قادیانیوں کا بمع مرزا صاحب کے یہ عام وطیرہ ہے کہ یہ لوگ غلط گوئی اور افترا سے قطعا پرہیز نہیں کرتے بلکہ نہایت بے باکی سے قرآن مجید حدیث رسولؐ کتب تفسیر اور دیگر کتب علماء حق کے حوالہ سے غلط بلکہ محض بے بنیاد حوالہ جات پیش کرتے رہتے ہیں مرزا صاحب کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً مکتوب امام ربانی کے حوالہ سے کئی چیزیں محض من گھڑت پیش کی ہیں جیسے

بحوالہ مکتوب ۵۱ حصہ دوم لکھا ہے کہ جس کو خدا سے مخاطبت و مکالمت حاصل ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ (حقیقتہ الوحی ص ۳۹۰) حالانکہ اس سے قبل خود ہی صحیح بات لکھ چکے ہیں کہ وہ محدث کہلاتا ہے۔ (دیکھئے براہین مندرجہ خزائن ص ۶۳۰ ج ا عام نسخہ براہین ص ۵۴۶) اسی طرح دیگر کئی مقامات پر غلط حوالے دیئے گئے ہیں تو جن لوگوں کا پیشوا اس کردار کا مالک ہو اس کے پیرو کار کس شان کے ہو سکتے ہیں لہٰذا میری عاجزانہ درخواست ہے کہ کسی قادیانی کا کوئی بھی حوالہ قابل اعتماد نہیں ہوتا۔ یہ محض دجل و فریب اور غلط کاری سے کام چلانے کے عادی ہے۔

بصورت صحت مسئلہ بروز

اگر یہ بات درست بھی ہو کہ کوئی دوسرے کامل کا بروز بصورت انعکاس کمالات ہو سکتا ہے تو پھر بھی بروزی مسیح ومہدی کا نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ کسی کے کمالات کے انعکاس سے وہ بعینہٖ نہیں بن جاتا۔ دیکھئے ایک حاکم ہے جس کی تمام صلاحیتیں اور تعلیم وغیرہ دیگر کئی اشخاص میں پائی جاتی ہوں تو وہ محض اس بنا پر وہ حاکم نہیں کہلا سکتے۔

مزید سنئے

مرزا صاحب نے حضرت عمر فاروق ؓ کو آنحضرت ﷺ کا ظلی وجود قرار دیا ہے خزائن (ص ۲۶۵ ج ۴) تو کیا اس کے نتیجہ میں کبھی بھی فاروق اعظم ؓ نے دعوی رسالت کیا ہے یا کسی بھی فرد امت نے ان کو بروزی محمدؐ تسلیم کیا ہے یا کیا خود مرزا یا کوئی مرزائی ایسا تسلیم کرے گا۔ حالانکہ خود سید دوعالم ﷺ نے صاف فرما دیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے تو جب ان میں کمالات نبوت موجود تھے اور بقول مرزا وہ آپ کا ظلی وجود تھے۔ اور بحوالہ سرالخلافہ۔ یہ صدیق و فاروق ؓ آنحضورؐ کی عکسی تصاویر تھیں اور یہ من بقیہ طینت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہوئے تھے۔ تو پھر ان کو ظلی یا بروزی نبیؐ تسلیم کر لینا چاہئے تھا مگر تاریخ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ آج تک کسی بھی امتی نے آپ کو یہ درجہ نہیں دیا حتی کہ خود مرزا صاحب نے بھی اس حقیقت کا اعلان کہیں نہیں کیا۔ تو جب اصل حقیقت اتنی نمایاں ہے تو پھر دوسرے کس ظل یا بروز کا مسئلہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی رسالت و نبوت کے علاوہ کسی کو غزالی دوراں کہدے۔ ابو حنیفہ ثانی کہدے۔ رازی زمان کہدے۔ مگر ان حضرات نے خود کوئی ایسا دعوی نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے ان کی عینیت کا ادعا کیا ہے ایسی مثالوں سے قادیانیوں کا مسئلہ بروز کیسے ثابت ہو سکتا ہے یہ تو محض انکی چکر بازی اور دجل وفریب ہے۔ پھنسے ہوئے قادیانیوں کے لئے طفل تسلیاں اور جھوٹے سہارے ہیں۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بحوالہ مولانا عبد اللہ غزنوی تسلیم کیا ہے کہ الہام یا خواب میں کسی آیت کے ورود سے صاحب الہام اس آیت کا مصداق نہیں بن جاتا۔ بلکہ اس الہام سے مناسب حال مفہوم اخذ کیا جائے گا۔ (دیکھئے ازالہ اوہام ص ۳۱۹) تو اس تحریر کی روشنی میں اگر مرزا قادیانی پر نازل شدہ الہام صحیح بھی تسلیم کر لیں تو بھی مرزا صاحب ان کے تحت کسی منصب کے مدعی ہونے کے مجاز نہیں ہوں گے۔

قادیانی عجائبات

قاضی نذیر صاحب قادیانی نے مسئلہ بروز کی تائید میں شیخ محمد اکرم صاحب

کے حوالہ کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کا حوالہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ والبروز ان یفیض روح من ارواح الکمل علی کامل کما یفیض علیہ التجلیات وھو یصیر مظھرہ و یقول انا ھو۔ (اشارات فریدی حصہ دوم ص ۱۰) (پاکٹ بک ص ۱۳۰)

ترجمہ بروز یہ ہے کہ کہ کاملین کی ارواح میں سے کوئی روح کسی دوسرے کامل انسان پر افاضہ کرے جیسا کہ اس پر تجلیات کا افاضہ ہوتا ہے اور وہ ان کا مظہر بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں وہی ہوں۔

تبصرہ

اس حوالہ میں بھی محض افاضہ روحانی کا ذکر ہے جو کہ تسلیم ہے مگر اس سے دوسرے کی عینیت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگلا جملہ۔ کہ جیسے اس پر تجلیات کا افاضہ ہوتا ہے اس طرح کسی روح کامل کا بھی دوسرے پر افاضہ ہوتا ہے مگر نہ تجلیات کے افاضہ سے کسی منصب کے دعوی کا استحقاق ہوتا ہے اور نہ ہی کامل روح کے افاضہ سے۔ ورنہ بتلایا جائے کہ آج تک کوئی نبی یا رسولؑ ایسا ہوا ہے کہ وہ پہلے فلاں رسولؑ کے افاضہ کا نتیجہ تھا اور اس نبی نے سابقہ نبی یا رسول کے ظل یا بروز ہونے کا اظہار یا دعوی کیا ہو۔

پھر یہاں تو مسئلہ بھی الگ ہے کہ ایک ہستی کی آمد کا وعدہ دیا جاتا ہے تو اس صاحب فیض ہستی نے یہ نہیں فرمایا کہ میں فلاں کا ظل یا بَروز ہوں اور نہ ہی کسی سابقہ رسول یا نبی کا ہی اعلان دکھایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی ظل یا بروز کی آمد کا اظہار فرمایا ہے۔ بھلا محض افاضہ اور استفاضہ سے عینیت کیسے لازم آ جاتی ہے۔ دیکھئے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ سوا لاکھ کاملین میں سے کسی ایک نے بھی آنحضورؐ کے ظل یا بروز ہونے کا اظہار یا دعوی نہیں فرمایا۔ اس طرح آئمہ اربعہ۔ دیگر آئمہ ھدی میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں فلاں کا ظل ہوں یا فلاں صاحب میرے ظل یا بروز ہیں لہذا ہم ایک ہیں یا میں ان کی جگہ پر ہوں۔ جیسے اس کا ماننا جزو ایمان تھا ایسے ہی میرا ماننا بھی جزو ایمان ہے۔

تمام تاریخ عالم یا تاریخ مذہب میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی مزید براں جناب قادیانی صاحب تو کھلم کھلا کئی ہستوں کے اوتار بھی بنتے ہیں جو کہ خالص ملحدانہ اور ہندوانہ عقیدہ ہے۔ یہ ظل و بروز کے چکر بھی آنجناب اوتار ہی کے معنی و مفہوم میں استعمال کرتے ہیں لہٰذا دریں صورت قادیانیوں کے ساتھ ایسی بحث کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اوتاریت والا نظریہ خالص غیر اسلامی اور کافرانہ نظریہ ہے۔ اور مسئلہ بروز کسی اور حقیقت کا حامل ہے۔ جس سے قادیانی قطعاً ناواقف ہے یا جان بوجھ کر اسکی غلط تعبیر کر رہا ہے۔

شیخ عبدالقادر اور مسئلہ بروز

جناب قاضی صاحب حضرت شیخ کی ایک عبارت کسی غیر معروف کتاب سے نقل فرما رہے ہیں جو کہ گلدستہ کرامات از مفتی غلام سرور صاحب کے نام سے موسوم ہے۔ عبارت یہ ہے کہ شیخ فرماتے ہیں

ہذا وجود جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا وجود عبد القادر
از کتاب گلدستہ کرامات ص ۸ مطبوعہ افتخار دہلوی۔

سبحان اللہ۔ کیا کہنے قادیانی ذہنیت کہ کہ جب انکار پر آتے ہیں تو قرآن مجید و حدیث سے بھی بغاوت کر جاتے ہیں اور جب ماننے پر آتے ہیں تو محض بے سند باتوں پر بھی دل دے بیٹھتے ہیں اب انہیں یاد نہیں کہ۔

نظریات ہمیشہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں حتی کہ وہ خبرواحد سے بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ اب فرمایئے کہ یہ گلدستہ۔ وحی الٰہی ہے۔ آیا یہ تحریر کوئی نص متواتر ہے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ مفتی صاحب بھی قادیانیوں کی تکفیر کے برملا قائل ہیں۔ تو جب مرزا صاحب کے منکر بقول شما خارج از اسلام ہیں تو پھر ان سے استدلال کیسا؟ آخر کچھ تو حیا ہوتا۔ علاوہ ازیں اس عبارت سے بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ حضرت شیخ کے قول کا وہی مفہوم ہے جو مرزا صاحب نے حضرات صحابہؓ کے متعلق اپنی کتاب سرالخلافہ میں لکھا ہے کہ وہ آنحضورؐ کی عکس تصاویر تھیں۔ اور صدیق و فاروقؓ کی خلقت کو بھی من بقیہ طینۃ النبی

فرمایا ہے۔ پھر فاروق اعظم کو بعینہ آنحضورؐ کا ظلی وجود بتلایا۔ اب ان تمام اعزازات سے مراد مرزا صاحب کیا لیتے ہیں کہ جو باوجود اتنے بلند پایہ ہونے کہ بھی دعوی نبوت کے مستحق نہیں وہ آپ کے ظلی یا بروزی وجود کے قائل کیسے بن سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان اعزازات سے مراد ان کی کمال اتباع اور اتصاف باوصاف نبوت ہے۔ اس سے اوپر کچھ نہیں۔ لہٰذا اگر حضرت شیخ نے ہذا وجودی وجود جدی فرمایا ہے تو اس سے مراد بھی کمال عقیدت و محبت ہے جو ان کو بتوفیقہ تعالٰی حاصل تھی۔ ورنہ نہ انہوں نے کبھی بروزیت کا دعوی کیا اور نہ اس پر کوئی بحث و مباحثہ یا مناظرہ کیا۔ حتی کہ آپ کے کسی عقیدتمند نے بھی آپ کے متعلق کبھی ایسا اظہار نہیں کیا۔ لہٰذا اس سے مرزائیوں والا ظل و بروز کا مسئلہ کیسے ثابت ہو گیا بھلا بدھ اور کرشن کے اوتار کو (مرزا صاحب کو) کچھ بھی کمالات نبوت مل سکتے ہیں ان کو تو صرف بدھ مت اور ہندوؤں میں اپنے مرتبہ اوتاریت کا اعلان کرنا چاہئے تھا اہل اسلام کے مہدی یا مسیح کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے محض کمال ہوشیاری سے مسیح اور مہدی کی وحدت تو نکال لی۔ کہ ایک ضیعف روایت میں یوں آیا ہے۔

مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ مسیح کرشن اور بدھ بھی ہو گا۔ ان کے ساتھ اتحاد کے لئے کونسی حدیث پیش کی گئی ہے یہ خواہ مخواہ جھونگے کے طور پر ہی کرشن اور بدھ کا ٹانکا لگا لیا۔ بلکہ مرزا صاحب تو جے سنگھ بہادر بھی بن بیٹھے مگر ان کا فرانہ ٹانکوں کی دلیل کوئی نہیں دی۔ واقعی مرزا صاحب نہایت ہوشیار اور عیار تھے کہ ایک آدھ چیز تو کسی نہ کسی طور پر دلیل ناقص سے ثابت کر لی اور باقی کئی امور محض ضمنی طور پر جھونگے کے طور پر بھی ثابت کر لئے جاتے۔ واہ رے مرزا صاحب آپ کی دانائی۔ واقعی تو ہی انگریزی مسیحت کا مستحق تھا۔ یہ استعداد سارے جہاں سے قسام ازل نے تیرے ہی مقدر میں کی تھی۔

قاضی صاحب کا آخری گمراہ کن قادیانی اقتباس

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیلات سے آپ مسئلہ حیات و نزول مسیح علیہ

اسلام کی اصل پوزیشن اور اہمیت نہایت وضاحت سے حاصل کر چکے ہیں۔ نیز اس بارہ میں قادیانیوں کے تمام وسوسوں اور ڈھکوسلوں کی صفائی بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب ذیل میں قادیانی قاضی نذیر احمد صاحب کا آخری اقتباس اور اس کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ قاضی صاحب بحوالہ مرزا صاحب نقل کرتے ہیں کہ

حضرت مسیح موعود (علیہ ما علیہ) نے فرمایا ہے کہ

مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں.وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا۔ کہ زمانہ صلیب بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی۔ کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بد ظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ وہ تخم بویا گیا اور وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۱۴۲۔۱۴۳ بحوالہ الشہادتین ص ۹۵)

یا اخوۃ الاسلام۔ قاضی نذیر صاحب کے اس مسئلہ حیات وفات کے سلسلہ میں یہ آخری الفاظ ہیں۔ جس میں انہوں نے بہ زبان کذاب اعظم قادیانی بہت کچھ

وسوسے چھوڑے ہیں مثل بہ زبان

۱۔ مسیح کا نزول از آسمان محض جھوٹا خیال ہے۔

حالانکہ از روئے قرآن و احادیث رسولؐ اور اجماع امت یہ ایک اہم اور ٹھوس نظریہ ہے جسے ہر مفسر ہر محدث ہر متکلم۔ نیز تمام اولیاء و صلحاء اور آئمہ سلف نے نقل کیا ہے گویا یہ ایک تواتر ملی ہے۔ جس میں تخلف ممکن نہیں۔ جیسے عقیدہ قیامت ایک حقیقت واقعیہ ہے وہ لازماً وقوع پذیر ہو کر رہے گی۔ کفار و منکرین اس میں لاکھ وسوسے ڈالتے رہیں اسی طرح نزول مسیح حقانی بھی ایک طے شدہ حقیقت ہے جو ہو کر رہے گا چاہے منکرین قادیانی اور دیگر ملحدین) اس میں کروڑوں وسوسے ڈالتے رہیں۔

۲۔ موجودہ مخالف مریں گے ان کی اولاد اور پھر انکی اولاد بھی مر جائے گی۔ مگر عیسیٰ ہرگز نہ اترے گے تو گزارش ہے کہ مرنا تو ہر نفس انسانی کے لئے ایک قانون قدرت ہے وہ کسی کے کہنے یا چاہنے سے نہ رکتا ہے اور نہ ہی چلتا ہے وہ تو سب قبضہ خالق میں ہے آخر دیکھئے مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی اپنی علت غائی کے ظہور کے مدعی بنے رہے کہ میں ہی آنے والا مسیح ہوں میرے ہی ہاتھوں دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ صلیب میرے ہی ہاتھوں برباد ہو گی تمام نوع انسانیت میں تقویٰ کی فضا قائم ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ اگر یہ امور میری زندگی میں ظاہر نہ ہوں تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا تھا۔

مگر آج نہ مرزا صاحب رہے نہ ان کی اولاد رہی بلکہ تیسری پشت بھی آنجہانی ہونے والی ہے لیکن مرزا صاحب کی ایک بات بھی پوری نہ ہو سکی تو جب اسکے ذاتی دعوؤں کا یہ انجام ہے تو اس کی یہ لن ترانی بھی اسی طرح انشاء اللہ ایک حسرت بھری آہ ہی ثابت ہو گی۔ اس میں رتی بھر صداقت نہیں ہے جیسے اس کے اپنے دعوے وقوع پذیر نہ ہو سکے۔ اسی طرح اس کی یہ باتیں بھی محض چنڈو خانے کی گپ ہی ہے۔ جس کو حقیقت سے رتی بھر تعلق نہیں ہے باقی مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ آخر تمام لوگ (مسلم و مسیحی) اس عقیدہ سے بد ظن ہو کر اسے ترک کر دیں گے۔

تو قادیانی ذریت کان کھول کر سن لے کہ

امت مسلمہ نے یہ نظریہ اس صادق و امین خاتم الانبیاء ﷺ کے ارشادات واقعیہ سے لیا ہے کہ جس کے فرمان میں رتی بھر تخلف ممکن نہیں اے منکرین آپ کی زبان مبارک تو اتنی سچی اور پیکر صدق و حقانیت تھی کہ آپ کی سرسری اور عام بات کو آپ کے جانی دشمن کافر بھی برحق سمجھتے تھے۔ دیکھئے ایک دفعہ آپ نے امیہ بن خلف کے متعلق فرمایا کہ اسے میں قتل کروں گا تو یہ بات اس کی ذہن و قلب میں اتنی پختہ اور راسخ ہو گئی کہ اس نے کہہ دیا واللہ ما یکذب محمد کہ خدا کی قسم محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لہذا یہ بات ہو کر رہے گی۔ چنانچہ وہ ہو کر رہی۔ وہ امیہ میدان بدر میں ہلاک ہوا دیکھئے آپ نے صرف فرمایا تھا حلفاً" نہیں بلکہ محض سرسری طور پر فرمایا مگر وہ کافر قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ واللہ ما یکذب محمد (بخاری شریف جلد اول) ص ۵۱۳) بلکہ اسکی بیوی بھی یہی حلفیہ بات کہتی ہے۔ اسی طرح جب آپ نے عتبہ و عتیبہ کے متلق دعا مانگی کہ اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔

تو ان کو بڑی فکر دامنگیر ہو گئی۔ وہ لوگ سفر و حضر میں ان کی بڑی حفاظت کرتے تھے مگر بالآخر آپ کی بد دعا کا اثر ظاہر ہو گیا کہ ایک سفر کے دوران ایک بھڑیا ان کو پھاڑ گیا ایسے ہی آپ کی صداقت و حقانیت کے بیشمار واقعات موجود ہیں کہ آپ نے جو فرما دیا وہ لازما ہو کر رہا۔ لہذا جب اس اصدق الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے سرسری طور پر نہیں بلکہ موکد بالقسم اعلان فرمایا ہے کہ

۱ والذی نفسی بیدہ ۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱ و ص ۳۳۶ ص ۲۹۶ ج ۱)

۲۔ اس طرح فرمایا والذی نفسی بیدہ لینزلن فیکم ابن مریم (صحیح مسلم ص ۸۷ ج ۱)

۳۔ فرمایا والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

۴۔ والذی نفسی بیدہ لیقتلہ ابن مریم بباب لد (مسند حمیدی حدیث نمبر ۸۲۴)

تو ایسے واضح ترین اور موکد بقسم فرمان میں خلاف واقعیت کیسے ممکن ہے؟ اور ہم اپنے اس عظیم الشان خاتم الانبیاء کے موکد ترین فرمان پر کیوں یقین نہ کریں۔ جبکہ بصورت عدم یقین ہمارا ایمان ہی جاتا رہتا ہے۔ ہمارے لئے بصورت انکار یا تردد خدائی فرمان موجود ہے۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما نیز فرمان الٰہی کہ ما کان لمومن و ولا مومنتہ اذا قضی اللّٰہورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرہ لہٰذا ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان خصوصا تاکیدی اور بالخصوص موکد بقسم و حلف فرمان پر پورا اور مکمل ترین یقین و اعتماد کریں ورنہ ہم نہ مسلم نہ مومن۔

نیز جناب مرزا صاحب بقلم خود تحریر فرما چکے ہیں کہ جو بات قسم کے ساتھ بیان کی جائے اس میں کوئی تاویل یا استثناء نہیں ہو سکتا ورنہ قسم کا کیا فائدہ دیکھئے ان کی مشہور کتاب (حمامتہ البشری ص ۱۴ حاشیہ خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ طبع ربوہ) نیز امت کے تمام اکابرین۔ مجددین۔ ملہمین اہل کشف و الہام وغیرہ سب نے اس حقیقت پر مہر تصدیق لگا دی ہے تو پھر ہم اسے کیوں حرز جان نہ بنائیں۔

ناظرین مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ حیات و نزول مسیحؑ کے عقیدہ کی اہمیت اور حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر یہ عقیدہ اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔ اور جناب مرزا صاحب کسی بھی قومی تواتر کو قابل تسلیم و حجت گردانتے ہیں (ازالہ) مثلاً گورو نانک کے چولہ کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۷ لاکھ افراد قوم اس کے نزول پر متفق ہے تو ہم کیسے اس سے انکار کر سکتے ہے۔ تو جب غیر مسلم صرف سترہ لاکھ افراد کا اتفاق و تواتر ناقابل تردید حقیقت ہے تو ادھر سوا ارب اہل اسلام کا تواتر قومی کیسے جھوٹا خیال ہو سکتا ہے؟ آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے؟

ناظرین کرام انہی حقائق کے پیش نظر جناب مرزا صاحب کے دل میں بھی چور تھا وہ بامر مجبوری اس حقیقت الامر کے مطابق اور اپنے مذموم مقاصد کے پیش نظر زبان سے تو انکار کرتے رہتے تھے مگر دل میں اس نظریہ کی اہمیت ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی اس لئے پہلے آپ نے وہ بات لکھدی جو اوپر تذکرہ الشہادتین کے حوالہ سے گزری مگر اس کے بعد اپنے آخری ایام میں اسی کھٹک کا واضح اظہار بھی فرما گئے جو سراسر پہلے بیان کے خلاف اور متضاد ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

> مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں وہ اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری مراد تھی اور اسکے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی میں اس درد کو ساتھ لے جاؤں گا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا میں کر نہیں سکا۔ اور میں اب جانتا ہوں کہ میں اس عزت اور اکرام کے لائق نہ تھا جو میرے خداوند نے میرے ساتھ معاملہ کیا جب مجھے اپنے اس نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں نہ آدمی اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ (تتمہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳)

ملاحظہ فرمایئے کہ خود مرزا صاحب اپنے مشن میں ناکامی کا اعتراف و اقرار کر رہے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جب آپ سے علتہ غائی ظہور پذیر نہیں ہو سکی تو بقول خود آپ جھوٹے ہیں اب آپ مرزا صاحب کے پہلے دعاوی کو ملاحظہ فرمائیں کہ میں مسیح موعود ہوں میں یہ کام سرانجام دوں گا جو مجھے نہ ماننے وہ ایسا ہے + اگر میں مسیح نہیں تو اصلی کو آسمان سے اتار لاؤ (ازالہ ص ۱۵۵) وغیرہ تو جب بقول خود آپ اپنی علت غائی پوری نہ کر سکے تو آپ کے پہلے تمام دعاوی کذب و افترا ثابت ہوئے نیز مندرج بالا تمام اقتباس پر پانی پھر گیا۔ قاضی صاحب مرزا صاحب اپنی حیثیت آخری ایام میں سمجھ گئے تھے اس لئے انہوں نے اپنی ناکامی کے اعلان کے تحت اپنے تمام دعاوی سے انحراف کر لیا اور ادھر آپ اور آپ کے ہمنوا آپ تک ان کی مسیحیت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں یہ تو وہی بات ہوئی کہ مدعی ست اور

گواہ چست۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کرے کہ آپ اس گمراہی کی دلدل سے نکل کر جلوہ اسلام پر گامزن ہو جائیں اے امت مرزائیہ ملحدین کی وساوس اور دسیسہ کاریوں سے دستبردار ہو کر جادہ حق و صواب پہ گامزن ہو جائیں تاکہ آپکا بھلا ہو اللھم وفقھا لما تحب و ترضی۔ (امین)

قادیانی بڑ
مسیح موعود کا بروزی نزول

قادیانیت چونکہ انگریز مکار کا خود کاشتہ پودا ہے لہٰذا اس کا طریقہ کار اور فطرت بھی انہی جیسی ہو گی۔ چونکہ انگریز کا فارمولہ یہ ہے کہ جھوٹ بڑے اعتماد اور دھڑے سے بار بار اتنا بولو۔ کہ لوگ خواہ مخواہ اسے حقیقت تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو جائیں۔ یہی وطیرہ قادیانیوں نے اپنایا ہوا ہے۔ مثلاً مسئلہ حیات و نزول مسیح جو کہ اہل اسلام کا قطعی الثبوت اور اجماعی نظریہ ہے آج تک ہر مفسر و محدث اور متکلم و فقیہ اور ہر فرد مسلم بالاتفاق اور بیک زبان و قلب یہی بیان کرتا چلا آتا ہے۔ مگر قادیانیوں نے ان نصوص قطعیہ میں باغوائے ابلیسی و نفس ایسے ایسے وسوسے اور مغالطے پیدا کئے کہ کئی ناقص العلم و الفطرت ان کے ہمنوا بن گئے مگر اصل حقیقت بصراحت کمال و تمام اپنی جگہ پر بحیثیت عقیدہ قائم و دائم ہے جسے ہر ایک سعید الفطرت اور راسخ الاعتقاد مسلمان حرز جان بنائے ہوئے ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں قاضی نذیر صاحب قادیانی بار بار اور قدم قدم پر ایک ہی راگ آلاپے جا رہے ہیں کہ وفات مسیح قطعی الثبوت مسئلہ ہے فلاں کتاب میں یوں لکھا ہے فلاں امام نے یوں لکھا ہے فلاں ملک کے علماء یوں کہتے ہیں فلاں ملک کے عیسائی یوں کہتے ہیں۔ جبکہ یہ سب کچھ محض فراڈ ہے وہ یوں کہ سلف صالحین میں سے تو ایک فرد بھی ان کا ہمنوا نہیں مل سکتا نہ آج تک ان کو مل ہی سکا ہے ہاں سلف صالحین سے کٹ کر کوئی اکاد کا زمانہ حال کا ماڈرن قسم کا مفسر یا سکالر یا صحافی ان کو میسر آ جائے تو ممکن ہے مگر ایسے فرد کی حیثیت جمیع اہل حق کے مقابلہ میں رتی بھر وقیع یا قابل توجہ نہیں ہو سکتی۔ پھر قادیانیوں نے جتنے بھی

افراد کے اپنے حق میں نام گنوائے ہیں کہ فلاں یہ لکھتا ہے فلاں یہ لکھتا ہے ان میں سے ۹۹ فیصد محض جھوٹ ہے محض ایک آدھ ہی ان کا ہمنوا نکل سکتا ہے وہ بھی سلف میں سے نہیں بلکہ خلف میں سے جن کی ذرہ برابر وقعت نہیں۔ لہٰذا اہل حق کا موقف ایک مضبوط چٹان کی طرف برابر قائم و دائم ہے یہ اور مخالف گروہ ہمیشہ بے سہارا اور بے قیام ہے اور رہے گا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مرزا غلام احمد کا وطیرہ اپناتے ہوئے وہی دجل و فریب اور کذب و افترا اختیار کر رکھا ہے۔ کہ ایک بات کو بار بار اور دہرا دہرا کر بیان کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ جیسا کہ مندرجہ بالا طویل بحث کے بعد اور سراسر ناکام ہونے کے باوجود آگے چل کر پھر عنوان قائم کر دیا۔ کہ

مسیح موعود کا بروزی نزول

پھر اس کے تحت لکھا کہ چونکہ از روئے قرآن مجید وفات مسیح بالصراحت ثابت ہو چکی ہے لہٰذا آمد مسیح سے مراد لازما بروزی طور پر ہی ہو سکتا ہے کہ امت محمدیہؐ کا ہی کوئی فرد مسیح کی طبیعت پر آئے گا اور وہی مہدی بھی ہو گا کیونکہ حدیث ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہی بات ہے کہ لا مہدی الا عیسٰی باقی مسیح والی تمام روایات باہم متعارض ہیں اور اسی طرح مہدی والی روایات مجروح و ضعیف ہیں سبحان اللہ۔ یہ ہے قادیانی نظریہ اور اس کا فلسفہ۔

جواباً" عرض ہے کہ

نزول مسیح کی آیات قرآنیہ قطعی الدلت ہیں جن سے آمد مسیح ثانیا روز روشن کی طرح ایک ثابت شدہ حقیقت واضح ہو چکی ہے جس کی صراحت و وضاحت تمام آئمہ ہدایت اور امت کے جملہ مجددین ملہمین نے فرما دی ہے چنانچہ اس کا اقرار و اظہار خود مرزا قادیانی بھی بارہا کر چکے ہیں۔ دیکھئے (ازالہ براہین شہادت القرآن وغیرہ) اسی طرح احادیث رسولؐ بھی تواترا" اسی نظریہ کو واضح کر رہی ہیں تو جب نصوص قرآن اور احادیث متواترہ ایک حقیقت پر متفق ہو جائیں تو حسب فرمان الٰہی ما کان لمومن ولا مومنتہ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا

ان یکون لهم الخیرہ کسی بھی سلیم الفطرت فرد مسلم کو ایسی حقیقت ثابتہ سے انکار یا انحراف یا شک و تردد کا تصور بھی کیسے ہو سکتا ہے؟ ورنہ ایمان باللہ و بالرسول کا مفہوم کیا رہ جاتا ہے؟ نیز پھر ان امور کا یقین و اعتماد کیسے رہ جائے گا جن کی تائید محض ایک آدھ حدیث رسولؐ سے ہو گی۔ بلکہ اس طرح تو تمام دین کا ہی معاملہ ابتر ہو جائے گا۔ لہٰذا جب قادیانیوں کی بنیاد (کہ قرآن سے وفات مسیح ہی منصوص ہے) ہی بے بنیاد ثابت ہو گئی تو ان کی بروزیت کی استواری کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ایک باطل پر دوسرے باطل کی استواری کا کیا مفہوم ہو گا؟

ایک مزید وضاحت

قادیانی کے علاوہ جس فرد مدعی علم و تحقیق نے اس مسئلہ کے متعلق کچھ اختلاف کیا ہے وہ صرف اسی حد تک منحصر ہے کہ مسیح کی حیات ثابت نہیں ہوتی لہٰذا آپ کی آمد ثانی نہ ہو گی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پھر وہ اس پر مزید کوئی نظریہ استوار نہیں کرتے کہ ہاں مسیح تو فوت ہو گئے لہٰذا اب ان کی جگہ فلاں صاحب مسیح موعود ہیں یا میں ہوں۔ اس کا ایک فرد بھی قائل نہیں بخلاف مرزائیوں کے کہ وہ اس بے حقیقت بنیاد پر اگلی بات کی استواری بھی کرتے ہیں۔ جو کہ ان کے جرم انکار اور انحراف عن الحق کو ڈبل کر دیتا ہے ایک اصل بات سے انحراف اور دوسرا جرم اس انحراف پر ایک دوسرے باطل نظریہ کی استواری۔ لہٰذا قادیانیوں کو لازم ہے کہ وہ تمام جہاں سے اپنا کوئی ایک ہی فرد اس طور پر پیش کریں کہ جو ان کا مکمل ہمنوا اور موافق ہو۔ دیدہ باید ورنہ اس بروزی چکر بازیوں سے پرہیز کریں۔ تاکہ امتہ میں الحاد و تشکیک کے جراثیم پیدا نہ ہوں۔

عجوبہ عجیبہ

اہل اسلام کے ہاں تو مہدی اور مسیح دو الگ الگ ہستیاں ہیں دو الگ الگ منصب ہیں چنانچہ احادیث مبارکہ میں دونوں کے کوائف و حالات علیحدہ علیحدہ باب اور عنوان کے تحت بیان کئے گئے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے

اسمائے گرامی بمع ولدیت۔ کارگردگی اور حلیہ وغیرہ الگ الگ بیان فرمادیئے ہیں مگر قادیانی لوگ بمع مرزا غلام احمد۔ احادیث مسیح کی تاویل کرتے ہیں اور احادیث مہدی کی تضعیف و انکار پر کمربستہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں لقب اور منصب ایک ہی فرد اور ہستی کے ہیں اور اسکی تائید میں دو مغالطہ آمیز روایات ضعیفہ بھی پیش کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ

جب آپ بوجہ ذاتی مجبوری کے عنوان مہدی کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ کوئی خونی مہدی نہیں آئے گا یہ تمام روایات محض بے اصل اور متناقض ہیں کیونکہ ان کو بخاری مسلم نے نقل نہیں کیا اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو ان کو لازما شیخین نقل کرتے حتی کہ بسا اوقات مرزا قادیانی حدیث مسلم کا بھی انکار کرجاتا ہے کہ اسے بخاری نے نقل نہیں کیا اس اصول پر ہم کہتے ہیں کہ بتایئے کہ تمہاری پیش کردہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ یا دوسری حدیث جو پیش کرتے ہو وہ بخاری شریف میں ہی ہے۔ اگر قابل اعتبار اور استناد کے لئے یہی ضابطہ ہے کہ جو حدیث بخاری مسلم میں مذکور ہو وہی درست ہے تو پھر تمہارا دعوی مجددیت بھی بالکل غلط قرار پائے گا اور دعوی مہدویت بھی۔ اور نہ ہی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ قابل توجہ ہوگی لہٰذا تمہیں ان دونون عنوانات سے دستبردار ہو جانا چاہیے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی باتیں محض "خوئے بدرا حجت ہزار کے" مطابق محض فرار عن الحق کا بہانہ ہے۔ حقیقت پسندی ہرگز مقصود نہیں۔ یہ صاحب تو بخاری کے باقاعدہ باب نزول عیسیٰ اور اس کی مستند احادیث سے بھی منحرف ہو کر کہہ دیتا ہے کہ بخاری بھی ایک لفظ امامکم منکم کہہ کر خاموش ہوگئے نیز وہ تو متوفیک ممیتک نقل کر رہے ہیں وہ کیسے حیات مسیح کے قائل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ تو ہمارے موافق ہیں۔ تو فرمایئے جو شخص اتنا ڈھیٹ اور خناس ہو اسے کسی بھی حقیقت کا قائل کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اسے تو صرف عزرائیل ہی آکر قائل کرے گا۔ جیسے فرعون ساری زندگی حق سے ٹکراتا رہا مگر جب گرفت

الٰہی کے تحت پہلی ہی ڈبکی لگی فوراً" آمنت" پڑھنے لگا۔ پس یہی اس کی جرات تھی۔ یہی حال مرزا قادیانی کا ہے کہ ساری زندگی حق سے ٹکرا ٹکرا کر جب عزرائیل کے شکنجہ میں آیا ہو گا تو لازما فرعون کی طرح اس نے بھی آمنت بحیات المسیح کا ورد شروع کر دیا ہو گا۔ مگر کیا فائدہ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

امام مہدی کے لئے ابن مریم کا نام بطور استعارہ

اس عنوان کے تحت قادیانی قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

امام رازی لکھتے ہیں کہ

اطلاق اسم الشیئی علی ما یشا بهه فی اکثر خواصه و صفاته جائز حسن (تفسیر کبیر) پھر مثال کے طور پر یہ آیت بھی پیش کی کہ آنحضورؐ کے بارہ میں وارد ہے کہ

قد انزل اللّٰہ علیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللّٰہمبینت لیخرج الذین امنوا من الظلمات الی النور (الطلاق)

> دیکھئے اس آیت میں آنحضرتؐ کے لئے لفظ نزول ذکر کیا گیا ہے جبکہ آپ اپنی والدہ محترمہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا لہٰذا بطور اجلال و اکرام آپ کے لئے لفظ نزول استعمال فرمایا۔ اسی طرح احادیث نبویہؐ میں حضرت عیسیٰ کے لئے لفظ نزول بھی اعزاز و اکرام کے لئے آیا ہے جب کہ وہ بحیثیت امام مہدی امت میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہونے والا تھا۔
> (تعلیمی پاکٹ بک ص ۱۳۲۔۱۳۳)

تجزیہ و تبصرہ

اس تمام اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ قاضی صاحب اس بات کے اثبات پر زور دے رہے ہیں کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہستی کا نام ہے اور حدیث میں لفظ نزول سے مراد ان کی آمد از آسمان نہیں بلکہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوں گے یہ

لفظ محض تعظیماً" و اکراماً" استعمال ہوا ہے لہٰذا ہمارا موقف واضح طور پر ثابت ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ کسی لفظ کے مجازی استعمال سے انکار نہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مجاز ہی مراد ہو۔ حقیقی استعمال جائز ہی نہ ہو۔ گویا مجاز و استعارہ کے تسلیم سے حقیقت سے انکار کیسے لازم آ جائے گا۔ پھر ہم یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے بارہ میں اتحاد کا نظریہ باطل ہے کیونکہ احادیث رسولؐ میں دونوں کا تذکرہ بالا ہتمام کمال علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے اور تمام اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ کہیں دو عنوانوں کو الگ الگ بمع تمام حالات کوائف کے بیان کیا گیا ہو مگر وہ دونوں فی تفسیر ایک ہی ہوں جیسے خدا رسولؐ کا تذکرہ۔ پیغمبر اور قرآن کا تذکرہ۔ دنیا اور آخرت کا تذکرہ۔ حق اور باطل کر تذکرہ۔ موت و حیات کا تذکرہ وغیرہ کوئی بھی مثال پیش کرنا ناممکن ہے کہ دو الگ الگ ذکر کردہ شدہ حقیقتوں کا متحد ہونا سمجھا گیا ہو۔

پھر جناب مرزا صاحب نے کسی لفظ میں تجوز یا استعارہ کے دخل کو ختم کرنے کے لئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ جس خبر پر قسم داخل ہو۔ یعنی جس بات کو قسم کھا کر بیان کیا گیا ہو۔ اس میں کوئی تاویل یا استثناء نہیں ہوتا۔ (حمامتہ البشریٰ ص ۱۴) لہٰذا اس اصول کے مطابق احادیث مسیح جن کو موکد بقسم (والذی نفسی بیدہ۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم اور والذی نفسی بیدہ لیقتلہ بباب لد وغیرہ) بیان فرمایا گیا ہے دیکھئے قاعدہ مذکورہ مرزا صاحب کی مشہور کتاب (حمامتہ البشریٰ ص ۱۴ خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ حاشیہ) نیز لکھا کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تحفہ گولڑایہ ص ۲۸)

۳۔ مشہور قاعدہ مسلمہ عنہ العلماء۔ لا استعارۃ فی الاعلام۔

کہ علم ذاتی میں استعارہ مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو تمام معاملہ عالم

درہم برہم ہو جائے گا۔ لہذا جب قرآن و حدیث میں حضرت مسیح کا علم ذاتی عیسیٰ بن مریم بار بار اور بتکرار وارد ہوا ہے تو اب تجوز یا استعارہ کی کہاں گنجائش رہ سکتی ہے؟ چنانچہ تاریخ اسلام کی چودہ صدیوں میں اربوں اہل اسلام میں سے کسی ایک نے بھی عیسیٰ بن مریم میں تجوز اور استعارہ کا تصور اور خیال تک نہیں کیا بلکہ تمام افراد امت اسے حقیقت پر ہی محمول کرتے رہے۔ کیونکہ النصوص تحمل علی ظوا ہرھا (ازالہ) بھی ایک امر برحق ہے۔

قادیانی امثلہ کی حقیقت

قاضی صاحب نے جو مثالیں برائے تجوز پیش کی ہیں وہ مسلم۔ مگر یہ کہاں کا ضابطہ اور اصول ہے کہ ایک جگہ پر تجوز یا استعارہ ثابت ہو جانے پر دوسری جگہ بھی مجاز اور استعارہ ہی مراد لیا جائے۔ پھر وہاں استعارہ اسمائے صفت میں مراد لیا گیا ہے نہ کہ اعلام ذاتیہ میں۔ جیسے لفظ رسول کو استعارۃ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور پھر رسول کو مجسم ذکر قرار دیکر لوازمات نزول کو استعمال کرنا کون سی ناقابل فہم بات ہے۔ اس لئے کہ ذکر ہمیشہ من جانب اللہ نازل ہی ہوا کرتا ہے وہ پیدا تو نہیں ہو گا۔ ایسے ہی ابو یوسف ابو حنیفہ کمال علم میں تطابق کی بنا پر استعمال ہوتا ہے ایسے ہی ابن ابی کبشہ کا مسئلہ ہے یہ سب علم ذاتی نہیں بلکہ کنیت وغیرہ ہیں جن میں استعارہ اور تجوز چل سکتا ہے؟ کیونکہ عیسیٰ علم ذات ہے لقب یا صفت نہیں دریں صورت امام رازی کا مقولہ اطلاق اسم الشیئی علی ما یشا بھہ فی اکثر خواصہ جائز حسن بالکل درست ہے جیسے کسی سخی کو حاتم طائی کہہ دیتے ہیں کسی ماہر اور حاذق حکیم کو بوعلی سینا یا ارسطو یا افلاطون لکھدیا جاتا ہے مگر یہ سب مثالیں معروف و مشہور ہیں ان کے متعلق کسی کے اتحاد ذات کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کی آمد ثانی کا تصور کیا گیا ہے۔ لہذا ایسی مثالوں میں اگر علم ذاتی بھی بطور کمال فی الفن استعمال کر لیا جائے تو بھی کوئی اشتباہ یا قباحت لازم نہیں آتی۔ بخلاف حضرت مسیح کے۔ کیونکہ ان کے متعلق نصوص قطعیہ کے تحت ایک مضبوط اور مہتمم بالشان نظریہ قائم ہے کہ وہی دوبارہ یعنی خاص مقاصد

کے تحت تشریف لاویں گے باقی اور افراد میں سے کسی بھی فرد کے متعلق ایسا کوئی عقیدہ نہیں دیا گیا۔ لہٰذا ان کی مثالیں مفید نہ ہوں گی۔ بلکہ فرمایئے مرزا صاحب کے الہام میں جو تذکرہ ہے کہ یا الشمس یا قمر انت منی وانا منک کیا اس میں شمس و قمر دونوں متحد بالذات ہیں؟ یا الگ الگ۔ اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی خاتم الانبیاء ﷺ کے معراج جسمانی کو مخدوش کرنے کے لئے مثالیں دینے لگے کہ معراج سے مراد محض کمال مرتبہ اور ترقی درجات مراد ہے۔ معراج جسمانی ہرگز مراد نہیں ہے۔ جیسے محاورہ میں۔ معراج کمال یا معراج ترقی کے الفاظ بولے جاتے ہیں تو یہ ہرگز قابل قبول نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ ایک مخصوص اور منفرد واقعہ ہے۔ جس کی تاریخ عالم میں کوئی دیگر مثال نہیں بلکہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ جس کو نصوص سے ہٹ کر دیگر امثلہ سے مخدوش یا موید نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا دیگر امثلہ پیش کر کے اس حقیقت کو ختم نہیں کیا جا سکتا یا کوئی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوہ کو عام محاوراتی مقولوں سے مخدوش نہیں کر سکتا بلکہ یہ تو ایک مخصوص اور طے شدہ حقیقت ہے جس کو کبھی بھی محاوراتی مثال سے مخدوش نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی نزول و حیات مسیح کا مسئلہ ایک مخصوص اور طے شدہ نظریہ ہے جس کو سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی صراحت اور وضاحت و تفاصیل سے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اس میں مجاز اور استعارہ کا خیال تک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو بقول حکیم نور دین ہر ملحد اور منافق تمام حقائق کو مسخ کر سکتا ہے۔ اور بقول متکلمین۔ حقائق الاشیاء ثابتہ کا ستیاناس ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر ایک مسلمہ ضابطہ ہے۔ کہ النصوص تحمل علی ظاہرھا۔ حتیٰ کہ خود مرزا صاحب بھی اس ضابطہ کو کئی جگہ تسلیم کرتے ہیں (انجام آتھم اور ازالہ وغیرہ) اسی بنا پر اگر ہم عقیدہ حیات و نزول میں کسی قسم کا بروز یا استعارہ مراد لیں تو مندرج بالا تمام حقائق کی خلاف ورزی لازم آتی ہے جو کہ بالکل ناقابل تسلیم ہے لہٰذا نظریہ اہل اسلام سو فیصد ظاہراً و باطناً ثابت ہو گیا۔ اس میں کسی قسم کی رخنہ اندازی اور وہم و شک محض سفسطہ اور زندقہ تو ہو سکتا ہے کسی قسم کی حقیقت پسندی یا اصول پسندی ہرگز

نہیں ہو سکتی فاللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بحرمت رحمتک العمیم وحبیبک الکریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ایک نکتہ

یہ ہے کہ بعض مفاہیم کلیہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے افراد فی الخارج ممتنع اور ناممکن ہوتے ہیں جیسے شریک باری۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتب منطق)

۲۔ کچھ مفہوم ایسے ہیں کہ جن کے افراد خارجی صرف ایک ہی پایا جاتا ہے مثلاً" الٰہ برحق (ذات باری تعالیٰ) یہ ایسا مفہوم ہے کہ جس کا کوئی فرد سوائے واحد کے ممتنع اور محال ہے۔

۳۔ بعض مفہوم کلی ایسے ہیں کہ خارج میں اس کی ایک ہی جزئی موجود ہو گی مع امکان دیگر۔ جیسے سورج۔ کہ خارج میں اس کا ایک ہی فرد ہے لیکن دیگر کا امکان ہے۔

۴۔ بعض مفہوم کلی کے افراد خارجیہ کثیر پائے جاتے ہیں مگر محدود۔ جیسے مفہوم سیارہ جو صرف سات ہیں۔ دوم مفہوم عنصر جو پہلے صرف چار تھے۔ اور اب ۱۰۹ تک پہنچے ہیں مگر لا تعداد نہیں ایسے ہی مرفوعات۔ منصوبات۔ مجرورات حروف تہجی شمسی قمری اسم کان و اخواتھا وغیرہ مع امکان دیگر وغیرہ۔

اب وہ مفہوم کلی جس کی خارج میں صرف ایک ہی جزئی پائی جاتی ہے۔ یہ بھی بکثرت ہیں جیسے مفہوم ختم نبوت معراج جسمانی۔ رفع و نزول مسیح وغیرہ تو اب ایسے مفاہیم کے بارہ میں ان کی جزئی موجود فی الخارج کی دیگر مثال کا طلب کرنا ایسا ہی ہو گا کہ جیسا کوئی اس سورج کے لئے دوسرے سورج کی نظیر کا مطالبہ کرے اسی اصول پر قادیانی دیگر منکرین رفع نزول مسیح کا یہ مطالبہ کہ رفع جسمانی کی کوئی اور نظیر و مثال پیش کرو پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ مطالبہ محض حماقت و جہالت ہو گا۔

قادیانیوں کے گھر کی مثال

قادیانی کہتے ہیں کہ
آنحضورؐ کے فیضان سے آپ کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں۔ مگر آیا اس وقت تک ایک ہی فرد یگانہ ہے یعنی مرزا صاحب تو اگرچہ ان کا یہ فلسفہ محض سفسطہ ہے مگر ہم ان کو مذکورہ سابقہ ضابطہ کے تحت پوچھ سکتے ہیں کہ اس مفہوم کی کوئی دوسری جزئی متحقق فی الخارج پیش کرو۔ تو وہ اس سلسلہ میں سوائے خاموشی کہ کچھ نہ کہیں گے۔

ایک قدم اور آگے

اسی طرح ہمارے اکابر کی تحریرات میں جو یہ کلام ملتا ہے کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو ینسخ شرعہ ہو ان تحریرات سے قادیانی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو آئمہ امت صرف اس نبی کی آمد سے انکار کرتے ہیں جو نئی شریعت لانے والا ہو تو معلوم ہوا کہ بلا شریعت کوئی نبی آ سکتا ہے لہٰذا ہمارے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت بھی ختم نبوت کے منافی نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی ناسخ شریعت ہونے کے مدعی نہیں۔
الجواب یہ ہے کہ یہ تمہارا سفسطہ اور مغالطہ ہے۔ اکابرین کے پیش نظر صرف نزول مسیح ہے آپ کے پیش نظر وہ یہ جملہ تحریر کرتے رہے ہیں۔ عام آمد کے وہ ہرگز قائل نہیں اور نہ ہی وہ نبوت کی تقسیم کے قائل ہیں۔ عیسیٰ علیہ اسلام چونکہ تشریف لانے والے ہیں بایں طور کہ وہ کوئی شریعت نہ لائیں گے بلکہ شریعت قرآن ہی کی ترویج و اشاعت فرمائیں گے۔ گو بظاہر کلام اکابر مفہوم کلی ہے مگر وہ اسی حقیقت کے قائل ہیں کہ خارج میں صرف ایک ہی جزئی (عیسیٰ) متحقق ہو گی جیسے دوسرے مفاہیم کی کلیت کا معاملہ ہے۔

مرزا صاحب کے متعلق ایک فیصلہ کن طریقہ

ناظرین کرام آپ نے قاضی صاحب کا آخری اقتباس بحوالہ مرزا قادیانی

سماعت فرمالیا کہ تین صدیوں تک قادیانی نظریات کی حقانیت خود بخود واضح ہو جائی گی۔ یا للعجب بندہ خادم آخری فیصلہ کن انداز میں ایک ہی گزارش کرتا ہے کہ آپ تمام قادیانی کتب حرفاً حرفاً پڑھ لیں آپ کو قدم قدم پر یہ بات ملے گی کہ مرزا صاحب نے یہی اعلان کیا یہی دعوی کیا کہ میں خاص مقاصد کی تکمیل کی لئے آیا ہوں مثلاً

اہل اسلام میں صحیح دینداری پیدا ہو جائے۔ اور صلیب پرستی معدوم ہو جائے اگرچہ اسکے علاوہ بھی ان کے کافی دعوی ہیں مگر یہ دو امر تو انہوں نے بطور خلاصہ کے پیش کئے ہیں چنانچہ اوپر یہ حوالہ مذکور ہو چکا ہے اب بحث کو سمیٹنے کے لئے مرزا کا آخری چیلنج بھی سماعت فرمایئے تاکہ اس کے بعد ان کی پوزیشن واضح ہو سکے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھئے کہ خدا کس کے ساتھ ہے مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔

اے لوگو تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخر تک میرے ساتھ وفا کرے گا اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدہ کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی ہرگز خدا تمہاری دعائیں نہ سنے گا اور نہیں کرے گا جب تک وہ اپنا کام پورا نہ کرلے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ اور خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کرلی جائے وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اس کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین

ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ پس کیونکہ میں حی وقیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا انی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا کیونکہ۔ میں نہ بے موسم آیا اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو۔ (اربعین ص ۱۵ ج ۳ خزائین ص ۴۰۰۔ ۴۰۱ ج ۱۷) یہ اعلان سب سے زیادہ واضح دو ٹوک اور پر زور ہے مگر اس کا نتیجہ ہاں فیصلہ کن نتیجہ کیا ہوا وہ ہم خود دلائل و قرائن سے نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کی زبان و قلم سے پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب اپنی آخری کتاب حقیقتہ الوحی میں نہایت صفائی سے لکھتے ہیں کہ

> مجھے افسوس ہے کہ میں اسکی راہ میں وہ اطاعت اور تقوی کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری مراد تھی اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی میں اس درد کو ساتھ لیجاؤں گا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا میں کر نہیں سکا جب مجھے اس نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں نہ آدمی۔ اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ (تتمہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳ ج ۲۲ طبع ربوہ و لندن)

محترم قاضی صاحب آپ کے اور آپ کے تمام اگلے پچھلے ہمنواؤں کی تمام جدو جہد۔ بھاگ دوڑ۔ شک و شبہات اور چلینجز اور مباحلات کا تمام سلسلہ مرزا صاحب نے خود ہی صاف کر دیا۔ لہذا تمام قادیانی یہی وظیفہ کیا کرو۔ کہ۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

نیز کوئی کام بھی مسیحا تیرا پورا نہ ہوا۔
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

بائبل اور نزول ایلیا

قادیانی بروز مسیح کی تائید میں نزول ایلیا کے حوالہ کو بہت اچھالتے ہیں جس کا تذکرہ یوں ہے۔ کہ

حسب تحریر سلاطین دوم ایلیا نبی رتھ سمیت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حسب تحریر ملاکی نبی دوبارہ نازل ہو گا۔

اس بنا پر یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح سے قبل ایلیا نبی آئے گا تو چونکہ ایلیا حسب خیال یہود نہیں آیا تھا لہٰذا یہود مسیح پر ایمان لانے سے رک گئے اس پر حضرت مسیح نے ۔یوحنا نبی کو ہی ایلیا قرار دیدیا متی ۱۱:۱۳ و ۱۴ قادیانی کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح نے نزول ایلیا کو حضرت یحیٰی جو کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے پیشگوئی کا مصداق قرار دیا اسی طرح احادیث میں مذکور نزول مسیح سے مراد بھی مسیح ناصری نہیں بلکہ ان جیسا کوئی دوسرا فرد ہو گا۔

اب ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ

قرآن و حدیث میں مذکور پیشگوئی درباره حضرت مسیح کی نزول ایلیا کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کیونکہ نزول مسیح کی پیشگوئی نہایت اہتمام و تاکید سے متواتر کی گئی ہے لہٰذا اس میں بروز اور مجاز کا دخل ناممکن ہے بخلاف آمد ایلیا کی پیشگوئی کے وہ نہایت مبہم اور غیر واضح ہے۔ احادیث میں حضرت مسیح کی تعریف اور جملہ حالات و کوائف اتنی وضاحت اور اہتمام سے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ایلیا کے حالات اس کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں۔ آپ صرف نزول مسیح کی مذکورہ تصریحات ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف آمد ایلیا کے متعلق الفاظ ملاحظہ کر کے موازنہ کر لیجئے جو یوں مذکور ہیں۔

یاد رکھو۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کر دے گا۔ (ملاکی)

ناظرین کرام۔ ایمانداری سے فیصلہ کیجئے کہ کیا دونوں پیشگوئیوں کی پوزیشن یکساں ہے؟ جیسے نزول مسیح کے متعلق ہمارے قرآن و حدیث میں بے شمار تصریحات ہیں کیا اسی کیفیت سے ایلیا کے متعلق بھی تصریحات مذکور ہیں؟

جب کہ استناد بائبل کا مسئلہ الگ محل نظر ہے

ہمارے ہاں نزول مسیحؑ کی ایک سو سے زائد واضح ترین اور معتبر احادیث و آثار موجود ہیں مگر ایلیا کے بارہ میں صرف ایک ہی غیر واضح اور مبہم سی عبارت ہے جو وہ بھی ان کے حالات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ کیفیت زمانہ یوحنا میں ثابت نہیں ہوتی کہ تمام یہود باہم اخوت و محبت کے رشتے میں مربوط ہوگئے ہوں۔ پھر خدا جانے وہ سلاطین والا ایلیا کون تھا اور یہ کون ہے؟ اور کہاں لکھا ہے کہ ایلیا مسیح سے قبل آئے گا کوئی وضاحت نہیں ہے۔ نیز خدا کے ہولناک دن کی آمد سے قبل نمایاں پیشن گوئی تو خاتم الانبیاء ﷺ کی ہے جس نے باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کیا تھا۔ اور تو کسی زمانہ میں ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ لہٰذا بائبل کی اس مبہم اور قرآن کی غیر مصدقہ پیشگوئی کو نزول مسیح کی پیشگوئی کے مشابہ قرار دینا محض جہالت اور نادانی ہے۔

اس بنا پر اس پیشگوئی کو اسی رسالہ "ملاکی" کے باب سوم سے تو جوڑا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد قبل از قیامت خاتم الانبیاء ﷺ کی آمد ہے جس نے تشریف لا کر ایک پر محبت اور عدل و انصاف سے بھرپور معاشرہ قائم فرمایا ماں، باپ، اولاد اور دیگر تمام افراد انسانی کے بنیادی حقوق متعین فرما کر ان کی ادائیگی کی موثر ترین تعلیم دی۔ جس سے پوری انسانیت باہمی ایثار و ہمدردی۔ اخوت و محبت کی دلکش فضا میں سانس لینے لگی۔ لہٰذا بائبل کی اس مختصر، غیر واضح اور مبہم پیشگوئی کو قرآن و حدیث کی واضح ترین۔ مفصل اور متواتر پیش گوئی کے مشابہ قرار دینا محض دجل و فریب اور حماقت ہے۔ جو کہ صرف قادیانی اور اس کی ذریت باطلہ کا ہی حصہ ہے۔ نیز وہ صرف غیر معتبر بائبل کا مسئلہ ہے اور اس کے مقابلہ میں رفع و نزول مسیح کا مسئلہ باوضاحت اناجیل میں بھی مذکور۔ قرآن میں مذکور۔ احادیث میں بھی مصرح پھر امت اس کو ایک اجماعی عقیدہ کے طور پر ابتدا ہی سے حرز جان

بنائے ہوئے ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے ہمنوا اور مسئلہ رفع و نزول مسیح کیساتھ جو قدم قدم پر نزول ایلیا کی مثال پیش کرتے ہیں اس کا ان کو کوئی حق نہیں کیونکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بلکہ دونوں میں کوئی مماثلت اور مطابقت ہی نہیں مثلاً"

۱۔ نزول مسیح کی پیشگوئی قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل سے مستحکم ہے جب کہ نزول ایلیا کی یہ کیفیت نہیں ملتی محض ایک ہی واقعہ ہے اور وہ بھی نہایت مبہم اور غیر واضح۔

۲۔ نزول مسیح کا مسئلہ خدا کی لاریب اور دائمی کتاب اور اللہ کے حبیب کریم ﷺ کے بے شمار ارشادات سے ثابت ہے جب کہ نزول ایلیا کا مسئلہ غیر یقینی اور غیر معتبر کتاب میں درج ہے جس کی صحت آج تک واضح نہیں ہو سکی لہذا دونوں نظیروں کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۳۔ نزول مسیح کی شہادت قرآن مجید میں بھی مذکور حدیث رسول میں بھی مذکور۔ بخلاف مسئلہ ایلیا کے ذکر سے قرآن و حدیث بالکل خاموش ہیں۔ لہذا اس کو نزول مسیح کے مسئلہ کی نظیر نہیں بنایا جا سکتا۔

۴۔ حیات و نزول مسیح علیہ السلام متعدد حکمتوں کے تحت ہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بخلاف مسئلہ نزول ایلیا کے اس کی حکمتیں۔ قرآن میں تو کجا رہا خود بائبل میں بھی مذکور نہیں۔ لہذا دونوں مسائل کو ہم مثل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۵۔ آخری بات ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض یہ بات یعنی نزول ایلیا والی مان بھی لیں تو ممکن ہے مگر اس کی تصدیق بمطابق ایک اولوالعزم اور مقدس نبی نے کی ہے کہ ایلیاہ یہی ہے۔ بخلاف اس کے مسیح کی آمد ثانی بھی یوحنا کی طرح ان کے مثیل کی صورت میں ہو گی۔ اس مثلیث پر بھی ویسی ہی مضبوط شہادت تو پیش کرو۔ کیا مسیح نے ایسا فرمایا کہ میری آمد ثانی بعینہ نہیں ہو گی بلکہ مثیل کی صورت میں ہو گی یا اس کی شہادت خود سرور عالم ﷺ نے دی ہے۔ ہرگز نہیں۔

قطعاً نہیں بلکہ اس بارہ میں تو دونوں مقدسوں نے نہایت اہتمام و تاکید سے بے شمار اور تفصیلی حالات و کوائف کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ تجوز اور استعارہ کا توہم بھی باقی نہ رہے۔ ملاحظہ فرمائیں شہادات مسیح اور ختم الانبیاء ﷺ دربارہ و نزول جسمانی مسیح۔ تو جب دونوں واقعات میں آسمان و زمین سے بھی نمایاں فرق ہے تو قادیانی مع اپنے ہمنوا دونوں کی موافقت کیوں ظاہر کرتے ہیں۔

نزول مسیح کی حقیقت

قاضی صاحب الحاد و زندقہ کے مختلف شگوفے چھوڑتے ہوئے پھر اپنی ہٹ پر آجاتے ہیں اور مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے مزید دجل و تحریف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

> ہم بتا چکے ہیں کہ نزول کا لفظ مجازاً" آنحضرت ﷺ کے لئے بطور اکرام استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئے خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ آسمانی یعنی خدائی فیصلے کے نتیجے میں ہی سب اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔
>
> مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں۔
>
> ۱ و من شیئی الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم۔ (الحجر)
>
> ۲ و ینزل لکم من السماء رزقا"۔
>
> ۳ انزل لکم من الانعام ثمانیته ازواج۔
>
> ۴ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا"یواری سواتکم وریشا۔
>
> ۵ انزلنا الحدید فیه باس شدید۔ (پاکٹ بک ص ۱۳۷ و ۱۳۸)

ملاحظہ فرمایئے کہ قاضی صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ ازروئے قرآن ہر چیز خدا کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے یا اس کے فیصلے کے مطابق ظہور کرتی ہے۔ لہٰذا نزول کا معنی صرف ظہور ہی ہے دیگر کچھ نہیں یہ بالکل تسلیم ہے مگر بقول شما

یہ مفہوم اور معنی مجازی ہے۔ جب کہ لفظ نزول کا حقیقی اور ماوضع لہ معنی اس سے الگ ہے جو یہی ہے کہ کسی چیز کا بعینہ اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے رفع اور صعود کا حقیقی معنی ہے کسی چیز کا نیچے سے اوپر کو چڑھنا یا چڑھانا جب کہ مجازاً" محض ترقی کے لئے بھی صعود اور رفع استعمال ہو سکتا ہے۔

پھر کسی لفظ کا استعمال دونوں معنوں میں بھی ہو سکتا ہے جس کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ اصالتاً" لفظ کا حقیقی معنی ہی مراد ہو گا مگر جب حقیقی معنی متعذر ہو یا مجازی معنی کے قرائن موجود ہوں تو وہاں معنی مجازی ہو گا۔ دیکھیے قاضی صاحب اس اقتباس میں خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے لفظ نزول مجاز برائے اکرام استعمال ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ لفظ نزول کا حقیقی معنی اور ہے اور وہ کسی چیز کا اوپر سے نیچے اترنا ہے۔ گویا معنی مجازی کا اظہار اس کے حقیقی معنی کا اعتراف بھی ہے۔

تو اب اس حقیقی معنی کا ترک کسی مضبوط بنیاد پر ہی ہو گا ورنہ معنی حقیقی سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ تو چونکہ حضرت مسیحؑ کے حق میں کلام رسول معظم ﷺ میں بیسیوں مرتبہ موکد بقسم لفظ نزول ہی وارد ہوا ہے اور پھر نزول کے بعد تمام اعمال و افعال بھی صراحتہ" مذکور ہیں لہٰذا اس کا حقیقی مفہوم ہی لینا پڑے گا مجازی کی طرف اقدام محض الحاد اور زندقہ ہی ہو گا۔ چنانچہ آج تک کسی بھی اہل زبان نے کسی مفسر و محدث اور مجدد و متکلم نے نزول مسیحؑ کے بارہ میں مجازی معنی مراد نہیں لیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں طائر یطیر بجناحیہ کی ترکیب قطع تجوز کے لئے بطور مثال پیش کی گئی ہے۔ (کتب بلاغت)

نیز بقول مرزا صاحب کسی خبر کا موکد بقسم ہونا اس کے تجوز کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔ لہٰذا لفظ نزول در حق مسیحؑ لازماً" حقیقی معنی میں لیا جائے گا۔ استعارہ یا مجاز کی رتی بھر گنجائش ممکن نہیں ہو گی۔

آخر ہمارے سلف صالحین۔ مفسرین۔ اہل اللغت۔ متکلمین۔ اصحاب معانی اپنے اپنے فن میں نہایت کامل افراد ہوئے ہیں ان کو اس مجاز کا پتہ نہ چلا؟

فرمایئے کسی ایک فرد نے بھی یہاں مجازی معنی لیا ہے؟ تو ہم تسلیم کے لئے

حاضر۔

آخر صاحب کشاف۔ لغتہ و محاورہ اور اصول نحو اور اصول فصاحت و بلاغت میں نہایت کامل تھے فرمایئے انہوں نے یہاں معنی حقیقی کیا ہے یا مجازی؟

امام رازی جیسا مجدد وقت۔ تفسیر۔ حدیث۔ لغتہ و محاورہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کا ماہر مجدد بھی یہاں مراد معنی حقیقی ہی لے رہا ہے تو پھر اس کے بعد ایک عام سے عجمی کو تعین لغتہ کا کیا حق ہے۔ کہ وہ از خود کسی لفظ کے معنی حقیقی یا مجازی کے بارہ میں لب کشائی کر سکے۔ پھر یہ تو ایسے ہی ہوا کہ کوئی بھی قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر گفتگو کرنے لگے تو اس کو اہل انصاف یہی کریں گے کہ بھئی جب اہل زبان از ابتدا تاہنوز اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے انگشت بد انداں ہیں تو تجھے کیا حق ہے کہ تو اس معاملہ میں لب کشائی کر رہا ہے۔ لہٰذا یہ ایک معقول اور ٹھوس برہان ہے کہ جب وہ آئمہ جو اس لفظ کو حقیقی معنی میں لے رہے ہیں تو ایک ایسے عجمی کی کیا پوزیشن ہے کہ جس کے کلام میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کا بھی لحاظ نہیں وہ از خود اس لفظ کے معنی میں لب کشائی کرتا پھرے اس کا یہ فعل محض جہالت و حماقت تو ہو سکتا ہے کوئی قابل توجہ حرکت ہر گز نہیں ہو سکتی۔

پھر چونکہ بعض کلیات فرد واحد میں منحصر ہوتی ہے تو ان کی مثالیں اور نظیریں تلاش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ مثلاً"

واقعہ معراج جسمانی صرف ایک ہی منفرد واقعہ ہے جو کہ صرف اور صرف خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ اب کوئی احمق کہنے لگے کہ میں تو تب مانوں گا کہ اس کی دس بیس اور مثالیں پیش کرو گے۔ تو فرمایئے ایسے الو کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

ایسے ہی واقعہ رفع و نزول بھی کائنات میں منفرد ہے۔ جو کہ حضرت مسیحؑ کے ساتھ متعلق ہے۔ اس کی دیگر مثالیں اور نظائر کا مطالبہ بھی اسی طرح محض حماقت یا جہالت ہے جس طرح واقعہ معراج کی امثلہ اور نظائر کا مطالبہ۔ ایسے ہی خلق آدم و حواء کی نظیر کا مطالبہ بھی محض حماقت و جہالت ہی ہو گا۔

ایک عجوبہ

حضرات اسی سطح پر بقول مرزا قادیانی کہ وہ ایک عجوبہ ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں ہی صرف اتباع نبویؐ سے مستفیض ہو کر مقام نبوت پر فائز ہوا ہوں۔ اور کوئی فرد یہ مقام حاصل نہیں کر سکا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ میں تو اس وقت مرزا کو مانوں گا کہ جب وہ اپنے جیسے سو پچاس مزید ظلی نبی بھی ثابت کرے تو بتلایئے قاضی صاحب تمہارا رد عمل کیا ہو گا؟

الحاصل۔ لفظ نزول کا استعمال مجازی تسلیم ہے۔ مگر اس سے حقیقت کے انکار کا کیا مطلب ہے؟ تمہاری پیش کردہ آیات میں واقعی معنی مجازی ہے جو تم نے خود تسلیم کیا ہے مگر اس سے درحق مسیح لفظ نزول کے حقیقی معنی سے انحراف کی کیا وجہ ہے؟

جب کہ تمام آئمہ ہدی اور آئمہ فن نے اس لفظ کو حقیقی معنی میں ہی لیا ہے تمام محدثین مفسرین۔ مجددین ملہمین اور اصحاب کشف اس لفظ کے حقیقی معنی پر ہی متفق ہے لہٰذا ان سے انحراف الحاد و زندقہ ہی ہو گا بنا بریں اہل اسلام کا نظریہ (نزول جسمانی) برحق اور قادیانی اور قادیانیوں اور ان کے تمام ہمنواؤں کا نظریہ محض سفسطہ اور باطل ہے۔

باقی جو آیات آپ نے نزول کے معنی کے حق میں پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام شروع سے آئمہ ہدی کے سامنے تھیں ان کو حقیقت اور مجاز کا بھی خوب علم تھا مگر پھر بھی انہوں نے ہر ایک آیت کو معنی مراوی پر موقوف رکھا جہاں مجاز ہے وہاں مجاز ہی بتلایا اور جہاں حقیقی مفہوم ہے وہاں حقیقت ہی کا اظہار فرمایا چنانچہ ان تمام آئمہ ہدایت و عرفان نے حضرت مسیح کے بارہ میں لفظ نزول کو حقیقت ہی پر موقوف رکھا کسی ایک نے بھی مجاز مراد نہیں لیا۔ لہٰذا اب اس متواتر مسلسل اجماع اور اتفاق سے انحراف و انکار اتباع غیر سبیل المومنین ہی ہو گا جس کا انجام نولہ ماتولی ونصلہ جھنم ہے فقط۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے بعد قاضی صاحب بھی پہلے قدموں پر آکر لکھتے ہیں کہ

کسی صحیح حدیث میں عیسیٰ بن مریمؑ کے لئے نزول کے ساتھ سماء کا لفظ موجود نہیں لیکن اگر سماء کا لفظ مذکور ہوتا بھی تب بھی اس سے مراد ابن مریم کا اصالتاً" آنا نہ لیا جاتا۔ کیونکہ عیسیٰ کی وفات نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے جو اس بات کے لئے قرینہ حالیہ ہے کہ وہ اصالتاً" نازل نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فیمسک التی قضی علیھا الموت (زمر) کہ جس روح کو موت کے ذریعے قبض کر لیا جائے اسے خدا روکے رکھتا ہے۔ پس وہ مسیح جس کا آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ ایک رنگ میں آسمان سے ہی آیا ہے۔ (پاکٹ بک ص ۱۳۹)

یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ کہ یہ مسئلہ رفع و نزول مسیح تمام افراد امت عوام و خواص کے عقیدہ میں آسمان سے ہی متعلق ہے جس کا اقرار و اعتراف خود مرزا صاحب نے بھی بارہا کیا ہے چنانچہ جملہ اسلامی تفاسیر اور کتب حدیث و کتب کلامیہ اس پر شاہد عدل ہیں باقی رہا آسمان کا لفظ صراحتاً" ہونا۔ تو وہ بھی پچھلے صفحات میں نقل کر چکا ہوں لہٰذا دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں۔ باقی دربارہ توفی اور عدم رجوع کے لئے ھوالذی یتوفکم باللیل ہی آپ کو کافی ہے اس کے باوجود قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر سماء کا لفظ ہو بھی تو بھی اس سے مراد اصالتاً" نہیں ہے۔ آخر کیوں؟ کہ تمام شرائط و موجبات ہم پوری کر دیں پھر بھی نتیجہ سے انکار۔ یہ کونسی شرافت ہے؟ باقی تمہارا یہ عذر کہ ان کا نزول اصالتاً" نہیں ہو سکتا کیونکہ نصوص قرآنیہ اس کے حق میں ہیں۔

تو یہ ایک من گھڑت بات ہے جو تم مدت سے راگ الاپ رہے ہو۔ امت مسلمہ کا نظریہ بالکل دو ٹوک انداز میں رفع و نزول جسمانی کے رنگ ہی میں ہے تمام متعلقہ آیات الٰہیہ کی تفسیر و تشریح مجددین امت نے جسمانی طور پر ہی فرمائی ہے کسی ایک نے بھی مجازی یا روحانی انداز میں آمد قطعاً" مراد نہیں لی۔ ہزار ہا

کتب حدیث، تفسیر وغیرہ آئمہ نے شائع کی ہیں کسی ایک سلف صالح سے ہی اپنے نظریہ کی تائید پیش کر دیں۔ صرف زبانی شور و غوغا سے کیا بنتا ہے۔

ابن مریم کے استعارہ کے لئے قرینہ لفظیہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

ابن مریم کے بروزی نزول کے متعلق وفات مسیح کے حالیہ قرینہ کی موجودگی کے علاوہ احادیث نبویہ میں قرینتہ لفظیہ بھی موجود ہے جو امامکم منکم اور فامکم منکم اور عیسیٰ بن مریم اماما" مھدیا کے الفاظ ہیں اور پھر طبرانی کی روایت کے یہ الفاظ کہ الا انہ خلیفتی فی امتی۔ کہ وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہے۔

ان سب حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ مسیح موعود امت محمدیہ کا امام اور نبی کریم ﷺ کا خلیفہ ہو گا۔ لیکن ہو گا امت سے باہر سے نہیں آئے گا۔ کیونکہ آیت استخلاف میں یہ وعدہ ہے کہ اس امت کے آئمہ و خلفاء امت میں سے ہی ہوں گے البتہ وہ اس امت سے پہلے گزرے ہوئے خلفاء سے مشابہ ہوں گے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تو کوئی خلیفہ آسکتا ہے خود حضرت عیسیٰؑ کا اصالتا" نزول آیت استخلاف کے رو سے محال اور ممتنع ہے کیونکہ اس سے مشبہ اور شبہ بہ کا عین ہونا لازم ہے جو کہ محال ہے۔ (پاکٹ بک ص ۴۰)

تجزیہ اقتباس

اس طویل اقتباس میں قاضی صاحب نے کئی مغالطہ آمیز امور بیان کر دیئے ہیں۔

۱۔ ان کا دعویٰ۔ کہ نزول مسیح سے مراد ان کا اصالتا" نزول نہیں بلکہ بطور بروز

کے آمد ہے پھر اس کی تائید میں کئی قرائن بطور دلائل کے بیان کئے مثلاً"

۱۔ قرآن مجید میں وفات مسیحؑ کی صراحت

۲۔ احادیث رسول ﷺ جن میں لفظ اما مکم منکم۔ فامکم منکم۔ اور ان کو اماما" مھدیا۔ فرمانا وغیرہ۔

۳۔ روایت طبرانی کے الفاظ الا انہ خلیفتی فی امتی۔

۴۔ آیت استخلاف سے تعارض۔

یہ تمام امور مسیحؑ کی اصالتاً" آمد کے منافی ہیں ان کے ہاں گویا یہ نزول بروزی کے ٹھوس دلائل ہیں۔

تبصرہ

(۱) صراحت قرآن برائے وفات مسیحؑ

اس کی حقیقت سابقہ صفحات میں آپ بصراحت و وضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قرآن مجید تو آپ کی حیات اور رفع و نزول جسمانی کا مدعی ہے جس کا اظہار و اعتراف تمام اصحاب رسول ﷺ اور جمیع آئمہ دین متواترا" فرماتے چلے آرہے ہیں حتی کہ خود مرزا صاحب بھی ابتداء میں بحوالہ آیت قرآنی اس کے قائل اور داعی تھے کما مرحتی کہ اپنی آخری کتاب براہین پنجم خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱ میں بھی اعتراف کیا کہ قرآن مجید کی کئی آیات مسیحؑ کے بارہ میں بطور پیشگوئی کے موجود تھیں۔ لہذا قاضی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو دعوی وفات مسیحؑ بحوالہ قرآن محض کذب و افتراء ہے اور ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق ہے۔

۲۔ احادیث رسول ﷺ کے الفاظ اما مکم منکم۔ فامکم منکم وغیرہ قرینہ لفظیہ درحق نزول بروز محض دجل و فریب ہے اس لئے کہ

یہ تمام احادیث ابتدا ہی سے آئمہ حدیث اور مجددین امت کے سامنے تھیں انکی تشریح و تفہیم بھی سینکڑوں کتب اسلامیہ میں ہو چکی۔ بڑے بڑے اکابرین امت۔ مجددین ملت۔ ان احادیث کو پڑھتے اور سمجھاتے آرہے ہیں۔ تمام مفسرین کرام ابن عباس ؓ سے لے کر خاندان ولی اللہ الٰہی تک۔ ابن جریر۔ علامہ

یعنی امام سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ جیسے مسلمہ مجددین ملہمین کرام سب نے ان احادیث پر مفصل کلام فرمایا ہے مگر کسی ایک نے بھی وہ مفہوم مراد نہیں لیا جو یہ قادیانی پیش کر رہے ہیں حالانکہ بقول مرزا صاحب دین کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود اور شائع ہوتا رہا ہے۔ اور سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادت ماننی ہی پڑتی ہیں۔ تو جب سب نے بیک زبان و قلب وہی عقیدہ یعنی مسیحؑ کا نزول اصالتاً" ہی مراد لیا ہے اور اسی کو مسلسل اور نہایت اہتمام سے شائع اور رائج کرتے آرہے ہیں حتیٰ کہ کسی ایک نے بھی اس اجماع و اتفاق سے تفرد اختیار نہیں فرمایا تو ایسے اکابرین امت کی شہادت سے انحراف و انکار کہاں کی معقولیت اور شرافت ہوگی آسان فیصلہ یہ ہے کہ

تمام آئمہ ہدی کی کتب تفاسیر و احادیث۔ اور عقائد و کلام بالفعل سامنے رکھ کر فیصلہ کر لیجیے کہ ان لوگوں نے تمام احادیث رسول کو بمع تمہاری ان پیش کردہ روایات کے سب کو ملحوظ رکھ کر کیا متفقہ فیصلہ فرمایا ہے۔ ہم بشرح صدر اعلان کرتے ہیں کہ ان سلف صالحین میں سے اگر دو فی صد بھی تمہارے حق میں گواہی دیدی تو ہم اپنی شکست تسلیم کریں گے۔ ورنہ تمہیں اپنے اختراعی نظریات سے دستبردار ہوکر امت مسلمہ میں شامل ہو جانا ہوگا۔ آؤ میدان عمل میں۔ هل من مبارز

۳۔ روایت طبرانی کے الفاظ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ

الا انه خلیفتی فی امتی۔ کا مفہوم یہی تو ہے کہ حضرت مسیحؑ جو کہ لتومنن به ولتنصرنه کے پابند ہیں لہذا وہ اصالتاً" آکر اصلاح امت کا فریضہ ادا کریں گے۔

قاضی صاحب آپ نے تو اصالتاً" آمد کے خلاف طبرانی کی روایت پیش کی ہے مگر ہم آپ کے سامنے اس مسئلہ میں نص قرآنی پیش کر رہے ہیں۔ دیکھیے ۸۱:۳ کہ اللہ تعالی نے تمام انبیاء کرامؑ سے خاتم الانبیاء ﷺ کے حق میں ایمان و نصرت کا وعدہ لیا ہے۔ جس کا عادتاً" ہر ایک کو پورا کرنا تو مشکل تھا لہذا اللہ کریم نے ان کے آخری فرد کو اس عہد کے اصالتاً" نبھانے کا موقعہ فراہم فرما دیا ہے تا کہ باقی سب کی نیابت اور وکالت بھی ہو جائے۔ بالفرض اگر سابقہ انبیاء کرامؑ میں

سے کوئی ایک فرد بھی اصالتاً" اس میثاق کو پورا نہ کرتا تو پھر یہ میثاق ہی معاذاللہ لغو اور فضول ٹھہرتا۔ جو کہ شان خداوندی کے منافی ہے۔ لہٰذا اس نے جملہ گزشتہ انبیاءؑ کے آخر فرد کو یہ موقعہ فراہم فرمایا کہ وہ بنفس نفیس آکر ان کی طرف سے نیابتہ" اور اپنی طرف سے اصالتاً" ولتنصرنہ کا فریضہ پورا فرمائیں اور مسئلہ نیابتہ" و وکالت بایں انداز ایک معروف اور معقول مسئلہ ہے۔ لہٰذا انه خلیفتی فی امتی ہمارے موافق ہے نہ کہ قادیانیوں کے حق میں۔ اس لئے کہ بقول مرزا صاحب بھی تمام بنی نوع انسان بمع جمیع انبیاء ورسلؑ آپ کی امت میں شامل ہیں۔ دیکھیے ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۳۳ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱ اور ازالہ وغیرہ۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی اسی آیت (۳:۸۱) کو دلیل بنا کر یہ نظریہ ثابت کر رہے ہیں نیز آپ اس آیت ایمان بالرسل کا لازم ہونا بھی ثابت کر رہے ہیں۔ (حقیقتہ الوحی ص ۱۳۰) لہٰذا قاضی صاحب کا اس روایت کو پیش کر کے محض مسیح موعود کا امت میں پیدا ہونے پر استدلال محض بے کار ہے۔

اماماً" مھدیا سے استدلال

اس لفظ سے مسیح کو امام مہدی قرار دینا محض جہالت ہے کیونکہ یہاں یہ لفظ لغتہ اور بطور صفت استعمال کیا گیا ہے جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا۔ الھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ۔ تو کیا قادیانی یا کوئی ان کا ہمنوا حضرت امیرؓ کو بھی مسیح موعود تسلیم کرلے گا؟ بلکہ اس سے بھی اوپر خلفائے راشدین کو مھدیین فرمایا ہے تو کیا انکے متعلق بھی کبھی کچھ فرمانے کی جرات کریں گے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ کے متعلق بھی ہادیا" مہدیا کی صفت مذکور ہے مسلم ج ۲ ص ۲۹۷ نیز بخاری ص ۴۳۳ ج ۱ و ص ۹۳۸ ج ۲ نیز حضرت علی کو بھی ہادی مہدی فرمایا (مشکوۃ ص ۵۶۷ بحوالہ مسند احمد)

اسی طرح خود مرزا صاحب نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل مہدی کہا ہے تو کیا اس سے نامزد امام مہدی کا انکار درست ہو گا۔ ہرگز نہیں۔ تو جیسے کوئی قادیانی لفظ مہدیا سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب کو نامزد اور بطور لقب مہدی ماننے کو

تیار نہیں ہو گا بلکہ لغتہ" ہی مہدی مانیں گے اس طرح ہم حضرت مسیح کے متعلق آمدہ الفاظ اماما مہدیا کو بھی بطور صفت ہی لیں گے نہ کہ بطور لقب کے۔ بلکہ اس طرح تو ہر نبی اور راستباز فرد امام مہدی کہلا سکتا ہے بات تو بطور لقب کے امام مہدی کے بارہ میں چل رہی ہے اور وہ وہی ہوں گے جن کے متعلق صادق و امین خاتم الانبیاء ﷺ نے نام و صفات بیان فرما کر تفصیلاً" شناخت کرا دی کہ اس نام و صفات اور لقب والا امام مہدیؑ آخر زمانہ میں آئے گا۔ ورنہ ویسے تو ہر صحابیؓ ہر مجدد و ملہم مہدی ہی ہے۔ جیسے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایسے ہادی و مہدی آتے رہے۔ فرمایا (وجعلنا منھم ائمتہ یھدون بامرنا وغیرہ آیات) لہٰذا یہ صفاتی مہدیوں کا ذکر ہے اور ہمارے سامنے زیر بحث لقبی امام مہدی ہیں۔ فافہم ولا تکن من الھالکین

آیت استخلاف سے تعارض

قاضی صاحب کا استدلال یہ ہے۔ کہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ۔ یعنی صحابہ کرامؓ سے اور تمام امت سمیت یہ وعدہ فرمایا کہ جیسے سابقہ امتوں میں سے اہل حق کو خلافت ارضی سے نوازا جاتا رہا اسی طرح اے امت محمدؐ تم میں سے بھی اہل ایمان اور صالح کردار والوں کو خلافت ارضی سے نوازا جائے گا۔ تو چونکہ یہ وعدہ استخلاف صرف افراد امت سے ہے لہٰذا مسیح اصالتاً" آکر کیسے حکمرانی کریں گے۔ یہ تو محکم کے خلاف اور متعارض ہے تو جواب یوں ہے۔ کہ

اس آیت کا مصداق بمطابق سیاق آیت صرف خلفائے راشدین ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ کا تذکرہ ہے جس کے تمام متعلقات اسی آیت میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور خود خاتم الانبیاء ﷺ نے واضح فرما دیا کہ میرے بعد پہلے خلافۃ علی منہاج النبوۃ ہو گی پھر ملک عضوض وغیرہ۔

اب اس خلافت کے متعلقات ملاحظہ فرمائیے

۱۔ ان خلفاء کرام کے زمانہ میں استحکام دین نہایت اعلیٰ درجہ پر ہو گا چنانچہ باوجود

بکثرت و مختلف فتنوں کے ظہور کے عہد صدیقؓ ہی میں ہر طرف امن و امان اور خدا کی اطاعت کلی طور پر جلوہ گر ہو گئی اور یہ فتنے صرف ۷۵ دنوں کی قلیل سی مدت میں بالکل کافور ہو گئے۔

۲۔ فتنوں کے باعث خوف و ہراس کے بعد امن کامل کی فضا قائم کر دی جائے گی۔ یہ نقشہ بھی عہد صدیقؓ اور فاروقیؓ میں مشاہدہ میں آگیا۔

۳۔ یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا کے تحت ہر طرف عبودیت الٰہی کے جلوے ظہور پذیر ہو گئے۔ کہ جن کی مثال آسمان و زمین نے کبھی بھی مشاہدہ نہ کی تھی۔ شرک و کفر تمام جزیرۃ العرب سے (جو کہ اس کا مرکز بن چکا تھا) بالکل نابود ہو گیا اور جس طرف بھی یہ قدسی جماعت رخ کرتی کفر و شرک کے اندھیرے کافور ہوتے گئے۔ ہر طرف توحید خالص کا نور پھیل گیا تو ان صفات والی خلافت ہی اس آیت کا مصداق ہے جو کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کہلاتی ہے۔ ایسا نمونہ تاریخ عالم میں نہ کبھی پہلے نظر آیا اور نہ ہی بعد میں۔ تو یہ ایک مخصوص خلافت ہے۔ عام نہیں لہٰذا نزول مسیحؑ اس آیت سے متعارض نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی اور آیت استخلاف کا مصداق

ناظرین کرام مرزائیت تضاد و تناقض کا شاہکار ہے۔ ان کی ہر بات اور نظریہ باہمی تصادم اور تناقض کا شکار رہے۔ ذاتی طور پر بھی اور افرادی طور پر بھی یعنی مرزا غلام احمد سے لے کر آخر تک تقریباً" تمام افراد قادیانیت کے بیانات اور تحریرات تناقض و تصادم کا شکار ہیں بالخصوص ان کا پیشرو جناب مرزا صاحب تو پیکر تصادم و تضاد ہے جیسے کہ بندہ خادم ہر موقعہ پر ان کی یہ کیفیت واضح کرتا رہتا ہے۔

مرزا صاحب کی عادت یہ ہے کہ حسب موقعہ اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہیں اور دوسرے موقعہ پر اس کے خلاف اظہار کر دیتے ہیں مثلاً" مرزا صاحب کی تحریرات دربارہ دعوی نبوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہر پہلو اور ہر انداز سے اس نے یہ دعوی کیا ہے مگر جب کوئی الگ بحث ہوتی ہے پھر سرے سے اس

نظریہ کا مکمل طور پر انکار کر جاتے ہیں۔ جیسے آتھم کے مقابلہ میں صاف انکار کرتے ہیں کہ

میرا دعوی نہ خدائی کا ہے اور نہ اقتدار کا اور میں ایک مسلمان آدمی ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کرتا ہوں اور قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے اس موجودہ نجات کا مدعی ہوں میرا نبوت کا کوئی دعوی نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوی کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ والوں کا تبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامت ہے۔ (جنگ مقدس ص ۶۷)

ایک طرف یہ اقتباس دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دوسری تحریرات دیکھیے جن میں صراحتاً" دعوی نبوت کیا گیا ہے بلکہ دعوی نبوت سے انکار کرنے والوں کو غلط کار کہا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ایسے ہی بے شمار مقامات پر اھدنا الصراط المستقیم سے حصول نبوت کا استخراج کرتے ہیں مگر ایک موقعہ پر (آئینہ ص ۶۱۲) صرف ان کی مصاحبت کا اختیار کرنا مراد لیتے ہیں۔ ایسے ہی آپ کے پیرو کاروں کی حالت ہے وہ صرف اپنی من مرضی اور اختراع سے ایک نظریہ پیش کر دیں گے جس میں اپنے مرزا صاحب کی تحریرات کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے جس طرح اس تحریر میں میں نے کئی جگہ اس کی صراحت کی ہے ایسے ہی اس آیت استخلاف کا مسئلہ ہے کہ جناب قاضی صاحب اس وعدہ استخلاف کو عام قرار دے کر نزول مسیح سے متصادم قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ جناب قادیانی صاحب بالوضاحت والصراحت اسے خلفاء اربعہ پر منحصر بلکہ اس کا اولین اور کامل ترین مصداق صدیق اکبرؓ کو قرار دیتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں تمام علامات اور حالات صدیق اکبرؓ کے دور میں علی وجہ الاتم پائے جاتے ہیں اور وہی اس کے مصداق ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

فاعلموا یا اولی الالباب والفضل اللباب ان اللہ قد وعد

فی ھذہ الآیات للمسلمین والمسلمات انہ لیستخلفن بعض المومنین منھم فضلا ورحما" ویبدلنھم من بعد خوفھم امنا فھذاالامر لا نجد مصداقہ علی وجہ اتم واکمل الا خلافۃ الصدیق فان وقتہ خلافۃ کان وقت الخوف والمصائب سر الخلافۃ (ص ۱۵ خزائن ص ۳۳۴ ج ۸)

پھر لکھا کہ

فالحاصل ان ھذہ الآیات کلھا مخبرۃ عن خلافتہ الصدیق ولیس لہامحمل آخر فانظر علی وجہ التحقیق واخش اللہ ولا تکن من المتعصبین۔

ثم قال

ولا شک ان مصداق ھذا النباء لیس الا ابوبکر و زمانہ فلا تنکر۔ سر الخلافہ (ص ۱۷ مندرج خزائن ص ۳۳۶ ج ۸)

ملاحظہ فرمایئے کہ نظریہ حق کے مطابق خود مرزا صاحب بھی آیت استخلاف کا مصداق کلی خلافت صدیق اکبرؓ کو قرار دیتے ہیں۔ اس میں عموم قطعاً" نہیں کہ پھر نزول مسیح سے متصادم ہو اب قاضی صاحب کو لازم تھا کہ وہ عموم آیت کا نظریہ پیش کرنے سے قبل اپنے پیشوا کی یہ مشہور کتاب سرالخلافۃ ہی دیکھ لیتے تا کہ پھر ان کو خفت اور ندامت نہ اٹھانا پڑتی۔ تو بات یہی ہے کہ یہ آیت خلافت علی منہاج النبوۃ کے بارہ میں ہے اس میں عموم نہیں بالفرض اگر عموم تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی آمد مسیح اس کے متعارض نہ ہو گی کیونکہ اس کی دلیل مستقل طور پر علیحدہ موجود ہے۔ جب کہ تمہاری آمد سے قبل بھی فتنہ صلیب زور پر تھا۔ حین حیات بھی ترقی پذیر ہی رہا اور بعد میں تو حد ہی ہو گئی برخلاف اس خلافۃ حقہ کہ اس کا زمانہ سراسر خیر ہی خیر تھا۔ علاوہ ازیں احادیث میں خلافت کے مزید درجات اور دور بھی مذکور ہیں پھر امر مسیح تو بے شمار نصوص میں واضح فرمایا گیا ہے۔

۲۔ نیز اگر اس کا دائرہ وسیع بھی کر لیا جائے تو پھر بھی تعارض نہیں لازم آتا

کیونکہ تمام انبیائے سابقینؑ اس امت کے شمار میں ہیں لہٰذا ان میں سے کسی کو خلافت ارضی میسر آجانے سے آیت سے تعارض لازم نہ آئے گا۔(خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱)

۳۔ بالفرض اگر خلافت کو قادیانی نظریہ کے مطابق عام بھی رکھا جائے تو عموم خصوص سے متعارض نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کی خلافت دیگر دلائل سے بالصراحت ثابت ہے لہٰذا عموم خلافت سے یہ جزئی مستثنیٰ ہوگی بالخصوص جب کہ یہ جزئی مدلل بدلائل قاطعہ بھی ہے۔

۴۔ بالفرض اگر ہم حضرت مسیحؑ کی آمد کو بوجہ تعارض کے تسلیم نہ بھی کریں تو بھی قادیانیوں کو کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس آیت میں خلافت فی الارض کا ذکر ہے جو کہ قادیانیوں کے اس جعلی خلیفہ کو ایک منٹ بلکہ سیکنڈ کے لئے بھی میسر نہ آئی لہٰذا قادیانیوں کو اس بحث میں الجھنے کا کیا فائدہ؟ یہ مسئلہ خالصتاً قادیانیت سے الگ اور امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ اس میں کوئی ٹانگ نہیں اڑا سکتا نہ رافضی نہ مرزائی۔ کیونکہ رافضیوں کے آئمہ معصومین کو بھی خلافت فی الارض میسر نہ ہوئی اور قادیانیوں کے اس لال بجھکر کو بھی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ تو اپنی برادری اور محلہ کا سر پنچ بھی نہ بن سکا۔ دریں صورت آمد مسیح حقانی کسی بھی صورت میں آیت استخلاف کے معارض نہیں۔

۵۔ جس ذات برحق نے آیت استخلاف نازل فرمائی خود اسی نے آمد مسیحؑ کی بھی اطلاع دی ہے اور پھر اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی بیسیوں ارشادات میں خلافت علی منہاج النبوہ قائم ہونے کی خبردے کر خود ہی اسی تاکید و تکرار کے ساتھ نزول مسیحؑ کی بھی اطلاع دی ہے لہٰذا ایک فرد مسلم کے ذہن میں دونوں اطلاعات کی الگ الگ حقانیت ہی راسخ ہوگی۔ دونوں میں تعارض کا وہم بھی نہیں آسکتا۔

قادیانی ترکش کا آخری تیر
(دعویٰ اجماع بہ حیات مسیح باطل ہے)

ناظرین کرام یہ قادیانی ترکش کا آخری اور نہایت کمزور تیر ہے جسے قاضی صاحب نے نہایت چابکدستی اور زور سے چلا کر اپنا ترکش خالی کر لیا ہے۔
اس عنوان کے تحت قاضی صاحب رقمطراز ہیں کہ

اوپر کی بحث سے یہ ثابت ہو چکا ہے (محض اپنے گمان میں نہ کہ حقیقت میں۔ ناقل) کہ مسیح کی حیات اور وفات کے متعلق دو خیال مسلمانوں میں موجود رہے ہیں (بالکل غلط) اس سے ظاہر ہے کہ حیات مسیح کے عقیدہ پر امت میں کبھی بھی اجماع نہیں ہوا البتہ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وفات مسیح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے پس وفات مسیح کے عقیدہ کو ہی اجماعی دلیل ہونے کا حق حاصل ہے۔

اسی طرح نزول مسیح بن مریمؑ کے بارہ میں بھی دو خیال کے مسلمان موجود رہے ہیں ایک گروہ آپ کے اصالتاً" نزول کا قائل رہا اور دوسرا بروزی صورت کا قائل۔ لہٰذا حضرت مسیح کے اصالتاً" آسمان سے نازل ہونے پر بھی اجماع ثابت نہیں۔ لہٰذا مفسرین کے جو اقوال اس بارہ میں منفردانہ حیثیت کے ہیں وہ حجت اور دلیل نہیں بن سکتے ماسوا اس کے فقہ حنفیہ کی رو سے آئندہ ہونے والے امور کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کے کسی خاص معنیٰ اور مفہوم پر اجماع نہیں ہو سکتا چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ

اما فی المستقبلات کاشراط الساعة وامور الآخرہ فلا (اجماع) عند الحنفیہ لان الغیب لا مدخل فیہ للاجتہاد

(پاکٹ بک ص ۱۴۱)

یہ اقتباس محض قادیانی جہالت کا شہکار ہے کیونکہ اس اقتباس میں امور اجتہادیہ میں اجماع کا تذکرہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اشراط الساعۃ اجتہادی نہیں بلکہ منقول عن المعصوم بحد التواتر ہیں لہٰذا ہماری اس بحث کا اس اقتباس سے کوئی ربط

نہیں ہے۔ آپ خود مسلم الثبوت باب الاجماع نکال کر دیکھ لیں جو کہ بالفعل بندہ خادم کے پاس موجود ہے۔

پہلی بات۔ یہ ہے کہ بندہ خادم نے قادیانی اجماع علی وفاۃ المسیح کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ کہ اس عالم کون و مکان میں کوئی ایسا اجماع منعقد نہیں ہوا جسے مرزا قادیانی اوراس کی ذریت باطلہ بار بار پیش کر کے الحاد و تشکیک کی فضا قائم کرنا چاہتی ہے اس لئے کہ خطبہ صدیقیؓ کے ماحول میں حیات و وفات مسیح زیر بحث ہی نہ تھی بلکہ اس موقعہ پر سید دو عالم ﷺ کی وفات زیر بحث تھی جسے بذریعہ اثبات عدم منافاۃ بین الرسالہ والموت مبرہن کر دیا گیا لہذا بطور عموم کے رسالت اور موت کے مابین عدم منافاۃ ثابت ہو گئی اس طرح بطور استغراق کے جمیع انبیاء کی موت ثابت نہیں ہو گی کیونکہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے بالخصوص جب کہ وہ امر جزئی ثابت بدلائل مستقلہ بھی ہو۔

پھر عام اصولی بات عرض کی تھی کہ اس موقعہ پر وفاۃ مسیحؑ پر اجماع کیسا وہاں تو اس بات کا تذکرہ بھی نہ ہوا تھا۔ بالفرض اگر اجماع کا انعقاد تسلیم بھی کر لیں تو اس کی نقل متواتر پیش کریں۔ جس طرح دوسرے مسائل ثابت باجماع الصحابہؓ بلکہ عام مسائل بھی نقل مسلسل سے امتہ کے سامنے ہیں جس کی مثالیں گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہیں۔ تو جب قادیانی ایک فرد امت سے بھی نقل اجماع ثابت نہیں کر سکتے تو پھر قاضی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی اس گپ کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے ہم اپنے موقف کے متعلق نقل اجماع پیش کرتے ہیں

۱۔ امام ابن عطیہ مالکی لکھتے ہیں کہ

قال ابن عطیہ واجمعیت الامنہ علی تضمنہ الحدیث المتواتر ان عیسی علیہ السلام فی السماء حی وانہ ینزل فی آخرالزمان۔ (البحر المحیطہ ص ۴۷۳ ج ۲)

۲۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

قال القاضی ھذہ الاحادیث التی ذکرھا مسلم وغیرہ فی قصتہ الدجال فی صحنہ وجودہ۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء حق کائن۔ (الفقہ الاکبر مع شرحہ لعلی القاری ص ۱۳۵ وشرح ابی المنتھی ص ۳۳ مطبوعہ ۱۹۱۰ء)

۴۔ امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ونومن بخروج الدجال و نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام من السماء۔ (العقیدہ الطحاویہ)

۵ قال العیاض المالکی۔ نزول عیسٰی علیہ السلام وقتلہ الدجال حق و صحیح عند اہل السنتہ لاحادیث الصحیتہ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع مایبطلہ فوجب اثباتہ وانکر ذالک بعض المعتزلہ والجہمیتہ ومن وافقہم۔ (شرح النووی علی المسلم ص ۴۷۳ ج ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

۶۔ امام اہل سنت والجماعت الشیخ ابوالحسن الاشعریؒ فرماتے ہیں

واجمعت الامتہ علی ان اللہ تعالٰی عزوجل رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء۔ (کتاب الابانتہ عن اصول الدیانہ ص ۴۶)

۷۔ علامہ تفتازانی (سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی المتوفی ۷۹۳ء اپنی مختصر فی الکلام میں لکھتے ہیں کہ

وقدوردت الاحادیث الصحیحته فی ظہور امام من ولد فاطمته الزہرا الی قولہ وفی نزول عیسیٰ۔ وایضاً" (شرح المقاصد ص ۳۰۷ و ۳۰۸ طبع دار المعارف کریم پارک لاہور)

علم کلام کی مشہور کتاب المسائرہ مع شرح المسامرہ للشیخ کمال الدین میں ہے۔

واشراط الساعتہ من خروج الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام کل منہا حق وردت بہ النصوص الصریحہ الصحیحتہ (ص ۲۳۶ و ۲۴۳ ج ۲)

امام عبدالحکیم سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں کہ

ونزولہ الیٰ الارض واستقرارہ علیہا قد ثبت یا حادیث صحیحہ بحیثیت لم یبق فیہ شبہہ ولم یختلف فیہ احد۔ (عبدالحکیم علی الخیالی ص ۱۳۲)

۱۰۔ علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن سلیمان السفارینی المتوفی ص ۱۱۸۸) فرماتے ہیں کہ

واما الاجماع۔ فقد اجمعت الامۃ علی نزولہ لم یخالف فیہ احد من اہل الشریعتہ انما انکر ذالک الفلاسفہ والملاحدۃ ممن لا یعتد بخلافہ وقد انعقد اجماع الامتہ علی انہ ینزل ویحکم بہذہ الشریعۃ المحمدیۃ ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ من السماء وان کانت نبوتہ قائمتہ بہ وہو متصف بہا شرح عقیدہ سفارینی ص ۹۰ ج ۲

۱۱۔ مشہور عارف باللہ رئیس الصوفیاء الشیخ الاکبر محی الدین

المتوفی ۶۳۸ھ فرماتے ہیں کہ

فانہ لاخلاف انہ ینزل فی آخر الزمان حکما عدلا بشرعنا لابشرع آخر ولا بشرعہ الذی تعبد اللہ بہ بنی اسرائیل۔ (فتوحات مکیہ الجزء الثانی الباب الثالث والسمیعون ۷۳ ص ۳ طبع مصر قدیمی الموجود فی مکتبتہ المجلس ببلدہ ملتان)

۱۲۔ علامہ ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶) لکھتے ہیں

واما من قال ان اللہ عزوجل ھو فلان لانسان بعینہ او ان اللہ یحل فی جسم من اجسام الخلق او ان بعد محمد ﷺ نبیا" غیر عیسی بن مریم علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحتہ قیام الحجتہ بکل ھذا علی کل احد۔ (الملل والنحل ص ۱۳۹ ج ۲ طبع مصر)

۱۳۔ امام الشیخ عبدالوھاب بن احمد بن علی الشعرانی المتوفی ۹۷۳ لکھتے ہیں کہ

فقد ثبت نزولہ علیہ السلام بالکتاب والسنتہ و زعمت النصاری ان ناسوتہ صلب ولا ھوتہ رفع والحق انہ رفع بجسدہ الی السماء والایمان بذالک واجب (قال اللہ منہ بل رفعہ اللہ الیہ الیواقیت والجوابر ص ۱۳۶ ج ۲ طبع مصر)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

واما نفی نزولہ عیسی علیہ السلام ونفی النبوہ عنہ کلا

ھما کفر۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۹ ج ۲) ونقل فی الدجال انه یقتله

یقتله عیسیٰ ویثبت اللہ الذین آمنو ھذا مذھب اہل السنته وجمیع المحدثین واالفقہاء والنظار۔ (شرح مسلم ص ۳۹۹ ج ۲)

۱۵۔ امام ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

واجمعت الامته علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخرالزمان ص ۴۷۳ ج ۲ تفسیر البحرالحمیط۔

شرح عقائد نسفی میں ہے

۱۶ ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء عندالمناره البیضاء فی شرقی دمشق حق۔ (ص ۱۴۴)

۱۷۔ امام ابی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ونزوله وقتله الدجال حق عند اہل الحق لکثرة الاثار والصحیحه الواردة بذالک ولم یرو ما یعارضها۔ (شرح مسلم لابی تحت حدیث ص ۲۷۶ ج ۷)

۱۸۔ شیخ الاسلام کمال الدین صاحب مسامرہ کا بیان

واشراط الساعته من خروج الدجال و نزول عیسیٰ بن مریم علیه الصلوۃ والسلام من السماء (حق وردت به النصوص الصریحته الصحیحه ص ۲۹۴)

شیخ حسن قسطی الدمشقی فرماتے ہیں

العلامة الثالثة ان ینزل من السماء السید المسیح عیسی بن مریمؑ فنزوله ثابت فی الکتاب والسنته واجماع الامته (از مختصر لوامع الانوار البهیه)

ناظرین کرام مندرجہ بالا حوالجات میں اس مسئلہ (حیات و نزول مسیحؑ جسمانی) کو اجماعی اور متواتر فرمایا گیا ہے۔ ویسے مطلق ذکر حیات و نزول میں تو سینکڑوں حوالہ جات فراہم ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب "حضرت عیسیٰؑ کی حیات و نزول کا عقیدہ اکابرین امت کی نظر میں" میں بصراحت سینکڑوں حوالجات درج فرما کر منکرین حیات پر اتمام حجت کر دی ہے۔ لیکن لفظ اجماع کے ساتھ بندہ حقیر کو اتنے ہی فراہم ہو سکے ہیں۔
نوٹ! اس سے قبل استدلال الصحیح فی حیات المسیح نامی کتاب میں بھی فاضل مولف نے ۱۸۷ حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ ہم نے تو حیات و نزول کے بارہ میں اجماع امت نقل کر دیا ہے اگر تم بھی اپنے اس نظریہ میں حق پر ہو کہ پہلا اجماع وفات مسیحؑ پر ہوا ہے تو کوئی ایک آدھ حوالہ کسی معتبر مفسر یا محدث کا نقل فرما کر منہ مانگا انعام پایئے ورنہ روز روز کی کذب بیانی سے توبہ کر لیجئے۔ امت مسلمہ میں الحاد و تشکیک کے جراثیم پھیلانے سے باز آجایئے۔

قادیانی قاضی صاحب کی دوسری گپ۔ کہ

حیات مسیحؑ کے بارہ میں مسلمانوں کے دو نظریئے ہیں۔
تو یہ سو فیصد کذب بیانی ہے سابقہ صفحات اس پر شاہد عدل ہیں۔ کما مرانفا۔

قاضی صاحب کی تیسری گپ

بعض مفسرین کے منفردانہ اقوال۔

اس سے بڑھ کر کوئی کذب و افتراء ممکن نہیں ہے آپ صفحات سابقہ پر تمام تفاصیل ملاحظہ فرما کر قادیانیت پر تین حرف بھیج سکتے ہیں۔ آخر میں قاضی

صاحب نے اپنے پیرو مرشد کی ندا ایک لاف اور گپ نقل کرتے ہیں۔

کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض ایک جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ ہیں تمام مریں گے اور کوئی بھی مسیح کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا پھر ان کی اولاد بھی مرے گی پھر ان کی اولاد بھی مرے گی مگر کوئی مسیح کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ تب خدا ان لوگوں کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ صلیب کا دور تو گزر گیا۔ دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا اب تک نہیں اترا تو پھر دانشمند لوگ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور تیسری صدی کے ختم سے پہلے پہلے تمام مسلمان اور عیسائی نزول مسیح سے نا امید ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو ترک کر دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں اس نظریہ کی تخم ریزی کے لئے آیا ہوں۔ اب یہ تخم بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ (پاکٹ بک ص ۱۴۳ بحوالہ تذکرہ الشہادتین)

تبصرہ

یہ اقتباس محض دجل و فریب کا پلندہ ہے اس میں رتی بھر حقیقت نہیں ہے چنانچہ جملہ اولی کہ نزول مسیح من السماء محض جھوٹا خیال ہے۔ محض کفر و الحاد کا مرقع ہے بھلا جس نظریہ کو اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ متعدد قسموں سے مزین فرما کر بار بار بیان فرما دیں اس کو جھوٹا کہنا اور محض خیال کہنا کسی انسان کا کام ہے؟ جس نظریہ کی ترجمانی ایک صد احادیث رسولؐ میں ہو اور ہزارہا کتب تفسیر و حدیث اور عقائد و تصوف میں ہو اور وہ امت مسلمہ کا متواتر اور اجماعی نظریہ ہو اسے جھوٹا خیال کہنے والا کوئی صحیح الدماغ انسان ہو سکتا ہے؟ تمام محدثین و مفسرین مجددین اور اولیاء کرام فقہاء و متکلمین اور اہل اللغۃ والادب اسی عقیدہ پر ہوں تو

پھر اس نظریہ حق کو جھوٹ کہنے والا کوئی شریف انسان ہو سکتا ہے؟

پھر اگلی خرافات کہ نسلوں کی نسلیں مرکھپ جائیں گی مگر مسیح کو اترتے نہ دیکھیں گے کتنی بری بڑ اور لاف ہے۔ اور پھر اس انسانی ڈھانچے کے منہ سے کہ جو اپنی کسی بات میں بھی سچا نہ نکلا جیسے بکرو ۔شب کی گپ میں جھوٹا نکلا۔ محمدی بیگم کے نکاح میں جھوٹا نکلا۔ پانچویں بیٹے کی پیشگوئی میں کذاب نکلا۔ مخالفین بالخصوص بٹالوی صاحب کے مطیع ہو جانے میں کذاب نکلا۔ مکہ و مدینہ کے درمیان ریلوے چلنے کی گپ میں صاف جھوٹا نکلا۔ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ کی پیشگوئی میں صریح کذاب ثابت ہوا۔ کسر صلیب کی پیشگوئی میں اعلیٰ درجہ کا مفتری ثابت ہوا۔ فرمایئے اگر ایسا ہی انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے موکد بقسم فرمان کے مقابلہ میں تقول کرے کہ وہ نہیں اترے گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اندھیر ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر کوئی باطل الحاد اور زندقہ و کفر ممکن ہے۔ العیاذ باللہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ الف الف مرۃ

جس انسانی ڈھانچے کی ایک بات بھی سچ نہ نکلی وہ اس ہستی کے فرمان کو خلاف واقع اور جھوٹا خیال قرار دے جس کی ایک بات بھی کبھی خلاف واقع ثابت نہ ہو سکی جس کی صداقت و امانت اور حق گوئی پر کٹر سے کٹر کافر اور مخالف بھی یقین رکھتے تھے بھلا جس حقیقت کو ایسی مجسم صدق و صفا ہستی اقدس موکد بحلف کر کے بیان فرما دے وہ ۔تخلف پذیر ہو سکتی ہے؟ فرمایئے ایسی ہستی کی اطلاع کو جسے تمام امت حرز جان بنائے ہوئے ہو۔ جھوٹا خیال قرار دینا کسی شریف انسان کو زیب دیتا ہے؟ الا لعنتہ اللہ علی الکاذبین والمفترین الف الف لعنۃ

پھر جناب مرزا صاحب کی حماقت دیکھیے کہ ساری زندگی یہ راگ الاپتا رہا کہ میں مسیح موعود ہوں جو صلیب پرستی کو ختم کرنے اور تقوی کی فضا قائم کرنے آیا ہوں جب تک یہ امور ظہور پذیر نہ ہوں اور میں مرجاؤں تو سمجھو کہ میں جھوٹا ہوں مگر یہ مرگیا نوے سال بھی بیت گئے مگر اسی فضا کا قیام تو کجا۔ کہیں دور دور اس کی بھنک نہیں آرہی بلکہ دن بدن الٹی فضا ہی ظہور پذیر ہو رہی ہے چونکہ یہ ظالم انسان اپنے کذب پر یقین رکھتا تھا اس لئے یہاں کہہ رہا ہے کہ یہ کام تین

صدیاں گزرنے سے پیشتر پورا ہو جائے گا۔

دیکھیے کتنا عظیم فریب ہے۔ دجل ہے۔ دھوکہ ہے۔ کہ بالفعل کا اعلان کرنے والا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہی حق غالب اور باطل مغلوب ہو جائے گا اب تین صدیوں کا چکر دے رہا ہے۔ کتنا بڑا دجل و فریب ہے بھلا جو تمہاری تحریرات اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں حق غالب آجائے گا۔ اسلام کا غلبہ کاملہ ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ وہ غلبہ اب کدھر چلا گیا؟ اصل بات کہہ دے کہ میں جھوٹا تھا مفتری تھا دجال تھا۔ لہٰذا میرے خرافات کو تنور میں پھینک کر اسی مسیح برحق کے منتظر رہو۔ جس کا وعدہ سچے خدا اور اصدق الخلق محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے جس میں کچھ بھی تخلف نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ مرزا صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ نبی اپنے مشن کی تکمیل کر کے ہی دنیا سے جاتا ہے دیکھیے (حمامتہ البشریٰ ص ۴۹ خزائن ص ۲۴۳ ج ۷)

مگر نبی برحق مسیحؑ کے متعلق لکھ دیا کہ

مسیح تو انجیل کو ناقص ہی چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے (براہین ص ۳۶۱)

اور مسیح حقانی کے نزول ثانی کے متعلق لکھا کہ

چونکہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے لہٰذا وحدت اقوامی کا مرحلہ آخر تک ملتوی کر دیا۔ کیونکہ بصورت ظاہر آپ کے زمانہ میں دلیل بن جاتی کہ آپ کا زمانہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کامل تکمیل کو زمانہ محمدی کے آخر پر خاتم الخلفاء کے زمانہ پر موقوف رکھا کہ آپؐ زمانہ محمدی کے سر پر ہیں اور مسیح موعود آخر پر اور ضرور تھا کہ سلسلہ دنیا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدۃ قومی کی خدمت اسی نائب النبوۃ کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین

الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

اس آیت کے متعلق تمام متقدمین متفق ہیں کہ یہ غلبہ کاملہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور پذیر ہو گا۔ (چشمہ معرفت ۸۳ خزائن ص ۹۱ ج ۲۳)

اسی طرح جناب والا نے براہین احمدیہ ص ۴۹۹ پر بھی یہی حقیقت بتائی ہے نیز ص ۵۰۵ پر بھی۔ اور پھر اپنا معیار صداقت مندرجہ ذیل مقرر کیا کہ

کہ میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ سچے مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا ان کو بھول جائے۔ (اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

نیز لکھا کہ عیسائی مذہب کا استیصال ہو جائے گا اخبار الحکم ص ۲۱ جلد ۸ ص ۲ کالم ۳۔

حدیث نے مسیح موعود کی پہلی نشانی یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہو جائے گی۔ (انجام آتھم ص ۴۷)

یہی مضمون مزید کئی کتب و رسائل میں ہے۔ مثلاً" ایام الصلح ص ۱۳۶ خزائن ص ۳۸۰ ج ۱۴ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰ خزائن ص ۱۱۹ ج ۱۷ اعجاز المسیح ص ۸۳ ایام الصلح ص ۲۲ ح خزائن ص ۴۳۶ ج ۱۴ رپورٹ جلسہ قادیان ص ۵۹ ۱۸۹۷ء تقریر مرزا بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۳۴ و ۱۳۵

ناظرین کرام جناب مرزا صاحب حین حیات قدم قدم پر بڑکیں مار رہے ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میرے ہی ہاتھوں میں اسلام کا غلبہ کاملہ ہو جائے گا۔ تمام ملتیں مٹ کر وحدت اقوامی قائم ہو جائے گی۔ میرے آنے کی علت غائی یہی ہے اگر یہ پوری نہ ہو تو سمجھو کہ میں جھوٹا ہوں۔ مگر پھر احساس ہوا کہ میں تو وہ مسیح نہیں ہو جس نے یہ کام کرنا ہے تو آہستہ آہستہ اپنی علت غائی کو اپنے پیرو کاروں سے کھرچنے لگا کہ اس غلبہ کی تکمیل تین صدیوں تک ہو گی۔ بتلایئے کیا یہی حقانیت ہے؟ کیا مرزا صاحب کے پہلے اور یہ آخری اعلانات متفق ہیں؟ ہرگز نہیں اصل حقیقت یہی نکلی کہ نہ یہ مسیح اور نہ اس کی آمد مفید عالم ہوئی۔ بلکہ

مرزا صاحب یہ اعلان کرتے آنجہانی ہو گئے۔

کوئی بھی کام مسیحا پورا نہ ہوا

نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

لہٰذا اب ہم اس اعلان کے حقدار ہیں۔ کہ الا لعنته الله علی الظالمین۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین ثم آمین۔

قال الله تعالےٰ

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ ○ (۶ : ۱۲۱)

وقال النبی علیہ السلام

عن عمرؓ قال انّہ سیأتی ناس یجادلونکم بشبہات القراٰن فخذوھم بالسنن ۔ (دارمی ص۷۴۱)

مسئلہ

رفع نزول مسیح علیہ السلام

کامل

اس حصہ میں مرزا غلام احمد کادیانی کی اپنے نظریہ وفات پر پیش کردہ تیس آیات کا جدید انداز میں مسکت اور علمی جواب پیش کیا گیا ہے۔

جس کے مطالعہ سے انشاء اللہ مرزا کادیانی کے جمیع باطل اور لغو استدلات کی حقیقت الم نشرح ہو جائے گی اور اس کے تمام مکر و فریب۔ کذب و افتراء اور جہالت و حماقت ہر شخص پر آشکارا ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز۔

از قلم:

احقرالناس عبداللطیف مسعود خادمِ ختمِ نبوت ڈسکہ

فہرست حصہ دوم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ وکونو مع الصادقین

اخوۃ الاسلام۔ یہ بات اظہر من الشمس اور سو فیصد سے بھی بڑھکر ثابت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اور اس کے پیرو کار دشمن اسلام لابیوں کے آلہ کار اور ان کے مخلص فدا کار ہیں ان کا دین و مذہب یا کسی بھی حقیقت کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اس ملحد لابی نے بظاہر جو چند مسائل اور نظریات (ختم نبوت اور مسئلہ رفع و نزول مسیح وغیرہ) کو اپنایا ہوا ہے یہ محض اک آڑ اور بہانہ ہے ورنہ درحقیقت ان کا قلبی طور پر ان مسائل یا دیگر کسی بھی مذہبی حقیقت سے ذرہ بھر دلچسپی نہیں ہے مرزا غلام احمد کے دعوی ہائے مجددیت مہدویت۔ محدثیت۔ مسیحیت اور نبوت نیز الہام و وحی اور کشف و نشانات محض اپنی اصل پوزیشن سے توجہ ہٹانے کے لئے اختیار کیے گئے ہیں۔ یا ان کو پر کشش اور قابل توجہ بنانے کے لئے اپنایا گیا ہے۔

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب خود وضاحت کرتے ہیں کہ

میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الہی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا ملاحظہ فرمائیے ان کی کتاب براہین احمدیہ ص ۵۳ ج ۵ خزائن ص ۶۸ ج ۲۱۔

ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب کس اخلاص اور راستبازی سے اپنی اصل پوزیشن واضح کر رہے ہیں کہ میرا ایک مشن ہے۔ ایک دعوت ہے۔ ایک ہدف اور مقصد ہے جس کی تکمیل کے لئے مجھے ان امور کے اظہار اور دعوے کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب وہ اصل دعوت اور مشن کیا ہے وہ بھی کوئی راز نہیں ہے بلکہ اس کو بھی مرزا صاحب نے کھل کر ایک دفعہ نہیں بلکہ قدم قدم پر واضح فرما دیا ہے وہ ہے۔

مسلمانوں کو دین سے بالکل ہٹا کر یا ضعیف العقیدہ بنا کر تاج برطانیہ کے ماتحت کر دینا۔ مسلمان اپنے کلچر اور کردار و عمل سے لاتعلق ہو کر تاج برطانیہ کے

غلام بے دام بن جائیں یہ اس پوزیشن میں آجائیں جس کے لئے لارڈ مکالے نے ہندوستانی نظام تعلیم رائج کیا تھا۔ پھر چونکہ مسلمانوں کے جذبہ ملی کو ختم کرنے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ غیرت و حمیت اور جذبہ جہاد تھا جو ہر دشمن اسلام کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے لہٰذا اس کو ختم یا بے اثر کرنے کے لئے قادیانی صاحب کو جو بھی ذریعہ یا بہانہ ہاتھ آیا وہ اس نے ضرور استعمال کیا۔ چونکہ حدیث رسولؐ میں مذکور تھا کہ مسیح آکر جہاد موقوف کر دیں گے جزیہ ختم کر دیں گے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آکر تمام مخالف اسلام قوتوں کو بذریعہ جہاد و قتال مغلوب کر لیں گے تو پھر نہ رہے مخالف اور نہ رہے گی ضرورت جہاد۔ کیونکہ ہر عمل ایک ضرورت کے تحت اختیار کیا جاتا ہے تو جب بوجہ مغلوبی کفار و مخالفین میدان کارزار ہی ٹھنڈا پڑ گیا تو جہاد کا کیا موقعہ رہا؟ اور پھر جزیہ تو کفار سے ہوتا ہے تو جب کفار ہی نہ رہے تو جزیہ کس سے لیا جائے گا لہٰذا مسیح اس انداز سے جہاد و جزیہ کو موقوف کردیں گے گویا یہ عدم سبب کی بنا پر از خود موقوف ہو جائے گا مگر مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت کر کے اس فرمان نبویؐ کا یہ مفہوم ظاہر کیا کہ مسیح بلا جہاد کئے محض اپنے حکم سے ان مسائل کی موقوفی کا اعلان کر دیں گے اس ضرورت کی بنا پر مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت کیا۔ پھر مہدی ہونے کا الگ دعویٰ نہ کیا کیونکہ اس عنوان سے اس کے آقائے نعمت انگریز بہادر اس سے تھوڑی دیر قبل مہدی سوڈانی سے کافی پریشانی اٹھا چکے تھے لہٰذا اس نے اس عنوان کو تو باقی رکھا مگر بصورت ادغام و اتحاد۔ کہ لا مہدی الا عیسیٰ حدیث میں آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے مجددیت اور محدثیت کا دعویٰ بھی کر دیا کیونکہ اس کی بھی گنجائش تھی نیز اس کے بعد مزید تقویت کے لئے دعویٰ نبوت بھی کر دیا چاہے بطور ظل ہی سہی۔ الحاصل یہ تمام چکر بازی کسی حقیقت مذہبی پر مبنی نہ تھی بلکہ محض تاج برطانیہ کی خدمت مقصود تھی چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اپنے دعاوی کے اظہار اور تائید کے لئے مرزا صاحب اور تمام قادیانی ہر حربہ استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے کسی آیت کی غلط تاویل کر کے۔ کسی ضعف حدیث کا سہارا لے کر۔ کہیں تاریخ یا لغت کا آسرا لیتے ہوئے اپنا ہدف

مضبوط کرنے کی سعی کریں گے۔ ان کو کسی اصول۔ ضابطہ کی پرواہ ہوتی ہے۔ نہ قرآن و حدیث کی نصوص صریح کا پاس ہوتا ہے۔

کسی بھی آیت کے مفہوم و مصداق کے متعلق نہ وہ شواہد قرآنی کی پرواہ کریں گے نہ کسی حدیث یا تفسیری قول کی۔ نہ کسی سابقہ امام۔ مجدد۔ مفسر و محدث کی بلکہ محض اپنی نفسانیت ہی کو وہ مقدم رکھیں گے۔

حتی کہ وہ اپنے سابقہ نظریہ یا اقرار کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔ وہ اپنے مدعا کی تائید کے لئے ہر قسم کی کھیلہ بازی۔ غلط حوالہ جات۔ غلط ترجمہ و مفہوم اور استنباط سے ہرگز ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے نہ ہی کسی غلط حوالے پر شرمندگی اور خفت کا احساس کریں گے۔ حتی کہ وہ اپنے نظریات کے بارہ میں مرزا قادیانی کی تحریرات کی بھی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وہ اسی پر مستعد رہتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ منہ سے نکلتا رہے۔ صحیح ہو یا غیر صحیح۔ چنانچہ آپ یہ تمام حقائق تمام قادیانی لٹریچر میں برملا دیکھ سکتے ہیں۔

اب معقولیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ بندہ خادم نے جب پوری دیانتداری اور خلوص سے مسئلہ رفع و نزول مسیح کو باضابطہ طور پر پیش کر دیا جس میں کوئی پہلو باقی نہیں رکھا بلکہ مسلمہ اصولوں کی روشنی میں راستبازی اور انصاف کا ہر تقاضا پورا کرتے ہوئے پیش کر دیا تو پھر مزید کسی اشکال ۔ اعتراض اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہنا چاہیے تھی مگر وہ قادیانی ہی کیا جو کسی بھی حقیقت کو قبول کر کے اپنی معقولیت کا ثبوت دے بلکہ انہوں نے تو شکم مادر سے ہی قسم کھائی ہوئی ہے کہ ہم نے کسی بات کو کسی بھی طور پر تسلیم نہیں کرنا۔ چاہے آسمان نیچے اور زمین اوپر ہی کیوں نہ ہو جائے کوئی نہ کوئی شبہ نکالتے ہی رہنا ہے اس لئے بندہ خادم اور جمیع اہل حق علماء و عوام ان کی اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ ان لوگوں کے سامنے حقیقت پسندی نہیں بلکہ محض دجل و فریب اور مغالطہ آمیزی ہے جس کے تحت محض عوام کو شک و شبہ میں رکھنا مقصود ہے پھر بھی ہم جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ان کی ہر بات کا جواب دیتے چلے جاتے ہیں تاکہ کسی بھی مرحلے پر کوئی بھی فرد یہ نہ کہہ دے کہ اہل اسلام کے پاس اس بات کا جواب

نہیں لہٰذا اب آپ اصل مسئلہ ملاحظہ فرما لینے کے بعد خود مرزا قادیانی کی وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کردہ تیس آیات قرآنی کا محققانہ اور منصفانہ جواب بھی سماعت فرمالیں تاکہ اہل اسلام کا نظریہ مزید سے مزید منقح اور واضح ہو جائے اور باطل پرستوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان خجالت و ندامت سامنے آجائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات مسیح کے خلاف تیس آیات

یاد رہے کہ مرزا صاحب ابتداء میں عام اہل اسلام کے ساتھ متفق تھے کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے تھے وہ اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہی پھر بحکم الٰہی قرب قیامت زمین پر اتریں گے اور امت مسلمہ کے سب سے اہم فتنہ دجال کو قتل کر کے دین حق کی اشاعت و ترویج کا فریضہ ادا فرمائیں گے۔ چنانچہ ابتداء میں انہوں نے اس مسئلہ کو متعدد قرآنی آیات سے بھی مدلل کیا اور کئی مواقع پر کھل کر اور تفصیل سے اس حقیقت کا اعلان کیا جیسا کہ آپ اس کتاب کے شروع میں پڑھ چکے ہیں لیکن پھر پینترا بدل کر دوسرا پہلو وفات مسیح پر دلائل کے انبار لگانے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ اس مسئلہ پر تو قرآن مجید کی تیس آیات گواہ ہیں تمام صحابہؓ کا بھی اس پر اجماع ہے۔ نیز کئی اکابرین امت کو اس کا حامی ظاہر کیا لہٰذا ذیل میں ان کی پیش کردہ آیات اور ان کے مفہوم کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جناب مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام طبع لاہور کے صفحہ نمبر ۵۹۸ پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ

قرآن شریف کی وہ تیس آیتیں جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (خزائن ص ۴۲۳ ج ۳)

پھر نمبروار وہ آیات ص ۶۴۷ تک پیش کرتے چلے گئے ہیں۔

ملحوظ خاطر رہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ یہ تیس آیات ان کے ہاں بھی یکساں مفہوم نہیں رکھتیں بلکہ ان آیات کو تین اقسام پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اول وہ آیات جن میں خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے یہ کل ۷ آیات ہیں۔

۲۔ دوم وہ آیات جو عمومی طور پر وفات انبیاء کے تذکرہ میں وارد ہیں اور مرزا صاحب اس عموم سے وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔

۳۔ سوم وہ آیات جن میں نہ تو حضرت مسیح کا ذکر ہے نہ عموماً" نہ خصوصاً" بلکہ مرزا صاحب محض اپنی اقتاد طبع سے ان کو دلیل بناتے ہیں ان کی تعداد بیس ہے۔ گویا پہلی قسم کی آیات ۷ ہیں دوسری صرف تین اور تیسری ۲۰ (بیس) کل ۳۰ (تیس) آیات۔

اب نمبر وار ان آیات سے مرزا صاحب کا استدلال اور اس کا جواب باصواب سماعت فرمایئے۔

وفات مسیح پر دلالت کرنے والی پہلی آیت

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران آیت ۵۴)

ترجمہ از مرزا صاحب۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ (ازالہ ص ۵۹۸ خزائن ص ۴۲۳ ج ۳)

الجواب بعون الوہاب

اس آیت کے ترجمہ لکھنے پر ہی مرزا صاحب نے اکتفا کیا ہے وجہ استدلال کا اظہار سوائے اس بات کے کچھ نہیں کیا (ا) لفظ توفی کا ترجمہ موت۔ رفع کا ترجمہ عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانا۔ کر کے اپنے مقصود پر اشارہ کر دیا ہے مگر صرف اتنے سے اشارہ پر مرزا صاحب کا مقصود پورا نہیں ہو سکتا جب تک مندرجہ ذیل امور پر توجہ نہ دیں۔

نمبر۱۔ یہ امر مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ آیات کریمہ آج نہیں بلکہ آج سے چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھیں اور ان کو نازل کرنے والے

خدا نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ ثم ان علینا بیانہ کہ اے میرے حبیب کریم ﷺ جیسے اس کے الفاظ آپ کے قلب اطہر پر نقش کرنا میری ذمہ داری ہے اسی طرح اس کے مفہوم و مصداق کا القا کرنا بھی ہمارا ذمہ ہے چنانچہ خاتم المرسلین ﷺ کا فرض منصبی تھا کہ آپ تلاوت الفاظ کے ساتھ اس کے معانی اور مفہوم کی تعلیم بھی امت کو دیں۔ (حسب فرمان۔ یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ آل عمران ۱۶۴) وغیرہ نیز فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون النحل ۴۴ اس مضمون کی کئی اور بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ الفاظ قرآنی کے ساتھ اس کا مفہوم و مصداق بتلانا بھی سید دوعالم ﷺ کے فرائض منصبی میں تھا تو فرمایئے ان آیات کا وہ مفہوم و معنی جو آپ پیش کر رہے ہیں وہ آپ نے صحابہؓ کو تعلیم فرمایا تھا یا نہیں؟

۲۔ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے مقصد کی بنیاد عام طور پر لفظ توفی اور رفع پر رکھی ہے تو کیا ان الفاظ کا یہ معنی آنحضور ﷺ نے متعین فرمایا تھا۔ اور اس سے استنباط کر کے آپ نے وفات مسیحؑ کے نظریہ کو واضح فرمایا تھا یا نہیں؟

۳۔ یہ مفہوم سابقہ کتب لغت میں موجود ہے نیز بعد کے سلسلہ وار مجددین۔ محدثین۔ مفسرین نے اس مفہوم کے پیش نظر کبھی بھی اور کسی بھی دور میں اس نظریہ کا اثبات یا اظہار فرمایا تھا؟

۴۔ آپ نے خود قبل از دعوی اور تبدیلی مفہوم کسی بھی تفسیر۔ حدیث یا لغت یا ادب عربی کے کسی بھی گوشے میں یہ مفہوم معلوم کر لیا تھا؟ بالفرض اگر یہ مفہوم آپ نے معلوم کیا تھا تو اس کو ظاہر کیوں نہ کیا؟۔

۵۔ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ نیز تسلیم کیا ہے کہ دین کی بنیادی باتیں ہر دور میں برابر شائع ذائع رہی ہیں (خزائن ص ۲۱۲ ج ۲۰) نیز یہ بھی آپ نے لکھا ہے۔ کہ مجددین امت دین کا صحیح مفہوم قائم کرنے کے لئے آتے ہیں (ایام الصلح) تو فرمایئے ان ضوابط کے مطابق ان الفاظ کا یہ مفہوم اور اس پر مبنی یہ نظریہ وفات کسی بھی دور میں ذائع شائع رہا ہے؟ حوالہ کتب معتبرہ پیش فرمایئے۔

۶۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ اہل اسلام از روئے قرآن و حدیث بطور تواتر کے ابتداء سے ہی آمد مسیح کی پیشگوئی کو بطور عقیدہ کے اپنائے ہوئے ہیں (خزائن ص ۳۰۴ ج ۶) نیز لکھا ہے کہ اس پیشگوئی کو سب نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے (ازالہ ص ۵۵۷)

تو فرمائیے جب یہ نظریہ بطور تواتر کے بے شمار دلائل قرآنیہ و حدیثیہ کے تحت افراد امت کے رگ و ریشہ میں رچا ہوا تھا۔ تو پھر آپ کو اس سے منحرف ہونے کی کونسی مجبوری پیش آگئی تھی؟

۷۔ قبل ازیں تبدیلی آپ بھی ازروئے آیات قرآنیہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ایمان رکھتے تھے نیز ان آیات اور ان الفاظ کا معنی وہی کرتے تھے جو عام کتب لغت و ادب یا تفسیر و حدیث میں متعارف تھے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی سابقہ تحریرات میں سابقہ عقیدہ کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کے معانی بھی وہی لکھے ہیں (مثلاً" براہین احمدیہ وغیرہ) تو پھر یکدم اس تبدیلی کی وجہ؟ کیا اتنی نمایاں تبدیلی کا دین اسلام میں کہیں احتمال و امکان ہے یا تھا؟

ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔ نیز اب جو اپنی تائید میں اجماع صحابہؓ اقوال سلف اور لغوی ضابطے پیش کرتے ہو وہ آپ کو قبل از تبدیلی معلوم تھے یا نہیں؟ اگر معلوم تھے تو اظہار کیوں نہ کیا اور معلوم نہ تھے تو آپ از خود آیات قرآنیہ سے حیات مسیح پر استدلال کیوں کرتے رہے۔ اور خواہ مخواہ من فسر القرآن برایہ فھو لیس بمومن بل ھو اخ الشیطان کا مصداق بنتے رہے؟

فرمائیے جب آپ خود اس نظریہ رفع و نزول پر قرآنی آیات سے استدلال کر رہے ہیں اور وہ بھی اس کتاب میں جس کو آپ نے خدا کی وحی سے لکھا ہے چنانچہ اس کے بعد آپ اس کتاب کو تمام زندگی ہر کتاب میں بطور متن الٰہی کے پیش کرتے رہے اور یہ کتاب بقول شما آنحضور ﷺ سے رجسٹرڈ بھی ہو چکی تھی تو پھر اس سے انحراف کی وجوہات کیا ہیں؟

۸۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ واقعات و قصص میں نسخ و تبدیلی نہیں چلتے

(خزائن ص ۱۵۳ ج ۱۱۹) تو پھر اس تحریر کا کیا مفہوم ہے کہ قرآن شریف کی وہ آیتیں جو بطور پیشگوئی کے حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب تھیں۔ وہ اب میری طرف منسوب ہو گئی ہیں (خز ص ۱۱۱ ج ۲۱ نیز خز ص ۳۴۹ ج ۱۷) کیا یہ واقعہ مسیح انی متوفیک ورافعک پہلے وقوع پذیر نہیں ہو چکا تھا؟ جس کی ایک خارجی اور واقعاتی صورت متحقق تھی جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی معظم ﷺ نے واضح فرما دیا اور پھر اس کے بعد صحابہؓ سے لے کر امت کے آخری فرد تک اسی طے شدہ اور متعین حقیقت کو تسلیم کئے چلا آتا ہے اور خود آپ بھی۔ اور بقول تمام افراد امت مع مجددین و مفسرین و آئمہ ہدیٰ وہ ایک متعین و مشخص حقیقت ہے تو فرمائیے اس مشخص اور متعین حقیقت کا بدل جانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا حقائق للاشیاء ثابتہ کے کلیہ سے آپ منحرف ہیں؟

۹۔ جب تمام آئمہ لغت و معانی نے لفظ توفی کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا ہے کہ یہ لفظ دراصل "وفی" سے بنا ہے اور اس کا بنیادی مفہوم اخذ الشیئی وافیا" ہے پھر یہ مفہوم بطور جنس کے ہے جس کی تین انواع ہیں۔ توفی بالنوم۔ توفی بالموت الحقیقی اور توفی بالاصعاد الی السماء اور ہر ایک معنی ملحقہ قرائن کی بنا پر اخذ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

ایک جگہ لفظ توفی یوں استعمال ہوا ہے۔ وھوالذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنہار (انعام)

ترجمہ وہ ذات جو تمہیں رات کو قبض کرلیتا ہے۔ تو یہاں اس کا معنی بوجہ قرینہ لیل کے نیند لیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا استعمال یوں ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر ۴۲)

ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی جانوں کی قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت (یہ موقعہ بوجہ قرینہ لفظ موت حقیقی موت کا ہے) اور جو نہیں مرتیں ان کو نیند کے وقت قبض کرلیتا ہے (یہ توفی بھی بمعنی نیند ہے بوجہ قرینہ منام)

۳۔ تیسرا استعمال۔ انی متوفیک ورافعک الی (ال عمران ۵۴)

یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا (نہ موت کے وقت نہ رات اور نیند کے وقت) بلکہ زندہ ہی قبضہ میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ دیکھئے یہاں لفظ توفی کے ساتھ نہ لفظ لیل یا نوم ہے کہ جو نیند کے معنی کے لئے قرینہ ہے اور نہ ہی یہاں لفظ موت کا ذکر ہے جو موت حقیقی کے معنی کے لئے قرینہ ہے۔ بلکہ یہاں ایک تیسرا قرینہ ہے جو اس کے تیسرے مفہوم کے لئے قرینہ ہو گا۔ وہ ہے رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ فرمایئے بات کتنی صاف اور آسان ہے جو بلا تکلف اور بصراحت قرآنی استعمال سے واضح ہو رہی ہے اب فرمایئے کہ یہی حقیقی معنی اسلاف امت لے کر نظریہ رفع و نزول مسیح کے قائل نہیں ہیں؟ فرمایئے اس میں کونسا تکلف ہے؟ کونسی تحریف یا مبالغہ ہے؟ خواہ مخواہ بات کو الجھانا یہ کوئی انسان کا شیوہ نہیں۔ "لانسلم" اور "میں نہ مانوں" تو کوئی معقول بات نہیں۔ یہ اکھڑ قسم کے اور غیر معقول لوگوں کا شیوہ ہے۔

۱۰۔ فرمایئے جہاں اہل لغت نے لفظ توفی کے متعدد استعمال تحریر کئے ہیں وہاں انہیں آئمہ لغت نے یہ نہیں لکھا کہ اصل معنی تو توفی کا اخذ الشی وافیا ہی ہے۔ موت نہیں ویسے اس کا مجازی معنی موت بھی محتمل ہے دیکھئے تاج العروس شرح قاموس از علامہ زبیدی۔ اسی طرح آپ کے ممدوح علامہ زمخشری بھی وضاحت کرتے ہیں کہ ومن المجاز۔ الموت۔ (اساس البلاغۃ)

فرمایئے یہ آئمہ لغت نہیں کیا ان کو ادب عربی اور فن معانی ونحو میں آپ سے کہیں بڑھ کر کمال حاصل نہ تھا۔ اور پھر ان کا یہ مفہوم ہے بھی عین منشا قرآن کے مطابق کیونکہ قرآن مجید میں ہر جگہ موت و حیاۃ کا تقابل تو مشاہدہ ہے مگر کہیں حیات و توفی کا تقابل نظر نہیں آتا۔ دور نہ جایئے خود اس آیت سورۃ زمر میں یہ نقشہ کھلی آنکھوں سے ملاحظہ فرما لیجئے۔ اعلان الہی ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا گویا صرف اس حصہ میں ہی لفظ توفی کے حسب قرینہ دو استعمال یا دو مفہوم سامنے آ گئے۔ پہلے جملہ میں توفی بمعنی موت بوجہ قرینہ موت اور والتی لم تمت فی منامہا اس دوسرے جملہ میں توفی بمعنی نیند ہے بوجہ قرینہ منام۔ چنانچہ دونوں خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں

(ازالہ) تو اگر توفی کا حقیقی معنی موت ہی ہوتا تو پھر حین موتھا کا کیا موقعہ تھا؟ کیا اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم نہ آتی تھی۔ یا اہل علم کی اصطلاح میں تقسیم شی الی نفسہ والی غیرہ لازم نہ آتی جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ الغرض اہل اسلام کا مفہوم اور اس پر مبنی ان کا نظریہ حیات مسیح سو فیصد برحق ہے۔ اس کے خلاف.ذرہ بھی صحت کا احتمال و امکان نہیں ہے۔ بقیہ قرآنی استعمالات آگے چل کر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۱۔ جناب مرزا صاحب اس حقیقت مذکورہ پر ایک برہان عظیم یہ ہے۔ کہ خود آپ کے فرزند ارجمند مرزا بشیر الدین نے وضاحت کر دی ہے۔ کہ حضرت صاحب پہلے تو توفی کا مفہوم پوری نعمت دنیا کرتے تھے اس کے بعد پھر اس کا معنی موت کرنے لگے دیکھئے ان کی کتاب حقیقتہ النبوۃ (ص ۲۸۶)

یہ ایک کھلی دلیل ہے کہ یہ تبدیلی کسی غرض فاسد پر مبنی تھی ورنہ لغت میں تبدیلی کا آج تک امکان پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے یہ حماقت کی ہے۔

۱۲۔ جناب والا اس آیت کا حقیقی مفہوم اور مصداق علی وجہ المشاہدہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے جس سے کوئی بھی ذی ہوش انسان (مرزائی) انحراف نہیں کر سکتا الا من سفہ نفسہ۔ وھو ہذا

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماحول کو ذہین نشین فرمائیں۔ یعنی اس آیت کا نزول کس ماحول اور حالات کے موقعہ پر ہونا بیان کیا جا رہا ہے یہی نا کہ

جب حضرت مسیحؑ کو دعوت حق کے رد عمل میں یہود کی شدید مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ وہ آپ کے خلاف آخری اور فیصلہ کن اقدام کرنے پر تل گئے۔ آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور ان کے پروگرام اور منصوبہ کے مقابلہ میں رب کریم نے اپنا فیصلہ ظاہر کر دیا۔ ومکروا مکر اللہ گویا انسانی اور خدائی تدبیر کا تقابل رونما ہونے لگا۔ تو خدائی اعلان ہوگیا واللہ خیر الماکرین کہ اے ذرہ خاک یہ مسیح میرا پاکباز اور مقدس نبیؑ ہے۔ یہ میرا مشن پیش کر رہا ہے تم اس کی مخالفت اور مزاحمت پر تل رہے ہو یاد رکھو تم اس کے مقابلہ میں

نہیں بلکہ میرے مقابلہ پر یہ حماقت کر رہے ہو لہٰذا یاد رکھو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہمیشہ میری ہی تدبیر اور فیصلہ نافذ ہوتا رہا ہے۔ ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا

ناظرین کرام ایک طرف یہ ماحول ذہن نشین رکھئے۔ اس کے بعد اس کی مثال کے طور پر دو موقع اور بھی ذہن میں جمائیے تاکہ حقیقت حال کھل جائے وہ واقعات یہ ہیں۔

۱۔ ایک واقعہ ہجرت ہے واقعہ خاتم الانبیاء کی ہجرت کا جس کا ذکر اور تفصیل پہلے حصہ میں بیان کر چکا ہوں بحوالہ الانفال ۳۰

۲۔ دوسرا واقعہ سورۃ نمل کی آیت ۵۰ میں مذکور ہے وہ بھی پہلے بیان کر چکا ہوں۔

آپ دوبارہ سابقہ اوراق کو پلٹ کر ان تینوں واقعات کی یکسانگی خوب ذہن نشین کر لیں کہ یہ ایک ہی طرح کے واقعات اور ماحول ہیں پھر ایک ہی طرز کے الفاظ بھی ہیں۔ تو پھر ان واقعات کا نتیجہ بھی ایک ہی طرز کا تسلیم کرنا لازمی ہو گا۔ چنانچہ ان دو واقعات کا نتیجہ سب کے ہاں مسلم ہے۔ کہ خدا کے نبیؐ بحفاظت تمام اپنے دار لہجرت پہنچ گئے اور مخالفین اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئے۔

۳۔ اچھا یہ متفرق واقعات تو مشاہداتی اور تاریخی ہیں اگرچہ ان واقعات میں رتی بھر خفا نہیں مگر ایک چوتھا واقعہ بھی ہے۔ جو منکرین حیات کے لئے بھی واضح تر اور سو فیصد ناقابل تردید و انکار ہے۔ وہ جناب مرزا صاحب کا واقعہ اور ماحول ہے جو انہوں نے خود اپنا ذاتی مشاہدہ نہیں بلکہ تجربہ لکھا ہے۔ جس میں سو فیصد ماحول اور حالات وہی تھے جو بقول مرزا صاحب حضرت مسیح کے تھے صرف اتنا فرض تھا کہ وہاں یہود تھے اور مرزا صاحب کے اردگرد ہنود اور آریہ تھے۔ گویا فرق صرف افراد کا ہے ماحول کا ذرہ بھی نہیں۔

نیز دوسری مثالوں کے برعکس یہاں تو الفاظ بھی ہو بہو وہی ہیں یعنی خود مرزا صاحب کو عیسیٰ قرار دیکر یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک والے چاروں وعدے اور اعلان سنائے جا رہے ہیں۔ تو اب ایمانداری کا تقاضا یہی ہے کہ اس

ماحول اور موقعہ پر جو حالات خود مرزا صاحب کو در پیش آئے وہی ہم مقدس رسول خدا حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تسلیم کرنے کے لئے بیتاب ہیں۔

چلیے آیئے میدان میں صرف تاریخ و مشاہدہ نہیں بلکہ آپ کے ذاتی تجربہ کی روشنی میں اس آیت کا صحیح مفہوم اور لفظ توفی۔ رفع وغیرہ کا صحیح صحیح مفہوم و مصداق تسلیم کرلیتے ہیں۔ یعنی آپ لوگ جو جو حالات حضرت مسیح کے متعلق کہتے ہو کہ ان کو گرفتار کیا گیا۔ ان کی خوب توہین و تحقیر کی گئی پھر صلیب پر لٹکا دیا گیا اس کے بعد جو کچھ پیش آیا وہ سب کچھ سامنے رکھ کر موزانہ کیجئے کیا ایسے ہی مرزا صاحب کو بھی ہنود اور آریہ نے گرفتار کر لیا۔ تھپڑ مارے کانٹوں کا تاج سر پر رکھا آوازے کسے وغیرہ وغیرہ پھر ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھونک کر ادھ موا کر دیا تھا۔ وغیرہ۔ اگر یہ تمام حالات مرزا صاحب پر بھی وارد ہوئے تو ہم حضرت مسیح کے متعلق بھی سب کچھ تسلیم کر کے آپ کے نظریہ کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہمیں کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام۔ آپ نہایت غور فکر اور دیانتداری سے اس آیت کا مفہوم اور جملہ اعتراضات کا جائزہ میری ان معروضات مع سابقہ تفصیل کی روشنی میں لے کر حق و باطل کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق مفصل

قرآن مجید میں وفی کا مادہ کل چھیاسٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ مجرد کا استعمال بالکل نہیں ہے۔ بلکہ تمام صیغے مزید فیہ کے صرف ۴ ابواب سے استعمال کئے گئے ہیں۔ باب افعال ۱۸ مرتبہ تفعیل ۱۹ مرتبہ۔ باب تفعل ۲۵ مرتبہ اور باب استفعال صرف ایک مرتبہ ۲:۸۳ میں وارد ہوا ہے۔

اور دو مرتبہ افعل التفضیل کا صیغہ آیا ہے۔ سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۱ میں ومن اوفی بعھدہ من اللہ ۲ اور دوسرے مقام سورۃ النجم میں وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزا الاوفی (آیت ۴۱)

ان تمام استعمالات میں مصدری معنی۔ اتمام واکمال۔ برابر ملحوظ ہے صرف لزوم و تعدیہ کا فرق جو خاصیات ابواب کے تحت ہے وہ ضرور ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اب ہمارے زیر بحث اس مادہ کا استعمال در باب التفعیل کی صورت میں ہے جو کہ قرآن مجید میں کل ۲۵ مرتبہ آیا ہے اور تمام مقامات میں بنیادی مفہوم قبض اور اخذ الشئ و افیا ملحوظ ہے دوسرا کوئی مفہوم ہر گز نہیں۔ ہاں حسب ضابطہ مذکورہ یہ باب حسب قرآئن تین طرح استعمال ہوا ہے۔ کما ذکرنا انفا مثلا جب مادہ التفعیل کے ساتھ قرینہ لیل یا منام کا ہو گا تو توفی کا معنی و مفہوم نیند ہو گا۔ ۲۔ اور جب اس کے ساتھ قرینہ لفظ موت وغیرہ ہو گا تو معنی حقیقی موت ہو گا۔ نمبر ۳ اور جب اس کے ساتھ قرینہ مذکورہ دو قرینوں کے علاوہ کوئی اور ہو گا تو اس کے مطابق اس کا مفہوم بھی الگ لیا جائے گا جیسے انی متوفیک ورافعک (۳:۵۵) تو اس کے مطابق توفی کا معنی رفع جسمانی سماوی لیا جائے گا۔ نہ دیگر کوئی معنی اب اس ضابطہ کو لے کر تمام مقالات پر غور کرلیں تو آپ کو یہی حقیقت فراہم ہو گی۔ کہ توفی کے ساتھ جو قرینہ مذکور ہو گا اسی کے مطابق مفہوم لیا جائے گا۔

ذیل میں تفصیلی مطالعہ پیش خدمت ہے

۱۔ حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (الانعام ۶۱) یہاں بوجہ قرینہ لفظ موت کے معنی توفی کا موت ہو گا۔

۲۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتها (الزمر ۴۲) یہاں بھی توفی کا معنی بوجہ قرینہ لفظ موت کے موت حقیقی ہی لیں گے۔

۳۔ واللہ خلقکم ثم یتوفاکم و منکم من یرد الی ارذل العمر (النحل ۷۰) یہاں بھی معنی یتوفاکم بقرنیہ خلقکم کے موت ہی ہو گا۔

۴۔ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم (السجدہ ۱۱) یہاں بھی معنی توفی بوجہ ذکر ملک الموت موت حقیقی ہی ہو گا۔

۵۔ ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا اجلا مسمی الغافر ۶۷) یہاں بھی اجل مسمی کی مناسبت سے معنی موت حقیقی ہی ہو گا۔

۶۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجکم یتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا (البقرہ ۲۳۴) یذرون ازواجکم کے قرنیہ کی بنا پر معنی موت ہو گا۔

۷۔ توفنی مسلماوالحقنی بالصالحین (یوسف ۱۰۱) میں بھی بوجہ دعائے الحاق بالصالحین کے موت ہی مراد ہو گی۔

۸۔ فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت (النساء ۱۵) میں بھی بوجہ قرنیہ لفظ موت کے توفی کا معنی موت ہی ہو گا۔

۹۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم اونتوفینک فالینا مرجعھم (یونس ۴۶) الینا مرجعھم کے قرنیہ کی بنا پر معنی موت ہی لیں گے۔ نیز نریک حیات کا مقتضی ہے لہٰذا اس کی ضد موت ہی ہو گی۔

۱۰۔ فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون وجوھم وادبارھم (محمد ۲۷) یہاں بھی بوجہ قرینہ ضرب علی الوجوہ والادبار کے معنی موت ہی ہو گا کیونکہ فرشتے قبض روح کے وقت ہی یہ کام کرتے ہیں۔ ایسے ہی بقیہ آیات میں بھی توفی کا مفہوم واضح کرنے کے لئے قرآئن موجود ہیں۔ لہٰذا جب آیت زیر بحث میں نہ تو قرینہ لیل یا نوم ہے اور نہ ہی موت وغیرہ بلکہ یہاں رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ ہے تو لازماً یہاں مفہوم بھی دونوں سے الگ لیں گے اور وہ ہے رفع جسمانی الی السماء۔

آیت کریمہ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر کا تنازعہ

ناظرین کرام۔ اہل اسلام کا صحیح اور اجماعی نظریہ اور اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم تو واضح ہو چکا کہ

توفی کا اصل لغوی مفہوم اخذ الشئی وافیا ہے جس کی تین صورتیں ہیں جو حسب قرینہ طے ہوں گی۔ چنانچہ اس کا بیان ہو گیا۔ اب ذیل میں بحوالہ مفسرین امت اس آیت کا بیان کردہ مفہوم اور اس کی مختلف توجیہات کا خلاصہ بھی سماعت فرمائیے۔

تمام مفسرین کرام اور آئمہ ھدی مجددین ملہمین نے اصل نظریہ رفع ونزول مسیح جسمانی کو تسلیم کرتے ہوئے لفظ توفی کے ترجمہ و مفہوم میں انہی تینوں انواع کو ملحوظ رکھا ہے ہاں مفسرین کرام نے احتمالی طور پر انواع ثلثہ میں سے ہر توجیہ کے

مطابق گفتگو فرمائی ہے کہ یہاں کونسی توجیہ لے کر اصلی مفہوم اور نظریہ اسلام کو مدلل اور مبرھن کیا جا سکتا ہے تو مفسرین کرام نے ہر توجیہ کو اختیار کر کے بھی اصل نظریہ رفع نزول جسمانی کو ثابت کر دیا ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ

اگر لفظ کو اخذ ایشئی وافیا کے تحت بلا کسی شرط کی رفع جسمانی پر محمول کیا جاوے تو یہ صورت سب سے صحیح قریب تر اور اوفق للحق ہو گی چنانچہ اسی کو ابن جریر نے اصح الاقوال سے تعبیر فرمایا ہے۔ لیکن اگر توفی کا معنی حقیقی موت لیا جائے تو اسکی دو صورتیں ہوں گی۔

۲۔ آیت میں تقدیم و تاخیر کا ضابطہ اختیار کیا جائے گا چنانچہ اس توجیہ کے بھی کئی مفسرین قائل ہیں کہ متوفیک کے معنی موت حقیقی ہی ہے مگر پھر آیت میں تقدیم و تاخیر اختیار کی جائے گی یعنی پہلے رفع جسمانی ہوا پھر آخر زمانہ میں آپ حقیقی موت سے دو چار ہوں گے۔ الغرض اس توجیہ سے بھی اصل نظریہ قائم دائم رہے گا صرف توجیہ میں فرق ہے۔

۳۔ توفی کا معنی حقیقی موت مراد لے کر یہ کہا گیا کہ آپ پر تین گھڑی یا سبع ساعت موت طاری رہی اس کے بعد زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حتی کہ بعض اقوال میں تین دن تک موت کا طریان بھی مذکور ہے مگر یہ اقوال ذاتی اقوال ہی ہیں۔ موید بالا ثار نہیں۔ اس صورت میں بلا تقدیم و تاخیر اختیار کئے حقیقی موت کا معنی تسلیم کیا گیا مگر نتیجہ وہی رفع جسمانی قائم رہا۔ اور اسی توجیہ کے ساتھ کئی مفسرین نے فرمایا کہ مسیح کا رفع بغیر موت کے ہی ہوا انہ رفع بغیر موت۔

اسی طرح بعض مفسرین نے توفی کا معنی نیند لے کر یہ توجیہ فرمائی کہ آپ پر نیند طاری کر کے آسمان پر لیجایا گیا تاکہ راستہ کی گھبراہٹ اور وحشت سے محفوظ رہیں۔

اور بعض نے موت بمعنی انقطاع من احوال للارض مراد لے کر توفی بمعنی موت مراد لے کر مفہوم کو فٹ کیا ہے۔

الغرض ہر ایک احتمالی توجیہ پر اصل عقیدہ سو فیصد صحیح طور پر قائم رکھا گیا۔ اسی اختلاف توجیہات کو مرزا قادیانی اختلاف مفسرین کا طعنہ دیکر اس نظریہ کو

اختلاف کا شکار قرار دیتا ہے اور اس عقیدہ کے اجماعی ہونے پر آوزاے کس رہا ہے حالانکہ اصل حقیقت یہی ہے جو بندہ نے پیش کر دی۔ تمام امت کا اصل نظریہ وہی رفع نزول جسمانی ہے اختلاف صرف کیفیت رفع میں ہے اور وہ بھی لغوی طور پر۔ احتمالی اور امکانی طور پر۔ کیونکہ لغت تمام احتمالی معانی اور مفہوم بیان کرتی ہے۔ اور مرادی معنیٰ کے لئے قرائن پیش کرتی ہے۔ بندہ خلام چیلنج کرتا ہے کہ کوئی بھی قادیانی میری پیش کردہ حقیقت سے زائد ایک شوشہ بھی ثابت کر دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تمام تفاسیر اکٹھی کر کے حق و باطل کی فیصلہ کرنے کے لئے بندہ ہر وقت حاضر ہے۔ فھل من مبارز

آیت میں تقدیم و تاخیر اور ترتیب کا قادیانی ڈھکوسلہ

مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ میں چار وعدے بالترتیب ہیں جن کا وقوع بھی اسی ترتیب سے تسلیم کرنا ایمان بالقرآن کا تقاضا ہے یہ تقدیم و تاخیر کا معاملہ تو الحاد ہے کیا خدا کا کلام بے ترتیب ہو سکتا ہے ہم اہل حق اس اشکال کا جواب دو طرح پر دیتے ہیں۔ تحقیقی۔ الزامی

اول تحقیقی جواب یہ ہے

کہ اہل علم کے ہاں کلام کی بلاغت یہ ہے کہ وہ مقتضی الحال کے مطابق ہو۔ تو یہاں حال کا تقاضا یہی تھا۔ کہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ کے مخالف یہود آپ کو گرفتار کر کے بذریعہ صلیب قتل کے درپے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں اور اپنے مقدس رسولؑ کی تسلی کے لئے فرمایا۔ عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی اے میرے پیغمبرؑ آپ پریشان نہ ہوں یہ مخالف آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے یہ ظالم اپنے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے آپ خاطر جمع رکھیں۔ میں خود تمہاری حفاظت کروں گا یہ نہ آپ کو گرفتار کر سکیں اور نہ ہی قتل و صلیب سے دو چار کر سکیں گے بلکہ میں آپ کو اپنی حفاظت میں لوں گا اور پھر بجسد عنصری آپ کو اپنے پاس آسمان پر اٹھا لوں گا۔ یہ ہے کلام کی بلاغت جو مقتضی الحال کی سو فیصد ترجمان ہے۔ چنانچہ خود مرزا صاحب نے بھی اس ماحول کی یہی

ترجمانی کی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۹۴) پھر یہ بھی لکھا کہ یہ وعدہ تھا کہ جس کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ یہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اس میں کچھ بھی توقف نہیں۔ (آئینہ کمالات ص ۲۴۶)

اب ظاہر ہے کہ توفی کا وعدہ بلا توقف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم اہل حق کے مطابق لیں۔ یعنی رفع سماوی۔ نہ کہ ہجرت الی الکشمیر کیونکہ اس صورت میں تو ۸۷ یا ۹۴ یا ۱۵۳ سال کے بعد توفی یعنی موت واقع ہوئی جو کہ ایک طویل توقف ہے تو واضح ہو گیا کہ لفظ کا مفہوم مسیح کو جسم بمع روح بحالت حیات ہی رفع الی السماء پیش آنے میں اصول بلاغت کے اور عظمت قرآن کے مطابق ہے۔ نہ کہ قادیانی مفہوم یعنی موت حقیقی کی صورت میں۔ تحقیقی جواب کی دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ توفی کا معنی مجازی حقیقی موت لے کر بھی کلام الٰہی مقتضی الحال کے عین موافق ہو گا۔ وہ اس صورت میں کہ جب ماحول نہایت پریشان کن تھا خدا کا پیغمبرؑ کفار کی یلغار کی زد میں بمقتضائے بشریت گھبراہٹ میں مبتلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی۔ کہ اے میرے مقدس نبیؑ یہ یہود آپ کو مار نہیں سکیں گے۔ بلکہ تمہاری موت تو میرے پروگرام اور ارادہ پر ہو گی۔ جب بھی ہو گی لیکن فی الحال میں تجھے ان کی یلغار سے سو فیصد محفوظ کر کے اپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔ تو چونکہ یہودی منصوبہ کے تحت موت متوقع تھی لہٰذا پہلے اس کے متعلق وضاحت فرمائی۔ پھر دوسرے امور کا تذکرہ فرمایا۔ یہ ہے مقتضی الحال کی مطابقت۔

الزامی جواب یہ ہے

کہ قادیانی تقدیم و تاخیر کے ضابطہ کو جو عین بلاغت کے مطابق ہے آئمہ فن اس کی حمایت میں ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی مجدد صدی دھم نے اپنی کتاب للاتقان میں اس پر مستقل عنوان قائم کر کے متعدد قرآنی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ لہٰذا اس ضابطہ کو الحاد قرار دینا بہت قبیح جسارت ہے۔ نیز مجددین سے انکار و انحراف کا مذموم ارتکاب بھی ہے حتی کہ اس آیت میں تو مرزا صاحب کے ممدوح ابن عباسؓ بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں لہٰذا قادیانی اعتراض جاتا رہا۔ کہ یہ الحاد و تحریف

ہے۔ کیونکہ پھر ان اکابرین کو اس جرم میں ملوث ماننا لازم آئے گا۔ جو کہ سراسر
غیر معقول اور غیر مسلم ہے۔
دیکھئے تفاسیر آئمہ مثلاً" ابن جریرؒ و ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

علاوہ ازیں جناب مرزا صاحب خود بھی اس ترتیب کو قائم نہیں رکھ سکتے
دیکھئے ان کا اپنا ذاتی معاملہ کہ جب لیکھرام کے سلسلہ میں آریہ نے مرزا صاحب کو
ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا تو بقول مرزا صاحب ان کو بلفظہ یہی الہام ہو
یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک اس پر مرزا صاحب سراج منیر میں لکھتے ہیں
کہ اس الہام (انی متوفیک) کے اس وقت خوب معنی کھلے۔ کہ میں تجھے ایسی
ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا (ص ۲۰ حاشیہ خزائن ص ۲۳ ج ۱۲) معلوم ہوا
کہ توفی کا اصل معنی اور خاص کر حضرت عیسیٰؑ کی واقعہ میں یہ ہے کہ ذلیل اور
لعنتی موتوں سے بچانا۔
نہ کہ گرفتار کر کے۔ پھر نہایت توہین و تحقیر کے بعد آپ کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں
ٹھونک کر مرنے کے لئے لٹکا دینا۔
جیساکہ خود مرزا صاحب نے واقعہ میں ان امور میں سے کچھ بھی مرزا صاحب نو
پیش نہیں آیا تو جب مرزا صاحب گرفتاری اور توہین سے محفوظ رہے تو ان کا رفع
روحانی ہو گیا۔ پھر مدت بعد ان کی طبعی موت واقع ہوئی۔ اس طرح ہم کہتے ہیں
کہ وعدے تو چاروں تھے مگر ان کا وقوع حسب تقاضا حالات رونما ہوا یعنی کفار کی
یلغار سے مکمل حفاظت پھر رفع الی السماء اس کے بعد اپنے وقت پر طبعی موت۔
اور اس کے درمیان مسیح کی مطاعن یہود سے تطہیر اور ان کے متبعین کا مخالفین پر
غلبہ۔ اب فرمایئے یہ کلام کی بلاغت واضح ہو رہی ہے یا الحاد کا ظہور ہو رہا ہے۔ پھر
مرزا صاحب ازروئے حدیث رسولؐ لکھتے ہیں کہ قرآن کے بعد احادیث میں بھی یہ
لفظ اسی معنی یعنی موت حقیقی کے ہی مفہوم میں مستعمل ہے۔ گویا یہ لفظ اسلام
میں بطور اصطلاح کے موت کے معنی میں استعمال ہے تو عرض ہے۔ کہ آپ کی
بنیاد کہ قرآن میں کلیتاً" اور اصطلاحاً" یہ لفظ معنی موت میں مستعمل ہے دوسرے
معنی میں سلب کلی کے طور پر غیر مستعمل ہے۔ تو ہم نے تمہاری اس بنیاد کو تو علی

روس الاشہاد ختم کر دیا۔ کیونکہ قرآن میں بالصراحت یہ لفظ دیگر معانی میں مستعمل ہے جس کے تم خود بھی معترف ہو۔ تو جب بنیاد ختم تو اس پر استواری بھی کمزور اور غیر مفید ہو گی بلکہ ختم ہو گئی۔

اب حدیث کہ حوالہ سے گزارش ہے کہ فقط لفظ توفی کے مفہوم پر ہی اس نظریہ رفع و نزول کا مدار نہیں کہ اذا ثبت الشیئی ثبت بہ شئی آخر کا ضابطہ تسلیم کرنا ہو گا بلکہ اس نظریہ کا ثبوت تو دیگر براہین میں واضح اور نصوص قطعیہ سے بھی موجود ہے جس کے تذکرے سے ایک ذخیرہ احادیث معمور ہے نیز خدا کے رسولؐ بیان لغت کے لیے نہیں آتے بلکہ وہ نصوص باہرہ کے ساتھ حقائق بیان فرماتے ہیں تو جب خاتم الانبیاء ﷺ نے مسئلہ رفع و نزول مسیحؑ کو بالصراحت اپنے بے شمار ارشاد سے واضح فرما دیا تو اب آپ کی زبان اقدس سے لفظ توفی کی لغوی تشریح کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

جب آپ نے حلفاً" و قسماً" نزول مسیحؑ کو بالصراحت بیان کر دیا نیز آپ کے تمام حالات و کوائف بھی تفصیلاً" بیان فرما دیئے تو پھر مزید کسی لغوی وضاحت کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے بلکہ اب امت کا فرض ہے کہ ایسے الفاظ کی تشریح ازروئے لغت و محاورہ وہ کریں جو اس نظریہ حقہ کے ساتھ مطابقت کرے کیونکہ کلام الٰہی اور نبی معظم ﷺ تو مطاع اور متبوع ہوتے ہیں اور علوم لغت و محاورہ وغیرہ سب خدام کے درجے میں ہوتے ہیں۔

قادیانی فلسفہ

قادیانی الٹی گنگا بہاتے ہیں۔ مرزا صاحب مع پیروکاروں کے اسلام کے اصول اور نظریات کو ڈکشنری کے حوالہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب خود بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا محض حماقت ہے۔ (ازالہ ص ۵۳۸ خز ص ۳۸۹ ج ۳)

لہٰذا اسلامی الفاظ و اصطلاحات اور نظریات بلا حوالہ لغت کے تسلیم کرنا ہی دین ہو گا۔ نہ کہ طے شدہ امور میں۔ پھر نئے سرے سے لغوی بحثوں کے ذریعے رخنہ اندازی کرنا دین ہو گا۔ اس لئے جب یہ نظریہ متعین' طے شدہ اور اجماعی

ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بجسدہ عنصری آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ وہی تشریف لائیں گے دوسرا کوئی فرد نہیں آنے کا۔ اور یہ نظریہ مع جملہ تفصیلات امت کے آئمہ ہدیٰ نے اپنی تحریرات میں لکھدیا ہے اور اس کو امت مرحومہ نے حرز جان بنا لیا ہے تو اب چودہ سو سال بعد لغوی تحقیقات کا ہوا کھڑا کرنا کون سی خدمت اسلام ہے۔ اس طرح تو آج کل منکرین صلوۃ و زکوۃ وغیرہ بھی لغوی سہارے پر ان شعائر کا انکار کر رہے ہیں تو کیا وہ بھی برحق ہوں گے؟ لیکن اگر وہ حق پر نہیں تو وہی وطیرہ اختیار کرکے آپ کس طرح حق پرست ہو سکتے ہیں کیونکہ طریقہ کار آپ دونوں کا یکساں ہے۔ کیا سرسید نے بقول مرزا صاحب بھی تاویلات کا چکر چلا کر قرآنی تعلیمات کو مسخ نہیں کر ڈالا۔

ایک اور طرح سے یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا

ظاہر میں پہلے یاعیسیٰ یعنی اسم علم مذکورہ ہے اس کے بعد چار دفعہ ضمیر خطاب مذکور ہے جس کا مرجع یہی اسم علم ہو گا۔ اب یہ بات مسلم ہے کہ اسم علم عیسیٰ آپ کے جسد مع روح کے مجموعہ پر صادق آتا ہے لہٰذا چاروں معاملات کا تعلق بھی آپ کی حیات سے ہو گا۔ آپ کی توفی بمعنی جسد مع روح پر صادر ہو گی۔ اور رفع بھی۔ پھر تطہیر من الزام کفار سے۔ اور پھر آپ کی ذات اقدس کے پیروکاروں کو غلبہ کا وعدہ تسلیم کرنا ہو گا یہ تو بالکل غیر معقول بات ہے کہ توفی بمعنی، موت تو آپ کے جسد پر واقع ہو گا۔ مگر رفع آپ کی روح سے متعلق ہو پھر تطہیر کا عمل بھی آپ کے جسد مع روح سے متعلق ہو آخر میں فوقیت بھی آپ کے ذات (مجموعہ جسد مع روح) سے ہی متعلق ہو۔ یہ تو انتشار ضمائر ہو گا جو کہ سراسر ناجائز ہے لہٰذا بلیغ و فصیح کلام کی شان و عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ چاروں ضمیروں کا مصداق و مرجع علم ذات عیسیٰ ہی کو قرار دیا جائے جو کہ جسد مع روح کا مصداق ہے۔

پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وعدہ سوم کہ آپ کو کفار سے پاک رکھا جائے گا۔ اس کا مفہوم الزامات سے تطہیر نہیں کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے بزبان مسیح ابتدا

ہی سے کر دی تھی۔ اب یہ تطہیر یوں ہو گی کہ آپ کو کفار کی رفاقت اور مصاحبت سے جدا کر کے ملا اعلیٰ کی پاک ترین ماحول میں لیجایا جائے۔ یہ معنی صرف اسلامی نظریہ کے مطابق ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مرزا صاحب کی وفات مسیح پر پیش کردہ دوسری آیت

بل رفعه الله اليه

یعنی مسیح بن مریمؑ مقتول و مصلوب ہو کر مردود اور ملعون کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ ورفعناه مكانا عليا یہ آیت حضرت ادریسؑ کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے ادریسؑ کو موت دیکر مکان بلند میں پہنچا دیا کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لئے ایک لازمی امر ہے یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں یا زمین پر آکر فوت ہو جائیں مگر یہ دونوں شقیں ممتنع ہیں کیونکہ از روئے قرآن مجید جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک میں مل جاتا ہے اور اسی سے اس کا حشر ہو گا اور ادریسؑ کا زمین پر آنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ رفع سے مراد عزت کی موت ہے جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے اور بعد از موت ان کی روح علیین تک پہنچائی جاتی ہے۔ في مقعد صدق عند مليك مقتدر (ازالہ ص ۵۹۹)

الجواب بعون العلام الوهاب

اس آیت کے متعلق قادیانیت یعنی مرزا صاحب اور ان کے پیروکار سخت اضطراب کا شکار ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے جناب مرزا صاحب نام تو پوری آیت کا لے رہے تھے مگر نوٹ صرف ایک ہی جملہ کر رہے ہیں پھر سیاق و سباق کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اس کے بعد کئی قیود و شواہد ملا کر اپنا مدعا حاصل کرنا چاہتے ہیں

مگر حاصل نہ کر سکے کیونکہ پھر بھی اصل معنی نہیں مرادی معنی ہی پر اکتفا کرنے کی لائق ہوئے ہیں۔ ورنہ کہیں لغت وغیرہ میں دکھائیں کہ جہاں رفع کا معنی عزت کی موت لکھا ہے نیز اس کا عکس بھی دکھائیں کہ رفع کے عکس وضع کا معنی ذلت کی موت ہے۔ کیونکہ الرفع ضد الوضع ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

۲۔ مرزا صاحب کے دست راست حکیم نورالدین صاحب اس کا ترجمہ ہی ہمارے حق میں کر رہے ہیں دیکھئے ان کی کتاب (فصل الکتاب ص ۳۱۳ و ۳۱۴ حاشیہ طبع ربوہ) اب اسکے بعد قادیانیوں کا اس آیت کو اپنی تائید میں پیش کرنا کیسے جائز ہو گا۔ ترجمہ مکمل آیت وقولھم انا قتلنا المسیح یوں ہے۔ کہ اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا۔ اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو۔ لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا ان کو اور ہر آئینہ جن لوگون نے اختلاف کیا اس مین وہ اس کے متعلق شک میں ہیں اور ان لوگون کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اس کو از راہ یقین بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حکیم صاحب آیت کریمہ کا ترجمہ سو فیصد ہماری تائید میں کر رہے ہیں اور بقیہ دو افراد متبوع اور تابع باہمی تضاد کا شکار ہیں۔ ادھر امت مسلمہ کا ایک ایک فرد اس آیت کو اپنے نظریہ کے لئے نص صریح اور نص قطعی قرار دیتا ہے مجددین امت۔ اکابرین مفسرین۔ اور آئمہ تصوف و کلام جملہ بل رفعہ اللہ الیہ کو رفع ونزول مسیح کے لئے حجت قاطعہ قرار دیتے ہیں حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کا اس آیت کو وفات مسیح پر پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے عیسائی پادری قرآن مجید سے الوہیت مسیحؑ پر دلائل پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ یعنی جیسے عیسائی الٹی گنگا بہاتے ہیں۔ ایسے ہی قادیانی اس آیت سے وفات مسیح ثابت کرنے کی سعی کر کے الٹی گنگا بہا رہے ہیں حالانکہ نہ وہ ثابت نہ یہ۔ اب بندہ خادم اور ناچیز عرض کرتا ہے۔ قادیانی اور اس کے پیروکار جیسے آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک میں لفظ توفی اور رفع پر زیادہ زور دیکر مغالطہ آمیزی اور دجل کرتے ہیں اس طرح اس آیت میں لفظ

رفع کے ساتھ لفظ قتل صلب وغیرہ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان الفاظ کی بحث از روئے لغت و محاورہ مکمل کر دی جائی نیز لفظ صلب کا مفہوم واضح ہو جائے تو قادیانیت خالی ہاتھ رہ کر مکمل طور پر پسپا ہو جائے گی۔

بلکہ میں اس سے بھی قبل ایک مزید ضابطہ کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔ وہ ہے ابتدائے کتاب میں ذکر کردہ مسلمہ اصول کہ اصل صحیح تفسیر شواہد قرآنی سے کی جائے گی۔ پھر حدیث رسول سے پھر تفسیر صحابہؓ اس کے بعد مجددین و متکلمین کی تفسیر سے۔ پھر مرزا صاحب کا اعتراف کہ قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ اور دین کی بنیادی باتیں ہر زمانہ میں برابر شائع ذائع رہی ہیں۔ نیز لکھا کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کی ہوتے ہیں ان کی گواہی آنے والی ذریت کو ماننا ہی پڑتی ہے۔ کما ذکرت هذه الاصول فی افتتاح الکتاب بالا حالات النامه

لہٰذا ان ضوابط کے تحت اصل نظریہ رفع نزول مسیح کی حیثیت نیز زیر بحث آیات کا صحیح مفہوم و مصداق طے کرنے میں کوئی الجھن اور دقت پیش نہیں آنی چاہئے چنانچہ اہل حق اس اصول کے تحت اس نظریہ پر مع دلائل تفصیلیہ قائم ہیں اور ہماری تمام بحث اور مدافعت و مزاحمت ان ہی حدود میں منحصر ہے اس تمام جد و جہد میں ہم کسی قسم کی کھیلہ بازی افراط و تفریط۔ تحریف و تاویل بے انصافی اور سینہ زوری سے بکلی اجتناب و احتیاط پر قائم ہیں۔ یہ تو کلی اور مجموعی جواب ہے۔ اب کچھ تفصیلات بھی ملاحظہ فرمایئے۔

لفظ رفع کی بحث

یہ بحث بھی باوضاحت پہلے پیش کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

عربی زبان میں لفظ رفع کا معنی ما وضع لہ کسی چیز کو اس کی جگہ اور مستقر سے اوپر کو اٹھانا ہے۔ اور اس کی ضد۔ وضع یعنی کسی اٹھائی ہوئی چیز کو نیچے رکھ دینا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کل ۲۹ مرتبہ وارد ہوا ہے جس میں سے سترہ مقامات پر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے اور ۱۲ مقامات پر مجازی معنی میں۔ اور مجازی معنی کا ضابطہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ اور علامت مذکور

ہوتی ہے۔ چنانچہ بارہ میں سے آٹھ مقامات پر مجازی معنی لینے کے لئے قرینہ لفظ درجات واضح طور پر موجود ہے اور بقیہ چار مقامات پر دیگر قرائن موجود ہیں۔

پھر یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ حقیقی اور مجازی مفہوم میں ایک طرح کی نسبت اور ربط بھی موجود ہوتا ہے۔ مثلاً" علم والوں کے درجات بلند ہوں گے۔ بعض رسولوں کے بعض پر درجات بلند ہیں وغیرہ تو ظاہر ہے کہ یہ درجات کی بلندی روحانی سہی مگر اس کا انجام تو جنت الفردوس ہی ہو گا جو کہ حسی طور پر منتی مقام سے نہایت ہی بلند ہے ایسے ہی مادی بلندی۔ معنوی رفعت کو مستلزم ہوتی ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا۔ تو اس سے مقصود اصل تو انکا اعزاز و اکرام ہی ہے۔ ایسے ہی رفع ابویہ علی العرش میں جو مادی اور حسی رفعت ہے اس سے بھی معنوی رفعت یعنی اعزاز و اکرام ہی مقصود ہے گویا حسی اور معنوی امور میں۔ ظاہر اور باطن میں باہمی ارتباط اور تلازم بھی ہوتا ہے دونوں میں بکلی تبائن اور تباعد نہیں ہوتا۔ اس بنا پر قادیانیوں کا کہنا کہ مسیح جسمانی طور پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ اس سے مراد عزت کی موت ہے جس کا اظہار یہود کے ایک غلط نظریہ کی تردید کے لئے کیا گیا ہے (کہ مصلوب ملعون ہوتا ہے) حالانکہ یہ بات بالکل غیر معقول اور غلط ہے کیونکہ ان کا یہ نظریہ بائبل سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی مکمل وضاحت پہلے کر دی گئی ہے۔ نیز یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک نبی اور حق پرست ہر حالت میں معزز ہی ہوتا ہے بلکہ شہادت کی صورت میں مزید معزز و مکرم ہو جاتا ہے لہذا اس کے اعلان کی قطعاً" ضرورت نہ تھی۔ پھر اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بتلائیے بقیہ مقتولین کے لئے کس آیت میں ان کے رفع روحانی کا ذکر ہے؟

اس بحث میں قادیانی کا یہ عذر کہ رفع الی اللہ کے تسلیم کرنے سے خدا تعالیٰ کی جہت اور مکان ثابت ہو جائے گا جو کہ اس کی شایان شان نہیں ہے اس لئے یہاں لازماً" رفع روحانی تسلیم کریں گے۔ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مسیح کا رفع جسمانی دلائل قطعیہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے نیز استلزام جہت و مکان کا جواب بھی گزر چکا ہے کہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ وہ خدا جو آسمان میں

رہتا ہے خزص ۴۹۹ ج ۱۵ اور لکھا کہ خدا کی جہت اوپر کی ہے خزص ۱۰۸ ج ۱۷ نیز مرزا محمود نے سورہ ملک کی آیت ا ء منتم من فی السماء کا ترجمہ کیا ہے وہ ذات جو آسمان میں رہتی ہے۔ (تفسیر صغیر)

تو اگر استلزام جہت و مکان سے بچنے کے لیے رفع جسمانی کا انکار کرتے ہو تو یہ جرم تم خود نہایت دلیری سے کر چکے ہو۔ لہٰذا اگر تمہاری ان تحریرات سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے کوئی خلاف شان بات لازم نہیں آتی تو پھر ہمارے نظریہ رفع جسمانی سے بھی ہرگز لازم نہ آئے گی بلکہ اس کا مفہوم وہی ہو گا جو آئمہ ہدی کے ہاں مسلم ہے اور جو مفہوم تم نے ذہن نشین کر کے یہ تحریرات لکھیں ہیں۔ نیز جناب مرزا صاحب بھی ہماری طرح بھی رفع الی اللہ کے قائل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم جسم مع روح کے رفع کے قائل ہیں اور قادیانی صرف رفع روح کے۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں خدا کی جہت تو ثابت ہو ہی جاتی ہے۔ چاہے روح کا رفع ہو یا جسم مع روح کا۔ جب مطلق رفع الی اللہ کا اقرار کر لیا گیا تو گویا اقرار جزء سے اقرار کل کا ارتکاب ثابت ہو ہی جائے گا لہٰذا قادیانیوں کو رفع جسمانی کے اقرار سے کوئی جھجک محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایک عرض یہ بھی کی تھی کہ اگر تمہارے ہاں رفع کا مفہوم رفع معنوی یا روحانی ہی ہے تو پھر بتلایئے رفع جسمانی و مادی کے لئے لغت عربی میں کون سا لفظ استعمال ہوتا ہے؟

مرزا صاحب نے آخر میں رفع روحانی یا عزت کی موت مراد لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح طبعی موت سے دوچار ہو کر عند ملیک مقتدر یعنی علیین (مقعد صدق) میں پہنچ چکے ہیں لہٰذا وہ واپس نہیں آ سکتے۔ جواباً گزارش ہے کہ

قرآن مجید میں رفعه الله الیه ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس اٹھالیا تو اس پاس اور قرب و تقرب سے ان کا بہشت میں داخلہ کیسے ثابت ہو گیا؟ کیا آسمانوں پر صرف بہشت ہی ہے اور کوئی خطہ یا مقام نہیں ہے؟ علیین ہی ہے اور کوئی مقام نہیں ہے؟ صاحب بہادر خدائی خلقت کی وسعت کا کون ادراک کر سکتا ہے؟ دیکھئے وہاں ملا اعلیٰ کا مقام بھی ہے جس میں زندہ فرشتے اپنی اپنی ذمہ داری اور ڈیوٹی ادا کر

رہے ہیں وہاں ملائکہ مقربون مقام ہے وہاں اور بھی بے شمار ذو حیات مخلوق کے مقامات اور احاطے ہیں یہ جنت تو اس فضا اور خلا کے کسی کونے و کھدرے میں اپنی تمام تر وسعتوں سمیت الگ متمیز ہے یہ تمام فضا علوی پر محیط نہیں لہٰذا عند مقعد صدق عند ملیک مقتدر سے مسیح کا رفع روحانی کیسے ثابت ہو جائے گا؟ ان کا داخلہ علیین میں ہو چکا ہے لہٰذا واپسی ناممکن ہے یہ سب کلوپانی توہمات اور مفروضے ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں جب کہ ازروئے حقیقت ان کا باذن الٰہی رفع جسمانی ہوا ہے۔ پھر حسب حکمت الٰہی نزول بھی لازم ہو گا۔ باقی قتل و صلب اور شبیہ مسیح کی بحث بالتفصیل گذر چکی ہے یہاں صرف مرزا صاحب کے اس آیت سے استدلال کا جواب حاضر خدمت ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہ ہے۔ کہ مسئلہ رفع و نزول مسیح حقانی پر تمام اشکالات اور اعتراضات کا جواب مالک حقیقی نے ایک ہی جملہ میں دیدیا تھا کہ وکان اللہ عزیزا حکیما کہ وہ بڑا زبردست اور قوتوں والا ہے کوئی بھی چیز اس کے ارادہ اور مشیت میں حائل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس نے ایسا کیوں کیا زمین پر ہجرت کرا کے اپنے مقدس نبی کی حفاظت کیوں نہ فرمائی تو فرمایا حکیما وہ حکمتوں والا ہے اس کی حکمتیں کوئی نہیں جان سکتا۔ اس کا یہ معاملہ اسکی حکمت کے عین مطابق ہے۔ تو گویا سارے نظریہ کی جان یہ فرمان الٰہی ہے۔ وکان اللہ عزیزا حکیما

اس کی ایک اور مثال

سید دو عالم ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا انا اولی بعیسیٰ ابن مریم کہ میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہوں۔ یعنی کئی امور میں میں ان کے قریب اور مشابہ ہوں۔ مثلاً

۱۔ حضورؐ کو جسمانی طور پر معراج ہوتی۔ تو مسیح کو بھی جسمانی طور پر آسمان پر اٹھا لیا گیا

۲۔ حضرت مسیحؑ نے نہایت تفصیل سے آنحضورؐ کی عظمت و شان بیان فرمائی۔

اسی طرح آنحضور ﷺ نے بھی حضرت مسیح کی عظمت و شان تفصیل سے بیان فرمائی۔

۲۔ آنحضور ﷺ کی ہجرت معجزانہ طور پر خدائی حکمت کے تحت مدینہ کو ہوئی جس کا ذکر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بایں الفاظ فرمایا

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا اسفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم آخر میں عزیز حکیم کا لاحقہ بیان فرمایا

اسی طرح حضرت مسیح کی ہجرت جو کہ بل رفعہ اللہ الیہ کے تحت آسمان پر کرائی گئی اس کا لاحقہ بھی یہی بیان فرمایا وکان اللہ عزیزا حکیما۔

تو یہاں واضح فرمایا کہ دونوں ہجرتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں حالات کی سو فیصد منفی فضا میں ہوئیں۔ محض خدائی تائید کے ساتھ ایک ہجرت میں رفیق رشک ملائکہ صدیق اکبرؓ تھے اور دوسری ہجرت میں رفیق وایدناہ بروح القدس کے تحت جبرائیل امین تھے۔ دونوں ہجرتوں کو تکمیل پذیر کرنے والی ذات عالی عزیز حکیم ہے۔ لہذا ان دونوں جسمانی ہجرتوں میں کوئی استعجاب یا اشکال ملحوظ خاطر نہ کیا جائے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع سے استدلال

جناب مرزا صاحب نے رفع و نزول مسیح کے عقیدہ کی صحیح پوزیشن مشکوک کرنے کے لئے حضرت ادریسؑ کے متعلق قرآنی جملہ۔ ورفعناہ مکانا علیا" (کہ ہم نے ان کو بلند مقام پر اٹھا لیا) سے استفادہ کیا ہے کہ جیسے مسیح کے بارہ میں بل رفعہ اللہ الیہ وارد ہے ویسے ہی ادریسؑ کے بارہ میں بھی رفع کا ذکر آیا ہے تو کیا حضرت ادریسؑ بھی آسمان پر اٹھائے گئے تو ان کا کیا انجام ہو گا آیا وہ کسی وقت آسمان پر ہی فوت ہوں گے یا زمین پر آکر فوت ہوں گے۔ کیونکہ از روئے قرآن

انسان کو مر کر زمین میں دفن ہونا امر لازم ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث میں ان کی موت یا نزول کے متعلق کوئی صراحت نہیں۔ لہٰذا یہی بات ثابت ہوئی کہ ان کا رفع بھی روحانی ہوا تھا ایسے ہی حضرت مسیحؑ کا رفع بھی روحانی بصورت "عزت کی موت" تسلیم کرنا پڑے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

خدائے علیم و خبیر نے دونوں واقعات کو اپنے پاک کلام میں بیان فرمایا ہے مگر دونوں میں نمایاں فرق ہے کیونکہ حضرت ادریسؑ کے لئے صرف ایک ہی جملہ ہے ورفعناہ مکانا علیا" کہ ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھا لیا۔ تو یہ مکانا علیا بلندی درجات کے مفہوم میں ہے اور مسیح کے حق میں ایسا نہیں وہاں بلکہ یہاں رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ مذکور ہے جس میں باتفاق جمیع امت اور آقائے امت ﷺ جسمانی رفع ہی ہے کیونکہ یہاں رفع کے مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ (مکان یا درجہ) مذکور نہیں ہے لہٰذا دونوں میں مطابقت کیسی؟۔

۲۔ حضرت ادریسؑ کے متعلق صرف رفع مکان کا ذکر ہے اس کے بعد قرآن یا حدیث میں مزید کچھ بھی مذکور نہیں لہٰذا اس واقعہ کو اسی حد تک تسلیم کیا جائے گا۔ جبکہ حضرت مسیحؑ کے متعلق قرآنی تفصیلات اور پھر فرامین نبوت میں تفصیلات کا یہ عالم ہے کہ اب اس مسئلہ میں کسی قسم کا تجوز۔ تاویل یا استعارہ وغیرہ کی رتی بھر گنجائش نہیں رہتی اس اختصار و تفصیل کے پیش نظر دونوں واقعات کو ہم مثل تصور کرنا از حد جہالت اور الحاد و ضلالت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سابقہ حصہ میں اس کی کافی تفصیلات مذکور ہو چکی ہیں۔ فلیلاحظ ھناک

۳۔ حضرت مسیحؑ کے واقعہ رفع جسمانی کو دوسرے عام واقعات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت مسیحؑ کی ذات اور آپ کے حالات ندرت اور انفرادیت کے حامل ہیں آپ کی ذات اور حالات قدرت الٰہی کا نمونہ اور معجزہ ہیں لہٰذا ان کی مثال و نظیر تلاش کرنا اسے حیطہ انفرادیت اور آیت اللہ سے نکالنے کا مترادف ہے جو کہ سو فیصد غیر معقول اور خلاف حق ہے۔

ملاحظہ فرمایئے فرمان الٰہی

قال کذالک قال ربک هو علی هین ولنجعله آیة للناس
ورحمة منا وکان امرا مقضیا (مریم ۲۱)

وجعلنا ابن مریم وامه آیة (المومنون ۵۰)

ترجمہ اور ہم نے مسیح اور ان کی والدہ کو قدرت کی نشانی بنایا تو جب مسیح سنت الہی نہیں بلکہ آیت الہی ہیں تو ان کے حالات کی مثال و نظیر تلاش یا پیش کرنا کلام الہی کی تکذیب ہے حقیقت پسندی اور راستبازی نہیں۔ لہذا رفع مسیح کی مثال رفع ادریس یا دیگر مرفوعات کے ساتھ مطابق کرنا سراسر جہالت و ضلالت ہے۔ کیونکہ مسیح آیت الہی ہے اور دیگر سنت الہی ہیں۔ اس اصول کے تحت کسی بھی عموم سے وفات مسیح پر استدلال کرنا جہالت ہو گی۔ کیونکہ عموم سے ایک مخصوص جزئی پر استدلال قابل قبول نہیں تو جو جزئی بنص صریح آیت اللہ ہونے کی بنا پر ندرت و انفرادیت اور اختصاص کے خاص درجہ میں ہے وہ مطلق عموم کے تحت کیسے مندرج ہو سکتی ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کا عمومات سے استدلال سراسر جہالت اور حماقت ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

تیسری آیت حضرت عیسیٰ بن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے۔ یہ ہے

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم

ترجمہ یعنی جب تو نے مجھے وفات دیدی تو توہی ان پر نگہبان تھا

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفی کے معنی یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم اور پھر فرماتا ہے ولکن اعبداللذی یتوفاکم اور پھر فرماتا ہے کہ یتوفھن الموت اور پھر فرماتا ہے حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفونھم (سورۃ الاعراف پ۸) پھر فرماتا ہے توفتہ رسلنا ایسا ہی قرآن شریف کی تئیس مقام میں توفی کے معنی اماتت اور قبض روح کے ہیں لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفیتنی سے مراد رفعتنی لیاہے۔ اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیاکہ یہ معنی نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کریم کے مخالف ہیں پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اول سے آخر تک التزام کیا ہے ان کو بغیر کسی قرین قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۰ و ۶۰۱ خزائن ص ۴۲۴ ج ۳)

الجواب بعون العلام الوہاب

جناب قادیانی صاحب نے اس موقعہ پر حسب عادت دجل و فریب کے بکثرت مظاہرے کئے ہیں۔

۱۔ آیت کو اول و آخر سے حذف کر کے اس کا ایک مختصر سا جملہ نوٹ کر کے کہہ دیا کہ آیت کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے۔ حالانکہ جب تک مکمل آیت نوٹ نہ کی جائے صحیح مفہوم حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اسے آیت کہہ سکتے ہیں بلکہ بعض آیات تو آیات ماسبق وما لحق کو ملائے بغیر صحیح مفہوم واضح نہیں کرتیں۔ مگر یہاں تو مرزا صاحب نے پوری آیت بھی نقل نہیں کی اور کہہ دیا کہ یہ آیت اور

پھر اس سے مطلب کا مفہوم اخذ کر کے علمائے ربانی کو الحاد کا طعنہ بھی دینے لگے۔
نیز سراسر بطور کلیہ کے لفظ توفی کو اماتت کے معنی میں منحصر کر دیا۔ حالانکہ خود بھی دو مقامات پر معنی غیر موت تسلیم کر چکے ہیں مگر یہاں پھر ایجاب کلی کا اظہار کر دیا جو کہ سراسر دجل و فریب ہے۔

نیز جو شواہد پیش کئے وہ مسئلہ زیر بحث کے مطابق بھی نہیں کیونکہ وہاں واضح طور پر معنی موت کے قرائن موجود ہیں غرض یہ کہ مختصر سا اقتباس قادیانی دجل و فریب اور الحاد و ضلالت کا مرقع ہے۔

پھر دلیری یہ کہ پہلی دو آیتوں کے متعلق لکھا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے مگر اس تیسری پر سرخی جما دی کہ یہ کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے گویا یہ آیت قادیانیوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور نمایاں طور پر ان کے موقف پر نص صریح ہے۔ حالانکہ یہ بھی سراسر دھوکا ہے۔

۔ اب سابقہ تفصیل کے علاوہ یہاں مزید معروضات سماعت فرمایئے۔

۔ اس آیت کا صحیح مفہوم اس وقت واضح ہو گا جب کہ اس آیت کے عنوان (انت قلت) کا پس منظر سامنے آ جائے چنانچہ بندہ ناچیز نے اس پس منظر کو پہلے حصہ میں بالوضاحت بیان کر دیا ہے۔ اس وضاحت سے قادیانیوں کا یہ دجل و فریب مزید خوب کھل جاتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ آپ کو سوال ہو گا کہ یہ کب بگڑے۔ آپ عرض کریں گے کہ میری موجودگی میں تو بگڑے نہیں ہاں وفات کے بعد بگڑے ہیں۔ حالانکہ یہ سوال بگڑنے کے متعلق نہیں بلکہ صرف کہنے کے متعلق ہے اور وہ بھی محض توبیخ و تبکیت کے لئے نہ کہ استعلام و استخبار کے لئے۔ جیساکہ اس کے دوسرے شواہد اس پر واضح دلیل ہیں۔

اس کے بعد ذیل میں قادیانی مستدل (توفی) پر کچھ سماعت فرمالیجئے

لفظ توفی کے مفہوم کے تعین کرنے کا ضابطہ

حصہ اول میں حقیر نے بیان کر دیا ہے کہ

لفظ توفی کا بنیادی اور ماوضع لہ معنی اخذ الشئی وافیا ہے۔ جس کے حسب قرائن تین انواع ہیں یعنی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ لفظ توفی کے ساتھ اگر لفظ موت وغیرہ کا قرینہ مذکور ہو تو اس کا معنی حقیقی موت ہو گا۔

۲۔ توفی کے ساتھ اگر لفظ لیل یا منام کا قرینہ مذکور ہے تو اس کا معنی نیند ہو گا۔

۳۔ توفی کے ساتھ اگر لفظ رفع مذکور ہو تو پھر اس کا مفہوم رفع جسمانی یا اصعاد الی السماء ہو گا۔

یاد رہے لغت عربی میں کسی لفظ کا معنی متعین کرنے میں قرائن اور صلات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے بلکہ وہ بنیاد ہوتے ہیں۔ مثلاً لفظ رغبت کا صلہ اگر فی ہو تو معنی رغبت و میلان ہو گا۔ اگر اس کا صلہ عن ہو تو پھر رغب کا معنی اعراض ہو گا۔ مثلاً ومن یرغب عن ملت ابراھیم الا من سفہ نفسہ ایسے ہی لفظ ضرب کے حسب صلہ کئی معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر اس کا صلہ ل ہو تو معنی "بیان کرنا" ہو گا قال اللہ تعالٰی واضرب لھم مثلا" اصحاب القریۃ اگر اس کا صلہ فی ہو تو معنی چلنا ہو گا جیسے ضربتم فی الارض وآخرون یضربون فی الارض اگر یہ فعل مطلق یعنی بلا صلہ کے آئے تو معنی "مارنا" ہونا جیسے واضربوھن خذبیدک ضغثا فاضرب بہ اور کبھی متعدی بہا بھی مارنے کے معنی میں آتا ہے اور کبھی بلا صلہ کے بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ غرضیکہ افعال کا مختلف صلات اور قرائن سے متعلق ہو کر صحیح مفہوم متعین ہو جاتا ہے اسی اصول پر آئمہ لغت و عربیہ نے لفظ توفی کا مفہوم تین طرح پر حسب قرینہ متعین فرما دیا ہے امام راغب اور ابن تیمیہ وغیرہ کی مثال واضح ترین ہے۔

لہٰذا اسی اصول پر لفظ توفی از باب تفعل حسب قرائن تین طرح پر ہے۔ لفظ موت کے قرینہ کے ساتھ وغیرہ۔ لیل یا نوم کے قرینہ کے ساتھ۔ اور لفظ رفع کے قرینہ کے ساتھ۔ قرآن مجید میں ۲۵ مقامات میں یہ تینوں ہی قرائن مستعمل ہیں کوئی کم کوئی زیادہ اور کوئی کم ترین۔ اگرچہ ایک دفعہ بھی ایک معنی عام معنی سے الگ آ جائے تو پھر بھی کلیت ٹوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا بطور کلیت کے کہنا کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا معنی یہی ہے کہ روح کا لے لینا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا سراسر حقیقت اور دیانتداری کے خلاف ہے۔ کیونکہ دو مقامات پر تو خود بھی توفی کا

معنی نیند تسلیم کر چکے ہیں لہذا کلیت کیسی۔

مرزا صاحب کی پیش کردہ مثالیں

ناظرین کرام۔ مرزا صاحب نے لفظ توفی کا معنی موت لینے کے لئے اس موقعہ پر ۵ مثالیں پیش کی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب ان مثالوں سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو ان آیات میں لفظ توفی آیا ہے مگر معنی موت ہی ہے دوسرا نہیں ہو سکتا لہذا بقیہ قرآنی مقامات پر بھی اس لفظ کا معنی موت ہی لیں گے۔ تو گذارش یہ ہے کہ جناب قادیانی نے اس مثالوں کے درج کرنے میں بھی وہی اپنی بنیادی فطرت یعنی دجل و فریب کا مظاہرکیا ہے کیونکہ حسب ضابطہ مذکورہ بالا مثالوں میں لفظ توفی کے ساتھ قرینہ ہی موت مذکور ہے تو معنی دوسرا کیسے لیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے میں نے صحیح معنی متعین کے لئے دس آیات کا حوالہ دیا ہے کہ فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی موت لیں گے۔ اور فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی نیند لیں گے اور فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی رفع الی السماء لیں گے مگر مرزا صاحب نے آیات ہی وہ ذکر کیں جن کا واضح طور پر قرینہ لفظ موت مذکور ہے لہذا معنی بھی لازما موت ہی ہو گا۔ مگر دیگر ان آیات میں جن میں قرینہ دوسرے معنی کا ہے ان کو بھی ذکر کر کے اپنے کلیہ کو ثابت کرتے تو بہادری تھی۔ یہ کیا چکر ہوا کہ آیات تو موت کے قرینہ والی ذکر کریں اور نفی دوسرے معنی کی کریں۔ جناب والا ان آیات کے معنی میں بوجہ قرینہ موت ذکر ہونے کے ہم آپ سے تنازعہ ہی نہیں کرتے کہ یہاں معنی کچھ اور ہے یہ تو ہم بشرح صدر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات اسی مفہوم میں وارد ہیں۔ بات تو دوسری آیات کے متعلق ہے جن میں قرائن دوسرے ہیں کہ وہاں یہ معنی نہ ہو گا۔ مثلا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے بعد والا جملہ والتی لم تمت فی منامہا اور آیت وھوالذی یتوفکم باللیل کہ ان دونوں آیات میں لفظ توفی ہے مگر قرینہ منام اور لیل ہے لہذا معنی موت نہیں بلکہ نیند ہو گا۔ جس کو مرزا صاحب بھی دوسرے مقام پر شرح صدر سے تسلیم کرتے ہیں علاوہ ازیں دو مقام اور ہیں جن میں لفظ توفی ہے اور ان کے ساتھ نہ موت ہے نہ لیل و منام بلکہ

وہاں قرینہ ہے۔ رفع الی اللہ لہٰذا وہاں مفہوم لازما موت اور نیند کے علاوہ ہو گا اور وہ ہے۔ رفع الی السماء بجسدہ۔ اب فرمایئے اس میں الحاد والی کونسی بات ہے؟

بالفرض اگر یہ طریقہ الحاد ہے تو پھر تمہارے کلیہ کے مطابق ھوالذی یتوفکم بالیل اور والتی لم تمت دونوں مقام پر معنی غیراز موت کرنا بھی الحاد ہو گا جرات کرو اور لگاؤ فتوی الحاد۔ تو اگر یہاں معنی نیند الحاد نہیں تو تیسرا معنی جو اسی ضابطہ قرآن کے مطابق ہے وہ کیسے الحاد ہو گا۔ خدارا کچھ تو سوچئے۔ یہ معنی تو اکابرین امت نے کیا ہوا ہے۔ جن میں آپ کے مسلمہ مجددین و ملہمین آتے ہیں۔ ابن عباس سے لے کر ابن تیمیہ اور ابن کثیر سب آتے ہیں کیا یہ سب حضرات ملحدین قرار پائیں گے؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تو جب تمام آئمہ ھدی اس لفظ کے مفہوم میں اور نفس نظریہ رفع و نزول میں متفق اللسان و القلب ہیں۔ تو پھر ان سے کسی بھی شق (مفہوم توفی یا نظریہ حیات) میں انکار یا انحراف کرنا کونسی دیانتداری اور حقیقت پسندی ہو گی۔ جب کہ تم لوگ یہ بھی مانتے ہو۔ کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننا ہی پڑتی ہے۔ (ازالہ ص ۳۷۴ و ۳۷۵) اور یہ بھی مانتے ہو کہ مجددین کا ماننا فرض ہے ان سے انحراف فسق و کفر ہے۔ تو اب فرمایئے آپ کا نفس مسئلہ یا دلائل مسئلہ میں ان سے انحراف فسق و کفر نہ ہو گا۔ بلکہ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی کے تحت اور من شذ شذ فی النار کے تحت۔ دائمی جہنم نہ ہو گا؟ خدارا کچھ تو خدا کا خوف کیجئے محض انانیت کے تحت اپنا اور دیگر مخلوق خدا کا بیڑا غرق نہ کیجئے۔

پھر مرزا صاحب ازروئے حدیث رسولؐ لکھتے ہیں کہ قرآن کے بعد احادیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی یعنی موت حقیقی کے ہی مفہوم میں مستعمل ہے۔ گویا یہ لفظ اسلام میں بطور اصطلاح کے موت کے معنی میں استعمل ہے تو عرض ہے۔ کہ آپ کی بنیاد کہ قرآن میں "کلیتا" اور "اصطلاحا" یہ لفظ معنی موت میں ہے دوسرے معنی میں سلب کلی کے طور پر غیر مستعمل ہے۔ تو ہم نے تمہاری اس بنیاد کو تو

علی رؤس الاشہاد ختم کر دیا ہے کیونکہ قرآن میں بالصراحت یہ لفظ دیگر معانی میں مستعمل ہے جس کے تم خود بھی معترف ہو۔ تو جب بنیاد ختم ہو گئی تو اس پر استواری بھی کمزور اور غیر مفید ہو گی بلکہ ختم ہو گئی۔

اب حدیث کے حوالہ سے گزارش ہے کہ فقط لفظ توفی کے مفہوم پر ہی اس نظریہ رفع و نزول کا مدار نہیں کہ اذا ثبت الشیئی ثبت شیئی آخر کا ضابطہ تسلیم کرنا ہو گا بلکہ اس نظریہ کا ثبوت تو دیگر براہین اور نصوص قطعیہ میں بھی موجود ہے جس کے تذکرہ سے ایک ذخیرہ احادیث معمور ہے نیز خدا کے رسول ﷺ بیان لغت کے لئے نہیں آئے بلکہ وہ نصوص باہرہ سے حقائق بیان فرماتے ہیں لہٰذا جب خاتم الانبیاء ﷺ نے مسئلہ رفع و نزول مسیحؑ کو بالصراحت اپنے بے شمار ارشادات سے واضح فرما دیا تو اب آپ کی زبان اقدس سے لفظ توفی کی لغوی تشریح کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

جب آپ نے حلفاً" و قسماً" نزول مسیحؑ بالصراحت بیان کر دیا نیز آپ کے تمام حالات و کوائف بھی تفصیلاً" بیان فرما دیے تو پھر مزید کسی لغوی وضاحت کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے بلکہ اب امت کا فرض ہے کہ ایسے الفاظ کی تشریح از روئے لغت و محاورہ وہ کریں جو اس نظریہ حقہ کے ساتھ مطابقت کرے کیونکہ کلام الٰہی اور نبی معظم ﷺ تو مطاع اور متبوع ہوتے ہیں اور علوم لغت و محاورہ وغیرہ سب خدام کے درجے میں ہوتے ہیں۔

قادیانی فلسفہ

قادیانی الٹی گنگا بہاتے ہیں۔ مرزا صاحب مع پیروکاروں کے اسلام کے اصول اور نظریات کو ڈکشنری کے حوالہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب خود بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا محض حماقت ہے۔ (ازالہ ص ۵۳۸ خ ۳۸۹ ج ۳)

لہٰذا اسلامی الفاظ و اصطلاحات اور نظریات بلا حوالہ لغت کے تسلیم کرنا ہی دین ہو گا۔ نہ کہ طے شدہ امور میں پھر نئے سرے سے لغوی بحثوں کے ذریعے رخنہ اندازی کرنا دین ہو گا۔ اس لئے جب یہ نظریہ متعین' طے شدہ اور اجماعی

ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بجسدہ آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ وہی تشریف لائیں گے دوسرا کوئی فرد نہیں آنے کا۔ اور یہ نظریہ مع جملہ تفصیلات امت کے آئمہ ہدی نے اپنی تحریرات میں لکھ دیا ہے اور اس کو امت مرحومہ نے حرز جان بنا لیا ہے تو اب چودہ سو سال بعد لغوی تحقیقات کا ہوا کھڑا کرنا کون سی خدمت اسلام ہے۔ اس طرح تو آج کل کے منکرین صلوۃ و زکوۃ وغیرہ بھی لغوی سہارے پر ان شعائر کا انکار کر رہے ہیں تو کیا وہ بھی برحق ہوں گے؟ لیکن اگر وہ حق پر نہیں تو وہی طریقہ اختیار کر کے آپ کس طرح حق پرست ہو سکتے ہیں کیونکہ طریقہ کار آپ دونوں کا یکساں ہے۔ کیا سرسید نے بقول مرزا صاحب بھی تاویلات کے بہانے اور سہارے بے شمار حقائق دین کا انکار نہیں کیا۔

جناب سرسید نے ایسے ہی بے ثبوت قواعد اور من ملنی تاویلات کے بل بل بوتے پر سارے ہی حقائق قرآن کو مسخ نہیں کر دیا۔ جس پر جناب مرزا صاحب نہایت مضطرب اور پیچ پا ہو رہے ہیں ذرا دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب (آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ص ۲۷۳) تک کا حاشیہ نیز حکیم نورالدین صاحب کا وہ معقول ضابطہ کہ تاویلات کا سہارا لیکر تو ہر ملحد اور زندیق سب کچھ ثابت کر سکتا ہے (المفہوم مکتوب نورالدین ص ۸ ملحق بہ ازالہ اوہام خزائن ص ۶۳۱ ج ۳)

اس بنا پر مرزا صاحب کو حدیث کا حوالہ دینا مفید نہیں ہے کہ اس میں بھی ہر جگہ توفی کا معنی موت ہی لیا گیا ہے صاحب بہادر یہ تو مقتضی الحال کا مسئلہ ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس لفظ کو استعمال ہی ایسے مواقع پر فرمایا ہے کہ جہاں مقتضی الحال یا قرینہ کلام صرف موت حقیقی کا مقتضی تھا تو پھر آپ کا استدلال کیسے درست ہو گا۔ ہاں اگر آپ نے یہ لفظ حضرت مسیحؑ کے متعلق یا قرینہ رفع الی السماء کے ساتھ بیان فرما کر معنی موت حقیقی کا اظہار یا اعلان فرمایا ہو تو بات کیجئے ورنہ آپ کو کیا فائدہ؟ پھر یہ بھی سن لیں کہ ایک موقعہ پر خاتم الانبیاء ﷺ نے آپ کے ایجاب کلی کا ستیاناس بھی کر دیا ہے جس کا حوالہ سابقہ حصہ میں ذکر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ

من رمی الجمار لا یدری ماله حتی یتوفاه الله یوم القیامة اخرجه

العلامه المنذری فی الترغیب والترهیب ص ۲۰۷ ج ۲ بحواله مسند بزار مع تصحیح اسناده

مرزا صاحب کا ایک اور شوشہ

آنجہانی اس تیسری آیت کے متعلق آخر میں لکھتے ہیں کہ

افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفی کے حقیقی معنی حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل کرتے ہیں کہ آیت فلما توفیتنی میں مذکور توفی آپ کے نزول کے بعد ہو گی لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرہ نہیں شرماتے وہ نہیں سوچتے کہ فلما توفیتنی سے پہلے واذ قال یعسی ہے اور ظاہر ہے کہ قال لفظ ماضی ہے اور اس سے پہلے لفظ اذ ہے۔ جو خاص ماضی کے لئے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال از جواب نزول قرآن سے پہلے کا ہے اس کے بعد کا نہیں اور پھر حضرت کا جواب بھی فلما توفینی وہ بھی ماضی ہے۔ اور جو بعض دوسرے حصے ہیں وہ بھی بلفظ ماضی بیان کئے گئے ہیں اور وہ بھی انہی معنوں کی موید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعلک فی الارض خلیفه تو کیا اس کے یہ معنی کرنے چاہئے کہ اللہ تعالٰی کسی استقبال کے زمانہ میں ملائکہ ہے یہ سوال کرے گا سوا اس کے قرآن مجید اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت کے بعد اور قیامت سے پیشتر بطور باز پرس کے ایسے سوال ہوتے ہیں۔ (ازالہ ص ۷۰۲ خزائن ص ۴۲۵ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

اس طویل اقتباس کے جواب کے لئے چنداں محنت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب یہاں اس سوال جواب کے سلسلہ کو نزول قرآن سے پیشتر کا قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت بقول قرآن سو فیصد غلط ہے کیونکہ اس آیت سے پیشتر بھی مذکور ہے کہ یوم یجمع اللہ الرسل اور اس آیت کے آخر میں بھی وضاحت ہے۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لہٰذا

اس پر مزید گفتگو بلا ضرورت ہے مگر ہمارے مخاطب چونکہ حقیقت پسند نہیں ہیں لہٰذا جھوٹے کو ان کے گھر تک چھوڑ آنے کے لئے مزید معروضات بھی سماعت فرمایئے۔

۱۔ جناب مرزا صاحب نے یہاں تو واقعہ کو قصہ ماضی قرار دیا ہے مگر اپنی تحریرات میں بے شمار مقامات پر وہ خود اس واقعہ کو مستقبل یعنی قیامت کا تسلیم کرتے ہیں لہٰذا ساری بحث ختم۔

۲۔ اذ اگرچہ ماضی کے لئے آتا ہے مگر کبھی مستقبل کے لئے بھی آ جاتا ہے اور از روئے علمائے بلاغت یہ اصول طے شدہ ہے کہ بعض امور مستقبلہ کو بصیغہ ماضی اس لئے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کی قطعیت واضح تر ہو جائے گویا یہ واقعہ جس کے وقوع کا آئندہ زمانہ میں بیان کرنا مقصود ہے وہ اتنا قطعی اور یقینی ہے کہ گویا وہ واقع ہی ہو چکا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لئے آئندہ کے واقعات کو بصیغہ ماضی بیان کر دیا جاتا ہے۔ لا ثبات قطعیتھا جیسے فرمایا اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت لفظی ترجمہ جب سورج لپیٹ دیا گیا اور جب ستارے ماند پڑ گئے۔ تو کیا یہی ترجمہ کریں گے۔ کیا واقعہ سورج زمانہ ماضی میں لپیٹ دیا گیا تھا اور ستارے ماند پڑ گئے تھے۔ نہیں خدا کے بندو۔ یہ واقعات و حالات آئندہ بسلسلہ قیامت رونما ہوں گے۔ تو ان استقبالی واقعات کو اظہار قطیعت کے لئے بصیغہ ماضی ذکر کیا جا رہا ہے۔ ایسی مثالیں قرآن مجید میں بیسیوں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ زیر بحث بھی ہے۔ جس کا اعتراف خود مرزا صاحب نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ کہ یہ واقعہ قیامت کو ہو گا۔ حوالہ جات کی ضرورت نہیں لہٰذا بحث ختم۔

باقی اس سوال و جواب کا پس منظر اور لفظ توفی کا مفہوم اور لفظ توفیتنی کا مفہوم وہ تفصیلاً" پہلے حصہ میں گذر چکا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح مرزا صاحب اور ان کے پیروکار اس آیت کو ناقابل جواب سمجھتے ہیں اسی قدر یہ آیت ان کے مخالف اور ہمارے حق میں نہایت واضح تر اور ٹھوس ہے۔

صرف ایک جملہ پر غور کی ضرورت ہے پھر قادیانیوں کا بنا بنایا گھروندہ ایک سیکنڈ میں زمین بوس ہو جاتا ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں ان کی نگرانی کرتا رہا جب تک میں ان میں موجود رہا۔ ما دمت فیھم فرمایا نہ کہ ما دمت حیا تو جب تو نے میری توفی کرلی تو توہی ان کا محافظ و نگران تھا تو اب مسیح کی زندگی کے دو مرحلے ثابت ہوئے ایک قوم میں موجودگی اور دوسرا عدم موجودگی۔ اور پھر عدم موجودگی بذریعہ توفی ہوئی۔ تو اب بات صاف ہے کہ آپ کا اہل فلسطین سے دوسری جگہ (ہمارے ہاں آسمان پر اور قادیانیوں کے ہاں کشمیر میں) انتقال بذریعہ توفی ہوا۔ لہٰذا اگر توفی کا معنی موت کریں تاکہ قادیانی فتویٰ الحاد سے بچ جائیں۔ تو مطلب ہوا کہ آپ قوم فلسطین سے رخصت مر کر ہوئے یعنی آپ کشمیر میں حقیقی موت کے ذریعہ ہوئے زندگی کی صورت میں نہیں تو پھر قادیانیوں کو کشمیر کے ستاسی یا بانوے سالہ زندگی کا ثبوت قرآن و حدیث سے الگ دینا پڑے گا۔ کیونکہ آپ تو بوجہ توفی حقیقی موت مر گئے۔ اب کشمیر والی زندگی کس آیت سے ثابت کریں گی۔ لہٰذا قادیانیوں کو بجائے لینے کے دینے پڑ گئے۔

ادھر ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہمارا موقف نہایت سہولت اور آسانی سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہمارے اکابر نے اصل اجماعی نظریہ کے مطابق اور لغوی ضابطہ کے تحت اس کا معنی رفعتنی فرمایا ہے لہٰذا ہمارا موقف واضح ہو گیا۔ کہ حضرت مسیح اپنا دور رسالت اہل فلسطین میں پورا کر کے اور کسی زمینی مقام پر ہجرت فرما نہیں ہوئے بلکہ اللہ کریم نے آپ کو اپنی حکمتوں کے تحت بحفاظت تمام بجسد العنصری آسمان پر اٹھا لیا تھا اب اس صورت میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا کوئی الجھن پیش نہیں آئی جبکہ قادیانی بری طرح پھنس گئے ان کو لینے کے بجائے دینے پڑ گئے۔ جس آیت کو وہ ناقابل جواب دلیل سمجھ کر اہل حق کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے وہی آیت ان کے لئے تباہ کن اور اہل اسلام کے لئے فتح و مسرت کا جشن ثابت ہوئی۔ فالحمد للہ رب العالمین

وفات مسیح پر مرزا قادیانی کی پیش کردہ چوتھی آیت

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ
چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ

وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ
اور ہم ای رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۳ خزائن ص ۴۲۵ ج ۳)

دوسری جگہ مرزا صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ
کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر (جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے) ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ (خزائن ص ۲۹۱ ج ۳)

پھر اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ
یعنی جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کوئی اہل کتاب اس بات پر دلی یقین نہیں رکھتا کہ در حقیقت مسیح مصلوب ہو گیا ہے کیا عیسائی اور کیا یہودی صرف ظن اور شبہ کے طور پر ان کے مصلوب ہونے کا خیال رکھتے ہیں یہ ہمارا بیان صحیح ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہاں اس کی موت کے بارہ میں انہیں خبر نہیں کہ وہ کب مرا اور اسکی ہم خبر دیتے ہیں کہ وہ مرگیا اور اس کی روح عزت کے ساتھ ہماری طرف اٹھائی گئی۔ (ازالہ ص ۳۷۲ خزائن ص ۲۹۱ ج ۲)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ (کسی سائل کا سوال نقل کرتے ہوئے)
وان من اہل لکتاب الا لیومنن بہ قبل موت
کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تمام اہل کتاب اس پر ایمان لے آویں گے سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح اس وقت تک جیتا رہے گا جب تک کہ تمام اہل کتاب اس پر ایمان نہ لے آویں۔

پھر لما الجواب سے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

پس واضح ہوا کہ سائل کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا ہے کہ آیت فرقانی کا منشاء یہ ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کرلیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنی ہیں جیساکہ سائل سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دنیا میں گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں حالانکہ یہ خیال بالبداہت باطل ہے ہر ایک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آئندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے آتشی تنور میں پڑیں گے اگر خدا کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لاویں گے تو وہ ان سب کو اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا لیکن اب مرنے کے بعد ان کا ایمان لانا کیونکہ ممکن ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۴۶ و ۳۶۷ خزائن ص ۲۸۸ ج ۳)

ناظرین کرام مندرجہ بالا طویل ترین قادیانی اقتباسات کے نقل کرنے کا منشاء یہ ہے تاکہ مرزا صاحب کی لاچاری اور بے بسی اور چکر بازی سب پر عیاں ہو جائے۔ فرمایئے خدا کی لاریب اور عظیم الشان کتاب ایسی ہو سکتی ہے۔ کہ جس کی ایک مختصر سی آیت کی تشریح و توضیح اس قدر الجھی ہوئی ہو کہ ایک پہیلی اور معمہ بن کر جائے۔ الامان والحفیظ۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب جادہ حق سے بھٹک گئے۔ دیانتداری اور حقیقت پسندی سے محروم ہو گئے تو ان سے ایسی ہی فضول اور لایعنی باتوں کا صدور ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تو صرف مرزا صاحب کی بھول بھلیاں ہیں اسکے بعد دیگر قادیانی اساطین کی اس آیت کے متعلق گوہر افشانیاں اس سے بھی بڑھ کر مضحکہ خیز

ہیں جن کا ذکر یہاں محض بے فائدہ ہے کیونکہ وہ محض ایک طے شدہ اتفاق نظریہ سے قادیانی انکار و انحراف کی ایک مضحکہ خیز تصویر کشی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے

کہ یہ آیت اصل نظریہ رفع و نزول کے لئے نص صریح ہے جس سے استدلال دور رسالت سے کیا جا رہا ہے اور کسی بھی فرد مسلم نے اس استدلال میں تردد یا انحراف نہیں کیا چنانچہ پہلی مرتبہ جب سرخیل محدثین جلیل القدر صحابی رسول ﷺ نے نزول مسیح پر اس آیت کریم سے استدلال پیش کیا تو کسی ایک صحابی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا حتی کہ تمام ذخیرہ کتب حدیث و تفسیر سے ایک فرد کو بھی پیش کرنا محال ہے جس نے صحابی رسولؐ کے اس نظریہ اور اس استدلال سے اختلاف ظاہر کیا ہو ماسوائے اس قادیانی کذاب کے بلکہ تمام آئمہ امت مجددین و ملہمین و مفسرین محدثین اس اجماعی نظریہ (رفع و نزول مسیح حقانی) پر احادیث سے دلائل دیتے وقت سرفہرست اس آیت اور استدلال کو پیش کرتے ہیں اور اسی بنا پر سید المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ بھی اپنی صحیح بخاری میں (جس کو باتفاق امت مع مرزا قادیانی اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مقام حاصل ہے) نزول مسیح کا باب منعقد فرما کر سب سے پہلے نمبر پر اسی حدیث رسول کو پیش کرتے ہیں جس میں صحابی رسولؐ اس آیت سے استدلال پیش کر رہے ہیں لہذا اس ترتیب سے واضح ہو گیا کہ نظریہ رفع و نزول مسیح ایک اتفاقی اور اجماعی نظریہ ہے اور اس آیت کی دلالت عند جمیع الامت نزول مسیح حقانی پر واضح ترین برھان ہے لہذا اب اس حقیقت سے انکار یا انحراف من شذ شذ فی النار کا ہی مصداق ہو سکتا ہے۔ ومن یتبع غیر سبیل المومنین نصلہ جھنم کا ہی مستحق ہو سکتا ہے نیز بقول مرزا قادیانی اس حقیقت سے انحراف وانکار مجددین امت سے انحراف و انکار قرار پا کر فسق و کفر ہی ہو سکتا ہے۔ تو چونکہ اس آیت کا صحیح مفہوم بالکل واضح اور دوٹوک طور پر امت مرحومہ کے ہاں اتفاقی اور اجماعی طور پر مسلم چلا آ رہا تھا لہذا مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کو اس میں بہت محنت کرنا پڑی مگر پھر بھی بے فائدہ رہی چنانچہ اس جھنجلاہٹ اور پریشانی سے بچتے ہوئے مرزا صاحب

کے دست راست حکیم نورالدین صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں۔

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ (دیکھئے ان کی کتاب فصل الخطاب ص ۳۴۳ طبع ربوہ)

ف یہ وہ اہم کتاب ہے کہ جسے مرزا صاحب کے حکم پر نہایت اہتمام سے تصنیف کیا گیا لہذا اس کے مندرجات بھی مرزا صاحب کو منظور ہوں گے۔ (تفصیل فصل الخطاب کے پیش لفظ میں) ملاحظہ فرمایئے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حکیم صاحب نے اس معرکۃ الارا کتاب میں کتنی صفائی سے اصل حقیقت کا اظہار و اعتراف کیا ہے اب اتنی وضاحت کے بعد کسی قادیانی کے لئے اس آیت کے مفہوم میں کوئی خلجان نہیں رہنا چاہیئے۔

آیت کریمہ کے تعین مفہوم کے لئے بنیادی امر

یہ ہے کہ اس میں لفظ لیومنن قابل غور ہے اور دوسرا امر یہ اور قبل موتہ کی مجرور ضمیروں کے مرجع کا تعین ہے ان دونوں امور کے تصفیہ کے بعد آیت کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

امر اول کی بحث

لیومنن صیغہ واحد مذکر غائب موکد بانون ثقیلہ مع لام تاکید ہے یعنی اس کے آخر میں نون مشددہ ہے جو کہ دو مقاصد کے لئے آتا ہے اول وہ فعل مضارع (جو کہ حال و مستقبل دونوں کا محتمل ہوتا ہے) کو مستقبل کے لئے خاص اور متعین کر دیتا ہے حال کا زمانہ اس سے بالکل منتزع ہو جاتا ہے اور دوسرا مقصد اس کا اس فعل کے وقوع میں قطعیت اور تاکید پیدا کر دینا ہے مزید برآں اس کے شروع میں لام مفتوح برائے تاکید فعل ہے لہذا دریں صورت ایسے فعل میں تاکید در تاکید آ جاتی ہے چنانچہ اسی بنا پر اس کا ترجمہ اردو میں یوں کیا جاتا ہے کہ وہ ضرور بہ ضرور زمانہ مستقبل میں ایمان لائے گا۔ چنانچہ مبتدی طلباء کو ایسے افعال

کی اسی انداز سے تعلیم دی جاتا ہے مثلاً لیضربن کا ترجمہ یوں کرایا جاتا ہے کہ وہ ایک مرد ضرور بہ ضرور مارے گا (زمانہ مستقبل میں) لہٰذا اس اصول صرفی کی بنا پر جو کہ تمام آئمہ فن کے ہاں متفقہ ہے نیز قرآن مجید کے تمام ایسے مقامات اسی مفہوم کے حامل ہیں۔

جیسے ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ (ال عمران آیت ۵۵)

۲ ثم لتسئلن عن النعیم

۳ قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبئن بما عملتم (۰)

واذ تاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب (الاعراف ۱۶۷)

فوربک لنسئلنھم اجمعین (الحجر ۹۲)

لنسئلن الذین ارسل الیھم و لنسئلن المرسلین (الاعراف ۶)

غرض یہ کہ ایسی مثالیں قرآن مجید سے بکثرت دی جا سکتی ہیں کہ جن میں ایسے افعال بہر صورت زمانہ مستقبل کے لئے اور تاکیدی مفہوم کے لئے آتے ہیں کوئی ایک مثال بھی کہیں سے اس کے خلاف فراہم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ بات محقق ہو گئی کہ فعل لیومنن کا وقوع زمانہ مستقبل میں ہو گا اور لازماً ہو گا

۲۔ مرجع ضمیر مجرور کا تعین

اہل حق کے نظریہ کے مطابق لیومنن بہ اور قبل موتہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اس سے بھی قبل کی آیت سے انہی کا ذکر چلا آ رہا ہے۔

تلاوت کیجئے۔

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ ولکن شبہ لھم۔ ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما۔ وان من اہل الکتاب

الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیدا

ترجمہ اور ان کے اس بات کے کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ اللہ کا رسول تھا قتل کر دیا۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب پر چڑھایا۔ لیکن اس کی شبیہ ان کے سامنے آ گئی بلاشک جو لوگ آپ کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں وہ سب اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ان کو اس کے متعلق کوئی صحیح علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے۔ اور اس کو انہوں نے ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے اور کوئی اہل کتاب سے ایسا فرد نہیں رہے گا جو اسکی موت سے قبل اس پر ایمان نہ لے آوے اور وہ قیامت کے روز ان پر گواہ ہو گا۔

اب غور فرمایئے کہ شروع آیت میں عیسیٰ بن مریم ہی اسم ظاہر ہے جس کے متعلق آئندہ تمام تفصیلات دی جا رہی ہیں لہٰذا جہاں بھی کوئی ضمیر ہو گی اس کا مرجع اور اس کا مصداق یہی اسم ظاہر ہو گا جہاں بھی "اس" ضمیر ہو گی اس کا مرجع یہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے جو کہ روح مع الجسد دونوں کا مجموعہ ہے لہٰذا قتلنا فعل سے لے کر آخر تک تمام افعال کا مفعول بہ وہی مجموعہ روح مع الجسد ہو گا۔ مثلاً" وما قتلوہ وما صلبوہ اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ۔ وما قتلوہ بل رفعہ اللہ اس کے بعد ان کی آیت لیومنن بہ قبل موتہ اور یکون علیہم یہ تمام ضمائر اس اسم ظاہر عیسیٰ بن مریم کی طرف راجع ہوں گی جس کے حالات و کوائف بیان ہو رہے ہیں ورنہ کلام الٰہی میں فصاحت و بلاغت کے برعکس تعقید پیدا ہو جائے گی اور کلام الٰہی مقتضیٰ کے مطابق نہ رہے گا وھو محال۔ پس ثابت ہو گیا کہ زیر بحث دونوں مجرور ضمیریں (بہ اور قبل موتہ) حضرت مسیح کی طرف ہی پھرتی ہیں کسی بھی دوسرے فرد کی طرف ہرگز راجع نہیں ہوں گی۔ یہ اس لئے بھی کہ اس کے بعد پھر انہی کا ذکر ہے کہ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیدا کہ وہ عیسیٰ بن مریم قیامت کے دن ان پر یعنی اپنی قوم پر گواہی دینے والے ہوں

گے۔ اگر ان دو چیزوں میں ہی بحث پیدا کر لیں کہ ان کا مرجع مسیح کے علاوہ کتابی ہے یا کچھ اور تو پھر یکون کی ضمیر جو لازماً حضرت مسیح کی طرف راجع ہے اس کی فٹنگ صحیح اور معقول نہ رہے گی۔ نیز یہ شہادت اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ آپ دوبارہ دنیا میں آویں گے اور وہ لوگ آپ پر ایمان بھی لے آویں تو پھر ان پر آپ یوم قیامت گواہی دے سکیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے ان کو صراط مستقیم کی تعلیم دی تھی ورنہ بلا شہود فی القوم ان پر گواہی کیسے ہو گی

دیکھئے مسیح نے پہلے مرحلہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم گویا شہادت دینے کے لئے مشہود علیہم میں ہونا ضروری ہے تو اس لحاظ سے آپ کی دوبارہ آمد کا وقوع لازمی ہے تاکہ یہ جملہ قرآنی درست رہ سکے۔ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیدا تو معلوم ہوا کہ آپ کی آمد ثانی لازماً ہو گی جس میں تمام موجودہ اہل کتاب لیومنن بہ اور قبل موتہ کی ضمائر مجرور راجع الی المسیح ہی ہیں دوسرا کوئی احتمال نہیں اگرچہ بعض بزرگوں نے احتمالا اس کا مرجع مسیح کے علاوہ اور بھی لکھا ہے مگر وہ قول اور توجیہ مرجوع ہے چنانچہ مرزا صاحب کے ممدوح مجدد صدی ہشتم ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ

بھذا جزم ابن عباس فیما راوہ ابن جریر عن طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الآن لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون

اس طرح علامہ قسطلانی لکھتے ہیں

وان من اھل الکتاب احد الا لیومنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وھم اہل الکتاب الذین یکونون فی زمانہ فتکون ملتہ واحدۃ وھی ملتہ الاسلام وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری) نیز مرزا صاحب کے ممدوح رئیس المتصوفین ابن العربی کے خاص معتقد اور ترجمان صاحب

الیواقیت والجواہر لکھتے ہیں کہ

الدلیل علی نزوله قوله تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته ای حین ینزل والحق انه رفع بجسده والی السماء والا یمان به واجب قال تعالیٰ بل رفعه الله الیه (ص ۱۴۶ ج ۲ طبع مصر)

ایسے ہی دیگر اکابرین امت ان آیات کو حیات و نزول کے لئے نصوص قطعیہ قرار دیتے ہیں یہ بوجہ اسی کے ہے کہ یہ ضمائر راجع الی المسیح ہیں ورنہ ان کو بطور عبارۃ النص کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ فافهم وتدبر ولا تکن من الهالکین

اب اتنی صحیح اور زبردست شہادت کے بعد کس ذی ہوش انسان کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ان ضمائر کا مرجع دلیل و برھان اور حقیقت کے مطابق حضرت مسیح ہی ہیں تو معنی یوں ہو گا کہ تمام اہل کتاب جو اس وقت موجود ہوں گے وہ آپ پر آپ کی موت سے پہلے ایمان لے آویں گے چنانچہ یہی ترجمہ جناب حکیم نور الدین نے بھی کر کے تمہارے لئے تمام راستے بند کر دیئے ہیں لہٰذا اب محض اپنے من گھڑت اور اختراعی نظریہ کی تائید کے لئے تمام حقائق اور اصول سے انحراف و انکار کوئی معقول بات نہیں ہو سکتی۔ اب آپ خیال فرمائیں کہ مرزا صاحب کا ازالہ ص ۳۷۲ پر لیومنن کا ترجمہ زمانہ ماضی کے مطابق کرنا کہاں کی معقولیت اور دیانتداری ہے۔

جب کہ دوسری طرف مرزا قبل موتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع حضرت مسیح کو ہی قرار دیتے ہیں ملاحظہ فرمایئے

خزائن ص ۲۹۱ ج ۳ و ص ۲۹۷ ج ۳ و ازالہ ص ۳۷۲ و ص ۳۷۵ وہاں لکھا ہے (قبل ایمانہ بموتہ)

بعد ازاں معنی استقبال کے پیش نظریہ مغالطہ دیا کہ اس طرح تو لازم آئے گا کہ جب تک تمام کے تمام اول و آخر یہود ونصاریٰ مسیح پر ایمان نہ لاویں وہ نہ مریں۔ ان کا اس وقت تک زندہ رہنا لازمی ہے جب تک مسیح دوبارہ تشریف لے

آویں۔ تو چونکہ یہ محال اور غیر ممکن ہے لہٰذا آمد مسیح ثانی بھی غیر ثابت۔

تو جواباً" گزارش ہے کہ یہ ضابطہ کس نے بنایا ہے اور کون اس کا قائل ہے دیکھئے قرآن میں ہے یا اہل لکتاب قد جاء کم رسولنا (مائدہ آیت ۱۵ و ۱۹) نیز یا اہل کتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم تو کیا یہاں یہ ضروری قرار دو گے کہ اول تا آخر تمام یہود و نصاریٰ کو یہ خطاب ہے؟ یا صرف موجودین کو اور سنئے فرمایا یا یھالناس انی رسول اللہ الیکم جمعیا

تو کیا یہ تمام نوع انسانی کو خطاب ہے اولین و آخرین یا موجودین اور بعد والوں کو اور سنئے حضرت مسیح کا اعلان یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم میں اول و آخر تمام اولاد یعقوب کو خطاب ہے یا صرف موجودین کو یا ایھالناس ضرب مثل فاستمعواله میں خطاب تمام اول و آخر نوع انسانی کو ہے یا صرف موجود عند نزول القرآن سے لے کر آخر تک؟

ایسی مثالیں مزید بھی بیسیوں پیش کی جا سکتی ہے کہ جن میں ایسے کلام کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد حاضرین ہی ہوں گے نہ کہ پہلے والے بھی

عمومی اور محاوراتی مثالیں

اگر کوئی کہے کہ جب میں ایم اے کے امتحان میں کامیاب ہو گیا تو تمام کلاس یا یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کی پارٹی کروں گا۔ تو کیا اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس اعلان کے وقت جو بھی پروفیسر یا سٹوڈنٹ ہے ان سب کا اس کی کامیابی تک ادارہ میں رہنا اور نہ مرنا لازمی ہے۔

اگر کوئی اپنے ۱۰ سالہ بچے کے متعلق کہدے کہ میں اس کی برات یا ولیمہ میں تمام دوستوں یا تمام رشتوں داروں کو بلاؤں گا۔ تو کیا اس بچے کی برات جو مثلاً ۱۰ سال بعد تیار ہو گی اس وقت تک تمام احباب یا اقارب کا زندہ رہنا لازمی ہو جاتا ہے۔ بتایئے کون پاگل اس جملہ کا یہ معنی لے گا یا کوئی لیتا ہے ظاہر ہے کہ ہر آدمی اس اعلان یا بات سے یہی سمجھتا ہے کہ بوقت کامیابی یا برات ان میں سے جو زندہ رہے گا ان سب کو پارٹی میں شامل کرنے سے یہ اعلان یا وعدہ پورا ہو جائے گا

کیونکہ اتنا ہی مفہوم تھا ایسے ہی تمام اہل کتاب کا ایمان لانے کا تقاضا اتنا ہی ہے کہ اس وقت جو زندہ ہوں گے وہ سب آپ پر ایمان لے آویں گے نہ کہ اول و آخر تمام مراد ہیں۔ تاکہ کوئی محال لازم آئے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا ایسی بچگانہ باتیں کرنا نہایت غیر معقول اور گھٹیا حرکت ہے جو ایک ذی ہوش انسان کے لئے مناسب نہ تھی۔ مگر افسوس کہ جناب قادیانی نے اتنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس سے آگے بھی قدم بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

بعض لوگ نہایت تکلف سے یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت خدا دوبارہ سابقہ مرے ہوئے اہل کتاب کو زندہ کر دے

افسوس صد افسوس مرزا صاحب محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کیسی بے سروپا باتیں بنا بنا کر لوگوں کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کا ذمہ یہ ہے ان بعض کی نشاندہی تو کریں کہ کس نے ایسی بات لکھی ہے؟ پھر اور لکھا ہے کہ

بعض لوگ شرمندہ ہو کر (کس بات سے) دبی زبان سے یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کی آمد ثانی کے وقت زندہ موجود ہوں گے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آویں گے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے لیکن یہ خیال ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ (دیکھئے ازالہ ص ۳۶۸ خزائن ص ۲۸۹ ج ۳)

ناظرین کرام آخر عیاری و مکاری کی بھی ایک حد ہوتی ہے الزام و بہتان کی کوئی انتہا ہوتی ہے لیکن ہمارے مرزا صاحب تو یہاں بالکل فری ہو گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آنجناب کو کیا کہوں اور کیا لکھوں؟

اصل بات تو وہی ہے کہ اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت نیز مرزا صاحب کو ان کا یہ اصول بھی جتلانا مفید ہو گا۔ کہ انہوں نے لکھا ہے من فسر القرآن برایہ فلیس ھو بمومن ھو اخ الشیطان کما فی القدمہ پھر یہ بھی خیال رہے کہ قادیانی کتب میں ایسے من گھڑت اور فرضی الزامات اور ان کے جوابات بکثرت ہیں۔

بھلا بتایئے کون لوگ شرمندہ سے ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں
کہ اہل کتاب سے مراد موجودین ہیں۔ بلکہ یہ عین حقیقت ہے جس کو صراحتاً
اکابرین امت بلکہ قادیانیوں کے مسلمہ مجددین نے بھی لکھا ہے کس عام مصنف نے
نہیں لکھا پھر ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی کو بعض لوگ اور شرمندہ کا لفظ استعمال کرنا
اس قادیانی شاطر و عیار کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے؟ کوئی معقول انسان اتنی جرات
نہیں کر سکتا پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ وہ مسیح کو دیکھتے ہی اہل ایمان کی فوج میں
داخل ہو جائیں گے۔ کس قدر ٹھٹھہ اور شغل بازی ہے جو صرف کسی بد فطرت
ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ میں اس سے زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں سمجھتا۔ یہ
قادیانی تو وہ خناس ہے جس نے حضرت مسیحؑ کے متعلق اپنی (حقیقتہ الوحی ص ۲۹
خزائن ص ۳۱ ج ۲۲) پر وہ کچھ اگل دیا جس کی جرات ابلیس مردود بھی نہیں کر
سکتا۔ کسی مسلمان کے تو تصور میں بھی اتنی جسارت نہیں ہو سکتی۔

ناظرین کرام۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ کہ جناب مرزا قادیانی اس آیت
کریمہ کے متعلق کہ جسے اکابرین امت بالخصوص خود قادیانی کے ممدوح اور مرکز
عقیدت بزرگوں نے (مثل ابن عباسؓ۔ ابن حجرؒ۔ ابن تیمیہؒ ابن عربیؒ وغیرہ) نے
ان آیات کو رفع نزول مسیح کے لئے بطور عبارۃ النص اختیار کیا ہے ان کے متعلق
یہ لکھتا ہے کہ بعض لوگ شرمندہ سے ہو کر۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ
جناب مرزا کہاں تک معقولیت پسند ہے۔

ایھاالاخوان قادیانی مزاج تو یہ ہے کہ ایک طے شدہ اور مسلمہ حقیقت کو
جب تکپٹ کرنے پر آتا ہے تو پھر سیاق و سباق۔ ایمان و کفر۔ حق و باطل اور اپنے
پرائے کا ذرہ خیال نہیں رکھتا بلکہ اپنی نفسانی غرض براری کے لئے ہر حرکت بد
نہایت جرات سے کر گزرتا ہے جس کا ایک نمونہ اسکی یہ تحریر ہے۔ لہٰذا ایسے
انسان کی کسی بھی تحریر۔ تحقیق یا اسکے نتیجہ پر کان لگانا کسی صحیح الدماغ فرد بشر کا کام
نہیں ہو سکتا۔

وفات مسیح پر پانچویں آیت یہ ہے کہ

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ

صدیقہ کانا یاکلان الطعام (المائدہ ۷۶)

ترجمہ یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ کان کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ جو حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اس وجہ سے روکی گئیں کہ وہ فوت ہو گئیں اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی۔ کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئیں لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ ما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام (الانبیاء ۹) جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ فی الواقع حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اسکے لئے ضروری ہے اس سے قطعی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ زندہ نہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۳ و ۶۰۴ خزائن ص ۴۲۵ و ۴۲۶ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

ناظرین کرام مرزا صاحب کا نقل آیت کے بعد والی استدلالی عبارت کو بغور مطالعہ کرنے سے آپ پر مرزا صاحب کا علمی مقام اور دیانتداری خوب واضح ہو

جائے گی۔ کہ آنجہانی کیسی الٹی سیدھی اور بے مقصد باتیں کر رہے ہیں۔ کیا بقول خود چار اساتذہ سے علم حاصل کرنے والی ہستی نیز ازاں بعد وحی الہام سے بھی حصہ کثیرہ پانے والی ہستی کی علمی اور استدلالی کیفیت یہ ہے۔ الامان والحفیظ۔

۱۔ سب سے پہلے آیت کا نفس ترجمہ ہی خلاف اصول نقل و عقل ہے اور پھر اس آیت کو وفات مسیح پر نص صریح قرار دینا پرلے درجہ کی جہالت یا حماقت ہے۔ کیونکہ مطلق نص کے ذکر سے عبارۃ النص ہی مراد ہوتی ہے اور اس کی تعریف ہے ما سیق لہ الکلام۔ تو اب یہ عجیب نص ہے کہ جس میں موت کا متعین لفظ ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ آیت موت مسیح کے لئے وارد ہوئی ہے بلکہ یہ تو بدلیل سیاق وسباق قرآن مجید مسیح و مریم کی نفی الوہیت کے لئے بغور عبارۃ النص ہے نہ کہ ان کی موت کے لئے۔ اس لئے کہ عام عیسائی مسیح کی اور بعض عیسائی حضرت مریم کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں بظاہر ان کے معجزات کی بنا پر تو رب کریم نے پہلے تو ان کے اس عقیدہ کی مذمت فرمائی کہ یہ کفر ہے دوسرے نمبر پر مسیح کی رسالت اور مریم کی صدیقیت بیان فرمائی کہ مسیح کے معجزات الوہیت کی بنا پر نہیں بلکہ نبوت کی بنا پر قدرت الٰہیہ سے صادر ہوتے تھے کما ھوا المذکور فی اناجیل المروجہ۔ اور حضرت مریم کے خوارق ان کی کرامات تھیں جو کہ ان کے مقام صدیقیت کی بنا پر باذن الٰہی صادر ہوتے تھے۔ ازاں بعد ان کی بشریت بیان فرمائی اکل طعام کی بنا پر کیونکہ الٰہ محتاج اکل و شرب نہیں ہو سکتا اگرچہ نفی الوہیت کے لئے متعدد دلائل تھے مگر ان میں سے ایک نمایاں کو بیان فرما کر ان کا مخلوق ہونا ثابت کیا گیا۔

قرآنی سیاق

۱ لقد کفر الذین قالو ان اللہ ھو المسیح بن مریم وقال المسیح یبنی اسرائیل عبدوا اللہ ربی و ربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنتہ وما واہ النار وما للظالمین من انصار۔

۲ لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلاثہ وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم۔ افلا یتوبون الی اللّٰہ ویستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم۔

۳ ماالمسیح ابن مریم الا رسول..... الی ان قال انظر کیف نبین لھم الایات ثم انظر انی یوفکون قل اتعبدون من دون اللّٰہ مالا یملک لکم ضرا ولا نفعا" واللّٰہ ھو السمیع العلیم۔ قل یا اھل الکتاب لا تغلوافی دینکم غیر الحق (المائد آیت ۷۲ تا ۷۷ کل چھ آیات

ناظرین کرام آیت نمبر۷۵ سے پہلا مضمون اور اس کے بعد والا مضمون وہی اثبات توحید اور نفی الوہیت مسیح وغیرہ ہے تو پھر یہ آیت نمبر۷۵ وفات مسیح پر نص صریح کیسے ہوگئی؟ جوکہ سیاق و سباق سے بالکل خارج ہونے کے مترادف ہے۔

یہ قادیانی مکاری۔ کہ آیت کو اس کے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کرنا یہ صرف قادیانی فطرت اور مزاج ہے۔ حالانکہ خود مرزا صاحب نے ایسا طریقہ اختیار کرنے والوں کو بندر اور سور سے بدتر لکھا ہے نیز من مانی تفسیر کرنے والے کو ملحد غیر مومن اور اخ الشیطان قرار دیا ہے۔ لہٰذا اب بالفعل ان افعال بد کے ارتکاب کرنے پر خود مرزا صاحب کیوں اس کے تحت نہ آئیں گے؟

عجیب بات ہے کہ ایک مفہوم کو پہلے نص صریح قرار دینا پھر مختلف اور متعدد قرائن کے حوالہ سے اس کا مفہوم اخذ کرنا کیا تضاد اور تناقض نہیں ہے؟ جو کسی بھی ہوش مند انسان کے لئے مناسب نہیں ہے۔

۲۔ بقول مرزا صاحب جب قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے توکیا یہ قادیانی مفہوم کسی ایک مفسر نے کسی بھی زمانہ میں بیان فرمایا ہے؟ ہم سب ازمنہ کی بات نہیں کرتے۔ نیز مرزا صاحب کا اعتراف کہ مجددین دین کا صحیح مفہوم قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ مجملات کی تفسیر کرتے ہیں وہ خدا کے الہام سے

بولتے ہیں ان سے انحراف فسق و کفر ہے۔ ان تمام ضوابط کا تقاضا آپ پورا کر دیں۔ ہم فوری طور پر سر تسلیم خم کر دیں گے۔ ھل منکم رجل رشید

۳۔ اس آیت کا ترجمہ آپ نے خود جنگ مقدس میں جو کیا ہے۔ نیز آپ کے دست راست حکیم نور دین نے فصل الخطاب ص ۲۸ و ص ۴۹ پر اور رسالہ ابطال الوہیت مسیح ص ۲ پر جو کیا ہے آیا وہ صحیح ہے یا وہ مرقع الحاد و زندقہ؟ کیونکہ آپ نے خود تغیر بالرائے کو الحاد قرار دیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ آپ پہلے سابقہ مجددین اور آئمہ ھدی کی تائید اس زیر بحث مفہوم کے لئے پیش کریں نیز اپنی اور حکیم صاحب کے ترجمہ و مفہوم کی تطبیق پیش کریں تو پھر آپ کی بات معقول ہو سکتی ہے۔ اور آپ انحراف سلف اور تناقض کلام سے بچ سکتے ہیں۔ ورنہ آپ کی خیریت کی کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی چہ جائیکہ آپ کس بھی منصب مجدد مہدی یا مسیح کے مستحق قرار پا سکیں ازاں بعد مزید گزارش یہ ہے کہ

اس آیت سے قادیانی استدلال بر وفات مسیح سیاق و سباق کے علاوہ دو امور پر مبنی ہے

۱۔ لفظ خلت کا مفہوم و معنی موت اور من قبلہ الرسل میں الف لام استغراقی قرار دینا لہٰذا امور سابقہ کے علاوہ جب تک یہ امور صحیح ثابت نہ ہو سکیں تو بھی قادیانی استدلال ھباء منشورا ہو جائے گا اور یہ دونوں امر ثابت ہونا ناممکن ہیں تو قادیانی استدلال بھی زمین بوس ہو گیا۔

امر اول لفظ خلت کا معنی حقیقی اور ماوضع لہ

بندہ خادم از روئے لغۃ اس کا معنی حصہ اول میں بیان کر چکا ہے۔ اب یہاں مختصرا کچھ مزید سماعت فرمایئے۔ کہ یہ لفظ در اصل موت کے معنی میں ہرگز نہیں بلکہ انتقال مکانی یا زمانی کے لئے وضع ہے اور پھر اس کے بالتبع کسی ذو مکان یا ذو زمان کے لئے استعمال ہو گا۔

از روئے قرآن مجید خلت کا مفہوم

یہ مادہ قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں کل ۲۸ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

خلا بصیغہ ماضی۔ خلت ماضی غائب مونث واحد خلو بصیغہ ماضی غائب تخل۔

خلت۔ خلوا۔ الخالیہ

۲ مرتبہ ۱۵ مرتبہ ۷ مرتبہ صرف ایک ایک مرتبہ کل ۴ = ۲۸

ان میں سے کسی ایک مقام پر بھی یہ لفظ حقیقی موت کے لئے نہیں آیا بلکہ۔ خلوت۔ گزرنے۔ چھوڑ دینے خالی کر دینے اور گزشتہ کے معنی میں آیا ہے۔

اگر کہیں اس کا معنی مجازاً" یا مراداً" موت لیا بھی جائے تو اس سے اس کا حقیقی معنی موت کیسے ثابت ہو جائے گا دیکھئے موت حقیقی کے لئے ہمارے اردو اور مقامی محاورہ میں مجازا کئی الفاظ مستعمل ہیں۔

مثلاً۔ فلاں شخص گزر گیا۔ فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا یا پردہ پوش ہو گئے

فلاں شخص رحلت کر گیا۔ فلاں رخصت ہو گیا

فلاں شخص انتقال کر گیا۔ فلاح آدمی چل بسا یا چلا گیا

فلاں شخص اللہ کو پیارا ہو گیا۔ فلاں ہم سے روٹھ گیا دنیا چھوڑ گیا

تو کیا ان الفاظ (رحلت۔ انتقال۔ خدا کا پیارا ہونا۔ روٹھنا۔ وصال اور رخصت ہونا) میں سے کوئی ایک بھی حقیقت موت کے لئے موضوع ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ ان کا استعمال عام کیا جاتا ہے ایسے ہی لفظ خلت کا معاملہ سمجھ لیجئے کہ اگرچہ اس کا مفہوم کس وقت مجازا معنی موت میں استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کا معنی حقیقی یا ما وضع لہ موت ہرگز نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ گزرنا۔ دنیا چھوڑ جانا۔ انتقال و رحلت کا مترادف ہے۔

لفظ موت میں بھی مجاز و تجوز کا دخل

ناظرین کرام مشاہدہ کے مطابق یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے عام محاورہ اور بول چال میں مجاز کا بڑا عمل دخل ہے۔ مگر ہم کبھی کسی گھپلے کا شکار نہیں ہوتے۔ بلکہ موقعہ کلام سے صحیح مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میرا بیٹا تو شیر ہے۔ دوسرا یہ جملہ بولتا ہے کہ آج میں نے سرکس میں ببر

شیر دیکھا۔ تو جب عام مجلس میں یہ دو جملے آویں گے تو ہر عام وخاص لفظ شیر کا مفہوم بلا کسی غور و فکر یا لغت اور ڈکشنری کی کتاب دیکھے بغیر معلوم کر لے گا پہلے جملہ میں حسب قرائن شیر سے مراد بہادر ہوتا ہے۔ چیرنے پھاڑنے والا جنگل یا چڑیا گھر۔ یا سرکس کا شیر مراد نہیں۔ ایسے ہی دوسرے جملہ سے ہر عالم و جاہل سمجھ لے گا کہ اس شیر سے مراد کوئی بہادر انسان نہیں بلکہ وہی چیرنے پھاڑنے والا درندہ مراد ہے۔ جو جنگل میں ہوتا ہے یا کسی پنجرہ میں بند ہوتا ہے ایسے ہی مجاز کا دائرہ یہاں تک وسیع ہے کہ

لفظ موت میں بھی نہایت وسعت ہے اگر اس کا ایک استعمال انفکاک روح کے لیے ہے اور وہی حقیقی ہے تو بے شمار مواقع دیگر معانی کے لئے بھی مستعمل ہے مثل " کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی تو مر گیا یعنی وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا۔ مغلوب و مفتوح ہو گیا مقروض ہو گیا۔ شکست کھا گیا۔ کاروبار میں یا کسی بھی کوشش اور جدوجہد میں ناکام ہو گیا۔ ہار گیا۔ ان تمام معانی کے اظہار کے لئے لفظ موت عام استعمال ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں بے ایمان اور بد عمل انسان کو بھی مردہ کہا گیا ہے نیز نیند پر بھی لفظ موت کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ پہلے حصہ میں اس کی مثالیں بیان ہو چکی ہیں تو جب روز مرہ کے استعمال میں حقیقت و مجاز میں اتنی وسعت ہے۔ تو پھر اس ایک لفظ خلت کو اپنے بعض نفسانی مقاصد کے لئے صرف ایک ہی مفہوم میں منحصر کرنا اور وہ بھی بلا دلیل اور خلاف محاورہ قرآن کون سی دیانتداری اور معقولیت ہے۔ جیسا کہ تم نے یہی اکھڑپن لفظ رفع اور توفی میں اختیار کیا ہوا ہے۔

لفظ خلو کا قرآنی استعمال

واذا خلا بعضھم الی بعض قالوا اتحدثونھم البقرہ ۷۶ یہاں معنی خلا باہمی ملاقات ہے نہ کہ مرنا

۲۔ وان من امت الا خلا فیہ نذیر الفاطر ۲۴ یہاں معنی امت میں تبلیغ و رسالت مراد ہے نہ کہ موت

۳۔ وقد خلت من قبلهم المثلات یہاں معنی واقع ہونا مراد ہے نہ کہ موت

۴۔ سنته التی قد خلت فی عباده ۸۵ والفتح ۲۳ یہاں معنی جاری ہونا مراد ہے نہ کہ موت۔

۵۔ واذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم یہاں بھی معنی باہمی ملاقات ہے نہ کہ موت۔

۶۔ واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ۱۱۹:۳ ایضاً"۔

۷۔ اقتلو یوسف اواطرحوه یخل لکم وجه ابیکم ۹:۱۲ یہاں معنی توجہ کا مختص ہونا ہے نہ کہ موت۔

۸۔ فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوة فخلوا سبیلهم ۵:۹ یہاں معنی تخلیہ یعنی چھوڑ دینا ہے نہ کہ موت۔

۹ فهل ینظرون الا مثل ایام الذین خلوا من قبلهم یونس ۱۰۲ یہاں معنی گزرنا مراد ہے نہ کہ موت و فنا۔

۱۰۔ واذا الارض مدت والقت ما فیها وتخلت ۸۴ : ۴ معنی خالی ہو جانا ہے نہ کہ مرجانا۔

۱۱۔ کلو واشربوا هنیاء بما اسلفتم فی الایام الخالیه ۲۴:۶۹ الخالیہ کا معنی گزشتہ اور گزرے ہوئے ہے نہ کہ موت۔

۱۲۔ قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا (آل عمران ۱۳۷) یہاں معنی گزرنا اور واقع ہونا ہے۔

جناب مرزا صاحب فرمائیے ان ۱۲ مقامات پر لفظ خلت اور اس کا مادہ استعمال ہوا ہے فرمایئے معنی موت کا لے سکتے ہو؟ اگر کہو کہ یہاں معنی مجازی ہے تو اس کی دلیل اور قرائن پیش کرو ورنہ جان نہیں چھوٹے گی کلدیانی صاحب اپنے ہی بیت الفکر کی اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھ کر عقائد کے فیصلے نہیں ہو جاتے یہاں تو چار دانگ عالم میں تمام ماحولیات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے ورنہ من شذ شذفی النار کا دھکہ لگ جاتا ہے ویتبع غیر سبیل المومنین کے نتیجہ میں صلہ جہنم کی اتھاہ گہرائیوں کی ڈبکیاں پلے پڑ جاتی ہیں اور وما هم بخارجین کا ایوارڈ قسمت میں

ہو جاتا ہے وہاں کوئی نور دین۔ احسن امروہی یا دیگر لنگوٹیے ہرگز کام نہیں آسکتے۔ نہ کسی مٹھن لال۔ ٹیچی اور دیگر دیسی ولایتی ہرکارے کچھ کر آسکیں گے۔ نہ ہی ملکہ برطانیہ کام آئیں گی بلکہ وہاں تو لیس للانسان الا ما سعی ولا تزر وازرة وزر اخری کا ضابطہ چلے گا۔

دیگر قرآنی استعمالات

قیامت کے دن بعض ٹولیوں کو کہا جائے گا۔

ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والا نس (الاعراف ۳۸)

کذالک ارسلناک فی امة قد خلت من قبلها امم (۳۰:۱۳)

فرمایئے کہ قیامت کے دن کس جماعت کو کہا جائے گا کہ تم بھی ان جماعتوں میں شامل ہو جاؤ جو تم سے پہلے مرچکی ہیں کیا روز قیامت بھی موت کا ورود ہو گا۔ کیا ان زندوں کو مردوں میں داخل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے؟

پھر آیت ۲ میں آنحضور ﷺ کی بعثت ایسی امت میں ہوئی کہ جس سے پہلے تمام امتیں مرچکی ہیں؟ یہی معنی کرو گے؟ فرمایئے کیا ہم سے پہلی امتیں یہود نصاریٰ تمام کی تمام مرچکی ہیں؟ یا آج بھی موجود ہیں بلکہ امت مسیحی تو ہم سے بھی دوگنا زیادہ ہے۔ دیگر بھی بے شمار گروہ انسانی دنیا میں موجود ہیں تو جناب ان کے خلو سے مراد ان کا زمانہ عروج و ترقی کا گزر جانا مراد ہے جب کہ وہ فضلتکم علی العالمین کے منصب پر فائز تھیں اب ان کا دور گزر گیا۔ لیکن ان کے افراد موجود ہیں۔ اچھا صاحب اگر کوئی کہہ دے کہ ربوہ شہر میں کئی اے سی یا تھانیدار ہو گزرے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ یا پاکستان کے کئی صدر یا وزیر اعظم ہو چکے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام مر بھی چکے ہیں یا معنی یہ ہو گا کہ وہ اپنا زمانہ سروس پورا کر کے یہاں سے چلے گئے ہیں پھر وہ کسی دوسری جگہ تعینات ہیں یا ریٹائر ہو چکے ہیں یا کس اور ملک میں چلے گئے یا دنیا سے رخصت ہو گئے وغیرہ یہ تمام احتمال ہو سکتے ہیں مرنا ضروری نہیں۔ بلکہ مطلق خلو اور گزرنا مراد ہے۔ یعنی یہاں سے چلے گئے گزر گئے آگے ان کا کیا حال ہے اس کا بیان اس لفظ کے معنی میں شامل نہیں ہے۔ وہ اس کے دائرہ مفہوم سے خارج ہے۔ فافهم ولا تکن من

الهالکین۔

ایسے ہی بقیہ قرآنی آیات تلک امۃ قد خلت کا مفہوم ہو گا۔ کہ یہ افراد انبیاء یا یہ افراد امت فلاں قوم اپنا عروج و ترقی پورا کر چکے۔ اس کے بعد ان کا کیا بنا۔ آیا وہ مر چکے معدوم ہو گئے یا اور کسی جگہ مظلومی یا مغلوبی کی زندگی گزار رہے ہیں یہ مفہوم خلت کے تحت نہیں ہے بلکہ اس کے معلوم کرنے کے لئے اور ذرائع درکار ہوں گے۔

ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید میں آیا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (فاطر)

اس کا ترجمہ کیسے ہو گا کہ کوئی بھی امت ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی نذیر (نبی یا رسول) نہ آیا ہو یا گزرا فرمائیے یہ ترجمہ صحیح ہے یا یہ کہ ہر امت میں ایک رسول فوت ہوا ہے۔ کیسی بے تکی بات ہو گی۔ کہ مقصد آمد و بعثت رسول نبی ہے نہ کہ ان کا مرنا۔ لہٰذا آیت زیر بحث میں قد خلت کا ترجمہ مرنے سے کیسے کیا جائے گا؟

چنانچہ اس آیت کا ترجمہ آپ کے حکیم نور دین نے ہمارے مطابق یعنی "گزرا ہوا" ہی کیا ہے نہ کہ مرا ہوا دیکھیے ان کی کتاب فصل الخطاب ص ۲۸۔

ایسے ہی اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۹ پر مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ بھی یوں ہی مذکور ہے۔

کوئی بھی گروہ نہیں مگر ان میں نذیر گزرے ہیں (نہ کہ مرے ہیں) لہٰذا ثابت ہوا کہ خلت کا معنی موت نہیں بلکہ گزرنا ہے۔

الرسل کی بحث

دوسری بحث جو قادیانی استدلال کی بنیاد ہے وہ ہے الرسل کا الف لام۔ جسے مرزا صاحب اور اس کے متبعین استغراقی قرار دیکر اور عموم کی فضا پیدا کر کے حضرت مسیح کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ لوگ یہ مقاد کسی بھی صورت حاصل نہیں کر سکتے۔

اس لئے کہ

۱۔ اول تو اس کی دوسری قرات رسل بھی ہے۔ دیکھیے تفسیر قرطبی تحت هذه الآیۃ۔

۲۔ ازروئے محاورہ قرآنی یہاں استغراق مراد لینا ممنوع ہے کیونکہ پھر دوسرے کئی مقامات پر بھی ایسے ہی الفاظ معرف باللام آئے ہیں لیکن وہاں استغراق والا معنی قطعاً ناممکن ہے۔ مثلاً

۱۔ ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعده بالرسل (البقرہ ۸۲)

۲۔ وکلاً نقص علیک من انباء الرسل الخ (۱۱:۱۲۰)

۳۔ حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا (۱۲:۱۱۰)

۴۔ ویقتلون النبیین بغیر حق الخ (۲:۶۱ و ۲۳)

الغرض ایسی کئی آیات قرآنیہ پیش کی جا سکتی ہیں جن میں لفظ جمع ذوی العقول کے لئے معرف باللام آئے مگر استغراق معنی نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ مطلق جنس مراد لیں گے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی ہے کہ اگر من قبلہ الرسل سے مراد استغراق لیں تو خود مسیح اور آنحضور ﷺ شامل نہیں ہو سکتے کہ آپ سے قبل تو جملہ انبیاء و رسل فوت ہو گئے ایک فرد بھی سچے رسولوں کا باقی نہیں رہا۔ جو کہ استغراق کا مفاد ہے۔ لہذا استغراق حقیقی مراد لینے میں سارا معاملہ ہی نابود ہو جائے گا۔ نیز اس مقام پر خود مرزا صاحب نے ترجمہ میں سب رسولوں کا لفظ ترک کر دیا ہے۔ لہذا استغراق ختم۔ ایسے ہی مذکورہ بالا مقامات پر بھی مرزا صاحب اور حکیم صاحب نے معنی جنس لیا ہے استغراق نہیں لیا۔ ترجمہ "کئی رسول" یا "رسول" ہی کیا ہے سب رسول نہیں کیا۔

الرسل میں استغراق تو محال ہے کیونکہ ازروئے قرآن مجید لفظ رسول فرشتوں پر بھی استعمال ہوا ہے اور محض مبلغین اور قاصدوں پر بھی۔ ملاحظہ فرمائیے

۱۔ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً (النحل ۷۵) یہاں فرشتوں کے لئے لفظ رسل آیا ہے جو کہ رسول کی جمع ہے۔

۲۔ الحمد للہ الذی فاطر السموات والارض جاعل الملائکۃ

رسلا یہاں بھی فرشتوں کے لئے رسول آیا ہے۔

۳۔ فلما جاءہ الرسول قال ارجع الی ربک الخ ۱۲:۵۰ یہاں مطلق قاصد کے لئے لفظ رسول آیا ہے۔

۴۔ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول یہاں جبرائیل کے لئے ہے۔

۵۔ انہ لقول رسول کریم۔ وانہ لقول رسول کریم ۶۹:۴۰ و ۸۱:۱۹ ان دونوں آیات میں بھی جبرائیل کے لئے ہے۔

ان حوالجات کی روشنی میں جب عام قاصدوں خصوصاً" فرشتوں پر بھی لفظ رسول بولا گیا ہے تو پھر یہ بھی الرسل میں شامل ہو کر خلت یعنی موت کا شکار ہو چکے ہوں گے۔ فرمایئے جبرائیل کی موت مان لو گے؟ یہ ہے تمہاری من مانی تفسیر کا انجام کہ جبرائیل کو بھی مارنے لگے۔ العیاذ باللہ

بقیہ قادیانی وسوسے

کانا یاکلان الطعام میں کانا کو ماضی کے لئے قرار دینا۔

جواب۔ یہ بھی مرزا صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے کیونکہ کان کی دو قسمیں ہیں کان تامہ جو کہ "ہے" کے معنی آتا ہے مثلاً" وکان اللہ عزیزا" حکیما۔ کا ترجمہ یوں ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے۔ نہ کہ تھا۔ اور دوسرا کان ناقصہ کہلاتا ہے جو کہ مضارع پر داخل ہو کہ اس کو ماضی استمراری بنا دیتا ہے جیسا کہ کانا یاکلان الطعام میں ہے۔ کہ وہ دونوں ماضی میں کھانا کھایا کرتے تھے۔

مگر اس سے کادیانی کا اگلا استدلال۔ کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اب نہیں کھاتے کیوں؟ کہ وہ دونوں مر گئے ہیں۔ تو جیسے مریم کی موت ثابت ہو گئی اس طرح مسیح کی موت بھی ثابت ہونا لازمی ہے یہ بات مرزا کی سراسر جہالت ہے کیونکہ دونوں کے لئے اکل الطعام کا اثبات مجموعی یعنی ایک ساتھ مقصود نہیں ہے بلکہ مطلقاً" اکل الطعام مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں ہستیاں الہ نہ تھیں کیونکہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے تو بوجہ محتاج الی الاکل کے ان کی الوہیت منعدم ہو گئی۔ اب اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ ایک کے مرنے سے دوسرا بھی مر گیا۔

یہاں مقصود تو ضرورت اکل و شرب کی بنا پر نفی الوہیت ہے۔ کہ مسیح بھی اکل و شراب کے محتاج تھے اور مریم بھی۔ لہٰذا دونوں ہی الہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ الہ اکل و شرب کی احتیاج سے منزہ ہوتا ہے۔

اس کی محاوراتی مثال یوں سمجھیے۔ کہ اگر ہم کہیں کہ حضرت مولینا محمد علی جالندھری۔ حضرت مولانا محمد حیات۔ مولینا لال حسین اختر۔ مولینا تاج محمود رحمہم اور مولینا عبدالرحیم اشعر اور مولینا منظور احمد صاحب چنیوٹی اکٹھے قادیانیت کے تعاقب میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ تو کیا اب اس سے ان تمام حضرات کی وفات ثابت ہو جائے گی نہیں بلکہ فوت شدہ اکابر کے زمانہ کی بات ہو رہی ہے کہ وہ سب اور یہ موجودین سب ایک ہی مشن پر یعنی رد قادیانیت کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے یا مثلاً" کوئی کہے مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا بشیرالدین محمود۔ حکیم نورالدین۔ جلال الدین شمس وغیرہ سب ہی مرزائیت پھیلانے میں رواں دواں رہتے تھے۔ تو کیا پہلے تین افراد کے ہلاک ہو جانے پر جلال الدین شمس کی ہلاکت بھی اس دور میں ثابت ہو جائے گی جب کہ یہ مدت تک زندہ رہا۔ اسی طرح مرزا محمود بھی مرزا غلام احمد اور حکیم نور دین کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ ایسے ہی کانا یاکلان سے مقصود صرف ان کی احتیاج الی الاکل کی بنا پر نفی الوہیت ہے حیات و وفات تو زیر بحث ہی نہیں ہے نیز اگر ایک کا انقطاع عن الاکل بھی بوجہ موت مقصود ہو تو بھی دوسرے کی موت لازمی نہیں کیونکہ دونوں کا کھانا اور پھر ایک کا منقطع عن الاکل ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ پہلے دونوں کھایا کرتے تھے اور اب دونوں نہیں بلکہ ان میں سے ایک ہی کھاتا ہے۔ دوسرا نہیں۔

۳۔ آگے چل کر مرزا صاحب ماجعلناھم جسدا" کے تحت یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جسم انسانی کے لئے کھانا لازمی ہے گویا بلا طعام جسم انسانی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ ان الفاظ سے علی سبیل الدوام کھانا بقائے جسد کے لئے امر لازم ثابت ہوتا ہے جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ واقعی جسم کے لئے غذائیت لازمی ہے تاکہ جسم کی تحلیل کی خانہ پری ہوتی رہے مگر غذائیت کی کیت۔ نوعیت اور وقفہ کا تعین یہ مرزا صاحب کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ مالک الملک کے سپرد ہے اس معاملہ کو

وہی خوب جانتا ہے۔

تو کیا ان تحریرات صریحہ اور واضحہ کے وقت آپ کو اجماع صحابہؓ یاد نہ تھا۔ یہ تمیں آیات ذہن نشین نہ تھیں۔ یا یہ ابھی نازل ہی نہ ہوئی تھیں؟ العیاذ باللہ۔ آپ کو اس وقت امام بخاری کا متوفیک۔ ممیتک لکھنا مستحضر نہ تھا؟ ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ ابن حزم۔ امام مالک رحمھم اللہ وغیرہ بے شمار اکابر کی تصریحات زیر نظر نہ تھیں؟ قرآن مجید کے الفاظ۔ توفی۔ رفع۔ قدخلت۔ اور الرسل کا استغراق ابھی آپ پر منکشف نہ ہوا تھا؟ یا ابھی یہ الفاظ ہی قرآن مجید میں شامل نہ ہوئے تھے؟ العیاذ باللہ

نیز عربی لغات و محاورات ابھی مرتب و مدون ہی نہ ہوئے تھے یا آپ ہی ان سے جاہل تھے؟ آخر کوئی تو وجہ لازماً ہو گی۔ پہلے تو آپ خود اور آپ کے دست راست حکیم نور دین نے قدخلت من قبلہ الرسل کا مفہوم یہ نہیں لیا۔ اب یہ انقلاب کیسے آگیا؟ دیکھیے اپنی جنگ مقدس ص؟ اور حکیم صاحب کی فصل الخطاب وغیرہ

اب آپ بڑھ بڑھ کر تفسیری حوالجات پیش کرتے ہیں۔ کیا اس وقت یہ تفاسیر مرتب نہ ہوئی تھیں؟ مرزا صاحب اور مرزائیو! کچھ تو ہوش کرو کونسی احمقوں کی جنت میں بستے ہو۔ یہ چودہ سو سال کے واضح ترین حقائق پہلے مستور تھے یا اب مستور ہو گئے ہیں؟ آخر اتنا عظیم اور عجیب انقلاب کیسے رونما ہو گیا؟ کہاں سے ہو گیا اگر یہ سب کتب لغات و تفاسیر وغیرہ موجود تھیں تو بقول مرزا محمود آنجہانی مرزا کادیانی کو توفی کا مفہوم بدلنے کی ضرورت کیوں درپیش آگئی؟

آیا لفظ توفی۔ رفع۔ خلت وغیرہ کا مفہوم پہلے ان کتب کثیرہ میں موجود نہ تھا؟ یا موجود تھا؟ اگر نہیں تھا۔ تو اب آپ یکایک ان کتب سے۔حوالجات کیسے دینے لگے۔ کیونکہ پہلے آپ اور آپ کے دست راست حکیم نوردین صاحب بھی ان الفاظ کے معانی موجودہ نہ کرتے تھے دیکھیے اپنی کتب جنگ مقدس۔ فصل الخطاب وغیرہ۔ آیا اب خود بخود یہ مفہوم تو ان میں تمہاری کرامت کے طور پر داخل نہیں ہو گیا؟ یا تم نے خود ان میں شامل کر دیا ہے؟ اگر پہلے ہی ان میں موجود تھا تو پھر

تمہیں نظر کیوں نہ آیا تھا؟ صاحب بہادر کچھ تو ضرور ہے۔ یا آپ بدل گئے یا یہ کتب کثیرہ بدل گئیں۔

قادیانی اجماع کا ڈھکوسلہ

قادیانی نے بیسیوں مقامات پر لکھا ہے کہ اولین اجماع خطبہ صدیقؓ کے ضمن میں وفات مسیح پر ہوا۔ کسی مفسر۔ محدث یا مورخ نے اس اجماع کا کہیں بھی تذکرہ کیا ہو جب کہ مندرجہ بالا کتب میں متعدد اجماعات صحابہؓ کا تذکرہ موجودہ ہے۔ آپ اپنے اس اجماع کی ایک ہی نقل پیش کرو منہ مانگا انعام پاؤ۔ میرا چیلنج ہے کہ تا قیامت کوئی بھی قادیانی ایک نقل پیش نہیں کر سکتا لہٰذا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین۔ اس کے خلاف آؤ ہم حیات مسیح پر عہد صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز متواتر نقول اجماع پیش کرتے ہیں ایک دو نہیں بیسیوں نقول پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ بندہ حقیر نے حصہ اول میں اس سلسلہ مین بے شمار نقول درج کر دی ہیں ازاں بعد یہ بھی سن لیجیے کہ نزول مسیح بجسدہ العنصری پر تو اجماع انبیاء بھی منعقد ہے جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں معراج کی رات حضرت ابراھیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰؑ سے ملا تو باہمی قیامت کا تذکرہ کرنے لگے تو سب نے یہ بات ابراھیم پر رکھی کہ آپ بتائیں فقال لاعلم لی بھا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا فقال لا علم لی بھا آخر انہون نے یہ معاملہ حضرت مسیح پر ڈال دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے وقوع کا تو مجھے علم نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہاں رب کریم نے قرب قیامت میری ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے کہ اس وقت دجال نکلے گا تو مجھے دنیا میں بھیجا جائے گا۔ میرے پاس دو عمدہ تلواریں ہوں گی جب دجال مجھے دیکھ لے گا تو سکے کی طرح پگلنا شروع ہو جائے گا۔ قال فیھلکہ اللہ الخ التصریح لما تواتر فی نزول المسیح ص ۱۵۸ حدیث نمبر ۱۴۔

ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث سے تو حیات و نزول مسیح پر انبیاء کرام کا اجماع بھی ثابت ہو رہا ہے کیونکہ سب کے سامنے یہ تذکرہ ہوا اور سب نے اس مذاکرہ میں حصہ لیا اور جب مسیح کے قتل دجال کے لئے قرب قیامت زمیں پر

جانے کا ذکر کیا گیا تو کسی ایک نے بھی اختلاف یا اعتراض نہیں کیا کہ آپ تو فوت ہو کر یہاں آئے ہیں آپ کس طرح دوبارہ دنیا میں جا سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا نزول ثانی پر انبیاء کا بھی اتفاق و اجماع ہے صحابہ کرامؓ کا بھی اجماع ہے اس کے بعد تمام آئمہ امت اور تمام افراد امت کا بھی اس عقیدہ پر اجماع ہے جس کا تذکرہ مرزا کادیانی بھی بارہا اپنی کتب میں کر چکا ہے۔ اور اس کے برعکس کادیانی کے انکار حیات پر کسی بھی اجماع حتی کہ انفرادی قول کا کہیں دور دراز کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ لہٰذا ہمارا موقف سو فیصد حقیقت واقعیہ ثابت ہوا اور اس کے خلاف کادیانی نظریہ محض من گھڑت اور سو فیصد کذب و افتراء ثابت ہوا۔ فالحمد للہ والمنۃ علی ذالک

وفات مسیح پر مرزا قادیانی کی پیش کردہ

چھٹی آیت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا (مریم ۳۴)

استدلال۔ اس کی تفصیل ہم اسی رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ (ازالہ ص ۴۳۶ خزائن ص ۳۳۱ ج ۳)

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیلی طریقہ پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی بڑے رہتے ہیں مردے جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے۔ تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھا کریں گے۔ (خزائن ص ۴۲۸ ج ۳) حوالہ مذکورہ بالا کے مطابق مرزا صاحب آیت کر ترجمہ اور پھر اپنے نظریہ پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ

ترجمہ یعنی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے کہ نماز پڑھتا رہ اور زکوۃ دیتا رہ اور اپنی والدہ پر احسان کرتا رہ جب تک تو زندہ ہے۔

تبصرہ از قادیانی

اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفات شرعیہ (احکام شرعیہ) کا آسمان پر بجا لانا محال ہے اور جو شخص مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ مع الجسد آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اس کو اس آیت موصوفہ کے منشاء کے موافق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل اور توارۃ کی رو سے انسان پر واجب العمل ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح پر اب بھی (بوجہ موجود فی السماء ہوں گے) واجب ہیں کہ تو اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ اور پھر آپ ہی اس کے زندہ ہونے کی حالت میں ہی اس کو والدہ سے جدا کر دے اور تاحیات زکوۃ کا حکم دیوے اور پھر زندہ ہونے کی حالت میں ہی ایسی جگہ پہنچا وے جس جگہ نہ وہ آپ زکوۃ دے سکتے ہیں اور نہ زکوۃ کے لئے کس دوسرے کو نصیحت کر سکتے ہیں اور صلوۃ کے لئے تاکید کرے اور جماعت مومنین سے دور پھینک دیوے جن کی رفاقت تکمیل صلوۃ کے لئے ضروری ہے کیا ایسے اٹھائے جانے سے بجز بہت سے نقصان عمل اور ضائع ہونے

حقوق العباد اور فوت ہونے خدمت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کچھ اور بھی فائدہ ہوا۔ (ازالہ ص ۴۳۶ و ۴۳۷ خزائن ص ۳۳۱ و ۳۳۲ ج ۳)

تجزیہ و تبصرہ

مندرجہ بالا مذکورہ ترجمہ و تشریح اور استدلال ملاحظہ کر کے ہرذی ہوش انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے کہ یہ قادیانی فنکار کیا تماشہ کر رہا ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ کے متعلق نصوص قطعیہ نازل کرنے والا قادر وقیوم اور علیم و خبیر خدائے ذوالجلال۔ ان قادیانی نکات سے واقف نہ تھا؟ پھر انہی نصوص صریح کے تحت خاتم الانبیاء ﷺ جس نے اس نظریہ کو نہایت وضاحت و تفصیل سے بکثرت اور حلفا پیش فرمایا وہ اس قادیانی دقائق سے باذن الٰہی باخبر نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ پر ایمان ویقین کے تحت تمام صحابہ کرام اور آئمہ ھدیٰ اور افراد امت جنہوں نے اس نظریہ کے متعلق تمام نصوص اور تصریحات کے پیش نظر متفق اللسان والقلب ہو کر اس نظریہ کو اتفاقاً بطور عقیدہ کے حرز جان بنا لیا اور بڑے بڑے جلیل القدر اکابرین امت (مجددین ملہمین مفسرین محدثین متصوفین اور متکلمین وغیرہم) نے آیات قرآنیہ بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اہل الکتاب وغیرہ کو باتباع مبین قرآن و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس نظریہ حقہ پر بطور عبارۃ النص پیش فرما کر اس عقیدہ کو متفق علیہ مجمع علیہ اور واجب الایمان قرار دیا ہے۔ آخر ان کے اذہان بالغہ و قلوب صافیہ پر یہ اشکالات وارد نہ ہوئے تھے؟ مگر اس قادیانی عیار کی جرات دیکھئے کہ کبھی اس نظریہ کو شرک قرار دیتا ہے اور کبھی ضلالت قرار دے کر اس کے خلاف پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ مثلا ابن مریم مرچکا حق کی قسم وغیرہ۔

اور کبھی خدا اور دارالجزء سے بے خوف ہو کر اس کے خلاف (وفات مسیح) کو قرآن کا منصوص و منطوق۔ آنحضور ﷺ کا صریح و واضح ارشاد۔ صحابہؓ کا اجماعی اور اکابرین امت کا اتفاقی نظریہ قرار دیتا ہے ازاں بعد نصوص قرآنیہ اور تصریحات احادیث میں وہ الحاد و تحریف کا چکر چلاتا ہے کہ اس کا پیرو مرشد جناب عزازیل بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ الغرض یہ قصہ طویل ہے فی الحال مندرہ بالا اقتباس کے

متعلق کچھ سماعت فرمایئے کہ جناب قادیانی نے اس آیت میں مندرجہ ذیل شبہات اور وسوسے پیدا کئے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کو زندگی بھر نماز و زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ اب بعد رفع وہ کونسی نماز پڑھتے ہوں گے۔ اور کس مال کی کس کو زکوۃ دیتے ہوں گے؟

۳۔ تاحیات والدہ کی خدمت کی تاکید تھی تو وفات مریم کے بعد اس حکم کی تعمیل کیسے ممکن ہے؟

۴۔ نیز ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کیا صورت ہو گی؟

۵۔ عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ خود ہی تاحیات نماز و زکوۃ کا حکم دے اور خود ہی اس ماحول سے دور کر دے پھر خود خدمت والدہ کا حکم دے اور پھر خود ہی والدہ کو موت دیکر اس تعمیل میں مانع پیدا کر دے۔

قادیانی مشکل کا حل

یہ ہے کہ صلوۃ و زکوۃ وغیرہ تمام احکام تکلیف شرعی سے متعلق ہیں اور ان کا محل تعمیل دار دنیا ہے نیز احکام شرعیہ کی ادائیگی اسباب وعلل پر موقوف رکھی گئی ہے۔ لہذا جب کسی حکم کا سبب منعدم اور موقوف ہو جائے یا مکلف ہی مستحق تکلیف نہ ہو تو اس حکم کی تعمیل بھی لازم نہیں ہوتی۔ جیسے نماز کا مسئلہ ہے کہ اس امت کی پانچ نمازیں ان کے اسباب یا ان کے وقت آنے پر فرض ہوتی ہیں مطلق نہیں جیسے حکم الہٰی ہے۔ اقیموا الصلوۃ فرمان نبویؐ ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی حتی کہ فرمایا فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون اور فرمان نبویؐ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر او کما قال مگر ان تمام نصوص کا تقاضا حضور وقت پر موقوف ہے نہ کہ ہر وقت کما قال اللہ تعالیٰ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا لہذا ۱۰ بجے دن کو یہ تمام نصوص کثیرہ ایک مسلم صالح کے لئے ذرہ بھی خطرہ نہیں اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گی ہاں جب ظہر کا وقت ہو جائے گا تو یہ تمام نصوص اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ادائیگی نماز کا پابند اور مکلف بنائیگی۔ نیز یہ تمام تبلیغات قبل از بلوغ بھی کسی فرد

مسلم کو کچھ نہ کہیں گے ایسے ہی زکوۃ کا حکم ہے تو یہ حکم ایسے مومن صالح کو سو سال تک کچھ نہ کہے گا جب تک کہ اس کے پاس اس کا نصاب فارغ از ضروریات موجود نہ ہو اور پھر حولان حول بھی نہ ہو جائے جب یہ تمام حالات اور اسباب متحقق ہوں گے اس وقت زکوۃ کی تاکید اور عدم ادائیگی کی صورت میں تنبیہات اس کو جھنجھوڑنے لگیں گی یوں ہی رمضان کا مسئلہ ہے اور ایسے ہی فریضہ حج کا معاملہ ہے۔ گویا کسی حکم کا سبب اور مکلف کی اہلیت کا وجود ادائیگی مامور بہ کے لئے لازمی ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے فرمان الٰہی ہے۔

واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ وأیتا الزکوۃ

تو کیا کوئی قادیانی ثابت کر سکتا ہے کہ تمام انبیاء کرام ہر سال باقاعدہ زکوۃ دیتے رہے۔ حتی کہ خود سید دو عالم ﷺ کو بھی یہ حکم تھا مگر کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ کو کبھی ادائیگی زکوۃ کا موقعہ ملا ہو کیونکہ یہ تو سب (نصاب اور حولان حول) پہ موقوف ہے جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں تو حکم کی تعمیل کیسے متصور ہو گی۔ (دراصل قادیانی علوم دینیہ سے مطلق جاہل ہے اس کو نفس وجوب اور وجوب ادا میں بھی تمیز نہیں ہے۔ ایسے ہی حضرت مسیحؑ کو نماز و زکوۃ کا دائمی حکم تو ہے مگر اسباب پر موقوف۔ جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں گے۔ تو ادائیگی احکام بھی ملتوی۔ لہٰذا قادیانی وسوسے اور ڈھکوسلے سب کے سب بیکار اور حوالہ ابلیس ہوں گے۔

۲۔ بعد ازاں وسوسہ دوم بھی محض قادیانی دجل و فریب کا کرشمہ ہے۔ کہ پہلے عیسائی نماز پڑھتے تھے اب وہ کونسی نماز پڑھتے ہوں گے اور پھر نازل ہو کر کونسی پڑھیں گے۔

دیکھئے کتنی آسان بات ہے کہ ایسے اعمال فرعیہ میں نسخ و تبدیلی ہوتی رہتی ہے حتی کہ ایک ہی دور رسالت میں ایک حکم مختلف صورتوں میں مامور بہ ہوتا ہے جیسے آنحضور ﷺ کی نماز میں کتنی تبدیلیاں آئیں مثلاً شروع میں صرف دو نمازیں فرض تھیں۔ پھر پانچ۔ پہلے دوران نماز سوال جواب اور گفتگو کی اجازات پھر

منسوخ۔ پہلے بیت المقدس کی رخ پھر خانہ کعبہ کی طرف۔ ایسے ہی دوسرے احکام کا معاملہ ہے تو جب ایک نبی کے دور رسالت میں اعمال میں رد و بدل ہو رہا ہے تو پھر دوسرے دور رسالت کے شروع ہو جانے سے یہ تبدیلی کیسے عجیب اور باعث حیرت ہو گی۔ دیکھئے تمام نبیوں کو نماز کا حکم ہے مگر اس کی کمیت و کیفیت میں لازمی فرق ہے اوقات میں فرق شرائط و ارکان میں فرق۔ ایسے ہی کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم کا معاملہ ہے کہ مطلق صوم کے حکم میں تو سب برابر مگر اس کمیت و کیفیت میں نمایاں فرق۔ ایام کا فرق۔ اوقات کا فرق۔ دیگر ارکان و شرائط اور آداب کا فرق لازمی ہے تو کیا اس سے اس حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی؟ لہٰذا تمہیں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کسی پریشانی میں مبتلا ہونے یا امت مسلم کو متردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ حسب حکم الٰہی دنیا میں بھی نماز پڑھتے تھے اب آسمان پر بھی پڑھ رہے ہوں گے۔ اس کے بعد آمد ثانی پر نماز پڑیں گے مگر اس وقت کے طریقہ کے مطابق کیونکہ ہر دور رسالت کے مطابق نماز زکوۃ اور دیگر اعمال شرعیہ کا نفاذ ہوتا ہے جسے ہر فرد امت کو زیر عمل لانا پڑتا ہے۔ پھر یہ مسئلہ صرف نماز تک ہی نہیں بلکہ اللہ کریم نے ان کو امت محمدیہ کے دوران کی تمام ضروریات بھی فراہم کر دی ہیں۔ یعلمہ الکتاب والحکمۃ کا کورس اور نصاب ان کو پڑھا دیا ہے۔ لہٰذا وہ اس معاملہ میں سو فیصد خود کفیل ہوں گے ان کو اس درد کا تقاضا پہلے ہی معلوم ہے۔ وہ اسی کے مطابق اپنے تمام اعمال و افعال بجا لائیں گے تمہیں پریشان ہونے یا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح ادائیگی زکوۃ کا معاملہ ہے تو یہ بھی سن لیجئے کہ از روئے قرآن مجید زکوۃ کے دو مفہوم ہیں۔

۱۔ یہ فریضہ معروف ۲۔ تزکیہ باطن۔ اور دونوں کو لغوی معنی شامل ہے کیونکہ لغت میں زکوۃ کا معنی وہی ہے جو قرآن نے بیان کر دیا۔ سنئے۔ فرمایا

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتذکیھم بھا (التوبہ ۱۰۳)

یعنی زکوۃ کا معنی طہارت مال اور تزکیہ قلب و نفس ہے۔

۲۔ فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ زکوۃ (الکہف ۸۱)

۳۔ وحنانا من لدنا وزکوۃ (قال فی یحیی) (مریم ۱۳)

۴۔ قد افلح من زکھا (الشمس ۹)

۵۔ بل اللہ یزکی من یشاء (النساء ۴۹)

۶۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی صفت ویزکیھم کئی مرتبہ (۱۲۹:۲ و ۱۵۱ و ۱۶۴:۳ و ۲:۴۶) مذکور ہے لہذا اگر اس جگہ یہ اصطلاحی زکوۃ مراد لیں تو یہ اسباب پر موقوف ہو گی۔ تم اسباب ثابت کرو ہم ادائیگی ثابت کر دیں گے الا فلا اور اگر صرف تزکیہ نفس و تطہیر روحانیت مراد ہے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ وہ ہمہ اوقات اور ہمہ حالات زیر عمل ہو سکتا ہے ویسے یہ دوسری شق حضرت مسیح کے متعلق زیادہ اوفق و انسب ہے کیونکہ آپ کی بشارت پر ہی اعلان کر دیا گیا تھا۔

قال انما انا رسول ربک لا ھب لک غلاما زکیا نیز آپ کے مماثل بھائی حضرت یحیی کے متعلق بھی یہی احتمال قوی ہے کیونکہ ان کے بارہ میں فرمایا۔ وحنانا من لدنا وزکوۃ نیز خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی واضح فرمایا۔ لکل شیء زکوۃ وزکوۃ الجسد الصیام (مشکوۃ) ایسے ہی پھر زکوۃ اصطلاحی کا مقصود بھی تو یہی تزکیہ قلب ہی ہے تو پھر آپ کو مسیح کے حق میں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کونسی مشکل در پیش ہے صرف یہی کہ اس سے مرزا صاحب کا ڈرامہ خراب ہو جاتا ہے؟ امکانی طور پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح پر حسب موقعہ زکوۃ کی ادائیگی عائد کی گئی۔ جسے آپ نے حسب موقعہ و حالات پورا بھی کیا ہو گا۔

نوٹ

دار دنیا میں اصطلاحی زکوۃ بمع زکوۃ قلب و روح بوجہ اس کے اہل ہونے کے اور دار آخرت میں ھم للزکوۃ فاعلون کے تحت اور بوجہ رفاقت ملا ئکہ کے دوسری صورت زکوۃ مامور بہ ہو گی۔

غرض یہ کہ قادیانی وسوسوں سے ہمارے اصل نظریہ پر کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا ہمارے مہربان پروردگار جو کہ نہایت علیم و خبیر ہے اس نے تمام حالات و عوارضات کو ملحوظ فرما کر ہمیں یہ نظریہ حقہ تعلیم فرمایا ہے ہمارا رب نسیان و جہل اور بداء وغیرہ کی تمام خباثتوں سے منزہ ہے۔

تیسرا قادیانی ڈھکوسلہ خدمت والدہ کا انقطاع

تو یہاں بھی وہی ضابطہ ملحوظ کرلیں کہ احکام شرعی اسباب پر موقوف ہوتے ہیں جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں تو احکام بھی موقوف ہوں گے۔

اب دیکھئے اور خوب آنکھیں کھول کر دیکھئے

اللہ تعالیٰ نے ہر اہل ایمان کو حکم دیا ہے اور بطور ضابطہ کے دیا ہے۔

۱۔ وقضی ربک ان الا تعبدوا الا اللہ وبالوالدین احسانا (بنی اسرائیل ۲۳)

۲۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ وبالوالدین احسانا (النساء ۳۶)

۳۔ ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر (لقمان ۱۴)

۴۔ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا (عنکبوت ۸)

ان کے علاوہ دیگر آیات کی روشنی میں جب ہر انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے تو کیا کوئی قادیانی ثابت کر سکتا ہے کہ ہر انسان کو دنیا میں ماں باپ دونوں زندہ مل بھی سکتے ہیں کسی انسان کا باپ یا ماں بچپن میں نہیں مرتا۔ وکذالک العکس ہر ایک کو خدمت کا موقعہ ملتا ہے؟ عجیب تماشہ ہے مرزا قادیانی کو ابلیس لعین کہاں کہاں بھٹکا رہا ہے۔ کیا کس بچہ کی ماں پیدائش کے وقت نہیں مرتی۔ تو وہ اس حکم پر کیسے عمل کرے گا؟ کیا اسے خدا نے حکم دیکر پھر تعمیل حکم میں رکاوٹ نہیں ڈال دی۔ مرزا صاحب احکام شرعیہ اسباب پر موقوف ہوتے ہیں۔ اطاعت والدین کا حکم نہایت موکد ہے مگر اسکی تعمیل کا موقعہ مکان یاماں یا باپ کی زندگی اور موجودگی پر موقوف ہو گا۔ جب یہ دار دنیا میں ہے تو حضرت مسیح کے متعلق تمہارا یہ فلسفہ۔ کہ ماں کی خدمت کا حکم دیکر خود مسیح کو آسمان اٹھا لیا۔ گویا آپ ہی اس حکم کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا کر دی۔ عجیب ابلیسی فلسفہ ہے۔ اس طرح تو بے شمار احکام بے کار ہو جائیں گے۔ مثلاً نکاح کا حکم طلاق کے احکام۔ والدین کے لئے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم۔ تو جس کے بچے ہی نہ ہوں وہ اس حکم کا تارک تصور کیا جائے گا؟ وراثت کے احکام ہیں دیگر ادائے حقوق کے اعمال ہیں تو یہ سب اسباب پر موقوف ہوں گے اور انعدام اسباب سے ملتوی قرار

پائیں گے۔ اور یہ مکلف ہرگز تارک احکام نہ کہلائے گا۔ ھل منکم رجل رشید جناب مرزا صاحب تمہارے ایسے ڈھکوسلوں اور وساوس سے حقائق مضمحل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا تم یہ تمام خرافات اور حماقتیں چھوڑ کر سیدھے سیدھے دائرہ اسلام میں آ جاؤ ورنہ خیر نہیں۔

ناظرین کرام عجیب تماشہ ہے کہ یہ عیار مسیح کو رفع آسمان کی صورت میں ان اعمال کا تارک قرار دے رہا ہے اور خود اس کی یہ کیفیت ہے کہ باوجود دعوی نبوت اور مسیحیت کے کسی بھی اسلامی فریضہ کی ادائیگی میں پورا نہیں اترتا۔ ہر جگہ رخصتوں پر ہی عامل رہتا ہے وہ بھی ادھورا ذرا کسی مرزائی کو حلف دیکر پوچھ لیں۔ کہ سچ بتاؤ تمہارے اس گرو نے پنجوقتہ نماز کی عزیمت کی سطح پر مکمل ادائیگی کی ہے؟ مرزا صاحب کو کبھی زکوۃ فرض کی ادائیگی کی توفیق ہوئی۔ حالانکہ صاحب نصاب تھا اور آسمان پر یا عالم برزخ میں نہ تھا بلکہ اسی دار تکلیف میں موجود تھا؟ کبھی اس نے فریضہ حج ادا کیا کبھی قربانی ادا کی؟ کبھی مکمل رمضان کے روزے ہی رکھنے کی توفیق ہوئی ہو۔ سبحان اللہ یہ فرائض کا تارک خدا کے مقدس نبی پر ایسے لچر اعتراضات پیش کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ

قادیانی کی وفات مسیح پر پیش کردہ

ساتویں آیت۔ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (مریم ۳۳)

وجہ استدلال قادیانی۔ اس آیت میں واقعات صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع و نزول واقعات صحیحہ عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے ساتھ ہیں ان کا بیان بھی ضروری تھا کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں رچا بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔ (ازالہ ص ۶۰۸ خزائن ص ۴۲۸ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

جناب قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر حسب عقیدہ اہل اسلام واقعات رفع نزول۔ ثابت شدہ تھے تو ان کا تذکرہ ان امور محمد ﷺ میں کیوں نہیں ہوا؟

عجیب بات ہے کہ مرزا صاحب مدعی وفات مسیح بن کر اپنے دعوی پر دلائل پیش کرنے کھڑے ہیں مگر ان الفاظ میں بجائے اثبات مدعا کے اس سے قبل ہمیں ڈانٹ رہے ہیں کہ اس کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟ بتلایئے اثبات دلیل کے موقعہ پر الزام خصم کا یہ کونسا ضابطہ علمی ہے؟ اچھا صاحب ہم آپ کی یہ بے اصولی بھی برداشت کر کے تمہاری صحیح راہنمائی اور ہدایت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور تمہارے اشکال و خلجان کو صاف کرتے ہیں۔

صاحب بہادر ملاحظہ فرمایئے کہ بعض دفعہ اثبات مدعا یا نفی ناگوار کے لئے صرف ایک ہی واضح امر کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت ماالمسیح بن مریم الا رسول میں نفی الوہیت مسیح کے لئے صرف احتیاج الی الا کل کے ذکر پر ہی بوجہ وضوح کے اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ اس کے لئے اور بھی کئی امور ذکر ہو سکتے تھے مگر اکتفا علی الضرورۃ کو ملحوظ رکھا گیا ایسے ہی اس موقعہ پر مسیح کے مقدس اور راستباز ہونے پر انہی تین واقعات پر اکتفا فرمایا گیا اگرچہ مزید بھی کئی امور ذکر ہو سکتے تھے خاص کر وہ امور بھی جن کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ مگر مقصود ان تین سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا انہی پر اس موقعہ پر اکتفا کیا گیا اگرچہ اس کے علاوہ دوسرے متعدد امور بھی دیگر مواقع پر مذکور ہیں پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام متوافق امور کو ایک ہی دفعہ اور ایک ہی موقعہ پر بیان کر دیا جائے بلکہ حسب ضرورت متفرق مقامات پر بھی بیان ہو سکتے ہیں۔ والحکمۃ عند اللہ العلیم الخبیر یہاں بھی ایسا ہی ہے دیکھئے تمہارا مطالبہ تو اس سے قبل ہی مذکور ہے کہ وجعلنی مبارک اینما کنت پھر مسیح کے امور مخصوصہ صرف اتنے ہی نہیں بلکہ مسیح کی تو ذات ہی ولنجعلہ آیۃ کے تحت مجموعہ عجائب و منفردات ہے ولادت سے لے کر رفع تک اور اس کے بعد نزول سے وفات تک قدم قدم پر آپ کی خصوصیات جلوہ گر ہیں۔ لیجئے۔ یہ پورا

ہوا آپ کا مطالبہ کہ کیا آپ کا رفع و نزول کا واقعہ مورد سلامتی نہیں تھا؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ضرور مودر سلامتی ہے مگر وہ چونکہ ولادت و موت کے درمیان ہی مندرج ہے لہٰذا اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں تھی کیونکہ یہاں تو عجائبات اور نوادرات کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو تفصیلا بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کوئی وعظ کی کتاب نہیں۔ اچھا جی اب آپ بھی ذرا بتلائیں کہ تمہارے نظریہ کے مطابق مسیح کی گرفتاری۔ توہین و تحقیر۔ کیلوں کا ہاتھ پاؤں میں لگایا جانا۔ پھر قریب المرگ ہو جانا اور علاج معالجہ کے ذریعے تندرست ہو کر طویل ترین دشت وجبل کے اسفار اور پھر ۹۲ سال یا ۵۴اسال تک گمنامی اور بلا شہرت کی زندگی گزار کر غیر معروف مقام پر مدفون ہونا یہ امور محل سلامتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ان کا تذکرہ بھی ذرا واضح کر دیں ہم نے تو تمہارا مطالبہ مع شئی زائد کے پورا کر دیا آپ ہمارے مطالبہ کا نصف یا ثلث ہی واضح کر دیں مرزا صاحب صرف دست سوال دراز کرنے کی عادت ہی نہ رکھیں۔ کبھی کچھ خود بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا کریں مزید براں اب آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہوگیا جو کسی وقت آپ ان امور کو حضرت یحیی کے امور ثلاثہ و سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویم یبعث حیا کے ساتھ ملا کر کہ دیتے ہیں کہ جب دونوں کے حالات یکساں بیان ہوئے تو نتیجہ بھی ایک ہونا چاہئے لہٰذا جب یحییٰ مرفوع الی السماء نہیں ہوئے تو مسیح کیسے مرفوع ہو گئے۔ جب کہ دونوں حضرات ان امور ثلاثہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اب دیکھ لیں کہ حضرت مسیح کے لئے وجعلنی مبارک اینما کنت ہے یحییٰ کے لئے مسیح کے لئے انی متوفیک ورافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ ہے یحیی کے لئے نہیں مسیح کے لئے وان من اہل الکتاب ہے جو کہ یحیی کے لئے نہیں۔ مسیح کے لئے اذ تکلم الناس فی المھد وکھلا ہے جو کہ یحیی کے لئے نہیں مسیح کے لئے ویعلمہ الکتاب والحکمۃ ہے جو کہ یحیی کے لئے کہیں نہیں۔ مسیح کے لئے وانہ لعلم للساعۃ ہے جو یحیی کے لئے نہیں۔ مسیح کے لئے ولنجعلہ آیۃ آیا ہے جو کہ حضرت یحیی کے لئے نہیں۔ غرض یہ کہ آپ نے صرف تین امور میں اشتراک دکھا کر اپنا

دعوی وفات مسیح ثابت کرنا چاہا مگر ہم نے بے شمار امور منفردہ پیش کر کے دونوں کے نتیجہ کے اشتراک اور یکسانگی کی نفی کر کے مسیح کی انفرادیت ثابت کر دی

لہٰذا تمہارا مقصد ناکام و نامراد ہوا

علاوہ ازیں ہمارے دعوی پر بے شمار نصوص قطعیہ موجود ہیں جن کے بیان و ذکر سے قرآن و حدیث اور ہزارہا کتب آئمہ امت مزین ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رفع و نزول مسیح محض ایک خیال نہیں بلکہ بقول شما بھی ایک حقیقت قطعیہ ہے جو کہ بطور عقیدہ ہر فرد مسلم کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے۔ دیکھئے اپنی ہی تحریر مندرج (شہادۃ القرآن ص ۲ و ۸ خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶ ازالہ ۵۵۷)

مرزا صاحب آخر میں ذرا یہ بھی واضح کر دیں۔ تمہارے خیال کے مطابق اصل مسیح نے نہیں آنا تھا بلکہ اس کے مثیل نے آنا تھا۔ تو بتائیے اس کا ذکر بھی کہیں قرآن و حدیث میں صراحتاً" موجو ہے؟

ناظرین کرام مرزا غلام احمد کی وفات مسیح پر پیش کردہ تمیں آیات کی ہم نے بغرض سہولت درجہ بندی کر دی تھی۔ چونکہ یہ تمام آیات قادیانی مقصد پر یکساں دلالت نہیں کرتیں بلکہ کوئی عند المرزا بطور عبارۃ النص اور کوئی دلالت النص وغیرہ کے طور پر ہے لہٰذا میں نے ان کی یوں درجہ بندی کر دی کہ سات آیات تو وہ ہیں جن میں حضرت مسیح کا ذکر آیا ہے جن سے مرزا قادیانی نے ان کی وفات پر استدلال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور نمبر ۲ پر تین آیات ایسی ہیں جن میں مسیح کا ذکر تو نہین مگر دیگر انبیاء کا ذکر ہے جن کے عموم سے قادیانی نے استدلال کیا ہے اور تیسری قسم کی آیات وہ ہیں جو ذکر مسیح اور دیگر انبیاء کے ذکر سے بھی خال ہیں ان کے عموم واطلاق سے بھی مرزا صاحب نے استدلال کرنے کی سعی نا مراد کی ہے۔ حالانکہ ان سے استدلال کی کوئی وجہ جواز نہیں اور نہ ہی آج تک کسی نے کیا ہی ہے تو یہاں تک پہلی قسم کی سات آیات کا ذکر مع جمیع استدلال و اشکالات کے رد کے ہو چکا اب دوسری قسم کی آیات سے قادیانی استدلالات مع جواب سماعت فرمائیے۔ چنانچہ ان میں سے پہلی آیت یہ ہے

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقبلتم علی اعقابکم (ال عمران ۱۴۴)

ترجمہ از قادیانی یعنی محمد رسول ﷺ صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت مین کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔

وجہ استدلال

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح بن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہو سکی۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۶ خزائن ص ۴۲۷ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

قادیانی کا استدلال آیت کے عموم سے ہے عبارۃ النص کے طور پر نہیں۔ نیز عموم آیت سے بھی اس بنا پر کہ آیت کے اندر مندرج الفاظ قد خلت کا معنی موت اور الرسل کا معنی بطور استغراق یعنی سب رسول ثابت ہو مگر یہ دونوں بنیادیں صحیح نہیں اس لئے کہ

۱۔ کسی بھی کلام کے عموم سے خاص جزئی پر استدلال اصولاً صحیح نہیں ہوتا کیونکہ عمومِ کی دلالت اپنے افراد پر نہایت کمزور اور ظنی ہوتی ہے۔ پھر اس وقت تو بالکل ناجائزہ ہو گا جبکہ کس خاص جزئی کا حکم کس مستقل اور منفرد دلیل سے الگ ثابت ہو چکا ہو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے انا خلقنا الانسان من نطفته امشاج (الدھر)

ملاحظہ فرمایئے یہاں تمام نوع انسانی کی خلقت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے انسے نطفتہ سے پیدا کیا ہے حالانکہ حضرت آدم و حوا کی خلقت مستقل دلیل سے بلا نطفتہ ثابت ہے لہٰذا وہ ہرگز اس عموم میں شامل نہیں ہوں گے ایسے ہی کئی دیگر عمومات قرانی ہیں مگر انہیں تمام افراد کے لئے تسلیم نہیں کیا جا سکتا مثلاً

شہد کے متعلق ہے۔ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفا للناس (النمل ۶۹) دیکھئے الناس سے ہر فرد انسانی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ حارالطبع (گرم مزاج) کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ فائدہ مند نہیں ہوتا۔

۲۔ ظہرالفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم) یہاں بھی تمام انسان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ صالحین فساد کے ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہین نہ کہ پھیلاتے ہیں۔

۳۔ لا ملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (حم سجدہ ۱۳) فرمایئے یہاں ناس میں عموم مراد لے سکتے ہیں کذالک امثلثہ اخری قد ذکر تھا۔
الغرض قرآن مجید میں الناس ۲۴۱ مرتبہ آیا ہے جن میں سے چند مقامات پر لفظ بعض سے استثناء مراد لے کر باقی تمام سے بھی عموم مراد نہیں لے سکتے۔

پھر یہ بھی اہل علم کا اصول ہے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس آیت سے قادیانی استدلال کی حالت ہے کہ اس آیت کے عموم سے خاص ذات مسیح کے لئے حادثہ موت کا اثبات نہیں ہو سکتا بلکہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ کریم نے آپ کی ذات کو ولنجعلہ آیۃ فرمایا ہے لہٰذا ان کی ذات اور ان کے حالات و واقعات ندرت اور انفرادیت کے حامل ہوں گے۔ کسی عموم سے ان کے لئے کوئی کام ثابت نہ ہو گا۔ خصوصا جب کہ اللہ کریم نے کئی نصوص قطعیہ میں اور خاتم الانبیاء ﷺ نے بیسیوں ارشادات میں آپ کی ذات اقدس کو مخصوص کر لیا ہے لہٰذا اس آیت کے عموم سے مسیحؑ کی وفات پر استدلال سراسر حماقت و جہالت ہی نہیں بلکہ الحاد و زندقہ بھی ہو گا۔

چونکہ مسیح علیہ السلام کا رفع جسمانی بطور اعجاز کے ہے لہٰذا اس کو بھی عموم کے تحت مندرج کرنا خلاف دیانت و حقانیت ہے۔ جیسے خاتم الانبیاء ﷺ کا واقع معراج جسمانی جو کہ آپ کا نہایت عظیم الشان معجزہ اور خصوصیت ہے اسے کسی بھی عموم سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح رفع مسیح بھی ان کا ایک اعجازی اور منفرد واقعہ ہے اس کو بھی کس عموم سے مشکوک نہیں کیا جا سکتا۔

جیسے واقعہ معراج میں ذکر کردہ لفظ اسری کو اس کے نظائر قرآنی مثل فاسر

بعبادی بقطع من اللیل (ھود۸۱) ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسری بعبادی (طہ ۷۷) اور فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون (الدخان ۲۳) کے تحت عموم میں داخل کر کے معراج جسمانی کو مشکوک نہیں کر سکتے اور جیسے نوع انسان خلق من نطفۃ کے تحت۔ خلق آدم و حوا کو غلط مفہوم نہیں پہنا سکتے اس طرح تم عام استعمال کے تحت مسیح کے رفع الی السماء کو بھی مخدوش نہیں کر سکتے اور اس طرح تم قد خلت من قبلہ الرسل کے عموم سے حیات و نزول مسیح کو بھی مخدوش و مشکوک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ذات مسیح اور ان کے تمام حالات و واقعات آیت اللہ کے تحت ہو کر انتہائی ندرت اور انفرادیت کے حامل ہیں مثلاً ان کی ولادت بچپن جوانی نبوت و معجزات تمام کے تمام ندرت اور خصوصیت کے حامل ہیں لہذا اسکے بعد کے حالات بھی اسی طرز پر ہوں گے۔ ان کا رفع جسمانی اور ایک مدت تک ملائکہ کے ماحول میں رہنا پھر ایک خاص زمانہ میں الٰہی حکمتوں کے تحت نازل ہونا اور منفرد اعمال کا بجالانا ازاں بعد طبعی وفات سے دوچار ہونا۔ ملت اسلامیہ کے ہاتھوں ان کی تکفین و تدفین ہونا اور روضہ رسولؐ میں استراحت فرما ہونا یہ تمام کے تمام حالات و کوائف انفرادیت کے حامل ہیں لہذا ان کو کس بھی عموم کے تحت لانا کرنا الحاد و ضلالت ہے۔

اس کے بعد الفاظ آیت خلت اور الرسل کی بحث تو وہ پہلے حصہ میں نیز ماالمسیح بن مریم الا رسول کے تحت گذر چکی ہے مزید طوالت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں نفس آیت کے مفہوم کے متعلق اختصارا کچھ پیش خدمت ہے کہ اس آیت کا مدلول صرف یہ ہے کہ واقعہ احد میں جب یہ افواہ پھیلی کہ قد قتل محمدؐ تو صحابہ کرامؓ نہایت پریشانی میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ جیسے اکابر تو یہاں تک پہنچ گئے کہ تلوار لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماامات محمد بلکہ آپ اپنے رب کے پاس گئے ہیں ابھی آ کر منافقوں کو قتل کریں گے نیز فرمانے لگے کہ جو یہ کہے گا فقتلہ بسیفی ھذا انما رفع الی السماء کما رفع عیسی بن مریم الملل والنحل للشھر ستانی علی ھامش ابن حزم (ص ۲۱ ج ۱ وایضا قد نقلہ الکادیانی فی خزائن ص ۵۸۱ ج ۱۵)

تو گویا یہاں خیال یہ پیدا ہو گیا تھا کہ آپ رسول ہیں لہٰذا فوت نہیں ہو سکتے یعنی رسالت اور موت میں منافاۃ تصور کر لئی گئی پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا

من کان بعبد محمد افان محمد اقدمات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی قیوم او کما قال ازاں بعد کچھ اور آیات بھی تلاوت فرمائیں جن میں سے ایک یہ تھی ما محمد الا رسول جس سے مقصد یہ تھا کہ آپ واقعی رسول ہیں لیکن رسالت اور موت میں تنافی نہیں دیکھئے پہلے بھی سلسلہ رسالت چل رہا تھا رسول فوت ہوتے گئے۔ اگر رسالت اور موت میں منافاۃ ہوتی تو پہلے رسول کیوں مرتے لہٰذا اس ضابطہ کے متعلق آنحضور ﷺ بھی اگر فوت ہو جائیں تو انکار کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو غرض صرف رسالت اور عدم موت میں تلازم کی نفی ہے۔ اور وہ مطلق ذکر رسل سے ہو جاتی ہے استغراق کی حاجت ہی نہیں نیز یہاں بحث صرف اور صرف وفات رسولؐ میں تھی نہ کہ جمیع الانبیاءؑ یا حضرت عیسیٰ کی اس لئے ازاں بعد آپ نے انک میت وانھم میتون کی تلاوت کی۔ اور آیت کے اگلے حصہ میں افائن مات اوقتل میں صرف آپ کی ہی موت کا تذکرہ ہے عام رسولوں کا نہیں نیز قول فاروقؓ سے بھی آپ نے ملحوظ صرف رفع الی السماء ہی رکھا جو کہ مشبہ ہے اگلا جملہ کما رفع عیسی بن مریم پر قطعا توجہ نہیں دی جو کہ مشبہ بہ ہے۔ کیونکہ یہ مشبہ بہ کا مسئلہ طے شدہ تھا آپ نے اس تشبیہ اور تطبیق کو ختم کیا۔ کہ یہ تشبیہ نہیں بنتی کیونکہ مسیح تو بجسدہ مرفوع ہیں اور حضرت کا جسد اطہر سامنے موجود ہے۔ تو ان دلائل اور حقائق سے واضح ہو گیا کہ اس واقعہ اور خطبہ صدیقؓ کے دوران رفع مسیح کا تذکرہ ہوا۔ اس کا تصورا استحضار تھا۔ مگر وہ زیر بحث ہی نہ آیا کیونکہ وہ تو مفروغ عنہ تھا اسکی اس وقت ضرورت ہی نہ تھی۔ بلکہ صدیق اکبرؓ نے کما رفع عیسی بن مریم کو نظر انداز کر کے اور زیر بحث نہ لا کر اس کی قطعیت کا اعلان فرما دیا کہ رفع مسیح تو برحق ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا رفع سماوی تسلیم نہیں بلکہ وہ تو فوت ہو چکے ان کا جسد اطہر سامنے موجود ہے لہٰذا انما رفع الی السماء کما رفع عیسی کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لیے قادیانی کا بار بار اور

موقعہ بموقعہ یہ لکھنا اور واویلا کرنا کہ خطبہ صدیقؓ میں مسئلہ وفات مسیح پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ سراسر جہالت و ضلالت اور کذب و افترا ہے۔ بلکہ یہاں تو بطور اشارۃ النص یا دلالت النص کے حیات مسیح پر اجماع منعقد ہو رہا ہے نہ کہ وفات پر چنانچہ ایک دوسرے موقعہ پر جب کہ صحابی جلیلؓ مجلس صحابہؓ میں یہ فرمان رسول معظم نقل کرتے ہیں کہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم (ابن مریم) اور پھر اس پر قرآنی استشھاد بھی پیش فرمایا کہ فاقروا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ تو بطور عبارۃ النص یہ نظریہ اجماع صحابہؓ کے تحت آ جاتا ہے کیونکہ آپ کے بیان کرنے پر اس وقت یا کسی بھی وقت کسی بھی صحابیؓ نے اس پر رتی بھر اختلاف کا اظہار نہیں فرمایا اور اس کے بعد تمام آئمہ ھدی مجددین مفسرین و محدثین متکلمین وغیرہ اسی اجماعی صورت والی حدیث رسولؐ کو بطور نص صریح کے سرفہرست نقل کرتے چلے آ رہے ہیں حتی کہ امام بخاری ؒ نے بھی اپنی صحیح میں باب نزول عیسیٰ بن مریم منعقد کر کے سرفہرست اسی حدیث مبارک کو نقل فرمایا ہے اور اس اجماع امت میں شمولیت فرما کر منکرین حیات مسیح کی جڑ کاٹ دی ہے لیکن کج طبع اور بد فطرتی کا علاج کہیں نہیں۔ کہ اتنی صراحت و وضاحت ہوتے ہوئے بھی قادیانی یہی راگ الاپے جا رہے ہیں کہ اس موقعہ پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا۔ نیز امام بخاری ؒ کو قائلین وفات میں بار بار داخل کر رہے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

کیا قادیانی صاحب دنیا میں ایسی ہی راستبازی اور تقوی کی فضا قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ جو ان کی بعثت کی علت غائی تھی اگر ایسا ہی تقوی دنیا میں قائم کرنے آئے تھے تو وہ تو سو فیصد قائم ہو چکا ہے لہذا مرزا صاحب اپنی ناکامی کا رونا کیوں رونے بیٹھ گئے؟ (خزائن ص ۲۹۳ ج ۲۲) کیونکہ وہ تو جعلی اور منقی تقوی کا خوب قیام کر چکے ہیں اگر اس موقعہ پر واقعی وفات مسیح پر اجماع منعقد ہو گیا تھا جس کا آپ نے بیسیوں کتب میں تذکرہ کیا ہے تو تمہاری سابقہ تحریر کا کیا مفہوم ہو گا؟ کہ

آیت ھو الذی ارسل رسولہ کے تحت مسیح جب دوبارہ دنیا میں نازل

ہوں گے (براہین ص ۴۹۸ و ص ۵۰۵) نیز (ازالہ ص ۵۵۷) پر یہ لکھنا کہ اس عظیم پیشگوئی کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے نیز شہادۃ القرآن میں یہ کہنا کہ از روئے احادیث بخاری و مسلم ترمذی کتب مشہور نیز کتب شیعہ۔ اناجیل اور کتب متکلمین و تصوف۔ ہزارہا کی تعداد میں آمد مسیح کی مصدق و مشاہد ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص ۲) نیز لکھنا کہ یہ عظیم الشان پیشگوئی تو بطور عقیدہ کے ابتدا ہی سے تمام مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے۔ ائمہ حدیث مثل بخاری و مسلم وغیرہ نے صرف اس کی اسناوی تائید کر دی ہے ورنہ یہ تو قومی تواتر سے ثابت ہے۔

قسم دوم میں سے قادیانی استدلال کی دوسری آیت

تلک امة قد خلت لها ماکسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانو یعملون (البقرہ ۱۳۴)

قادیانی استدلالی ترجمہ

یعنی اس وقت سے جتنے پیغبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۷ خزائن ص ۴۲۸ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام فرمایئے۔ اس آیت کریمہ میں عیسیٰؑ کا ذکر کہاں ہے؟ نیز ہمارا وہی سابقہ مطالبہ۔ کہ قد خلت کا ترجمہ موت ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی الرسل میں لام استغراق ہے لہٰذا تمہارا مدعا اور استدلال سوفیصد مردود۔ اگر تمہیں ضرور ہی ضد کرنا ہے تو ثابت کیجیے

۱۔ خلی بعضهم الی بعض۔ (البقرہ ۷۶)

۲ واذا خلوا الی شیاطینهم

۳ وان من امة الا خلا فیها نذیر (فاطر)

۴۔ ما المسیح بن مریم الا رسول قدخلت من قبله الرسل۔ (المائدہ ۷۵ وغیرہ)

اگر اس کا صحیح معنی یہی ہے تو فرمایئے کہ

جناب مرزا صاحب نے اپنی مشہور تحریر جنگ مقدس ص ۷ پر اس کے خلاف کیوں ترجمہ کیا تھا۔ حکیم نور الدین نے اپنے رسالہ ابطال الوہیت مسیح پر اس کا ترجمہ مندرجہ بالا ترجمہ کے خلاف کیوں کیا؟ نیز حکیم صاحب نے مندرجہ بالا آیت نمبر۳ کا ترجمہ بھی تمہارے مفہوم کے خلاف کیا ہے (فصل الخطاب ص ۴۱)

پھر سب سے حیران کن یہ امر بھی ہے کہ جناب حکیم صاحب نے آیت ما محمد الا رسول کا ترجمہ بھی ہمارے موافق کر دیا ہے۔ (فصل الخطاب ص ۲۸)

نیز اعجب العجائب، یہ بات ہے۔ کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کا یہ ترجمہ

ناممکنات سے ہے کیونکہ تلک امت کا مشار الیہ انبیاء صرف۔ حضرت ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب ہیں دیکھیے۔ (البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۱ یا ۱۳۴) تو فرمائیے کہ حضرت ابراہیم سے قبل کے تمام نبی فوت ہو گئے تو اس میں عیسیٰؑ کیسے شامل ہوں گے۔ یہ تو ان کے مدتوں بعد تشریف لائے نیز جیسے آیت ما محمد الا رسول کے نزول کے وقت خود آنحضور ﷺ بقید حیات تھے اور آیت ماالمسیح بن مریم الا رسول کے تحت مسیح بھی زندہ ہونے چاہییے۔ کیونکہ دونوں آیات قرآن میں آپ پر ہی نازل ہوئیں پھر اسی ضابطہ کے مطابق اس آیت کے مطابق یہ امت (ابراہیم۔ اسمٰعیل اسحٰق و یعقوب) بھی زندہ ثابت ہو گئی کیونکہ ان سے پہلے کے تمام نبی فوت ہو گئے نہ کہ یہ بھی۔ دیکھیے مرزا صاحب کا ترجمہ کہ اس وقت سے پہلے کے تمام نبی فوت ہو گئے۔ تو گویا ابھی یہ نہیں ہوئے۔

آیت کا سیاق و سباق

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب یبنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون○ ام کنتم شهداء اذا حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی۔ قالوا نعبد الهک واله ابائک ابراهیم واسمعیل واسحق الها واحدا نحن له مسلمون۔ آگے یہ آیت ہے تلک امة قد خلت۔

فرمائیے تلک کا مشار الیہ کون سے انبیاء ہوئے؟ کیا ان میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں؟ جب وہ مذکور ہی نہیں تو تمہارا استغراق کدھر گیا؟ اور جب وہ ان میں مذکور نہیں تو پھر ان کی موت پر استدلال کیسا؟ دراصل جب کسی ذہن پر کسی چیز کا جنون سوار ہو جائے تو وہ ہر وقت اسی خیال و وہم میں غرق رہتا ہے جیسا کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا۔ کہ دو اور دو کتنے؟ تو فوراً" کہہ اٹھا۔ چار روٹیاں۔
مثل مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو سب ہرا ہی نظر آتا ہے یہی معاملہ

ہے مرزا صاحب کا کہ جب ان کو مسیح کے مارنے اور اپنے مسیح بننے کا جنون سوار ہو گیا تو ان کو ہر طرف موت ہی موت نظر آتی ہے۔ مثلاً" توفی کا معنی موت۔ رفع کا معنی عزت کی موت۔ خلت کا معنی بھی موت۔ عجیب پاگل پن ہے۔

معقول انسان کوئی ٹھوس بات کرتا ہے۔ مگر مرزا صاحب تو ہر وقت اسی دھن میں غرق رہتے ہیں کہ کاش مسیح کی موت جلد ثابت ہو جائے تو میرا کچھ بن جائے۔ کیونکہ جب تک وہ سیٹ خالی نہ ہو گی مرزا صاحب جو ایک معذور انسان ہیں یہ کیسے اس سیٹ پر براجمان ہو سکتے ہیں؟ پھر ان کی دلیری اتنی ہے جیسا کہ یہود کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم ذرا ہمت کر کے وطن موعود میں قدم تو رکھو۔ فتح تمہاری ہی ہو گی تمہارا دشمن فوراً" مغلوب ہو جائے گا مگر وہ لوگ اتنے بزدل نکلے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ انا لن ندخلها ابدا" ما داموا فیها۔ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون (المائدہ ۲۴)

الغرض اس آیت سے قادیانی استدلال سوفیصد غیر معقول ہے کیونکہ علاوہ معنی خلت اور الرسل کے پھر بھی ان کی نمائندگی ناممکن ہے بلکہ الٹ ان کی جہالت و حماقت کی دلیل بن جاتی ہے۔

چنانچہ آج تک کسی ایک مفسر یا مجدد نے اس آیت سے یہ مفہوم نہیں لیا۔ لہذا بتایا جائے کہ مرزا صاحب کو من شذ شذ فی النار کی کون سے مجبوری لاحق ہو رہی ہے؟ کہ انہوں نے کھینچ تان کر ہر جگہ موت مسیح ہی ثابت کرنا ہے جس کے لئے کچھ ترجمہ میں ڈنڈی ماریں گے اور کچھ استدلال میں۔ پھر سلف صالحین سے رابطہ رہے یا کٹ جائے اس بات کی رتی بھر پرواہ نہیں۔ ہاں انہیں جناب عزازیل سے مفارقت و انقطاع گوارا نہیں۔

قسم دوم میں سے قادیانی استدلال کی تیسری آیت

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون۔ (الانبیاء ۳۴)

قادیانی استدلالی ترجمہ۔ یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے نہیں دیا پس اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں

گے۔

اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنۃ اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے نہیں بچا اور نہ آئندہ بچے گا اور لغت کی رو سے خلو کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کیطرف رجوع اور اس سے مسیح بن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے باعث سے فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ (ازالہ ص ۶۰۷ خزائن ص ۴۲۷ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام مندرجہ بالا اقتباس میں کلویانی علم و معرفت اور طرز استدلال کے ایچ پیچ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اس میں حضرت مسیح کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر آپ کی وفات پر استدلال کیسا؟ جب موضوع کا ذکر ہی نہیں تو اس پر کسی محمول کا ترتب کیسے ممکن ہو گا؟

۲۔ کلی کی تاثیر یا مفہوم اپنے افراد کے لئے ہمیشہ ظنی ہوتا ہے۔ بوجہ امکان استثناء کے۔

۳۔ ہر کلیہ عموم مخصوص البعض ہوتا ہے خصوصاً جب کہ وہ مخصوص جزئی کہ جس کا حکم الگ واضح کر دیا گیا ہو۔ وہ عموم کے تحت نہیں آتا۔

۴۔ مرزا صاحب نے استدلال۔ مفہوم عام سے بطور سنۃ اللہ کے کیا ہے جب کہ حضرت مسیح بنص قرآنی سنۃ اللہ کے تحت نہیں بلکہ وہ آیت اللہ ہیں (ولنجعلہ آیہ) لہٰذا اس آیت سے ان کے لئے استدلال سراسر باطل ہو گا۔

۵۔ ہم بھی اس آیت کے مدلول اور مفہوم سے مسیح کو مستثنیٰ نہیں سمجھتے کیونکہ ہمارے ہاں وہ بھی ایک موقعہ پر وفات سے ہم کنار ہونگے خلود کے ہم ہرگز قائل نہیں۔ پھر ہمارے خلاف اس آیت سے استدلال کیسا؟

۶۔ جیسے اس آیت کے نزول کے وقت مخاطب یعنی سید دو عالم ﷺ بلکہ آپ کے مخالفین بھی زندہ تھے۔ اسی طرح مسیح بھی زندہ ہیں لہٰذا اس آیت سے مسیح کی

وفات پر بھی استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم ان سب کو ایک دن حادثہ وفات و موت سے ہمکنار ہونا تسلیم کرتے ہیں کوئی پہلے کوئی پیچھے۔ اور یہ تفاوت اور وقفے حکمت الٰہی پر مبنی ہیں مخلوق کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ دریں صورت قادیانی استدلال سو فیصد ناکام و نامراد ہو گیا۔

۷۔ نیز اس بنا پر بھی کہ آج تک اس آیت سے کسی ملحد نے بھی اس نظریہ کے لئے استدلال نہیں کیا۔ لہٰذا ہم قادیانی استدلال کو رد کرتے ہیں۔

ناظرین کرام۔ قادیانی پیش کردہ تیس آیات میں سے دوسری قسم کی تین آیات کی بحث بھی مکمل ہو گئی اب اس کے بعد ان آیات پر تبصرہ درج ہو گا کہ جو کسی بھی سطح پر نہ مسیح سے متعلق ہیں اور نہ ہی کسی اور نبیؑ سے بلکہ وہ بالکل ہی مطلق اور عام ہیں مرزا صاحب نے محض سینہ زوری سے ان کو اپنا مستدل بنانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے کمزوری استدلال سے الرجک ہو کر آپ کے نامور مرید قاضی نذیر نے پاکٹ بک میں ان آیات کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

قادیانی موقف پر پیش کردہ تیسری قسم کی آیات

پہلی آیت ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔

کادیانی استدلال۔ یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہو گا۔ (ازالہ ص ۹۰۹ خزائن ص ۴۲۹ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ سبحان اللہ۔ کیا ہی بے نظیر استدلال اور طرز استنباط ہے کیونکہ مدلول خاص ہے اور دلیل عام سے بھی عام۔ کیا کہئے کادیانی الہامی دقائق و معارف کے۔ مجدد کادیانی کے اندر کیسی قوت قدسیہ متحرک ہو رہی ہے۔ کہ ایسے عجیب و غریب شگوفے چھوڑنے کا باعث بن جاتی ہے۔ واقعی مرزا جی کا ملہم آپ کو ایسے ہی نادر اور غیر مسبوق الیہ الہام کرتے رہنے پر مستحق مبارکباد ہے۔ واقعی یہ

خزینہائے علوم و معارف کم من علم ترک للاٰخرین خزائنؑ ۲۷۵ ج ۸) کا زریں مصداق ہیں۔ واقعتہً" آپ ہی اس ترقی یافتہ اور اینٹی دور کے لئے نادر و نایاب اور یگانہ روزگار فرد وحید مبعوث ہونے کے لائق تھے۔ الی غیر النہایۃ والغایۃ ترجمہ و تشریح میں الٹی سیدھی قیود و شرائط۔ واقعی عارف کادیانی کا ہی حصہ تھا۔

لکم کی لام برائے تخصیص کا انمول نکتہ سیبویہ اور فراء سے بھی پوشیدہ رہا تھا؟ کیونکہ وہ کم من علم ترک للاٰخرین کا مصداق نہ تھے۔ نیز اس آیت کا بطور عبارۃ النص اپنے مدلول یعنی وفات مسیح پر دلالت کرنا تو تاریخ اسلام کے ۸۴ عدد مجددین و ملہمین اور دیگر عارفین حق پر بھی منکشف نہ ہوا۔ اس سری مفہوم کے خاص الخاص راز دان صرف کادیانی ملہم و محدث ہی ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تیرہ صدیوں میں کثرۃ مخاطبت و مکالمت کے لئے جناب ٹیچی اور مٹھن لال وغیرہ کو صرف یہ گورداسپوری مغل بچہ ہی مل سکا۔ اچھا صاحب لگتے ہاتھ یہ بھی واضح کرتے جائیں۔ جسم خاکی اور آسمان پر جانا۔ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ آیا آج تک کسی بھی مجدد۔ مفسر کے حاشیہ خیال میں یہ حقیقت آئی ہے یا نہیں؟ پھر یہ بھی بتائیے کہ یہ رکاوٹ صرف زمین والوں کے لئے ہے یا آسمان والوں کے لئے زمینی آمد پر کوئی پابندی ہے؟ بینوا وتوجروا عنداللہ اچھا صاحب آپ کا یہ استدلال نہایت نادر ہے مگر ذرا کچھ میرا تعاون بھی لے لیں کہ اس سے واضح اور آپ کے مفید مطلب کی ہے ایک دوسری آیت بھی تھی۔ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری۔ طہٰ) یہ کیوں نوٹ نہ کی؟ نیز اگر اس کا یہ ہی مفہوم ہے۔ تو وہ لوگ جو ہوائی جہازوں پر سفر کرتے رہتے ہیں ان کو منع کریں۔ کہ یہ سفر تمہارے لئے منع ہے۔ قرآن کے خلاف ہے۔ نیز سمندری سفر بھی ممنوع ہے۔ جی صاحب قرآن مجید میں تو یہ بھی آیا ہے۔ ولکم ما فی الارض جمعیا" جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر انسان کے لئے روئے زمین کی تمام اشیاء کا استعمال لازمی ہے یعنی ہر قسم کے جانور۔ پودے اور جملوات وغیرہ ہر انسان کو استعمال کرنا لازمی ہیں۔ کوئی حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا مسئلہ نہیں۔

آخر قرآن کی آیت ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ وجعلنا اللیل لباسا و جعلنا النہار معاشا اور ومن رحمتہ جعل لکم اللیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو پردہ اور آرام کے لئے اور دن کو حصول معاش کے لئے بنایا ہے۔ لہٰذا جو لوگ دن کو بھی سو لیتے ہیں اور جو لوگ رات میں بھی معاش کا بندوبست کرتے ہیں وہ سراسر قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس کی بھی آپ کو تبلیغ کرنا چاہیے۔ پھر اگر کوئی سر پھرا کہہ دے کہ جعل تکوینی کے لئے مجعول الیہ کا لزوم ضروری نہیں تو اس کو منکر قرآن ہونے کا فتویٰ لگا دیجیے۔ اور فرما دیجیے کہ امور الٰہی ہر لحاظ سے قابل تسلیم ہیں تکوینی ہوں یا تشریعی۔ یہ تکوینی اور تشریعی کی تقسیم کرنا محض شرارت ہے۔ آخر دونوں فرمودہ الٰہی ہیں۔

جی صاحب اصل بات یہ ہے۔ کہ اہل علم کا یہ اصول سو فیصد برحق ہے کہ مدلول خاص یا دعویٰ خاص کے لئے دلیل بھی خاص ہونا ضروری ہے ورنہ عموم و خصوص میں کیسے تلازم ہو گا نیز لکم کی تخصیص بنا بر تقدم کے بھی ہے جو آپ بیان نہ کر سکے۔ پھر صاحب پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح جو کہ آیت اللہ ہیں ان کے لئے سنۃ اللہ پر قیاس ممنوع ہے۔ نیز ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ من فسر القرآن برائیہ فلیتبوء مقعدہ من النار چنانچہ آپ خود بھی اس کو کہیں تسلیم کر چکے ہیں۔ نیز اسلاف سے روگردانی اور انحراف بھی نہایت قابل مذمت ہے لہٰذا اس آیت سے اور دیگر ایسی عمومی آیات سے استدلال بر وفات مسیح ہر گز جائز نہیں بلکہ الحاد و ضلالت ہے۔ لہٰذا آپ کچھ احتیاط اور پرہیز کرتے تو کیا ہی بہتر ہوتا۔

مستقر اصلی کا معاملہ

مرزا صاحب مستقر اصلی کے حوالہ سے انسان کے لئے رفع الی السماء کو محال قرار دے رہے ہیں لیکن انہیں ملحوظ خاطر ہونا چاہیے کہ مستقر کا معنی حیز نہیں ہے کہ کوئی چیز اپنے مستقر سے عارضی طور پر بھی دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔ حیز کا

مسئلہ واقعہ یوں ہی ہے مگر مستقر سے جدائی جائز بلکہ واقع ہے۔ جیسے کسی کا ٹھکانہ لاہور ہو تو وہ کچھ مدت کے لئے کراچی یا پشاور بھی جا سکتا ہے بلکہ دوسرے ممالک۔ نہیں دوسرے براعظم میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔ دیکھیے خود کادیانی کا خاندانی مستقر سمرقند تھا مگر ان کا خاندان اپنے مستقر تک کو بدل لیتا ہے۔ اس میں کچھ بھی استحالہ لازم نہیں آیا ایسے ہی انسان کا مستقر طبعی واقعی زمین ہے اور ملائکہ کا آسمان لیکن عارضی طور پر دونوں تبادلہ بھی کر سکتے ہیں۔ ملائکہ اپنا مستقر طبعی ترک کر کے زمین پر آتے جاتے ہیں اس طرح مخلوق انسانی بھی اپنے مستقر طبعی سے منتقل ہو کر آسمان پر جا سکتی ہے پھر مسیح کا تو معاملہ ہی جدا ہے کیونکہ ان کی طبع اور جبلت میں ملکیت کا بڑا دخل تھا۔

اور سنئے

موجودہ دور میں کسی ملک کے مرکز اور دارالخلافہ کو مستقر کہا جاتا ہے' دیکھیے پہلے ہمارے ملک کا دارالخلافہ یعنی مستقر کراچی تھا مگر پھر ایوبی دور میں وہاں سے منتقل ہو کر اسلام آباد بن گیا ایسے ہی تاریخ عالم میں مستقراکی تبدیلی ایک عام بات ہے۔ اسی طرح واقعی انسان کا طبعی ٹھکانہ اور مرکز زمین ہی ہے مگر اس میں تبدیلی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آپ لفظ مستقر سے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی سعی نہ کریں۔

لہٰذا ان کے حق میں ان کا مستقر طبعی بست زمین کے آسمان ترجیح رکھتا ہے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں جبرائیلی اثرات بھی نمایاں تھے۔ اس لئے حسب نظریہ مرزا صاحب کسی اور کے لئے مستقر کی پابندی ہو تو ہو مگر مسیح کا معاملہ بلحاظ مستقر طبعی جدا ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق اس بارہ میں کوئی بات نہ کریں۔

نیز یہ بھی بتلائیے کہ جب آپ مسیح کے رفع جسمانی کے قائل تھے اور اس پر آیات اور احادیث نبویؐ پیش کرتے تھے اس وقت یہ آیت یاد نہ تھی؟ مستقر طبعی کا فارمولہ ذہن نشین نہ تھا؟

دراصل مرزا صاحب آپ کو مسٹر درشنی (جو مرزا صاحب کے ایک فرشتہ کا نام ہے) نے مغالطہ دیا ہے۔ کہ مستقر اور حیز دو حقیقتوں کو گڑ بڑ کر کے آپ کو اشتباہ میں ڈال دیا ہے ذرا توجہ کیجیے۔

فرمائیے امام رازیؒ جیسا فلسفی ان آیات کے تحت اس امتناع کا کیوں قائل نہ ہوا؟ ظاہر ہے کہ امام رازیؒ بھی مجدد زماں اور نہایت اعلیٰ درجہ کے محقق و ملہم تھے وہ الہام الٰہی کے باغی نہیں بلکہ پابند ہی تھے وہ اور ان جیسے متعدد اصحاب عقل و معرفت کو یہ امتناع کیوں نہ سوجھا انہوں نے بالصراحت رفع الی السماء کا اجماعی دعوی کیوں کر دیا؟

صاحب فرق اتنا ہی تھا کہ وہ لوگ صاحب عقل و فکر ہوتے ہوئے یومنون بالغیب کے تحت رہتے تھے لہٰذا وہ عقلی ڈراموں کو نظر انداز کر کے نصوص قرآنیہ کا اتباع کر لیتے تھے اور آپ باوجود اس اقرار و اعتراف کے۔ کہ۔

۱۔ تعلیمات انبیاء اکثر مافوق العقل ہوتی ہیں (شہادۃ القرآن ص ۵۳)

۲۔ اور ہم تعلیمات الٰہی پر ایمان لاتے ہیں وان لم تعلم حقیقتها (آئینہ کمالات ص ۴۱) پھر بھی عقلی گھوڑے دوڑاتے ہو۔ حالانکہ یہ مناسب نہ تھا۔

قسم سوم میں سے دوسری آیت

کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (الرحمن)

ترجمہ استدلال۔ یعنی ہر ایک چیز جو زمین پر موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ایک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بڈھا اور بڈھے کو قبر میں ڈالدیتی ہے اور اس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں خدا تعالیٰ نے فان کا لفظ اختیار کیا ۔یفنی کا نہیں تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یکدفع واقع ہو گی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریمؑ اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہردم فنا کام کر رہی ہے بلا تغیر و تبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات للارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توحید اور کہاں گئے وہ لمبے چوڑے دعوے اطاعت قرآن کے ھل منکم رجل فی قلبہ عظمۃ القرآن مثقال ذرۃ (ازالہ ص ۶۱۹ و ۶۲۰ خزائن ص ۴۳۴ و ۴۳۵ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین مجھے اور تمام اہل حق کو واسطہ ایک سفسلی اور لا اور تلنے سے پڑا ہے لہٰذا اس کو بار بار طوطے کی طرح حرف حرف کر کے سمجھانا پڑتا ہے لو مرزا صاحب پھر شروع سے سمجھئے۔

۱۔ آپ گھر سے نکلے تھے وفات مسیح کی جزئی ثابت کرنے۔ مگر ہر جگہ۔ دلیل عام دے رہے ہیں جو قطعی طور پر تمہارے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ دیکھیے اور پھر

دیکھئے کہ اس میں ذات مسیح کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ بھی نہیں اور آپ کو بار بار یاد دھانی کرائی گئی۔ کہ دلیل عام مدلول خاص پر دال نہیں ہوتی۔ خصوصاً" جب کہ وہ مدلول خاص دیگر بے شمار دلائل قطعیہ جزئیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ نیز جب کہ وہ ویسے ہی عموم۔ اطلاق اور سنت سے الگ آیت اللہ کا مصداق ہو۔ تو پھر کسی بھی صورت میں دلیل عام اس خاص الخاص مدلول پر دلالت نہ کرے گی۔ لہٰذا آپ کا اس آیت کو کسی بھی سطح پر وفات مسیح کے لئے پیش کرنا سراسر دجل و فریب اور بدترین علمی اور اخلاقی بددیانتی ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ کائنات کی ہر چیز بتدریج مضطر الی الفنا ہے مگر یہ تدریج اور حرکت تغیر متفرق طور پر اثر انداز ہو رہی ہے گویا مفہوم حرکت کلی مشکک کے طور پر ہے۔ پھر ذرا قلب و ذہن کے دریچے کھول کر ملاحظہ فرمائیں کہ کائنات کی لاتعداد جزئیات یکساں متحرک الی التغیر و الفنا نہیں بلکہ بعض تو لاکھوں سال سے بظاہر آلان کما کان ہیں۔ جیسے آسمان۔ فلکیات وغیرہ۔ بعض ارضی چیزیں بھی تغیرپذیری میں نمایاں تفاوت کی حامل ہیں۔ جیسے عناصر اربعہ۔ پہاڑ۔ دریا و سمندر۔ بعض اس سے سریع۔ جیسے کئی طویل العمر درخت و جاندار۔ حتی کہ بعض موجودات چند ہی لمحات وجود پذیر ہو کر پردہ فنا میں چلی جاتی ہیں۔ اور بعض حسب تدبیر و حکمت الٰہی سو دو سو سال بعض دس بیس سال اور بعض چند گھنٹے اور بعض چند منٹ بعد تو جب یہ تمام امور انسانی مشاہدہ میں ہیں تو تمام کائنات کے متعلق ایک ہی قانون بیان کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ دیکھئے مختلف اجناس کا زمانہ وجود متفاوت۔ پھر انواع کا پھر انواع کی جزئیات میں نمایاں تفاوت۔ جیسے انسان کی بقا یعنی عرصہ حیات اور چارپایوں کا اور پھر نوع انسانی میں سے بعض ۱۰۰ سال زندہ رہتے ہیں اور بعض ۱۰۰ منٹ بعض اس سے بھی کم۔ دیکھیے آپ کی عمر بمطابق الہام ۷۵ برس۔ مگر بعض انسان ۱۰۰ سال سے بھی متجاوز ہو جاتے ہیں خود تیرے خاندان

میں بعض بچے چھ ماہ میں فوت ہو گئے اور بعض نو سال میں اور بعض ابھی حیات ہیں خدا جانے ان میں سے کس نے ۱۰۰ سال تک رہنا ہے اور کس نے اس سے کم یا زیادہ۔

پھر دیکھیے آپ جیتے جاگتے ۷۰ سال بھی پورے نہ کر سکے کہ تغیر و فنا کا شکار ہو گئے مگر اصحاب کہف نیند کی حالت میں بھی ۳۰۹ سال تک اسی عالم تغیر و فنا کی فضا میں ویسے کے ویسے رہے حتی کہ وہ لاش جو چوبیں گھنٹہ میں بو چھوڑ دیتی ہے مگر رب قدیر نے فرعون کی لاش ہزاروں سال سے جوں کی توں بطور عبرت رکھی ہوئی ہے۔ صاحب یہ جہاں کسی اندھے مادے یا طبع کے کنٹرول میں نہیں بلکہ اس علیم و خبیر اور حی و قیوم ذات کے کنٹرول میں ہے کہ جو ہر جزئی کائنات پر الگ الگ کنٹرول کی صورت جاری کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ لہٰذا ذرا توجہ سے اور ہوش سے بات کریں کہ مسیح ایسے ہو گئے ایسے ہو گئے یہ کوئی عقل کی بات نہیں۔ آپ بے مقصد توہماتی گھوڑے نہ دوڑاتے پھریں۔

بھلا جس ذات نے اسے ایک موقعہ پر امت کی قیادت کے لئے بھیجنا ہے وہ اسے زمانہ کی اثر اندازی سے محفوظ نہیں کر سکتا پھر اس نے اسے اس ماحول میں رکھا ہوا ہے جو کہ غیر متغیر ہے دیکھیے ملائکہ لاکھوں سال سے ایک ہی غیر متغیر حالت میں موجود ہیں وہ بوڑھے یا ارذل عمر کو نہیں پہنچے تو اس غیر متغیر ماحول میں حضرت مسیح جو ملکی الطبع بھی ہیں وہ چند ہزار سال یکساں حالت میں نہیں رکھے جا سکتے؟ مرزا صاحب کیسی بہکی بہکی باتیں سناتے ہو۔ تم نے کہا ہوا ہے کہ میں محدود القدرت خدا کو نہیں مانتا۔ پھر یہ باتیں کیوں کرتے ہو؟ تو جیسے تمام کائنات مع ملائکہ آسمان و زمین ایک دن پردہ عدم میں چلے جائیں گے حالانکہ وہ کروڑوں برس سے یکساں حالت میں ہیں جس سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہو جاتی تو اسی طرح حضرت مسیح بھی چند ہزار برس تک وہاں بلا تحقق الوہیت رہ کر نازل ہوں گے تو

پھر عام انسانی طبعی اور فطری قانون کو اپنا لیں گے۔ تمہیں اتنی پریشانی کیوں ہو رہی ہے۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ جس ماحول میں حضرت مسیح رہ رہے ہیں وہاں کا ٹائم ٹیبل قادیان وغیرہ کے ٹائم ٹیبل سے نہایت جدا ہے کیونکہ یہاں کا ہزار سال اور آسمانی ماحول کا صرف ایک دن ہوتا ہے تو اس لحاظ سے ابھی تو مسیح کو آسمان پر گئے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہیں آپ ابھی سے پریشان ہونے لگے کم از کم ایک ہفتہ تو ان کو وہاں آرام سے گزار لینے دیجیے۔ واہ مرزا جی آپ کتنے تنگ دل اور جلد باز نکلے۔

اپیل خدمت ہے کہ قرآن کریم جو کہ کلام الٰہی ہے اسے آپ اپنے نفسانی مقاصد کے تحت بازیچہ اطفال نہ بنایا کریں۔ یہ قادر قیوم کا کلام ہے اس کا مفہوم اور مصداق وہ خوب جانتا ہے نیز زمان و مکان کے تمام اختیارات اس کے دست قدرت میں ہیں ان کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہے آپ یا کسی دیگر فرد کائنات کے ہاتھ میں نہیں لہٰذا صبر سے رہیے جیسا مالک کو منظور ہو گا تو وہ مسیح حقانی اپنی ڈیوٹی پر آجائیں گے۔ آپ خواہ مخواہ دہشت پیدا کر کے مخلوق خدا کو پریشان نہ کریں۔

قسم سوم میں سے تیسری آیت

ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا (الحج)

کادیانی استدلال۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح تم پر جاری ہے۔

بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر تک رو کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔

یہ آیت بھی مسیح بن مریمؑ کی موت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پاوے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان محض ہو جاتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۸ و ۶۰۹ خزائن ص ۴۲۸ و ۴۲۹ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ حسب سابق اس دلیل میں بھی وہی نقص ہے کہ یہ دلیل عموم اور اطلاق کے طور پر بنائی گئی ہے جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ نیز مرزا صاحب نے بالصراحت ذکر کیا ہے کہ سنت اللہ کے تحت یا قاعدہ عمومی کے تحت مسیح پر بھی یہ حالات وارد ہو چکے ہیں۔ حالانکہ مسیح بنص قرآن آیت اللہ ہیں (ولنجعلہ آیۃ) سنت اللہ کے تحت نہیں ہے۔ لہٰذا تقریب تام نہ ہوئی تو ثبوت مدعا بھی نہ ہو گا۔

اوپر یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ دلیل عام سے ایک جزئی پر استدلال ممنوع ہے خصوصاً" جب کہ اس کا حکم انفرادا" دیگر نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ جیسا کہ حیات عیسیٰؑ جو کہ دیگر متعدد نصوص قرآنیہ اور ارشادات نبویہؐ سے مبرہن ہو چکی ہے تو پھر اس حقیقت ثابتہ کو کسی بھی دلیل عام سے مخدوش نہیں کیا جا سکتا۔

مثال دیگر۔ فرمان الٰہی ہے۔ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ (البقرہ)

دیکھیے اس آیت میں مطلقاً" طلاق یافتہ عورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ والمطلقت جمع کا لفظ ہے حاملہ۔ غیر حاملہ۔ شوہر دیدہ۔ شوہر نادیدہ۔ سب ہی اس میں شامل ہوں گی ان کا سب حکم عدت گزارنا اور مدت عدت وغیرہ یکساں ہونا چاہیے مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ دوسری جگہ بعض مطلقہ عورتوں کا حکم الگ بیان فرمایا گیا جیسے

۱۔ یاایھاالذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔ (الاحزاب)

دیکھیے اس جگہ خلوۃ صحیحہ سے محروم مطلقہ کا حکم الگ ہونا بیان فرمایا لہٰذا وہ اس عموم سے خارج ہو گئی۔

۲۔ اسی طرح دوسری جگہ دو جزئیوں کو مستثنیٰ فرمایا۔ والئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر والائی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الطلاق)

ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا

مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ عدۃ کے بارہ میں ایک اور صورت بھی ہے وہ خاتون جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ تو جب ایک مختصر سے عمومی قاعدہ میں اتنی استثنائی صورتیں نکل آئیں تو وہ عموم جو تمام بنی نوع پر مشتمل ہے اس میں استثنائی صورتیں کہاں تک وسعت پذیر ہو سکتی ہیں؟

لہٰذا کلویانی کا اس آیت کے عموم سے کس عام انسان کے لئے نہیں۔ کسی عام نبی یا رسولؑ کے لئے نہیں بلکہ اس خاص نبی معظمؐ کی وفات پر استدلال کرنا۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ولنجعلہ آیۃ فرما کر ابتداء سے ہی سنت اللہ سے الگ کر لیا نیز ان کی حیات و ممات کے تمام منفرد کوائف مستقل دلائل قطعیہ سے منفردا" امتیازی صورت میں ثابت فرما دیئے۔ ان کی حیات و وفات پر ایسے عموم و اطلاق سے استدلال کرنا کہاں کی دیانتداری اور معقولیت ہو سکتی ہے؟

۳۔ بقول مرزا صاحب تدریجی حرکت حیات انسانی یا دیگر مخلوقات میں مسلم۔ مگر اس کی کیفیت اور نوعیت کی حدبندی سوائے خدا کے کون کر سکتا ہے؟ جب کہ حرکت کی کیفیت موجودات میں نہایت متفاوت اور متنوع ہے۔ جیسا کہ بعض افراد کروڑہا سال سے آج تک بلا تدرج یکساں حالت میں موجود ہیں اور بعض یہ

تمام مراحل۔ (ابتداء۔ توسط اور انتہا) چند ایام تک پورا کر لیتے ہیں۔ تو پھر محض عموم سے ہر فرد اور جزئی کا حکم ایک ہی کیفیت پر کیسے ثابت ہو سکے۔ جب کہ اس عموم و اطلاق سے بھی محض قدرت خداوندی کے حوالہ سے کئی استثنائی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

نیز ہر عموم۔ اطلاق اور عام قوانین و ضوابط میں استثنائیات کا تحقق ایک مسلمہ حقیقت ہے ایک اور مثال۔ ارشاد نبویؐ ہے الماء طھور لا ینجسہ شیئی۔

اگر اس عموم کو تمام جزئیات میں یکساں موثر تسلیم کر لیا جائے تو بہت سی خرابی لازم آئے گی مثلاً" وہ قلیل پانی جس میں نجاست غلیظہ مثل بول۔ براز۔ مردار یا شراب مل جائے۔

۲۔ وہ پانی جس سے ایک دفعہ طہارت کر لی گئی ہو۔ یعنی ماء مستعمل۔

۳۔ خنزیر اور کتے کا جوٹھا پانی۔

۴۔ پھولوں' پھلوں یا سبزیوں کا پانی۔ عرقیات وغیرہ

ظاہرا" الماء طھورا الخ کے عموم میں ان پانیوں کو شامل کر لیا جائے گا۔ مگر یہ عموم مراد لینا سراسر باطل ہے کیونکہ ان کا حکم الگ الگ دلیل سے علیحدہ ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ عموم مراد لینا سراسر باطل ہے۔

تو معلوم ہوا کہ ہر عموم اور اطلاق میں لازما" استثنائیات ہوتی ہیں۔ کل عام قد خص منہ البعض لہٰذا مرزا قادیانی کی پیش کردہ اس دلیل عام سے ہر فرد انسانی کا حکم یکساں طور پر ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضرت مسیحؑ کی وفات کلے مسئلہ کا ثبوت ممکن ہو سکے کیونکہ وہ تو آیت اللہ بھی ہیں اور جب اس آیت کے عموم کے تحت سنت اللہ کا بھی مکمل طور پر داخل ہونا لازم نہیں چہ جائیکہ آیت اللہ کا داخلہ ممکن ہو۔ تو پھر اس آیت کے عموم و اطلاق سے وفات مسیحؑ کی خاص

جزئی کس طرح ثابت ہو سکے گی۔

نیز اس آیت کی رو سے سنۃ اللہ کو دو ہی طرح پر ثابت کرنا سراسر جہالت ہے کیونکہ اسی قرآن نے اور بھی طرح بیان فرمائی ہے۔ کہ رحم مادر ہی میں مخلقہ وغیرہ مخلقہ کی بھی ایک طرح ہے نیز مشاہدہ میں بے شمار افراد انسانی طبعی عمر سے بھی پیشتر عالم آخرت کو سدھار جاتے ہیں لہٰذا سنۃ اللہ کو دو طرح پر ہی منحصر کر دینا سراسر جہالت ہے۔

قسم سوم میں سے چوتھی آیت

ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق

یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہو تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں اس کے فرق آجاتا ہے۔ عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے اب اگر مسیح بن مریمؑ کی نسبت فرض کر لیا جائے کہ اب تک وہ جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے اس کی انسانیت کے قویٰ میں بکلی فرق آگیا ہو گا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں گے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۰)

تبصرہ و تجزیہ۔ سابقہ نقائص کے علاوہ مندرجہ بالا اقتباس میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب کی نئی اصطلاح۔ "انسانیت کی طاقتیں" نہایت حیران کن ہے۔ کیوں کہ اس موقعہ پر جسمانی طاقتیں یا قویٰ کا محاورہ چاہیے تھا۔ "انسانیت کی طاقتیں" اک ناقابل فہم اور بے محل اصطلاح ہے۔

۲۔ مرزا صاحب نے سارا اقتباس محض مفروضوں پر استوار کر کے اپنا مفاد فراہم

کرنے کی مذموم سی سعی کی ہے مثلاً"۔ ماننا پڑے گا۔ بکلی فرق آگیا ہو گا۔ یہ حالت موت کو چاہتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے۔ وہ مر گئے ہوں گے کیا ہو گا ہو گا کی گردان سے نظریات ثابت کیے جاسکتے ہیں؟ عجیب قادیانی فلسفہ ہے۔

حالانکہ اس کے خلاف یعنی رفع و نزول مسیح پر نصوص قرآنیہ اور بے شمار ارشادات خاتم للانبیاء مذکور ہیں جن کی روشنی میں امت مسلمہ کا ایک ایک فرد بقول مرزا یہ عقیدہ ابتداء سے حرز جان بنائے ہوئے ہے اور ہزارہا کتب اسلام میں یہ نظریہ مندرج ہے تو اتنے اہم نظریہ کو اس ہو گا ہو گا کی گردان سے کیسے مخدوش یا منعدم کیا جا سکتا ہے؟

مرزا صاحب! ایسے عمومات کا تذکرہ نوعی یا جنسی طور پر ہوتا ہے۔ نہ کہ اس سے فرد فرد کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب ہم نوعانہ کہ فرداً" تغیرات ثلاثہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ افراد مخلوقات ابتداء میں ضعف و اضمحلال کے تحت ہوتے ہیں پھر مضبوطی اور کمال کو پہنچتے ہیں اس کے بعد پھر زوال پذیر ہونے لگتے ہیں حتی کہ پھر معدوم ہو جاتے ہیں مگر کیا آپ یہ تمام مراحل ہر فرد مخلوق کے لئے یکساں ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ہر پودہ۔ درخت۔ حیوان۔ یا انسان بالترتیب ان تمام مراحل سے گزرتا ہے اور کوئی فرد ابتدائی حالت میں معدوم نہیں ہوتا۔ یا تھوڑا سا سفر حیات طے کر کے ختم نہیں ہو جاتا ہے اور کسی وجہ سے حیات سے محروم ہو جاتا ہے۔ کئی چھوٹے چھوٹے جانور بہت جلد تلف ہو جاتے ہیں ایسے ہی انسان کبھی ایک آدھ سانس ہی لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس پر من بعد ضعف قوۃ کا دور آتا ہی نہیں ارذل عمر۔ نکوس خلقت وغیرہ کا مرحلہ تو دور کی بات ہے۔ فرمائیے کیا یہ تمام حقائق آپ کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آئے؟ دیکھیے بعض پودے چند دنوں کے مہمان اور بعض صدہا برس تک سرسبز رہتے ہیں۔ اور بے شمار مخلوقات لاکھوں برس سے

جوں کی توں موجود ہیں جیسے آسمان۔ ملائکہ۔ دیگر فلکیات حتی کہ زمین اور اس کی بے شمار چیزیں۔ فرمائیے پانی اور آگ بھی ایک مخلوق الٰہی ہے تو کیا اس پر بھی جوانی کے بعد بڑھاپا آچکا ہے؟ جب کل من علیہا فان ہے ہر چیز تغیر پذیر اور متحرک الی الفنا ہے۔ تو پھر ان مستثنیات کا بھی کوئی ضابطہ بتائیے۔

باقی رہا حیات انسانی کا مسئلہ۔ تو وہ بھی نہایت متفاوت ہے۔ کسی زمانہ میں انسان کی عمر ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہے مگر اب اوسط زندگی نہایت کم ہو گئی ہے پھر مختلف ممالک میں بھی اوسط عمر کا بڑا فرق ہے خود سید دوعالم ﷺ نے اپنی امت کی اوسط عمر ۶۰ سے ۷۰ بتائی ہے۔ تو اس قدر تفاوت کا مشاہدہ کے بعد بھی ان تغیرات ثلاثہ کے تحت حضرت مسیح کی وفات ثابت کرنا کون سی عقل اور دیانت کی بات ہے نیز یہ بھی فرمائیے کہ یہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے جس کا صحیح مفہوم بقول شما ہر زمانہ میں برابر موجود رہا ہے تو کیا آپ کا یہ مفہوم اور اس کے تحت وفات مسیح کا یہ نظریہ بھی سابقہ ادوار میں ذائع شائع اور زبان زد رہا ہے؟

مرزا صاحب ابتدائے اسلام سے بیسیوں مجددین ملہمین تشریف لائے جن کا فرض منصبی یہی تھا کہ وہ دین حق کو صحیح خطوط پر قائم رکھیں ہر نقص کمزوری بے جا دخل اندازی چھانٹ کر دین کی صحیح پوزیشن قائم کریں تو فرمائیں تمہارے ۸۲ مسلمہ مجددین میں کسی ایک نے بھی آپ جیسے نظریات پیش کئے ہیں؟ یا آپ کو ہی یہ جدید فلسفہ سوجھا ہے؟

کیا آپ کا نیا فلسفہ جو آپ نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی (ص ۱۴۹ و ۱۵۰) پر پیش کیا ہے کہ

میں بھی ابتدا میں عام اسلامی رسمی عقیدہ حیات مسیح پر کاربند تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے مجھے اس عقیدہ کے بدلنے پر مجبور کر دیا تو میں اس نئے نظریئے یعنی وفات مسیح کا مدعی بن گیا۔ فرمائیے اس کی کوئی نظیر اور مثال تاریخ رسالت یا

انسانیت میں موجود ہے؟ آپ اپنی مسیحیت کے لئے تو ایلیا کی نظیر پیش کر لیتے ہیں اسی طرح دیگر مسائل میں امثال و نظائر کا مطالبہ کرتے ہو لہٰذا برائے مہربانی اپنے اس نظریہ کی بھی کوئی مثال و نظیر پیش کرو؟

الحاصل یہ تمام رد و قدح اور دلائل و استدلال کا چکر محض دجل و فریب ہے جس میں رتی بھر صداقت نہیں لہٰذا اہل حق کو ایسے واہیات خرافات سے اجتناب ہی کرنا چاہئے اور ہمہ وقت مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا چاہئے۔ واللہ الموفق للخیر والصلاح اللھم احفظنا من فتنۃ المسیح الدجال

قسم سوئم میں سے پانچویں آیت یہ ہے

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعف و شیبۃ

ترجمہ یعنی خداوند خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوۃ دے دی پھر قوۃ کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔

طرز استدلال

یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں اور ہر ایک مخلوق اس محیط قانون میں داخل ہے کہ زمانہ اس کی عمر پر اثر کر رہا ہے یہاں تک کہ تاثیر زمانہ سے وہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ ص ۱۱۰)

تبصرہ و تجزیہ

جناب قادیانی صاحب اپنے اختراعی موقف میں اتنے بے خود ہو چکے ہیں کہ انہیں اپنے ماحول کی بھی خبر نہیں رہی۔ انہوں نے مشاہدہ سے بھی آنکھیں موند لی ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا صاحب بطور کلیہ کے کہہ رہے ہیں کہ کوئی بھی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں ہر مخلوق اس سہ گونہ قانون محیط میں داخل ہے۔ ابتدا۔ قوت وکمال۔ اور پھر زوال و پیرانہ سالی فرمایئے کہ کیا واقعی ہر فرد پر یہ تین مرحلے وارد ہوتے ہیں؟ ضعف و بچپن۔ جوانی و قوت۔ اور تیسرے نمبر پر بڑھاپا۔ کوئی انسان بچپن میں نہیں مرتا؟ کوئی جوانی میں نہیں مرتا؟ بلکہ تینوں مراحل سے لازماً گزرتا ہے کیا مرزا صاحب کے ماحول میں یہی حالات ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر پہلے جو آیت پیش کر چکے ہیں ومنکم من یتوفی کہ تم میں سے کوئی قبل از قوت کے ہی مر جاتا ہے اور کوئی ارذل عمر کی طرف لڑھک جاتا ہے یہ آیت اس کے خلاف ہو جائے گی۔ مرزا صاحب کچھ تو ہوش کیجئے۔ اپنے شعور کو بیدار فرمایئے آپ یہ کیا لکھ رہے ہیں کہ ہر ایک انسان کے لئے ان تینوں مراحل اور ادوار سے گزرنا لازمی ہے جناب والا پھر آپ کا مبارک کیوں پہلے ہی داغ مفارقت دے گیا وہ پہلے ہی مرحلہ پر کیوں چل بسا۔ وہ من بعد ضعت قوۃ اور ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبہ کے دو مرحلے کیوں نہ طے کر سکا کیا وہ اس قانون قدرت سے مشثنی ہو گیا تھا۔ ایسے ہی آپ کی جڑواں بہن جنت کا معاملہ سمجھ لیجئے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کہیں مراق و ہسٹریا کا دورہ زیادہ شدید تو نہیں ہو گیا کیونکہ یہ بڑی المناک چیز ہے یہ ایک حقیقت کو کئی پہلو پر دکھاتی ہے غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے عام طور پر یہی لکھا کہ مسیح بعد از واقعہ صلیب کشمیر میں ۸۷ سال رہے کیونکہ تینتیس سال کی عمر میں وہ مرفوع الی السماء ہوئے جب کہ ان کی کل عمر ۱۲۰ سال تھی تو اس طرح ان کی مدت رہائش ۸۷ سال بنتی ہے اور کہیں اس وقفہ ہجرت کو ۹۲ سال تحریر کر دیا کیونکہ کئی جگہ کل عمر ۱۲۵ سال لکھ دی ہے اب اس کے بعد تیسری بات بھی سنیئے کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ ۱۲۰ برس زندہ رہے تو اس حساب سے وقفہ سکونت در کشمیر ۳۳ : ۱۲۰= ۱۵۳ سال بنتا

ہے۔ یہ ہے قادیانی ذہن و فراست کے کرشمے تو فرمایئے کہ ایسا ذہن کوئی صحیح نظریہ مرتب کرنے کے لائق ہو سکتا ہے؟

جناب قادیانی صاحب یہ ضابطہ نوع کے متعلق ہے نہ کہ افراد کے متعلق۔ کیونکہ نوع انسانی پر اکثریہ تین دور آتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر فرد بشر کا ان تین مراحل سے گزرنا ناگزیر ہے ورنہ وہ باقی ہو گا۔ یہ تو عموم و اطلاق کا مظہر ہے اس سے ایک خاص جزئی کا فیصلہ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ دلیل عام سے کبھی بھی مدلول خاص ثابت نہیں ہو سکتا خصوصا جب کہ وہ جزئی دیگر نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی ہو لہذا آپ خوب ذہن نشین کر لیں کہ۔ ذات مسیح کا معاملہ سنت اللہ اور عام قانون قدرت کے تحت نہیں بلکہ وہ ولنجعلہ آیۃ کے تحت ندرت و انفرادیت کا ایک نمایاں فرد ہے اس کے کوائف (ولادت جوانی۔ دور رسالت مع معجزات۔ حیات طیبہ) تمام کے تمام عام قانون قدرت کے تحت کسی بھی عموم و اطلاق سے وابستہ اور متاثر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ سب قدرت الہی اور اعجاز کے خاص الخاص نمونہ ہیں لہذا مسیح کے متعلق آپ کے یہ خیالات کہ وہ اب تک تینوں مراحل طے کر چکے ہوں گے لہذا وہ اب حیات سے منقطع ہو گئے ہوں گے۔ یہ خیالات بالکل بے ثبوت ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ان کو عام قانون قدرت اور سنت اللہ سے الگ رکھا ہے۔ پھر یہ مراحل ثلاثہ کا معاملہ اس سطح ارض پر چلتا ہے جب کہ مسیح علیہ السلام اس عالم ناسوت سے ماورا عالم بالا میں سکونت پذیر ہیں جہاں ان ادوار ثلاثہ کا کوئی عمل دخل نہیں چلتا وہ ماحول غیر متغیر ہے لہذا آنجناب الان کما کان بالکل صحیح تندرست اور ایک ہی حالت میں موجود ہیں ان پر کسی قسم کا کوئی تغیر وارد نہیں ہوا۔ اس لئے وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل ہی نہیں لہذا تمہارا استدلال سراسر باطل ہے۔

قسم سوم سے چھٹی آیت یہ ہے

انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام

قادیانی ترجمہ و استدلال یعنی اس زندگی و دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہوتا جاتا ہے کیا اس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے۔ (ازالہ ص ۱۱۱)

تجزیہ و تبصرہ

بندہ خادم بارہا عرض کرچکا ہے کہ

۱۔ ایسے عمومات سے وفات مسیح کا اثبات سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ دلیل عام سے مدلول خاص کا اثبات نہایت غیر معقول اور ناقابل تسلیم ہے۔

۲۔ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تو اخص الخاص ہے کیونکہ آپ کی حیات وغیرہ بلکہ آپ کی ذات اقدس ہی بنصوص قطعیہ آیۃ اللہ ہے سراپا اعجاز و اختصاص ہے نیز آپ کی حیات سماوی اور بعد آزاں نزول الی الارض۔ مستقل دلائل قطعیہ سے مدلل و مبرھن ہے لہٰذا آپ کی ذات و حالات ایسے اطلاقات و عمومات سے قطعاً الگ ہوں گے۔

۳۔ یہ بھی عرض کرچکا ہوں کہ آپ کے ذکر کردہ ادوار ثلاثہ (ابتداء۔ کمال ادا زوال) مطلقاً" نوع انسانی کے متعلق ہیں کہ اکثر افراد ان سے دوچار ہوتے ہیں نہ یہ کہ ہر فرد پر ان تینوں مراحل کا وارد ہونا لازمی ہے کیونکہ یہ تو مشاہدہ کے بھی خلاف ہے لہٰذا اس عموم و اطلاق سے کسی ایک جزئی پر حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ بھی لازماً ان حالات سے دوچار ہوئے ہوں گے خصوصاً جب کہ وہ فرد خاص (مسیح) دیگر مخصوص دلائل سے مختص کردیا گیا ہو۔

۴۔ جناب قادیانی آپ نے کھیتی کو مشبہ بہ اور انسانی زندگانی کو مشبہ قرار دیکر کھیتی والے مراحل انسان کے لئے ثابت کرنے کی سعی ہے۔ اور پھر اس عموم سے فرد خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فیصلہ صادر کیا ہے۔ حالانکہ آپ کے اس استدلال میں قدم قدم پر آپ کو ناکامی ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ مشبہ بہ یعنی کھیتی کا معاملہ بھی آپ کے مقصود کے مطابق نہیں ہوتا۔ ذرا اپنے ماحول کا مطالعہ فرمائیے کہ بعض پودے شروع سے ہی سوکھ کر ختم ہو جاتے ہیں بعض کمال کو پہنچ کر اور بعض ارذل حالت تک پہنچ کر نیست ہوتے ہیں اور بعض اس سے بھی گزر جاتے ہیں پھر بعض پودوں کا مقصد ہی ابتدا میں استعمال ہوتا ہے اور بعض کا موقعہ کمال پر اور بعض کا اس کے بعد۔ آپ مختلف جڑی بوٹیاں سبزیاں اور پھلوں کا جائزہ لے کر ان حقائق کو اخذ کر سکتے ہیں تو جب آپ کے مشبہ بہ کے حالات انتہائی متفاوت اور مختلف ہیں تو مشبہ یعنی حیات انسانی کی کیا کیفیت ہو گی۔ دیکھئے مشبہ بہ کی طرح بعض افراد بشر پیدا ہی مردے ہوتے ہیں بعض چند سانس لے کر روانہ ہو جاتے ہیں بعض چند دن۔ چند ہفتے چند ماہ۔ اور بعض چند سال۔ بچپن میں ہی بعض عنفوان جوانی میں اور بعض کمال جوانی پر اور بعض اس کے بعد جب مالک چاہے۔ غرض یہ کہ مخلوقات میں سے کسی ایک کے متعلق کوئی گارنٹی نہیں کہ وہ کتنے لمحات اور کتنا عرصہ موجود رہے گا۔ لمحہ لمحہ اور قدم قدم پر ناقوس رحلت بج رہا ہے تو آپ کس بھرے پر اپنے بیان کردہ مشبہ اور مشبہ بہ کو لازماً" ادوار ثلاثہ کا مورد قرار دے رہے ہیں۔ پھر اور بھی سنئے بعض مخلوقات ایسی بھی ہے اگرچہ وہ بھی معرض فنا میں ہیں مگر وہ کروڑوں سال سے جوں کی توں معرض حیات میں ہیں ان پر کوئی تغیر و تبدل اثر انداز نہیں ہوا۔ مثلاً ارض و سما۔ ملائکہ اور دیگر کئی مخلوقات جو علم الٰہی میں ہیں اگرچہ سب کی سب معرض فنا و ھلاکت میں ہے مگر اس کی کیفیت میرے یا تمہارے دائرہ ادراک میں نہیں بلکہ وہ خالق مختار کے قبضہ

و کنٹرول میں ہے کیونکہ یخلق مایشاء ویختار ولیسئل عما یفعل الا یعلم من خلق یدبر الامر من السماء الی الارض وھو الطیف الخبیر

مرزا صاحب جیسے مختلف انواع کا بقا وجود الگ الگ اور متفاوت ہے اسی طرح افراد انواع کا بقا بھی نہایت متفاوتً اور مختلف ہے ایک فرد ایک منٹ میں حلقہ فنا میں چلا جاتا ہے اور اسی نوع کا دوسرا فرد ہزاروں لاکھوں برس میں بھی معرض وجود میں رہ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ حی قیوم کے اختیار میں ہے دیکھئے پہلے زمانہ میں ایک فرد بشر ہزاروں سال زندہ رہتا تھا پھر سینکڑوں سال اور اب اس کا دائرہ حیات عموما چند عشروں میں سمٹ آیا ہے۔ جناب من۔ یہ وجود فنا۔ یہ تغیر و تبدل کسی اندھے بہرے مادہ اور طبیعت کی تاثیر نہیں بلکہ ایک قادر و مختار اور علیم و حکیم با جبروت ذات کے دائرہ اختیار میں ہے جس کے علم و حکمت کو سوائے اس کے تمام مخلوقات مل کر بھی ادراک نہیں کر سکتیں۔ لہذا اگر مالک حقیقی ایک فرد بشر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو کچھ حکمتوں کے تحت کچھ مدت تک زندہ رکھ لے اور وہ بھی غیر متغیر ماحول میں تو آپ کو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ موت و حیات کا مالک تو وہ ہے آپ نہیں اس لئے جو کچھ اس قدیر نے اپنے کلام لازوال میں اور اس کے حبیب کریم ﷺ نے اپنے بے شمار ارشادات عالیہ میں باذن الہی واضح فرما دیا ہے کہ خدا کا مقدس نبیؑ اپنے اختیار سے نہیں بلکہ قادر قیوم ذات کے زیر اختیار کچھ مدت کے لئے آسمان پر ملائکہ کے ماحول میں لے جایا گیا ہے اور حسب منشا الہی اپنے وقت پر دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے اس کے بعد پھر موت سے دوچار ہو کر روضہ رسولؐ میں استراحت فرما ہوں گے تو آپ کو یہ حقیقت تسلیم کر لینا چاہئے اگرچہ آپ کے فہم و ادراک میں نہ آئے اس لئے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہاں علیم و خبیر ذات الہی اور کہاں ذرہ خاک کا فہم و ادراک۔

ناظرین کرام یہ ہے حقیقت جو از روئے قرآن و حدیث اور مشاہدہ و تجربہ آپ کے سامنے پیش کر دی گئی لہٰذا آپ قادیانی کے ایسے دلائل سے قطعاً مرعوب یا متاثر نہ ہوں۔

قسم سوم میں سے ساتویں اور آٹھویں آیت

پوری آیت بلکہ پورا مضمون یوں ہے

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين۔ ثم جعلناه نطفة فى قرار مكين۔ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظام لحما۔ ثم انشانه خلقا اخر فتبارك الله احسن الخالقين۔ ثم انكم بعد ذالك لميتون (المومنون ۱۲ تا ۱۵) ۴ آیات

جناب مرزا صاحب نے صرف آخری آیت نقل کی ہے۔ ثم انكم بعد ذالك لميتون جس سے آنجناب کا مقصود بالکل مبہم رہ جاتا ہے مگر ان کو اس سے غرض نہیں انہوں نے تو صرف لفظ موت کو دیکھنا ہے جو نہی لفظ موت کو دیکھا اندھا دھند حضرت مسیح پر چسپاں کر کے نعرہ بلند کر دیا کہ لو بھئی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت ہو گئی۔ تم کیوں نہیں مانتے خدا کا خوف کرو قرآنی فیصلہ کو تسلیم کرو۔ قرآن سے انحراف کوئی ایمانداری ہے قرآنی فیصلہ کے بعد متناقض اور قابل تاویل احادیث کے سہارے الحاد کا راستہ اختیار مت کرو۔ آخر تم نے خالق کے حضور پیش ہونا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اس طرح جعلی عکس ڈال کر عوامی ذہنوں کو مرعوب کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ امت خاتم الانبیاء ﷺ کے بھولے بھالے افراد کو ایسے مکاروں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اس طرح سورۃ زمر کی آیت کریمہ

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعا مختلفا الوانہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یجعلہ حطاما ان فی ذالک لذکری لاولی الالباب آیت ۲۱

اس سے بھی مرزا صاحب اپنے نظریہ پر استدلال کی ناکام کوشش کی ہے مگر اس کا جواب بھی آیت نمبر۱ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے لہذا دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ان آیات کے متعلق صرف ایک قاعدہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ

حسب اصول مسلمہ

کیا کسی بھی مجدد و ملہم نے یا کسی بھی مفسر و محدث نے بلکہ اس سے اوپر آنحضور ﷺ یا کسی صحابیؓ نے حیات و نزول کے خلاف کبھی استدلال کیا ہے؟ اگر کہیں کوئی ایک جملہ بھی موجود و مذکور ہو تو پیش کیجئے۔ ورنہ من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم کی وعید شدید سے اپنے آپ کو اور دیگر افراد ملت کو بچایئے۔ سلف کی گواہی پر اکتفا فرمایئے ان سے انحراف و انکار کا وبال مت اٹھایئے کہ یہ نہایت خطرناک اور تباہ کن مرحلہ ہے آپ بقول شما اسی مفہوم کو اختیار کیجئے جو کہ ہر زمانہ میں شائع ذائع رہا ہے اس سے انحراف و انکار کر کے الحاد کے راستہ پر نہ چلئے منصوص تشریح سے ہٹ کر من فسر القرآن برایہ فھو لیس بمومن بل ھو اخ الشیطان کا مورد نہ بنئے۔ کما قلت فی کتابک اتمام الحجۃ ص ۴

قسم سوم میں سے نویں آیت یہ ہے

وما ارسلنا من قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون

فی الاسواق (الفرقان)

قادیانی ترجمہ مع استدلال

یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسولؐ بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ تمام نبی نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور ہم پہلے نص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے سو چونکہ وہ اب تمام نبیؐ طعام نہیں کھاتے لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۲ و ۶۱۳)

تجزیہ و تبصرہ

قادیانی نظریہ اور اس پر طریقہ استدلال سب کا سب وہ معقانی معاملہ ہے جسے علم و معرفت اور اصول پسندی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ قادیانی استدلالات انہی حقائق کے مظہر ہوتے ہیں۔ اب آپ مندرج بالا آیت کا سیاق و سباق اور مفہوم پر غور فرمائیں تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو گی کہ یہ آیت کفار کے اس نظریہ کے رد میں وارد ہوتی ہے کہ ان کا خیال تھا کہ

نبی اور رسول جنس بشر سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ کوئی اعلیٰ آسمانی مخلوق ہونی چاہیے چنانچہ ان کا قول نقل کیا گیا قالو ما لہذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق (الفرقان)۔

ترجمہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ یعنی رسول تو ان ضروریات اور حالات سے بے نیاز اور منزہ ہونا چاہیے۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ

تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہمیشہ نبی اور رسول اسی شان کے آتے رہے وہ تمام دنیاوی عوارضات کے محتاج ہوتے تھے کھانے پینے اور بازاروں اور رستوں پر برائے ضرورت تبلیغ وغیرہ چلنے پھرنے والے تھے ان علائق سے بے نیاز اور منزہ نہ تھے وہ بےجان وجسد نہ تھے بلکہ وہ ذی حیات اور کھاتے پیتے تھے۔ یہ معنی نہیں جو مرزا صاحب نے کیا ہے کہ وہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ دیکھئے ان کی بے ڈھنگی اور جنگلی فصاحت۔ کا پیکر مگر حقیقت سے دور و مہجور۔ اس لئے کہ اس سے تو لازم آئے گا کہ ہر جسد اور جسم لازما کھانے کا محتاج ہے حالانکہ یہ کلیہ بالکل غلط ہے کیونکہ فرشتے بھی اجسام نوریہ ہیں مگر وہ کھانے کے محتاج نہیں۔ قاموس میں لکھا ہے۔ الجسد محرکۃ جسم الانسان والجن والملائکہ معلوم ہوا کہ ہر جسم و جسد کے لئے طعام لازم نہیں ہاں یہ ٹھیک ہے کہ بے جان جسم کو کھانے کی ضرورت نہیں مگر جاندار جسم کے لئے کھانا ضروری نہیں ورنہ فرشتے بھی بوجہ جسم ہونے کے کھانے سے مستغنی نہ ہوتے۔ لو مرزا جی آپ کا سارا فلسفہ بے کار ہو گیا۔

۲۔ نیز یہ آپ کو کس نے بتا دیا کہ ہر جسم کو آپ جیسی غذائیت ہی درکار ہے۔ روٹی۔ گوشت۔ دودھ۔ گھی۔ دیگر مقویات وغیرہ۔ ان کے سوا کوئی جسم باقی نہیں رہ سکتا۔ صاحب بہادر اس متغیر جہاں میں غذا کی صدہا صورتیں ہیں تو اس غیر متغیر جہاں میں کیا کیفیت ہو گی۔ وہ تو ملائکہ کا ماحول ہے تو جیسے ان کی حیاۃ و بقا کے لئے غذائیت مہیا ہوتی ہو گی۔ وہی مسیح کے لئے بھی ہو تو آپ کو کیا خلجان ہے۔

۳۔ احادیث نبویہ میں مذکور ہے۔ کہ آخر زمانہ میں مسلمانوں کے لئے مادی خورد و نوش کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا تو ان کی غذا بھی فرشتوں والی ہو گی۔ یعنی تسبیح و تہلیل تو جب اس جہان میں عام انسانوں کے لئے ایسا مرحلہ آ سکتا ہے تو مسیح کے لئے اس غیر متغیر جہان میں یہ بندوبست کیوں نہیں ہو سکتا آپ کیوں پریشان ہیں؟

۴۔ احادیث نبویہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے ایک موقعہ پر جنت کا پھل پکڑنا چاہا مگر بوجوہ نہ پکڑا لیکن فرمادیا کہ اگر وہ پکڑ لیتا تو تمہیں وہ قیامت تک کے لئے کفایت کر جاتا۔ تو جب جنت کے پھل اس دنیا میں ظہور پذیر ہو کر اپنی دائمی تاثیر ظاہر کر سکتے ہیں تو خود عالم بالا پر پہنچے ہوئے مسیح کے لئے یہ انتظام نہیں ہو سکتا؟

۵۔ شہدا کے متعلق مذکور ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق بھی پاتے ہیں تو جب شہدا کی یہ شان ہے تو ایک اولوالعزم نبیؑ جو کہ شہید سے بدرجہا بلند مقام ہے اس کے لئے یہ روزی کا دائمی نظام نہیں قائم ہو سکتا؟

۶۔ اس کی علاوہ وہ کئی دلائل اور مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر آخر کار قادیانی ضد مان بھی لی جائے تو بھی مرزا صاحب نے بات واضح کر دی۔ کہ ان کی ملاقات کئی نبیوں سے ہوتی رہی مگر ان سب سے الگ مسیح کے ساتھ ان کا معاملہ جدا ہے وہ یہ کہ انہوں نے مرزا صاحب کے ساتھ مل کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھایا اور ایک دفعہ مرزا صاحب نے لکھا کہ انہوں نے میرے ساتھ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا (تذکرہ ص ۳۴۷) تو صاحب آپ بات لمبی کیوں کرتے ہیں جب آپ حیات کے لئے کھانا لازمی قرار دیتے ہیں اور پھر آپ خود ہی اس کی شہادت بھی دے رہے ہیں کہ مسیح کھانا کھاتے ہیں بلکہ مجھے بھی کھلاتے ہیں تو اب آپ کی کونسی الجھن باقی رہ گئی؟ آپ کا فلسفہ کہ جسم ذی حیات کے لئے کھانا ضروری ہے اور مسیح کھانا کھاتے بلکہ مرزا کو بھی کھلاتے ہیں تو پھر یہ کھانے پینے والا مسیح مردہ کیسے ہو گیا خدارا کچھ تو حیا چاہئے تمام شرائط و لوازم کا آپ اعتراف بھی کریں اور پھر بھی نتیجہ سے انکار کریں یہ کونسی عقل مندی اور شرافت ہے۔

۷۔ صاحب بہادر سابق عموم و اطلاق والا ضابطہ بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ اول تو اس آیت میں مسیح کا کوئی تذکرہ سرے سے نہیں ہے نہ زندگی کا نہ موت کا۔

لہٰذا اس آیت سے ان کی موت پر استدلال کیسا؟ اگر کچھ تعلق ہو بھی تو آپ کی حیات اس عموم سے مستثنیٰ ہو گی۔ کیونکہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے بالخصوص جب کہ اس مخصوص کا اختصاص دیگر نصوص قطعیہ سے اظہر من الشمس ہو چکا ہو۔

۸۔ نیز بتائیے آیت جو چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھی آج تک کسی بھی فرد نے آپ جیسا مفہوم لیا ہے؟ اگر نہیں لیا اور یقیناً نہیں لیا تو آپ ویتبع غیر سبیل المومنین کی وعید سے بچئے۔ من شذ شذ فی النار کے خطرناک انجام سے ہوشیار ہو جائیے۔ سلف کی مخالفت نیز مجددین سے انحراف و انکار کی بد انجامی سے چوکنے ہو جائیے اس سے زیادہ کیا عرض کروں اللہ کریم ایسے وساوس سے اپنی بھولی بھالی مخلوق کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

قسم سوم میں سے دسویں آیت

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (النحل آیت ۲۰ و ۲۱)

ترجمہ و استدلال از قادیانی

یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کیے جاتے اور پکارے جاتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور ان سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اور ان سے دعائیں مانگتے تھے اگر اب بھی آپ لوگ مسیح بن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں قرآن شریف کے ماننے میں کلام ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۳ و ۶۱۴)

تبصرہ و تجزیہ

جناب قادیانی اپنے مقصد کے اثبات کے لئے اتنے بد حواس ہو چکے ہیں کہ ترجمہ آیت تک صحیح نہیں ہو رہا۔ استدلال تو دور کی بات ہے بتلایئے کہ من دون اللہ کا ترجمہ بغیر اللہ کس اصول کے مطابق ہے۔ اموات کا ترجمہ وہ مر چکے ہیں۔ بصیغہ ماضی کرنا کونسی گرائمر کے مطابق ہے اس طرح غیر احیا کا ترجمہ "زندہ بھی تو نہیں ہیں" یہ کس ضابطہ لغت کے مطابق ہے۔

نیز استدلال کے ضمن میں یہ بات کہ یہ آیت بصراحت ان سب انسانوں مع مسیح کی وفات پر دلالت کر رہی ہے جن کو یہود و نصاریٰ اور بعض عرب اپنا معبود بناتے تھے۔ یہ تخصیص کہاں سے لی گئی ہے قرآن سے۔ حدیث سے یا محض اپنی تک بندی سے

پھر مندرجہ بالا من گھڑت ترجمہ اور استدلال کے بعد جعلی عکس ڈالنا کہ اگر تم وفات مسیح تسلیم نہیں کرتے تو سیدھے قرآن ہی کا انکار کر دو۔ یہ کونسی دیانت اور شرافت ہے۔

جناب قادیانی صاحب

۱۔ ذرا دل و دماغ کے دریچے کھول کر سماعت فرمایئے کہ جب بقول شما قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ موجود رہا ہے تو آیا تمہارا یہ مفہوم بھی ہر زمانہ میں نہ سہی کسی ایک ہی دور میں (سوائے تمہارے) کبھی لیا گیا ہے؟

۲۔ کسی حدیث یا تفسیر صحابیؓ یا کسی بھی مجدد و ملہم یا مفسر نے یہ مفہوم احتمالی طور پر بھی اخذ فرمایا ہے۔

۳۔ کیا اموات جو میت کی جمع ہے اسکا ترجمہ بصیغہ ماضی کرنا اصول لغت و محاورہ صحیح ہے؟

۴۔ الذین یدعون سے مراد صرف مسیح اور دوسرے انسان ہی مراد لینا آپ نے

یہ کہاں سے اخذ کیا ہے کیا اس میں عزیرؑ اور دیگر زمانہ ماضی کے ود۔ سواع۔ یغوث یعوق نسر نیز لات مناۃ۔ عل ہبل وغیرہ بت اور تھان شامل نہیں؟ کیا ان معبودان باطل میں ملائکہ شمس و قمر جنات اور تمہارے پڑوس والے بتیس کروڑ ہندوؤں کے معبود شامل نہیں؟ اگر شامل نہیں تو اس کی دلیل و برہان؟

۵۔ نیز مسیح کے بعد جو متعدد انسانی حلقوں میں مشرک کئی انسانوں کی پوجا کرتے ہیں اور ابھی کئی ایسے جعلی معبود (ملنگ پیر وغیرہ) آئندہ بھی ہوں گے۔ وہ الذین یدعون من دون اللہ میں شامل نہیں؟

۶۔ کیا مسیح کے علاوہ دوسرے معبودان باطل پھر زمانہ حال کے کئی جوگی۔ ملنگ وغیرہ جو ابھی ہٹے کٹے زندہ سلامت ہیں لوگ ان سے حاجات طلب کرتے ہیں ان کو سجدے اور انکی نذر و نیاز کا دھندا ہو رہا ہے۔ یہ اموات میں ابھی شامل نہیں

۷۔ اگر شمس و قمر ملائکہ و جنات الذین یدعون من دون اللہ میں شامل ہیں تو کیا یہ تمام بھی مرچکے ہیں کیا یہ زندہ اور بقید حیات نہیں؟

۸۔ قرآن مجید میں خاتم الانبیاء ﷺ کو میت حیات فرمایا گیا۔ انک میت وانھم میتون تو کیا خیال ہے نزول آیت کے وقت آپ بقید حیات تھے یا رحلت فرما چکے تھے آیا انھم میتون کے تحت تمام مشرکین مل کر غیر احیا تھے اور مر چکے تھے زندہ نہیں تھے۔

۹۔ آپ کے اڑوس پڑوس میں ہندو لوگ۔ گنگا کو سانپ کو درختوں کو۔ گائے وغیرہ نیز تمام انواع مخلوق کو قابل پرستش جان کر پوجا کر رہے ہیں تو کیا یہ چیزیں الذین یدعون من دون اللہ میں شامل نہیں؟ وجہ استثناء بیان فرمایئے پھر بتایئے یہ سب مرچکے ہیں؟

۱۰۔ جناب مرزا صاحب عالم شعور و مشہود میں آنکھیں کھول کر مندرج بالا امور کا جواب باصواب مرحمت فرمایئے ورنہ آپ ہر قسم کے مواخذہ اور انجمن میں ایسے

پھنس گئے کہ ابدالآباد تک چھٹکارا ناممکن ہے۔

۱۱۔ نیز آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اتنے بے سدھ ہو کر کیوں پڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے آپ جو یہ لکھتے ہیں کہ ہزاروں مثیل مسیح ہو سکتے ہیں تو آپ ان کو از روئے قرآن و حدیث زندہ تسلیم کر کے بھی مثیل کا دعوی داغ دیں مثیلیت کے لئے اصیل کا مرنا کوئی ضروری ہے کیا کسی کامل کے عین حیات ان کے ہم رنگ یا ہم طبع نہیں بن سکتا؟

۱۲۔ قادیانی صاحب۔ آپ ہر تنکے کا سہارا تلاش کرتے پھرتے ہیں فرمایئے کہ کیا دینی نظریات ایسے عموی احتمالات سے ثابت ہو جاتے ہیں صاحب بہادر اثبات عقیدہ کے لئے دلائل قطعیہ درکار ہوتے ہیں جب وفات مسیح پر آپ کے بقول کئی نصوص قطعیہ موجود ہیں اجماع صحابہؓ بھی ہے اور بے شمار اکابرین امت کی تائیدات ہیں۔ گلاب شاہ ملنگ کی پیشگوئی موجود ہے۔ قبر مسیح کا پوائنٹ بھی موجود ہے۔ تو پھر آپ ایسے اطلاقات اور عمومات کا سہارا کیوں تلاش کرتے پھرتے ہیں جن کو آج تک کسی بھی فرد امت نے اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں رکھا کیا آپ اپنے ان اکابرین میں سے جن کو آپ وفات مسیح کا قائل قرار دیتے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت یا دیگر آیات سے اس موقف پر استدلال فرمایا ہے جب ایسا نہیں تو آپ من فسر القرآن برائه فهو ليس بمومن بل هو اخ الشیطان کے تحت کیوں ابلیس رجیم سے یارانہ گانٹھ رہے ہیں۔

صاحب بہادر ایسی صورت میں آپ کیوں یتبع غیر سبیل المومنین کے تحت نصلہ جهنم اپنا رہے ہیں آخر یہ آیات نزول قرآن کے وقت سے لے کر آپ کے دعوی مسیحیت کے روز تک اسی قرآن مجید میں مذکور تھیں۔ ان کا یہ مفہوم کسی بھی لمحہ نہیں لیا گیا تو آپ کو سلف سے انحراف و انکار کی کیا مصیبت پیش آگئی کیا اچھا ہوتا کہ آپ بھی سلف صالحین کے راستہ پر قائم رہتے

اور مغضوب علیہم اور ضالین میں شامل نہ ہوتے۔

قسم سوم میں سے گیارھویں آیت

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبین (الاحزاب)

ترجمہ و استدلال از قادیانی

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔

استدلال۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا۔ مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کے دنیا میں آنے سے روکتی ہے ماسوا اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہدا کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب قرب و کمال حاصل ہوتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۴ و ۶۱۵)

تبصرہ و تجزیہ

ناظرین کرام تاویل باطل اور غلط بیانی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر ہمارے

مرزا صاحب تو نہایت بے باکی اور جرات سے ہر ایک حد کو پھاندنے میں ذرا بھی جھجک یا ندامت محسوس نہیں کرتے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ جس آیت کریمہ کو نصوص صریح کے طور پر سید الرسل ﷺ تمام صحابہ کرامؓ اور جمیع آئمہ امت مل کر اور ہر فرد ملت آپ کی ختم نبوت کے لئے حجت قاطعہ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اسی کو یہ طبقہ ضالہ کبھی اجرائے نبوت کی دلیل بناتا ہے اور کبھی نزول مسیح کے لئے رکاوٹ قرار دیتا ہے حالانکہ اصل حقیقت بالکل واضح اور طے شدہ ہے کہ یہ دونوں عقیدے (آپ کا آخری نبی ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جسمانی) آنحضور ﷺ سے لے کر آج تک ہزارہا تصریحات اور شہادات کی روشنی میں الگ الگ مشہور و معروف اور زبان زد چلے آ رہے ہیں آج تک ان دونوں میں کسی نے بھی تضاد و تناقض کا وہم تک نہیں کیا کیونکہ خاتم النبیین کا مفہوم حسب تصریحات قرآن و حدیث یہ ہے کہ عہدہ رسالت و نبوت کے آخری تاجدار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ کے بعد کسی بھی فرد انسانی کو اس اعزاز سے نوازنہ جائے گا۔ کوئی بھی فرد دنیا میں آکر انی رسول اللہ الیکم کا دعوی اعلان نہ کرے گا جیساکہ خدائی تعلیمات کی حامل کتب و صحائف کا آخری مجموعہ قرآن مجید سب کے آخر میں آچکا ہے اسکے بعد کوئی کتاب کوئی صحیفہ ہرگز نہ آئے گا کیونکہ قرآن مجید اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے بعینہ اسی طرح انبیاء و رسل کا آخری فرد بھی دنیا میں تشریف لا چکا ہے چنانچہ ان دونوں ذرائع ہدایت کا وعدہ تھا۔ کوائف و ہدایات اور ہادیان ملل و امم (رسل و انبیاء) البقرہ ۳۸ والاعراف ۳۵) چونکہ یہ دونوں سلسلے لازم و ملزوم اور بیک وقت اور اکٹھے ہی شروع کئے گئے تھے لہذا دونوں کا اختتام بھی اکٹھا ہی ہونا چاہئے تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بلا استثنا کتب و صحائف کے متعلق اعلان کر دیا۔ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور الیوم اکملت لکم دینکم اور معلمین اور ھادیوں کے اختتام کے بارہ میں فرمایا

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین (الاحزاب ۴۰)

تو جیسے قرآن مجید خاتم الکتب ہے اور اس کے قوانین و مسائل خاتم الشرائع ہیں کہ ان کے بعد کوئی عقیدہ کوئی حکم یا ضابطہ نازل نہیں ہو سکتا اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کوئی رسول یا نبی بحیثیت سابقہ یعنی بحیثیت نبی اور رسول نہیں آ سکتا اسی بنا پر خود خاتم الانبیاء ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ

ان الرسالہ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسو بعدی ولا نبی (الترمزی - ج ۲)

نیز خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ختم نبوت کا نفس الامری اور حقیقی مفہوم تسلیم کر کے اس کے اختتام کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے کہ

ان اللہ افتتح وحیہ من آدم و ختم علی نبی کان منکم (آئینہ کمالات ص ۴۲۰)

اسی طرح لکھا ہے کہ

ما کان اللہ ان یرسل نبیا" بعد رسولنا خاتم النبین وما کان اللہ ان یحدث سلسلہ النبوۃ بعد انقطاعھا (آئینہ کمالات ص ۳۷۷)

اسی طرح بے شمار تصریحی بیانات میں مرزا قادیانی نے اس حقیقت کو نہایت شرح صدر سے تسلیم کیا ہے لہٰذا اب آمد مسیح اس کے معارض کیسے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ مسیح دوبارہ آ کر اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمائیں گے بلکہ مطلقاً اتباع شریعت محمدیؐ اور اس کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہوں گے نہ کوئی دعویٰ ہو گا اور نہ کوئی اعلان۔ بخلاف مرزا قادیانی کہ اس نے آکر سب کچھ کیا ہے دعوی بھی کیا اعلان بھی کئے نیز پہلے اقرار بھی کئے اور پھر انکار بھی کر دیا۔ لہٰذا اس کے دعاوی تو ختم نبوت کے منافی ہیں مگر آمد مسیح حقیقی اس کے منافی نہیں پھر یہ چونکہ آیت ختم نبوت کے لئے صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ آئے گا۔ یعنی

کوئی فرد ایسا نہ آئے گا کہ جو پیدا ہو کر پھر عہدہ نبوت پائے۔ یہ ناممکن ہے بخلاف حضرت عیسیٰؑ کے وہ اپنا عہدہ رسالت پورا کر چکے ہیں اب تو صرف میثاق الٰہی لتومنن بہ ولتنصرنہ کی ایفاء کے لئے آئیں گے۔

لہٰذا اب یہ دونوں عقیدے اسلام کے روز اول سے الگ الگ اور غیر متضاد تسلیم کئے جاتے رہے ہیں کسی نے بھی اس میں تضاد و تناقض نہ سمجھا تو طریق شرافت یہی ہے کہ ہم بھی انہی سلف صالحین آئمہ ہدیٰ مجددین و ملہمین اور مفسرین و محدثین کی پیروی میں ان دونوں نظریات کو الگ الگ اسی سطح پر تسلیم کر لیں کیونکہ خلف کے لئے سلف کی شہادت ماننا لازم ہے ورنہ ویتبع غیر سبیل المومنین کا بھیانک خطرہ سامنے کھڑا ہو گا۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نبی کی ماہیت اور حقیقت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ تمام دین و شریعت بواسطہ جبرائیل اخذ کرے اور جبرائیل امین کی آمد بعد از خاتم الانبیاء ممتنع ہے تو پھر آمد نبی کیسے ممکن ہو سکتی ہے ہم عرض کریں گے کہ یہ ضابطہ مسلم ہے مگر یہ اشکال نزول مسیح کے متعلق تو ہرگز پیش نہیں آ سکتا کیونکہ ان کو اللہ کریم نے پہلے ہی کتاب و حکمت کی تعلیم دے دی ہے جیسے کہ حضرت آدم کو خلافت ارضی پر عملاً متمکن کرنے سے قبل ہی وعلم آدم الاسماء کلھا کی تعلیم دیدی تھی۔ لہٰذا آمد ثانی پر حضرت مسیح کو تو نئے طور پر اخذ احکام اسلامیہ کی ضرورت لاحق نہ ہو گی۔ نہ بہ طریق وحی جبرائیل اور نہ ہی بطور اخذ من اہل الارض۔

ہاں تمہارا اپنا معاملہ ضرور خراب ہو جائے گا کیونکہ تم نے اس واضح اقرار (امتناع نزول جبرائیل) کے بعد پھر اپنے اوپر نزول وحی کا اعلان و اظہار کرنا شروع کر دیا تھا اور اپنی وحی کو مثل قرآن کے قطعی قرار دیا تھا نیز دعویٰ نبوت و رسالت میں نہایت مبالغہ اختیار کر کے اپنے لئے قانون کو توڑنے لگے۔ لہٰذا اگر بفرض تسلیم نزول مسیح خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف ہے تو تمہاری نبوت اس سے کہیں بڑھ کر

محال اور ممتنع ہو گی۔ اور تمہارا ظل و بروز کا چکر بھی محض دجل فریب ہے کیونکہ ایسا نظریہ اسلام میں قطعاً نہیں ہے۔ نیز اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ظل اور صاحب ظل کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے جیساکہ تم نے خود لکھا ہے کہ مسیح کی روحانیت دو تین مرتبہ اپنے مثیل کے ظہور کے لئے مضطرب ہوئی جس کے نتیجہ میں پہلی دفعہ اس کا مصداق آنحضور ﷺ تھے دوسری مرتبہ میں تھا اور تیسری دفعہ ایک قہر تجلی کا ظہور ہو گا اور صف عالم لپیٹ دی جائیں گی۔ (آئینہ کمالات ص ۳۴۲ تا ۳۴۶) تو جیسے حضرت مسیح اور آنحضور ﷺ باوجود ان کے مثیل ہونے کے الگ شخصیت ہیں اسی طرح آپ بھی باوجود مثیل مسیح ہونے کے الگ حیثیت و شخصیت کے حامل ہوں گے۔ کیونکہ کسی سابق کے قدم پر آنا یہ اس کا مثیل بن کر آنا اسکے ساتھ علاقہ عینیت نہیں ہو جاتا بلکہ صرف صفات میں اتحاد اور یکسانگی ہو سکتی ہے۔ لہذا اگر خاتم الانبیاء ہونے کی خلاف ورزی بصورت نزول مسیح لازم آتی ہے تو تیرے آنے اور دعوی مسیحیت و نبوت کرنے سے اس کی خلاف ورزی کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہذا آپ مسیح کے بجائے اپنی فکر زیادہ کریں۔

نیز آج تک کسی بھی مجدد و مسلم مفسر و محدث نے اس آیت کریمہ کو نزول مسیح کے خلاف قرار نہیں دیا لہذا یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نظریات ایسے استنباطات اور اقتضاءات سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے اثبات کے لئے مستقل نصوص صریحہ قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر مسیح کو موت کے بعد زندہ ہونا تسلیم کیا جائے تو یہ بات محض روحانی ہے جس میں اسلامی نظریہ کی حقیقت فوت ہو جاتی ہی تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم ایسا نظریہ نہیں رکھتے بلکہ ہمارے ہاں وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ لہذا آپ ایسی مزید دسیسہ کاریوں سے پرہیز فرمائیں۔ آپ خواہ مخواہ ایک نظریہ ہمارے ذمہ لگا کر اس پر اپنی من گھڑت استواری نہ شروع کر دیں۔ آپ کی مہربانی ہو گی۔

قسم سوم میں سے بارھویں آیت

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون النحل ۴۳۔

ترجمہ یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔

وجہ استدلال۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا کسی نبی گزشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو وہی آتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس امر متنازعہ فیہ کا مشکل ایک مقدمہ حضرت مسیح بن مریمؑ آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل متی جو ایلیا کا دوبارہ آنا آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرما دیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۶ و ۶۱۷)

تبصرہ و تجزیہ

مرزا کادیانی نے اس آیت کو خدا جانے کس طرح اور کس حوالہ سے وفات مسیح کی دلیل بنایا ہے کیونکہ نہ اس کا سیاق و سباق اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نہ ہی اس میں وفات مسیح یا کسی نبی بلکہ مطلقاً" موت و حیات کا تذکرہ ہے حتی کہ کسی بھی امام تفسیر یا لغت نے اس سے کسی کی بھی موت و حیات پر استدلال نہیں کیا غرضیکہ ہر طرح سے یہ آیت مسئلہ زیر بحث سے بے تعلق ہے مرزا صاحب کا معاملہ تو وہی ضرب المثل ہے کہ "ساون کے اندھے کو ہر سو ہریالی ہی سوجھتی ہے" یہی معاملہ مرزا کادیانی کا ہے کہ اس پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح حضرت مسیح فوت ہو جائیں تا کہ میں اپنا الو سیدھا کر سکوں۔ مگر بسا آرزو کہ خاک شد۔

۱۔ اس آیت کا سیاق یوں ہے کہ اس سے قبل بعثت انبیاء اور ان کے مرکزی پیغام یعنی توحید کا ذکر ہے۔ آیت (۳۶) اس کے بعد انبیاء اور امتہ کی آویزش۔ مخالفت اور انبیاءؑ کرام کے صبر و استقامت اور اولوالعزمی کا ذکر ہے اور اس کے نتیجہ

میں اہل ایمان کے حسن انجام اور منکرین کی بد انجامی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آیت مذکورہ میں اس حقیقت کو واضح کیا جا رہا ہے۔ کہ حق و باطل کی تحریک اور اس کے متعلقات اور انجام شروع سے اسی طرح چلا آرہا ہے اگر تمہیں ان تاریخی حقائق کی خبر نہ ہو تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) جن کو ان حالات و واقعات کا نہایت گہرا تجربہ ہے ان سے دریافت کر لو۔ یہ ہے آیات کا سیاق و سباق۔ فرمایئے اس میں زیر بحث مسئلہ کا کہاں ذکر ہے۔

٢۔ بقول مرزا کسی آیت کا سر پیر کاٹ کر اپنی طرف سے کوئی مفہوم پیش کرنا سراسر الحاد و ضلالت ہے ایسا انسان بقول ان کے کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہے۔ (چشمہ معرفت ص ١٩٥ خزائن ص ٣٠٣ و ٣٠٤ ج ٢٣)

٣۔ مجددین ملہمین کے مفہوم سے انکار و انحراف کرنا اور سلف صالحین سے ہٹ کر کوئی جدید مفہوم بیان کرنا تو کھلم کھلا فسق اور کفر ہے۔ خدا جانے مرزا صاحب اتنی بیباکی اور جرات کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ خود لکھا کہ

> اگر ہم بے باک اور کذاب ہو جائیں اور خدا اور رسول کے سامنے افتراؤں سے نہ ڈریں تو ہزار درجہ ہم سے کتے اور سور اچھے ہیں۔ (نشان آسمانی ص ٢)

لو صاحب یہ ہے نتیجہ ایسی حرکت بد کا۔ اور وہ بھی باقرار قادیانی

ازاں بعد یہ بھی سماعت فرمایئے کہ

> مرزا صاحب اس آیت کے تحت ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے متنازعہ امور میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی طرف رجوع کریں تاکہ اصل حقیقت واضح ہو جائے۔

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔ مرزا صاحب اس صورت میں تو آپ کا معاملہ سنگین ہو جائے گا کیونکہ وقد قال النبیؐ لا تسئلوا اهل الكتاب فانهم لن يهدوكم وقد ضلوا ۔١

١۔ یہ مسئلہ ہمارے ہاں متنازعہ فیہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ رفع و نزول کا مسئلہ تو ہمارے ہاں ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ متعدد قرآنی آیات۔ ایک سو کے قریب ارشادات پیغمبر اور ہزارہا تصریحات آئمہ امت مسلسل اور متواتر ابتداء سے آج

١۔ [illegible]

تک چلی آرہی ہے تو پھر یہ مسئلہ متنازعہ کیسے ہو گا؟ بالفرض اگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے تو پھر کوئی مسئلہ بھی طے شدہ نہ ملے گا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود اس مسئلہ کے متعلق نہایت

۲۔ وضاحت سے اعتراف کر لیا۔ کہ یہ مسئلہ اہل اسلام کی مع دیگر شہادت کے ہزارہا کتب میں مذکور ہے نیز لکھا۔ کہ شروع سے آج تک تمام مسلم افراد اس کو بطور عقیدہ کے اپنائے ہوئے ہیں یہ پیشگوئی نہایت نمایاں اور اتفاقی ہے۔ دیکھیے شہادۃ القرآن ص ۴ و ۹ و ازالہ ص ۵۵۷ وغیرہ۔ لہٰذا یہ مسئلہ متنازعہ ہی نہیں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کی کیا حاجت ہے؟

۳۔ بصورت دیگر اگر ہم اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے لگیں تو وہاں سے بھی بعینہٖ یہی حقیقت حاصل ہو گی جیسا کہ تم نے خود لکھا ہے۔ کہ اس اجماعی عقیدہ (رفع و نزول مسیح) کی انجیل مصدق ہے چنانچہ بندہ نے مقدمہ کتاب میں انجیل سے مکمل وضاحت نقل کر دی ہے یعنی اناجیل سے مسیحؑ کی زبانی تفصیلی طور پر بیان ہے کہ واقعہ " حضرت مسیح صلیب سے محفوظ رہتے ہوئے زندہ ہی آسمان پر اٹھالئے گئے اور آخر زمانہ میں پھر وہی تشریف لادینگے بلکہ مسیحؑ نے یہ بھی وضاحت فرما دی کہ خبردار! بہت سے جھوٹے مسیح میرے نام سے آوینگے ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا انجیل متی دیکھئے متی باب ۲۴ نیز مرقس اور لوقا وغیرہ۔

فرمایئے دریں صورت بھی تمہیں کچھ حاصل نہ ہوا بلکہ آپ نے وضاحت کر دی کہ میں خود ہی آؤں گا کوئی مثیل وغیرہ نہیں آئے گا اسی طرح خود صادق و امین ﷺ نے نہایت تفصیل سے آپ کے تمام حالات و کوائف بیان فرما کر ہر قسم کے تجوز اور استعارے کی جڑ کاٹ دی۔ لہٰذا جناب قادیانی کو کسی بھی طرف سے رتی بھر تائید یا تصدیق میسر نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر ہم اپنے مسائل میں اہل کتاب کے ہی پلے پڑ جائیں تو معاملہ دگرگوں ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی بائبل تو محرف ہے اس سے کوئی مسئلہ اصل صورت میں کیسے فراہم ہو سکتا ہے۔ ادھر قرآن پاک تو خود ان کے لئے فیصلہ کرنے کے لئے نازل ہوا ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ قرآن پاک تمہارے اکثر مختلف فیہ مسائل کو

حل کرتا ہے۔ جب معاملہ یہ ہے تو مرزا صاحب ہمیں پھر ان کے پاس کیوں بھیج رہے ہیں؟ باقی رہا آیت مذکورہ۔ تو یہ ایک عام اور جزوی سا مسئلہ تھا جو ہمارے ہاں بھی نہایت واضح تھا یہ مشرکین مکہ کو محض تصدیق مزید کے لئے کہا جا رہا ہے کہ حق و باطل کے انجام و نتیجہ کے متعلق اگر ہمارے بیان پر اعتماد نہیں تو اصحاب بائبل سے تصدیق کرالو وہ بھی اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ یہ تفصیل ان کی بائبل میں قدم قدم پر مذکور ہے۔

نہایت افسوس ہے۔ کہ یہود تو فیصلہ کرانے کے لئے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دیں اور یہ صاحب الٹا ہمیں ان کے پاس بھیج رہے ہیں افسوس صد افسوس۔ یہ ہیں مجدد دین۔ کیا خوب تجدید فرما رہے ہیں۔

۵۔ اہل ذکر سے مراد تو علمائے اسلام نے علمائے مجتہدین بھی مراد لئے ہیں کہ عوام الناس اپنے پیش آمدہ مسائل میں اہل اجتہاد و علم کی طرف رجوع کریں۔ مگر قادیانی ہمیں ہر حالت میں یہود و نصاریٰ کے پاس بھیج رہے ہیں۔

۶۔ مرزا صاحب اگر ہم تمہارے کہنے کے مطابق پوپ پادریوں سے مسائل پوچھنے جانے لگیں تو وہ ہمیں اپنے من گھڑت عقائد کی ہی تعلیم دیں گے۔ وہ ہمیں توحید کی بجائے تثلیث کا وعظ سنائیں گے۔ مسیح کی نبوت و بشریت کی بجائے ہمیں مسیح کی الوہیت اور ابنیت کا لیکچر دیں گے۔ وہ ہمیں مالک یوم الدین کی بجائے مسیح کو روز حشر کا مالک بتائیں گے۔ وہ ہمیں خاتم الانبیاء ﷺ کی جگہ مسیح کی منجی ہونے کا وعظ و تلقین کریں گے وہ قرآنی دعوی تحریف بائبل کی بجائے ہمیں الٹا قرآن میں گڑ بڑ کی نشاندھی کریں گے۔ وہ ولقد کرمنا بنی آدم کی بجائے ہر انسان کے پیدائشی مجرم ہونے کا فلسفہ سنائیں گے۔ فرمایئے ان کے پاس جانے کا کیا فائدہ ہوا؟

۷۔ مرزا صاحب آپ نے بھی ساری زندگی عیسائیوں کے ساتھ گزاری مناظرے مباحثے کئے مگر تم نے اس آیت کے مطابق کسی متنازعہ معاملہ میں ان کا کوئی فیصلہ قبول نہیں کیا۔ حتی کہ ان سے اپنی مسیحیت بھی تسلیم نہیں کرائی لہذا آپ ہمیں کیوں ان کے پاس بھیج رہے ہیں جب کہ ان کے پاس آپ کے لئے

بھی کچھ نہیں ہے نہ ہی وہ مسیح کی جگہ کسی دوسرے کی آمد کے قائل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی وہ تمہاری تائید کر سکتے ہیں۔ آپ خود ان سے اپنے مسائل میں کیوں تصفیہ نہیں کراتے حتیٰ کہ اس ایلیا کے مسئلہ میں ہی ان سے فیصلہ کرالو۔ اگر وہ آپ کی تائید کرلیں تو ہم بھی شائد اس پر غور کریں۔

۸۔ مرزا صاحب آپ مراق و ہیسٹریا کے جوش میں آکر محض ہوائی اور خیالی باتیں نہ کیا کریں کبھی حقیقت کا اظہار بھی کر لیا کریں جبرائیل سے رابطہ تو بقول شما بھی ناممکن ہے کم از کم اپنے ٹیچی۔ مٹھن لال۔ درشنی وغیرہ بے شمار مسخرے۔ قسم کے ہرکاروں کی ہر بات نہ مان لیا کریں کم از کم خود بھی کچھ سوچ لیا کریں۔ تو شائد کچھ نہ کچھ آپ حقیقت کے قریب رہیں۔

۹۔ بوقت بشارت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریاؑ کو آپ کے متعلق کلی خصوصیات بتلائی گئیں مگر یہ مثیلیت والی بات جو نہایت اہم تھی یہ نہیں بتلائی۔ کہ دیکھو یہ فرزند ایلیا کا بھی مثیل بن کر آئے گا۔ بلکہ وہاں تو الٹا اس کا رد فرمایا ہے کہ لم نجعل لہ من قبل سمیا کہ ہم نے آپ کا سمی یا ہم نام پیدا ہی نہیں کیا گویا یحییٰ کا ہم نام پہلے ہوا ہی کوئی نہیں تو ایلیاہ کیسے یوحنا بن گئے کیوں کہ آپ کی حیثیت بالکل منفرد ہے نہ آپ جیسا کوئی اور نہ ہی آپ کسی جیسے۔ تو پھر آپ مثیل ایلیاہ کیسے بن گئے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے کہ ھل تعلم لہ سمیا۔ کہ تم خدا کا ہم مثل کس کو دیکھتے ہو؟ تو جیسے خدا کا سمی یعنی ہم صفات کوئی نہیں اسی طرح آپ کی خصوصیت بھی یہ بتائی گئی کہ ولم نجعل لہ من قبل سمیا۔ کہ آپ کے پہلے آپ کا ہم صفت کوئی ہوا ہی نہیں۔ نہ ایلیاہ نہ کوئی اور۔ تو پھر آپ کیسے ایلیاہ کے ہم مثل اور قائم مقام بن گئے لہٰذا اس آیت کے تحت قادیانی یوحنا کو مثیل ایلیاہ کی مثال کی بنا پر اپنے آپ کو مثیل مسیح بننے کا سارا فلسفہ محض سفید ہی ہو گا۔

۱۰ بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیں کہ واقعی یوحنا ایلیاہ کے قائم مقام ہو کر آگئے تھے لہٰذا مجھے بھی مسیح کا قائم مقام مانو۔ تو بھی یہ محض جہالت ہو گی۔ کیونکہ یہ ایک واقعہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بعض حکمتوں کی بنا پر ایسا کر دیا ہو مگر

یہ مثال آئندہ کے لئے دائمی ملّہ موجب کیسے بن گئی۔ کہ جو بھی آئندہ کی پیشگوئی ہو اس میں حقیقت ہرگز نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ ہم آہنگی اور مماثلت ہی چلا کرے گی۔ اگر یہ ضابطہ مان لیں تو معاملہ نہایت خراب ہو جائے گا دیکھیے کتب سابقہ میں ہمارے سید کائنات ﷺ کے متعلق بے شمار پیشگوئیاں ہیں جو کہ سو فیصد حقیقی طور پر پوری ہوئیں اگر وہاں بھی کوئی کادیانی جیسا ہٹ دھرم مخالف اٹھ کر کہہ دیتا کہ جی صاحب پیشگوئی تو واقعی موجود ہے مگر ایسی پیشگوئیاں ہمیشہ استعارۃ کے رنگ میں پوری ہوتی ہیں اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ اور اسم احمد سے مراد بعینہ وہ آمنہ کا لال اور فرزند ابراہیم نہیں بلکہ اس سے مراد فلاں ہے اور فلاں ہے۔ تو فرمایئے یہ فلسفہ بھی آپ کو قبول ہو گا؟

ایسے ہی سابقہ کتب میں خانہ کعبہ کے متعلق قرآن مجید کے متعلق امت مسلمہ کے متعلق بے شمار پیشگوئیاں ہیں تو کیا آپ ان سب امور میں استعارہ اور تجوز کا رنگ لئے پھرو گے۔ جناب من پھر تو سارا معاملہ ہی خراب جو جائے گا خدا تعالیٰ کی کسی بھی بات کا اعتماد نہ رہے گا ہر حقیقت تہس نہس ہو کر رہ جائے گی کادیانیو ذرا انکھیں کھول کر اپنے گرو کے تمثیلی فلسفے کے نتیجہ کا ادراک کرو۔ تو کیا پھر کوئی حقیقت باقی رہ جائے گی؟

اسی طرح نزول مسیحؑ کا نظریہ بھی کسی قسم کے استعارہ یا تجوز کا شکار نہیں ہو سکتا ورنہ پھر اتنی تصریحات محض الٰہی طفل تسلیاں ہی ہوں گی۔ کسی حقیقت کا مظہر نہ ہوں گی۔ فرمایئے یہ تمہارے فلسفے کون احمق قبول کر سکے گا؟

ا۔ اس آیت کے پس منظر میں تفسیر مہائمی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ رسول کا نوع بشر سے ہونا تسلیم نہ کرتے تھے۔ تو ان کو سمجھانے کے لئے منجملہ دیگر دلائل کے یہ بھی فرمایا۔ کہ تم علمائے یہود و نصاریٰ پر بڑا اعتماد کرتے ہو چلو ان سے ہی دریافت کر لو کہ آیا پہلے رسول اور نبی انسانوں میں سے آتے رہے یا کسی اور مخلوق سے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تاریخ رسالت و نبوت سے خوب متعارف تھے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ یہی بتلائیں گے کہ واقعی نبی و رسول نوع بشر سے ہی آتے رہے ہیں نہ کہ کسی اور نوع مخلوق سے۔ یہ بات چونکہ عام تھی اس لئے منکرین

رسالت کو بر سبیل تنزل یہ فرمائش کی گئی ورنہ اس پر کسی نظریہ کا مطلق ۔تحقق اور ثبوت مبنی نہیں ہے۔ فتکفرو ولا تکن من الھالکین۔

قسم سوم میں سے تیرھویں دلیل

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

ترجمہ از کادیانی۔ یعنی اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت میں آجا۔

استدلال۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث میں جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنے صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔

لہٰذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا آمنا بکتاب اللہ القرآن الکریم وکفرنا بکل مایخالفہ ایھاالناس اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم و لا تتبعوا من دونہ اولیاء قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور فاتبعوہ ولا تتبعوا اسبل فتفرقکم عن سبیلہ (ازالہ اوہام ص ۶۱۷ و ۶۱۸)

تبصرہ و تجزیہ۔ جناب مرزا کادیانی ہر آیت کے متعلق تحریر فرما رہے ہیں کہ یہ آیت صریح دلالت کر رہی ہے اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ اور حسب دلالت صریحہ اس نص کے الخ وغیرہ وغیرہ

سوال یہ ہے۔ کہ یہ صراحت۔ یہ ظاہر وغیرہ۔ کیا اس وقت جناب قادیانی صاحب پر ہی صاف اور ظاہر الدلالہ ہیں یا یہ صفائی اور ظہور پہلے بھی کسی مجدد۔ ملہم۔ صحابیؓ۔ تابعی۔ اہل کشف و تصوف پر منکشف ہوا؟ آخر یہ آیات آج سے تیرہ صدیاں پیشتر اللہ تعالیٰ نے مع بیان وتبیان کے اپنے آخری نبی معظم ﷺ پر

نازل فرمائی تھیں اور آپ نے ان کی تعلیم حسب ارشاد الٰہی۔ ویعلمھم الکتاب مقدس جماعت صحابہؓ کو دی تھی انہوں نے تابعین کو اور انہوں نے تبع تابعین کو۔ اور انہوں نے حسب فرمان نبوی۔ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ۔ اس سلسلہ تعلیم کو آگے چلایا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں ہزاروں مفسرین مجتہدین۔ مجددین و ملہمین پیدا ہوئے تو فرمایئے کہ یہ صراحت و ظہور آپ سے قبل بھی کسی پر منکشف ہوئے یا صرف آپ کا ہی یہ مقدر تھا؟ کم ترک للآخرین کے تحت یہ دلالت صریحہ آپ ہی پر منکشف ہوئی۔ بینوا وتوجروا

۲۔ کیا اس آیت کریمہ میں حضرت مسیحؑ کی حیات و وفات کا تذکرہ ہے؟ یا آپ صرف عموم و اطلاق سے ہی کام چلا رہے ہیں۔ اگر تذکرہ ہے تو بتلائیے ورنہ یاد رکھیے کہ حضرت مسیحؑ کا معاملہ بوجہ آیت اللہ ہونے کے نہایت انفرادیت اور ندرت کا حامل ہے۔ وہ کسی عموم و اطلاق میں مندرج نہیں ہو سکتا۔

۳۔ آپ کا یہ لکھنا کہ مرنے سے قبل کسی کا دخول جنت ممکن نہیں ہے تو یہ آپ کو کس نے بتایا ہے؟ حالانکہ حسب تصریحات خدا اور رسول ﷺ دخول جنت موت کے متصل نہیں بلکہ قیامت کے بعد وقوع پذیر ہو گا۔ پہلے نہیں ورنہ پھر قیامت کا کیا مقصد ہو گا؟

۴۔ اسی طرح آپ کا حدیث بخاری سے استدلال بھی آپ کی جہالت کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن و حدیث سے ایک دوسرے کی ملاقات تین طرح پر ہو سکتی ہے۔ (۱) زندہ کی زندہ سے جسمانی ملاقات۔ (۲) زندہ کی دوسرے کی روح سے ملاقات۔ (۳) روح کی روح سے ملاقات۔ اور یہ معراج جسمانی تینوں درجات کا حامل ہے دیکھیے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی ملاقات حضرت مسیحؑ کے ساتھ پہلے درجہ کی یعنی جسمانی تھی۔ (۲) حضرت موسیٰ و ابراہیمؑ کی باہمی ملاقات تیسرے درجہ کی یعنی دونوں طرف سے روحانی تھی۔ (۳) خاتم المرسلین صاحب المعراج ﷺ کی ملاقات دوسرے انبیاء کے ساتھ دوسرے درجہ کی یعنی ایک طرف سے جسمانی اور دوسری طرف سے روحانی تھی۔ کیونکہ بدلالت قرآن و حدیث امت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ سید المرسلین ﷺ کو معراج بیداری میں اور اسی جسد عنصری کے ساتھ

ہوا تھا۔ اسی لئے اس واقعہ کو سن کر قسم قسم کے اعتراض و شکوک ظاہر کئے گئے اور کئی ضعیف الایمان افراد ایمان سے پھر گئے اگر معراج روحانی ہوتا تو اتنا شور و شغب کیوں برپا ہوتا؟ نیز اللہ تعالیٰ کو ان تمام شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے اتنا اہتمام کیون کرنا پڑتا کہ اس واقعہ کو لفظ سبحان سے شروع فرما کر تمام استبعادات کی جڑ کاٹ دی پھر واقعہ بیان فرمایا اور آخر میں لنریہ من آیتنا فرما کر اس کے جسمانی ہونے کو مبرہن اور مدلل فرمایا۔

عالم شہود اور خارج میں تینوں قسم کی ملاقات کا ثبوت

(۱) یہ تو ہر شخص کے مشاہدہ میں ہے ہر روز ایک زندہ انسان دوسرے زندہ انسان سے جسمانی طور پر ملاقات کرتا ہے۔

(۲) دونوں طرف سے روحانی ملاقات یہ بھی ہم خواب کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔

یہ دونوں ملاقاتیں تو ہمارے مخاطب مرزا کادیانی بھی بلا کھٹکے تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) کادیانی متنازع تیسری قسم میں ڈالتے ہیں۔ کہ ایک طرف سے جسمانی اور دوسری طرف سے روحانی ملاقات ہو۔ اس کو مرزا صاحب نہیں مانتے۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ وہی ملاقات کی قسم ہے جس کے متعلق آپ نے بارہا لکھا ہے کہ میں نے بارہا کشف میں فلاں سے ملاقات کی حضرت مسیح سے بھی کی۔ ان کے ساتھ بارہا کھانا بھی کھایا آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ امام سیوطیؒ دربار رسالت میں حاضر ہو کر کئی مسائل کی تصحیح کرالیا کرتے تھے۔ یہ تمام واقعات اس تیسری متنازع قسم کے لئے دلیل ہے۔ اور سنیئے

بخاری شریف میں آرہا ہے۔ کہ آنحضور ﷺ ایک قبر پر سے گزرے تو فرمایا کہ ان کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور وہ بھی معمولی باتوں میں۔ کہ ایک پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا غیبت کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بخاری میں ہی منقول ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فتح بدر کے بعد اسی میدان کے ایک کنویں میں تمام مقتولین کفار کے لاشے ڈلوادیئے اور پھر ان سے خطاب فرمایا انا قد وجدنا

ما وعدربنا حقا" فھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا (ص ۲۷۳ ج ۲)

تو یہ دونوں واقعات صحیحہ اس متنازع ملاقات کے اثبات کی دلیل ہیں۔ اب فرمائیے تسلی ہوئی یا نہیں کہ ایک زندہ فرد کسی مردہ کی روح سے ملاقات کر سکتا ہے اس سے گفتگو کر سکتا ہے۔

اسی طرح صاحب بہاور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا معاملہ ہے کہ آپ بجسدہ عنصری ہی عالم بالا پر موجود تھے اور سیدالانبیاء ﷺ بھی بجسد عنصری آپ سے ملاقات فرما رہے تھے آپ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام سے ملاقات دوسری قسم کی تھی کہ ایک طرف سے جسمانی طور پر اور دوسری جانب سے روحانی طور پر۔ لہٰذا معاملہ صاف ہوا کہ نہ یہ آیت وفات مسیح کی دلیل بن سکی اور نہ ہی حدیث معراج کا استدلال قادیانی صاحب کو مفید ثابت ہوا۔

ویسے میرے خیال میں کادیانی کو نہ دلالت کی اقسام معلوم ہیں اور نہ ہی نصوص کی تقسیم ذہن نشین ہے اسی لئے وہ ہر موقعہ پر نص صریح کا اور دلالت صریح کا جملہ بولتے رہتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ دلالت کی کئی اقسام ہیں اور نصوص کی بھی کئی اقسام ہیں۔ اور ہر دلیل اور ہر نص یکساں موثر نہیں ہوتی پھر عقائد و نظریات ہر قسم کی دلیل یا نص سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے اثبات کے لئے دلالت بھی قطعی چاہیے چنانچہ ہمارے نظریہ رفع و نزول مسیح کے لئے نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت موجود ہیں جن سے نمٹنا کادیانی کے بس کی بات نہیں تو پھر ان اختراعی نصوص و دلالت سے وہ کیا کچھ ثابت کر سکیں گے۔ اللہ اللہ تے خیر سلا

لہٰذا ایمان بالکتاب و کفر ماسوا کا تقاضا وہ نہیں جو آنجہانی ظاہر کر رہے ہیں بلکہ اس ضابطہ کا تقاضا وہ ہے جو ہم نے قرآن و حدیث اور جمیع ائمہ ہدیٰ کی جانب سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور جب تک خدا چاہے گا وہیں رہیں گے اور پھر باذن الٰہی زمین پر نازل ہو کر امت مرحومہ کی قیادت فرمائیں گے اور دجال کو ختم کریں گے۔

قسم سوم میں سے چودھویں آیت

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (الروم)

استدلال کادیانی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور رزق مقسوم اسے ملتا ہے پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام کرتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اس کو باہر نکال لیتا ہے یا اس کے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۸ و ۶۱۹)

تبصرہ و تجزیہ۔

ناظرین کرام جناب کادیانی صاحب ہر عموم و اطلاق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حضرت مسیح کی موت کے درپے رہتے ہیں حالانکہ یہ ضابطہ کوئی ذی عقل انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس آیت کے استدلال میں آنجہانی سے نوع انسانی کے متعلق صرف چار مرحلے وابستہ کئے ہیں حالانکہ وہ قرآن مجید میں چار ہی نہیں بلکہ پانچ ہیں جن کی وضاحت سورہ بقرہ کے ابتداء ہی میں ہو چکی ہے۔ فرمایا کیف تکفرون وکنتم امواتا۔ فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرہ ص ۲۸)

قبل از حیات انسان غیر حی یعنی مردہ تھے پھر خلق ہو گئے پھر موت کا ورود اور پھر حیات۔ درمیان میں لازمہ حیات اعطائے رزق ضمنی طور پر ہو گیا اور سورہ روم میں صریحی طور پر بیان کر دیا گیا ہے اس طرح کل مرحلے پانچ ہوتے ہیں۔ اور بعض آیات میں حیات دنیویہ کو تین مرحلوں میں بیان فرمایا۔ ابتداء بچپن۔ قوت و جوانی پھر بڑھاپا اور ارذل عمر۔

چنانچہ بندہ خادم نے ان آیات گزشتہ کے تحت ان کا صحیح مفہوم بالوضاحت

بیان کر دیا ہے کہ ایسی آیات جنس انسانیت سے وابستہ ہیں ہر فرد کا یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے مشاہدہ میں یہ حقیقت سامنے ہے کہ تمام افراد انسانی ان مراحل سے نہیں گزرتے۔ بلکہ بعض پیدا ہوتے ہی اور قبل از حصول رزق ہی چل بستے ہیں اور بعض اس سے بھی قبل یعنی اتمام خلقت سے بھی پہلے منعدم ہو جاتے ہیں اور بعض ان تمام مراحل سے اختصاراً" اور بعض مدت طویل تک گزرتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ مراحل تمام افراد انسانیت سے وابستہ نہیں ہو سکتے تو ایسے عموم و اطلاق سے وفات مسیح پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے جب کہ ہم مسیحؑ کے متعلق ان تمام مراحل کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ واقعتاً" وہ خلق بھی ہوئے رزق سے بھی متمتع ہوئے پھر اپنے وقت پر موت سے بھی دوچار ہوں گے فرمائیے آپ کو اس آیت سے کیا حاصل ہوا چاروں مراحل کی وابستگی سے فی الحال موت کا اثبات کیسے ہو گیا؟ فرمائیے جب مرزا صاحب نے یہ آیات پڑھیں لکھیں اور لوگوں کو سنائیں تو اس وقت وہ زندہ تھے یا مردہ؟ اگر وہ واقعی زندہ تھے تو اس طرح اس آیت سے مسیح فوت شدہ کیسے ثابت ہو گئے؟ جیسے انک میت وانھم میتون جس میں واضح طور پر لفظ میت ہے اور ہے بھی بطور خطاب مخصی کے۔ جب اس آیت کے تحت بوقت نزول آیت سیدالمرسلین ﷺ بقید حیات تھے اور انہم میتون کے تحت آپ کے مخالفین بھی زندہ تھے تو اس عام آیت کے تحت حضرت مسیحؑ کی وفات کیسے ثابت ہو جائے گی۔ کسی چیز کا امکان اور احتمال سے کیا اس کے فی الحال وقوع کو بھی مستلزم ہو جاتا ہے؟ اگر ایسا ہی معاملہ ہے تو پھر کل من علیہا فان کے تحت تمام اہل ارض مع یہودی قادیانی وغیرہ تمام مخلوقات ارضی بالکل معدوم ہو جانا چاہیے تھیں حالانکہ ہم اور قادیانی بھی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خطہ ارضی پر کروڑوں کھربوں مخلوقات زندہ موجود ہیں تو بات وہی نکلی۔ کہ کسی چیز کے معرض فنا میں ہونے سے اس کا فی الحال فنا ہونا لازم نہیں آتا۔ ایسے ہی زیر بحث آیت جو کہ عموم و اطلاق کی سطح پر بھی ہے اس سے کسی فرد خاص کی فی الحال موت کیسے ثابت ہو گی۔ خصوصاً جب کہ اس فرد کو خالق حقیقی نے ابتدا ہی سے عام قانون قدرت سے متعدد امور میں مستثنا فرما کر اسے آیت اللہ فرما رکھا ہے اور

اس کے وہ مخصوص اور استثنائی حالات و واقعات دیگر نصوص مخصوصہ قطعیہ سے ثابت فرما دیئے ہیں لہٰذا مرزا صاحب کا دوبارہ مسیح کی تخصیص کا مطالبہ کرنا محض جہالت اور حماقت ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ مرحلہ طے ہو چکا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ مسیح کی ولادت بلا پدر۔ بچپن میں حکیمانہ کلام۔ پھر تائید بروح القدس۔ عجیب و غریب معجزے۔ خاص الخاص خدائی حفاظت میں رفع الی السماء۔ اور پھر بعد از نزول کے بے شمار حالات و کوائف کا تذکرہ فرمایا جانا۔ اور وہ بھی اس صادق وامین خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان اقدس سے کہ جس کی صداقت و امانت پر تمام مخالف و موافق متفق ہیں نیز ان مخصوص امور کی وضاحت ایک آدھ ارشاد میں اور سرسری طور پر نہیں۔ بلکہ موکد بالقسم کر کے اور بیسیوں ارشادات عالیہ میں فرما دی ہے جن کے تحت امت مسلمہ کا ہر فرد روز اول سے آج تک ان حالات کی واقعیت بطور عقیدے کے اپنائے ہوئے ہے تو پھر عوام الناس کے سامنے استثنا کا مطالبہ کوئی معقول حرکت ہے؟

ناظرین کرام آخر میں آپ اور تمام مخالفین حیات مسیح سن لیں۔ کہ ہم ازروئے حقائق حضرت مسیح کے متعلق ان چاروں مراحل کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ واقعی خلق ہوئے تھے۔ رزق سے متمتع ہوئے۔ پھر موت سے بھی ہمکنار ہوں گے۔ مگر درمیانی وقتوں کی طوالت و اختصار کا طے کرنا یہ رب العالمین کا کام ہے کسی بھی مخلوق کا نہیں لہٰذا یہ آیت کسی بھی طور پر ہمارے نظریئے کے منافی نہیں اور نہ ہی منکرین حیات کے لئے ذرہ بھی مفید ہے۔

قسم سوم میں سے پندرھویں آیت

ان المتقین فی جنات و نھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ (القمر)

کادیانی ترجمہ یعنی متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔

استدلال کادیانی۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ

کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے
سو اگر رافعک الی کے یہی معنی ہیں جو مسیح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا
تو بلا شبہ وہ جنت میں ہی داخل ہو گیا جیسا کہ دوسری آیت میں ارجعی
الی ربک جو رافعک کے ہم معنی ہے بصراحت اس پر دلالت کر رہی ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جانا۔ اور گزشتہ
مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہونا یہ تینوں
مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں پس اس آیت سے بھی
مسیح ابن مریمؑ کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا۔ فالحمد للّٰہ الذی احق
الحق وابطل الباطل ونصر عبدہ وایدہ ماموره (ازالہ ص ۶۲۰ و ۶۲۱)

تبصرہ و تجزیہ۔ کادیانی صاحب نے ابتدائی ترجمہ میں ہی ڈنڈی ماری ہے کہ
متقین فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔ فرمایئے فوت ہونے کے بعد
کن الفاظ کا ترجمہ ہے نیز استدلال کے دوران بھی یہی حرکت بد کی ہے۔ کہ خدا
تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے۔ پھر تیسری گپ یہ اڑائی
کہ گزشتہ مقربین میں شامل ہونا۔ بہشت میں داخل ہونا۔ اور خدا کی طرف اٹھایا
جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی صورت اور آن میں پورے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ
تینوں باتیں کادیانی کی خود تراشیدہ اور من گھڑت ہیں کیونکہ ان المتقین فی
جنات و نھر۔ کے تحت

متقین اور صالحین فی الفور نہیں بلکہ قیام قیامت کے بعد یدخلون الجنة
ہوں گے۔ اس سے قبل بالفعل جنت میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں نہایت آرام و
راحت میں ہوتے ہیں۔ پھر روز حشر عملی طور پر جنت میں جائیں گے۔ جیسے مجرمین
مرنے کے فوری بعد جہنم میں نہیں بلکہ برزخی عذاب میں ہوتے ہیں بالفعل جہنم
میں نہیں جاتے۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں فرعونیوں کے متعلق مذکور ہے

النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ” ویوم تقوم الساعة ادخلوا
ال فرعون اشد العذاب (المومن ۴۶) کہ فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق ہونے کے

بعد برزخ میں صبح و شام آگ کے عذاب میں مبتلاء کیا جاتا ہے (بطور حوالات) اور قیامت کے دن حکم ہو گا کہ آل فرعون کو سنگین ترین عذاب میں پہنچا دیا جائے۔

اسی طرح متقین کا معاملہ ہے کہ وہ بھی مرنے کے بعد اور قیامت سے قبل عالم برزخ میں بہشت نما ماحول میں رکھے جاتے ہیں اور قیامت کے بعد انھیں پل صراط پر گزار کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا متعدد صحیح احادیث میں ارشاد نبوی ہے۔ کہ مومن کو ابتدائی سوالات و جوابات کے بعد نم کنومة العروس کی خوشخبری سنا دی جاتی ہے اور اس کی قبر میں وسعت پیدا کر کے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور مجرم کو برزخی سوال و جواب میں ناکامی کی بنا پر سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے رب لا تقم الساعة رب لا تقم الساعة کہ اے اللہ قیامت نہ قائم کیجیو۔ کیونکہ قیامت کے بعد مجرم کو اصل عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ابھی تک حوالاتی عذاب میں ہے۔

تو ان نصوص صریح کی روشنی میں ان المتقین الخ کا ترجمہ یوں ہوا کہ بلاشبہ پرہیز گار لوگ باغات اور نہروں میں داخل ہوں گے (مستقبل میں فی الحال نہیں) اس طرح مجرمین جہنم میں داخل ہوں گے یعنی قیامت کا حساب و کتاب ہو چکنے کے بعد۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ ترجمہ محض دجل و فریب ہے یا ان کی جہالت کا مظہر ہے۔ اس مفہوم کے لئے متعدد قرآنی آیات وارد ہیں مثلاً" سورہ زمر کے آخر میں ہے وسیق الذین کفروا الی جهنم زمرا" حتی اذا جاء وها فتحت ابوابها۔

وسيق الذين اتقوا ربهم الى الجنة زمرا حتى اذا جاء وها وفتحت ابوابها۔ (آیت ۷۱ و ۷۶) وكذالك آيات اخرى مثلها۔

۲۔ مقعد صدق اور دخول جنت کا تلازم بھی صرف قادیانی اختراع ہے۔ ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے آپ سابقہ تفصیل سے ہی اس کاریانی اشکال کا دفاع بخوبی کر سکتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کیا خدا کے پاس عالم بالا میں سوائے جنت کے اور کوئی خطہ اور مقام میسر نہیں؟ آخر یہ غیر مدرک وسعت والے سات آسمان ہیں جن میں وہی خوب جانتا ہے کہ کیا کچھ پیدا فرما رکھا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ

آسمان پر ایک قدم جگہ ایسی نہیں جہاں ملا ئکہ اللہ مصروف عبادت نہ ہوں۔ ملا ئکہ کی تعداد و شمار تو سوائے خالق کے کوئی جان ہی نہیں سکتا ہاں بیت المعمور کے طواف والے واقعہ سے کچھ اندازا ہوتا ہے کیونکہ اس آسمانی قبلہ کے طواف کے لئے ستر ہزار فرشتہ ہر روز حاضری دیتا ہے اور جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر جو گروہ ایک دفعہ طواف کر گیا دوبارہ اس کی باری نہیں آئی تو فرمائیے یہ تمام ملا ئکہ جنت ہی میں ہیں؟ اور کوئی خطہ آسمان پر ان کے لئے نہیں ہے؟

آسمانوں پر ملا ئکہ مقربین بھی ہیں تو بتایئے وہ بھی احاطہ جنت میں ہیں یا اور کسی حصہ فضاو خلا میں سکونت پذیر ہیں۔ ملا اعلیٰ کا مقام ہے اور بھی خدا ہی جانے کیا کچھ ہے پھر یہ مقعد صدق۔ دخول جنت میں تلازم کیسا؟

ناظرین کرام یاد رکھیے کہ یہ سب قادیانی خرافات ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ ذرہ بھی رابطہ نہیں آپ ذرا مسلمہ اصولوں کی روشنی میں ان عیاروں سے دریافت کریں کہ

۱۔ کیا آج تک اس آیت سے کسی بھی صحابیؓ۔ تابعی۔ آئمہ کرام۔ مجددین ملہمین۔ مفسرین و محدثین وغیرہ میں سے کسی ایک نے یہ مفہوم بیان فرمایا ہے؟

۲۔ بقول شما قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے تو کیا تمہارا یہ مفہوم بھی کسی زمانہ یا کسی ایک علاقہ میں کبھی ظاہر ہوا ہے؟

۳۔ جب مرزا صاحب حیات مسیحؑ کے قائل ہوا کرتے تھے کیا اس وقت یہ آیات قرآن مجید میں شامل نہ تھیں یا مرزا صاحب نے کبھی قرآن مجید کی تلاوت ہی نہ کی تھی؟

۴۔ مرزا صاحب کو بار بار وحی آتی رہی کہ تو ہی مسیح ہے تو کیا وہ صرف آرڈر ہی ہوتا تھا یا کوئی دلیل بھی ساتھ ہوتی تھی یعنی کبھی کسی قرآنی آیت کا حوالہ بھی ساتھ ہوتا تھا؟

۵۔ جب آپ بوجہ مجدد اور ملہم ہونے کے وحی الٰہی کے بغیر بولتے بھی نہیں۔ تو کیا آپ کو دعویٰ مسیحیت تک ان تمیں آیات میں سے کسی ایک آیت کا مفہوم

صریحی بھی ذہن نشین نہ کرایا گیا؟ اگر کرایا گیا تو آپ نے اس پر یقین کر کے کیوں نہ دعوی مسیحیت (ان دلائل کی روشنی میں) فوری طور پر ظاہر فرما دیا کیونکہ آپ تو کہتے ہیں کہ میری وحی بالکل مثل قرآن کے قطعی ہے اگر میں اس ایکدم کے لئے شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ (خزائن ص ۲۱۲ ج ۲۰) آخر یہ ۲ رسالہ اجتناب و تردد کس کھاتہ میں ڈالیں گے۔

یعنی جب آپ کو مسلسل ۱۲ سال تک وحی بتلاتی اور جتلاتی رہی کہ سابقہ مسیح مر چکے ہیں اور اب آپ ان کے قائم مقام ہیں۔ تو آپ کیوں ٹال مٹول کرتے ہوئے اور شک و تردد میں مستغرق ہو کر اعلان مسیحیت کو سرد خانے میں ڈالتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اتنی مدت کیوں کافر بنے رہے۔

۶۔ دعوی مسیحیت کے بعد جو آپ اجماع صحابہؓ کا حوالہ دیتے ہیں تیس قرآنی آیات کا صریحی حوالہ پیش کرتے ہیں اور بے شمار اکابرین امت کی تصریحات پیش کرتے ہیں تو کیا اس سے پہلے آپ کے علم میں یہ امور نہ تھے آپ صبح و شام مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تو کیا یہ حوالہ جات سامنے نہ آئے تھے؟

عجیب بات ہے کہ اتنی طویل مدت تک یہ سب کچھ گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔ مگر جب کسی خاص مقصد کے تحت دعوی داغ دیا تو فوری طور پر یہ سب امور (اجماع صحابہؓ۔ تیس آیات۔ تصریحات اکابر) سامنے آگئے مرزا صاحب یہ تو عام قانون قدرت کے سراسر خلاف ہے۔ یہ تو مسٹر پولوس کی طرح کا گھڑا ہوا افسانہ معلوم ہوتا ہے عالم اسباب میں ایسا ہونا ناممکن ہے یا کم از کم مشکل تو ضرور ہے۔

قسم سوم میں سے سولھویں آیت

ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون○ (الانبیاء آیت ۱۰۱ و ۱۰۲)

قادیانی ترجمہ یعنی جو لوگ جنتی ہیں ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔

استدلال۔ اس آیت سے مراد حضرت عزیز اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی

موت بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۴۲۱ و ۴۲۲)

تبصرہ و تجزیہ۔ واقعی ساون کے اندھے کو ہر طرف سبزہ ہی سوجھتا ہے۔ یہی حال مرزا صاحب کا ہے کہ جب یہ ذات یگانہ روز کسی مجبوری سے دعوی مسیحیت کرنے پر تل گئی تو ہر طرح یہ مسیح کی وفات کو ہی ثابت کرنے پر تل گئے۔

۱۔ دیکھئے جہاں دور دور مسیح کا نام نہیں۔ ان کی حیات و وفات کا اشارہ تک نہیں۔ وہاں بھی ان کو آپ کی موت ہی سوجھتی ہے یہ تو ٹھیک ہے کہ ان آیات کے شان نزول میں ایک خاص پوائنٹ پر ان کی طرف اشارہ ہے مگر اس اشارہ سے بالفعل موت و حیات کا کوئی تعلق نہیں جیسا والذین یدعون من دون اللہ کے تحت تفصیل گزر چکی ہے۔

مرزا صاحب نے استدلال کی عبارت میں خوب ڈنڈی ماری ہے۔ کہ وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔ یعنی فی الحال بتائیے کہ کس ضابطہ سے یہ ترجمہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ از روئے قرآن و حدیث ثابت ہو چکا ہے۔ کہ دخول جنت بعد قیام قیامت ہو گا پہلے نہیں۔

۲۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعتہ" حضرت عزیر و مسیح کی شان یہی ہے کہ آپ جنت فردوس کے اعلی ترین مقام پر ہوں گے مگر بعد از قیام قیامت۔ بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر مومن بہشت بریں جائے گا اور ہمارے نبی معظم ﷺ نے ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ خدا سے ہمیشہ جنت فردوس کا سوال کیا کرو۔ لہذا ہمارا ایمان ہے کہ بشرط خاتمہ بالخیر ہر مومن جنت فردوس میں داخل ہو گا۔ تو کیا جنت میں داخلہ منظور ہو جانے سے وہ ابھی سے مر بھی گیا اور جنت میں بھی داخل ہو گیا؟ کمال فلسفہ ہے قادیانی کا۔

۳۔ نیز سابقہ تمام سوالات کا بھی یہیں استحقاق ہے۔ کہ کیا اس آیت کے مفہوم میں آنحضور ﷺ نے وفات مسیح فی الحال کی طرف کوئی اشارہ فرمایا۔ کسی صحابیؓ نے اشارہ کیا۔ کسی بھی مفسر۔ محدث۔ مجتہد اور مجدد و ملہم نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو تو مطلع کیجیے۔ صاحب بطور نظریات ایسے من گھڑت اشاروں سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے اثبات کے لئے واضح اور صریح قطعی الدلالت والثبوت دلائل و

براہین درکار ہوتے ہیں اور وہ سب کے سب اہل حق کے پاس ہیں روز اول سے تا ہنوز ہمارے ساتھ ہیں جن کو تم بھی ۵۲ سال تک تسلیم کرتے رہے۔ لہٰذا فرمایئے جب دین حق کامل و مکمل ہو چکا تو اس نظریہ میں یہ تبدیلی کیسے ممکن اور محتمل ہو گی؟ کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے تو مسیح زندہ ہوں مگر اس کے بعد ان کی وفات کا اعلان کر کے فوراً ان کی مسند پر ایک فعل بچہ کو بٹھا دیا جائے۔ یاللعجب

قسم سوم میں سے سترھویں آیت

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة

قادیانی ترجمہ یعنی جس جگہ بھی تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑ لے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودو باش اختیار کر لو۔

استدلال۔ اس آیت سے بھی صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں یہی سنت اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا پس بلاشبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح بن مریمؑ کی موت پر دلالت کر رہی ہیں موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض آفات منجرہ الی الموت تک پہنچاتا ہے اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۲۲)

تبصرہ و تجزیہ۔

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ واہ رے قادیانی تیرے علم و معرفت اور اسرار و رموز۔ آنجہانی نے بس ایک گردان رٹ رکھی ہے۔ کہ یہ آیت صریح اور صاف طور پر موت مسیح پر دلالت کر رہی ہے۔

نکتہ دوم۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو کہ امراض آفات منجرہ الی الموت تک پہنچاتا ہے وا تعجہ" یہ ہے اصلی فلسفیت اور مادہ پرستی۔ منکرین بعثت بھی یہی کہتے تھے۔ کہ

وقالو ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الاالدھر۔

(الجاثیہ ۲۴)

یعنی صرف یہی دنیوی زندگانی ہی ہے ہم مرتے اور پیدا ہوتے ہیں اور ہمیں حوادثات زمانہ ہی ہلاک کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وہ قائل نہ تھے صرف اندھے مادہ کی تاثیر بے ترتیب کے قائل تھے کہ تمام دنیاوی حالات بخت و اتفاق کا نتیجہ ہے۔ کارخانہ حیات کے پیچھے کوئی عقیل و فہیم قوت کار فرما نہیں ہے کوئی ہستی ۔فعل ما یشاء نہیں ہے یہی فلسفہ مرزا صاحب نے پیش کر دیا کہ موت کے تعاقب سے مراد تاثیر زمانہ ہے جو انسان کو ضعف و انحطاط تک پہنچا کر موت کے قبضہ میں دے دیتی ہے حالانکہ یہ بات مشاہدہ کے عین خلاف ہے کیونکہ ہر نفس ان تمام مراحل سے دوچار نہیں ہوتا بلکہ کوئی پہلے مرحلہ ہی میں دار آخرت کو سدھار جاتا ہے اور کوئی عین جوانی کے وقت اور کوئی اس سے قبل اور کوئی بعد۔ اور کوئی بعد البعد۔ یہ معاملہ مدبر کائنات کے ہاتھ میں ہے جب چاہے کسی مخلوق کی حیات ختم کر کے اپنے پاس بلا لے۔

یہ آیت تو ان حیلہ بازوں کے لئے تھی جو جہاد سے بخدشہ موت جی چراتے اور لوگوں کو بھی اس راستہ سے منحرف کرنے کی سعی کرتے تھے ان کو فرمایا کہ موت صرف میدان جنگ ہی میں نہیں وہ تو آرام دہ بستروں پر بھی آسکتی ہے وہ تو مضبوط سے مضبوط قلعہ اور برج میں بھی آسکتی ہے موت تو مخلوق کے لئے ایک امر لازم ہے یہ صرف میدان جہاد میں ہی مرکوز نہیں اب فرمایئے اس میں مسیح کی موت کا کہاں اشارہ ہے بالفرض اگر ہو بھی تو ہم کب منکر ہیں کہ مسیح کو موت نہیں آئے گی۔ بلکہ ہم تو قائل ہیں کہ اجل مسمی ایک یقینی حقیقت ہے کوئی مخلوق کہیں ہو وہ اس حیات فانی سے ایک دن الگ ہو کر رہے گا۔ چاہے کوئی زمین پر ہو۔ قلعہ میں ہے۔ پہاڑ پر ہو حتیٰ کہ ہم تو مانتے ہیں کہ اگر کوئی آسمان پر بھی چڑھ جائے وہاں بھی اسے موت کا پیالہ چکھنا ہی پڑے گا۔ اسی بنا پر ہم نزول مسیح کے بعد ان کی موت پھر نماز جنازہ اور پھر قبر میں تدفین وغیرہ۔ ہر چیز کو بہانگ دہل اقرار کرتے ہیں۔

جی صاحب ہم تو اس کے بھی قائل ہیں کہ ایک دن تمام آسمان و زمین۔ کی

تمام مخلوقات حتی کہ فرشتے بھی مر کر رہیں گے حتی کہ موت بھی ایک دن مر جائے گی لا یبقی الا اللہ الواحد القہار۔

مرزا صاحب آپ ہمیں کونسا وعظ سنا رہے ہیں۔ کل من علیھا فان اور کل شیئی ھالک الا وجہہ فیصلہ الٰہی ہے الا ما خلا اللہ باطل۔ سب حقیقت ہے ہم مسیح کی دائمی حیات کے قائل نہیں بلکہ سب نے فنا ہونا ہے مگر اپنے اپنے وقت مقرر پر۔ کسی نے آج کسی نے ۱۰۰ سال بعد اور کسی نے ہزار سال بعد اور کسی نے لاکھ سال بعد۔ ان آیات سے صرف فنا و موت تو ثابت ہو رہی ہے مگر فی الحال موت ثابت نہیں ہو رہی جس کے آپ خواہشمند ہیں دیکھیے یہ مراحل سب پر آئیں گے مگر تقدیر وقت یہ آپ کے اختیار یا علم میں ہرگز نہیں یہ خالق حقیقی کے قبضہ میں ہے وہ ایک مخلوق کو چند لحات میں معدوم کر دیتا ہے اور بعض کو لاکھوں سال کے بعد دیکھئے آپ کے پیرو مرشد جناب عزازیل لاکھوں سال سے بقید حیات ہیں اور خدا جانے کب تک رہے آخر وہ بھی تو مخلوق ہے کیا آپ اس پر بھی زمانہ کے تغیرات کی تاثیر جاری کر کے مردہ قرار دے لیں گے جناب کلویانی ذرا ہوش و حواس قائم کر کے علیم و خبیر کی حکمت پر غور کریں تو آپ پر تمام حقیقت کھل جائے گی جب اور اس نے واضح کر دیا اس کے صادق و امین نبی نے واضح فرما دیا کہ حضرت مسیحؑ اتنی مدت تک اس مقام پر زندہ رہیں گے اس کے بعد وہ نازل الی الارض ہو کر یہ اعمال سرانجام دیں گے اس کے بعد وعدہ الٰہی کو لبیک کہہ کر میرے ہی روضہ اطہر میں مدفون ہوں گے اور ہم روز حشر اکٹھے ہی اٹھیں گے تو اتنے اظہار و بیان کے بعد آپ کیوں ضد پر اڑے ہوئے ہیں جب کہ آپ کے مردہ سمجھنے سے مسیحؑ نہیں مر سکتے اور نہ ہی محض زندہ سمجھنے سے اور نہ ہی وہ ہمارے زندہ سمجھنے سے زندہ ہیں۔ بلکہ ان کی حیات کا فیصلہ تو خود قادر و مختار نے فرما کر ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ ہم آپ کی طرح اپنے تیر تکے نہیں چلاتے۔ تنکوں کا سہارا نہیں ڈھونڈتے بلکہ ایک امر حقیقی کے معتقد ہیں جس کی وضاحت خود خالق اکبر نے فرما دی ہے اور خاتم الانبیاء ﷺ نے اس کی بیسیوں مرتبہ تصریح فرما دی ہے نیز خود صاحب واقعہ نے بھی ایک موقعہ پر اس حقیقت کا نہایت تفصیل سے

اعلان کر دیا ہے۔ تو اب آپ کو اس سے کیا تعلق اور غرض ہے کہ آپ صرف حیلے بہانے اور محض الکل پچو سے موت مسیح کی راگنی گا رہے ہیں آرام سے گھر بیٹھیں اور کوئی دھندہ شروع کرلیں آپ نے ضرور اسی بھاڑ میں مرنا ہے۔ کیا آپ سے پہلے بھی کسی نے اس آیت کی صراحت کا ذکر کیا ہے یا آپ کو ہی عزازیل نے الہام فرمایا ہے جبرائیل کو تو اس واقعہ کا علم نہیں دیگر ذرائع الہام میں یہ بات آئی نہیں آپ کو مٹھن لال نے جھوٹ موٹ یہ فتنہ انگیز وحی کر کے ویسے ہی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا خبردار ہو جائیے اہل ایمان کو پریشان نہ کریں۔ خدائی اعلان ہے ان الذین فتنوالمومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق۔ (البروج ۱۰)

قسم سوم میں سے اٹھارویں آیت

وما جعلنا ہم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ (الانبیاء ۸)

ترجمہ از مرزا کادیانی صاحب۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۴)

وجہ استدلال۔ درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا۔ یہی سنت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی حدیث ان کو بھی مار چکی ہے لہٰذا ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ الخ (ازالہ اوہام ص ۶۰۵)

تبصرہ و تجزیہ۔ سب سے پہلی بات یہ ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ آیت مبنی بر عموم ہے اور مسئلہ زیر بحث ایک خاص الخاص جزئی کا ہے لہٰذا دلیل کی دلالت مدلول پر

نہیں ہو سکتی۔

۲۔ مرزا صاحب نے پہلے اس آیت کو ایک دوسری آیت کے ساتھ ملا کر وفات مسیح پر استدلال کیا تھا مگر اب کہتے ہیں کہ یہ اکیلی آیت ہی وفات مسیح پر دلالت کر رہی ہے۔ وہ کیسے؟ کیا اس آیت میں مسیح کا نام ہے اور ان کی موت کا تذکرہ ہے؟

۳۔ مرزا صاحب نے بطور عموم اور سنۃ اللہ کے استدلال کیا ہے کہ جب جسم انسانی بلا طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا تو مسیح کیسے زندہ رہ سکتے ہیں مگر ان کا یہ ضابطہ بالکل غلط ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کی ذات و صفات اور حالات۔ سنت اللہ کے تحت نہیں بلکہ وہ آیت اللہ ہیں نیز دلیل عام کی دلالت۔ عام کے افراد پر محض ظنی ہوتی ہے مگر دریں صورت کہ کسی جزئی کو پہلے ہی مخصوص بالزکر کر لیا گیا ہو تو اس پر عام کی دلالت قطعاً" نہ ہو گی۔ مثلاً" انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج میں دلالت عمومی ہر فرد انسانی پر نہ ہو گی کیونکہ آدم و حوا نیز مسیح بدلائل خاصہ الگ کر لئے گئے ہیں اسی طرح مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی دلالت ہر جسم انسانی پر نہ ہو گی بالخصوص ان افراد پر جن کی حیات بدلیل خاص ثابت ہو چکی ہے۔

۴۔ اگر تسلیم بھی کر لیں کہ کوئی جسم انسانی بلا طعام زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ کو کیا معلوم۔ کہ حیات عیسوی طعام کے ساتھ ہے یا بلا طعام۔ آپ ان سے اکل طعام کی نفی کس دلیل سے کر رہے ہیں کیا مسیح کے متعلق منقطع عن الطعام کی نص صریح آپ کے پاس موجود رہے؟ کیونکہ طعام صرف قادیاں شریف کی گندم یا دہاں سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی لاتعداد انواع طعام (مادی و روحانی) ہیں جن کی فراہمی رب العالمین کے سپرد ہے آپ کے نہیں لہٰذا آپ مسیح کو کس بنا پر منقطع عن الطعام قرار دے رہے ہیں۔

۵۔ ہر فرد کا طعام اس کے حسب حال ہوتا ہے ہر علاقہ اور ماحول کا طعام اس کی مناسبت سے ہوتا ہے آپ ہر ماحول اور ہر فرد کا طعام اپنے پر ہی قیاس نہ کریں کہ ہر فرد انسانی کو آپ کی طرح قسم قسم کی پکوانوں کی ضرورت ہے مختلف کھانے اور گوشت۔ دودھ۔ مقویات وغیرہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ معیار طعام تو آپ کے تمام قادیانی باشندوں کو بھی میسر نہیں چہ جائیکہ دوسرے علاقہ جات۔ قطعہ

ہائے ارضی۔ دوسرے براعظم بھی آپ کے طعام اور مشروبات اور مقویات کے پابند ہوں۔ آپ کے ماحول میں ایسے افراد بھی ہیں جو کہ چوبیں گھنٹوں میں صرف ایک دفعہ طعام کھاتے ہیں اور بعض ہفتہ ہفتہ بعد اور بعض افراد مہینوں بعد۔

توگویا آپ کے ضابطہ پر تو وہ بھی زندہ نہیں ہیں کیونکہ آپ کا ضابطہ تو بلا وقفہ طعام و حیات کو لازم و ملزوم قرار دے رہا ہے۔ جو کہ سراسر حماقت و جہالت ہے۔

۶۔ سر بہادر مسیح کو اگر طعام کے بغیر زندہ نہ بھی تسلیم کریں تو بھی کوئی خطرہ نہیں کیونکہ وہ اپنے ماحول کے مطابق طعام استعمال کر رہے ہیں۔ اور حسب فرمان رسول ﷺ اس دار دنیا میں ایک موقعہ پر اہل ایمان کا طعام فرشتوں والا یعنی تسبیح و تحلیل ہو گا۔ تو اس عالم بالا پر مسیح طعام ملائکہ پر کیوں نہ اکتفا فرماتے ہوں گے اس لئے کہ طعام تو جسم کے لئے بدل ما یحلل کے لئے ہوتا ہے اور آسمان پر یہ تغیرات نہیں لہٰذا وہاں بدل ما یحلل کی بھی ضرورت نہیں۔ لہٰذا مسیح کو مادی طعام کی بھی حاجت نہیں ہوگی۔ نیز مسیح نے آپ سے قبل ہی وضاحت کر دی تھی کہ آدمی صرف روٹی سے ہی زندہ نہ رہے گا۔ (متی ۴:۴)

۷۔ صاحب بہادر اگر آپ حضرت مسیح کے لئے اسی مادی طعام پر ہی اڑ جائیں تو بھی کوئی فکر کی بات نہیں کیوں کہ آپ کے کشف و مشاہدہ کے مطابق وہ حسب ضرورت سب کچھ استعمال کر رہے ہیں حتیٰ کہ بطور استشہاد آپ کو بھی شریک طعام فرما لیتے ہیں۔ کیا آپ نے اپنے رسالہ نور القرآن میں ص ۱۴ پر نہیں لکھا کہ میں نے کئی بار ایک ہی دسترخوان پر مسیح کے ساتھ طعام کھایا ہے۔ خزائن ص ۵۷ ج ۸ نیز آپ نے مسیح کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت بھی کھایا تھا تذکرہ ص ۷۴۴ آپ اس مشاہدہ اور تعامل کے ہوتے ہوئے پھر کیوں مسیح کو منقطع عن الطعام کہہ کر قول الزور اور جھوٹی شہادت کے قبیح ترین جرم کا ارتکاب فرما رہے ہیں۔

۸۔ صاحب بہادر۔ آپ کا ترجمہ ہی آپ کے جواب کے لئے کافی تھا۔ یہ تو ہمارا احسان مانئے کہ ہم نے آپ کی تفہیم کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کیا لہٰذا آپ

حقیقت کا اعتراف کر کے راہ راست پر آجایئے ورنہ دجال کے ساتھ آپ بھی مسیح حقانی کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے۔

ایک عجیب اور منفرد نکتہ

یہ ہے کہ آنجہانی مرزا کادیانی صرف اور صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق اقرار کیا ہے کہ میں نے کئی مرتبہ مسیح کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا ہے دیگر کسی بھی نبی یا بزرگ کے متعلق یہ وضاحت نہیں کی۔ تو معاملہ صاف ہے کہ مرزا صاحب .آپ کے متعلق ہی یہ شوشہ چھوڑنا تھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ بتایئے کہ وہ آسمان پر کیا کھاتے ہیں۔ کیونکہ کھانے کے بغیر تو کوئی زندہ ہی رہ سکتا تو اس تمام مسئلہ کے حل کے لئے جناب کادیانی (کشف ہی سہی) کو مسیحی دسترخوان پر بٹھایا گیا تاکہ یہ دنیا کو اس پروپیگنڈہ کھلا کر اپنا گواہ بنانا چاہا کہ دنیا میں میری موت کا شوشہ نہ چھوڑنا دیکھو میں کھانا کھاتا ہوں بلکہ تمہیں بھی کھلاتا ہوں۔ لہٰذا دنیا میں میری نمک حرامی نہ کرنا جھوٹی گواہی نہ دینا۔ مگر یہ مکار و عیار۔ تمام اخلاقی حدود پھلانگ کر مسیح کی نمک حرامی کر گیا اور قول زور کا بھی ڈٹ کر ارتکاب کرتا رہا۔

قسم سوم میں سے انیسویں آیت

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

ترجمہ یعنی رسول ﷺ جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔

طریقہ استدلال۔ لہٰذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سو پہلے وہ حدیث سنو جو مشکوۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے وعنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعمار امتی ما بین ستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذالک (ترمذی و ابن ماجہ)

یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح بن مریمؑ اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ستر برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ وہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گزر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس یا پنتالیس برس زندہ رہیں گے۔

۲۔ پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔

وعن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشھر تسئلون عن الساعۃ وانما علمھا عنداللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ (رواہ مسلم)

ترجمہ اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا ﷺ سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ کوئی اس زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ماعلی الارض میں داخل ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے گا اور اگر آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہو گا کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ (ازالہ اوہام ص ۶۲۳ تا ۶۲۵)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام ہمارا واسطہ اس انسانی ڈھانچہ سے پڑا ہے جو کسی بھی اصول اور ضابطہ کا پابند نہیں رہتا۔ ذاتی حصول مفاد کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان اور ملیا میٹ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ بتلایئے ایسے فرد سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے؟

تفصیل اس معمہ کی یہ ہے۔ یہ جناب کادیانی ساری زندگی اسی موقف پر رہے کہ یہ امت سب سے افضل ہے یہ اپنی ضروریات کے لئے خود ہی متکفل ہے اسے کسی خارجی معاون کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ افضل ترین امت اپنی اصلاح کے لئے ایک اسرائیلی سابقہ نبیؑ کی کیونکر محتاج ہو سکتی ہے جس کے اصول دین الگ۔ شریعت و مسائل الگ۔ وہ اس امت کی قیادت کیسے کریں گے؟

کبھی یہ وعظ کہنا شروع کر دیتے۔ کہ جب مسیح آئیں گے تو وہ نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبوت کے ساتھ۔ نبوت کے ساتھ نہ آویں تو معزولی نبوت کا اعتراض آئے گا جو کسی کو بھی گوارا نہیں۔ اگر نبوت کے ساتھ ہی آویں تو امت کی قیادت کس طرح کریں گے؟ کیونکہ اس امت کے اصول و مسائل الگ اور ان کی نبوت کے اصول و مسائل الگ۔ لہذا وہ اس امت کے مسائل و تفصیلات کیسے حاصل کریں گے؟ آیا بذریعہ وحی یا استفادہ عن احد من افراد

الامت۔ بصورت اولی ختم نبوت کے خلاف لازم آئے گا اور بصورت ثانی نبی کا استفادہ امتی سے اس کی تنقیص کا باعث ہو گا۔

کبھی ازراہ تمسخر کہتے کہ اسلام کے لئے وہ دن بھی مقدر ہے کہ جب ایک سابقہ اسرائیلی نبی اس کی قیادت کرے گا امتی مسجد کو جائیں گے تو وہ گرجا کو جائے گا یہ قرآن کھولیں گے وہ انجیل کھول بیٹھے گا۔ المختصر حقیقتہ الوحی ص ۱۴۹۔

کبھی کہتے ہیں کہ حدیث بخاری میں ہے امامکم منکم۔ کہ وہ امت میں سے ایک شخص ہو گا۔ باہر کا کوئی فرد نہ ہو گا کبھی حدیث الا انه خلیفتی فی امتی۔ سناتے ہیں کہ وہ میری ہی امت کا ایک فرد ہو کر میرا خلیفہ ہو گا غرضیکہ بات بات میں حضرت عیسیٰؑ کو خارج از امت قرار دیکر قدم قدم پر واویلا کرتا رہا۔ مگر ضرورت اور غرض مندی اور مفاد پرستی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب نے ایک بہترین عنوان قائم کیا۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ الخ ہم حیران تھے کہ دیکھیں جناب کادیانی صاحب کیا گل کھلاتے ہیں۔ کونسا ثریا ستارہ توڑ کر لاتے ہیں رجل فارسی جو ہوتے۔ مگر آنجہانی بہت برے پھنسے۔ کہ اپنی ساری زندگی میں بیان کردہ موقف پر پانی پھیر دیا کسطرح؟ حدیث ابو ہریرہ ؓ لے آئے۔ کہ آپ نے ارشاد رسول ﷺ نقل فرمایا ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر برس کے درمیان ہو گی الخ۔

اب مرزا صاحب نے سوچا کہ میں خوب پھنسا۔ ایک تو اسی اپنے مخالف یعنی ابو ہریرہ ؓ سے روایت نقل کر دی جن کے متعلق میں بار بار نہایت سنگین جرح کر چکا ہوں۔ کہ یہ صاحب موٹی عقل کے مالک تھے درایت نہ رکھتے تھے العیاذ باللہ خیر اتنی بات تو شائد چھپی رہے۔ مگر اگلی بات کیسے محفوظ رہے گی۔ کہ اعمار امتی سے وفات مسیح کیسے ثابت کروں گا تو فوراً" مرد میدان بن کر راہ حق میں تن من دھن سب کچھ ملیا میٹ کرنے پر تل گئے اور صاف لکھدیا کہ بات تو واقعی امت کی عمروں کے متعلق ہے مگر حضرت کا اس میں شامل کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ سب لوگ خاتم الانبیاء ﷺ کو سید المرسلین اور نبی الانبیاءؑ بھی کہتے رہتے ہیں لہٰذا اس اصطلاح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت گھسیانے ہو کر شکستہ قلم سے

لکھدیا۔ کہ حضرت مسیح بھی آپ کی امت کے شمار میں آچکے ہیں لہٰذا آپ بھی امت کے ضابطہ اعمار کے تحت آگئے۔ کیونکہ ہماری غرض تو اماتت مسیح ہے وہ چاہے کس طرح حاصل ہو۔ ہم ہر قربانی دینے کے لئے تیار و بیتاب ہیں۔ چلو ایک منٹ کے لئے سابقہ بیانات اور نظریہ سے آنکھیں بند کر کے یہ جملہ بول دینے میں کونسی آفت ٹوٹ پڑیگی۔ آخروجی کا بہانہ بنا کر اس تناقض سے بھی نکلنے کی کوشش کرلوں گا۔

مگر افسوس بات پھر بھی نہ بنی۔ کیونکہ یہ سچ ہے کہ اصدق الخلق ﷺ نے یوں ہی فرمایا ہے مگر یہ فرمان تو اکثری ہے۔ چنانچہ آخر میں اقل من یجوز بھی تو فرمایا ہے اب ہم مسیح کو اقل من یجوز میں داخل کرلیں گے تو آنجہانی پھر خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ بلکہ مسیح تو بوجہ ولنجعلہ آیۃ کے تحت اقل الاقل میں شامل ہیں۔ پھر کیا بنے گا؟ پھر یہ بات مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ کوئی امت کا فرد ایک آدھ منٹ بعد ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور کوئی اقل من یجوز کے تحت سو برس سے بھی تجاوز کر جاتا ہے تو یہ ابتداء وانتہا کی حد بندی اللہ کی قدرت میں ہے۔ نہ کہ کادیانی چاہت کے مطابق۔ نیز یہ ضابطہ تو اس متغیر جہاں کے متعلق ہے اور حضرت مسیح غیر متغیر ماحول میں ہیں جہاں کے ٹائم ٹیبل کو اس جہاں کے ٹائم ٹیبل سے ایک اور ہزار کی نہیں بلکہ لور ۳۶۰۰۰۰ کی نسبت ہے تو اس اصول سے مسیح کی عمر تو ابھی چالیس سال بھی نہیں ہوئی چہ جائیکہ دو ہزار برس کے قریب ہو جائے مرزا صاحب ذرا مراق و ہیسٹریا کے اثر سے باہر نکل کر بات کرو۔ شائد اصل حقیقت آپ کے ذہن نشین ہو جائے غرضیکہ مرزا کادیانی نے اپنے قائم کردہ عنوان سے زبردست غداری کی ہے جس کو کبھی بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث نمبر۲۔ حدیث جابر ؓ کی روشنی میں جناب آنجہانی ایک اور قباحت اور تباہی کا شکار ہو رہے ہیں وہ یوں کہ جناب نے اس حدیث مسلم سے وفات مسیح پر استدلال اس بنا پر کیا ہے کہ اس حدیث میں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے۔ کہ سو سال تک تمام اہل ارض کا صفایا ہو جائے گا۔ تو اول تو یہ اکثری بات ہے جس میں استثنا ممکن ہی نہیں بلکہ وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے کیونکہ آخری صحابیؓ دوسری صدی

میں رحلت فرما ہوتے ہیں غالباً" ۱۰۲ ہجری میں نیز یہ اہل ارض کے متعلق ہے اہل سما کے لئے نہیں باقی مرزا صاحب کا یہ ڈھکوسلہ کہ اہل ارض سے یہ مراد ہے وہ مراد ہے یہ محض اس کی حماقت ہے۔ حدیث میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ یہ الفاظ اس نے محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بولے ہیں پھر آخری اور سب سے گھمبیر بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حلفیہ خبر کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسی خبر مبنی بر ظاہر ہوتی ہے اس میں کوئی تاویل یا استثنا نہیں چلتا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہے مگر ذرا ٹھہر کر ہماری گزارش بھی سنئے ماآتاکم الرسول فخذوہ پر اگر واقعی تمہارا ایمان ہے تو ذرا ٹھہریئے سب معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے دیکھیے صادق و امین حضرت ﷺ نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار بعنوان قسم ارشاد فرمایا ہے بلکہ بانون ثقیلہ بلام تاکید فرمایا۔ کہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم بخاری ص ۴۹۰ ص ۳۳۶ و ص ۲۹۶ پھر تمہاری پیش کردہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کی ہے مگر یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کی ہے نیز مسلم شریف ص ۸۷ ج ا و ص ۴۰۸ ج ا نیز مسند حمیدی ۸۲۴ و ۸۳۱ میں بھی نزول مسیح کے متعلق حلفیہ ارشادات رسالت منقول ہیں آپ ان کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ صاحب بہادر آپ نے یہ ضابطہ تحریر کیا تھا۔ تو جو امر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے وہ تو حدیث جابر ؓ سے ثابت نہ ہو سکا مگر اسی ضابطہ کے مطابق نزول مسیح جسمانی علی وجہ الکمال ثابت ہو چکا ہے اب دیانتداری کا تقاضا ہے۔ کہ آپ یہودی سرشت کو ترک کر کے یعنی ضد و ہٹ دھرمی۔ اہل حق کی روش اختیار کر کے امت مسلمہ سے اپنی محاذ آرائی ختم کر دیں۔ مہدی و مسیح کی چکر بازی ختم کر کے حسب سابق سیدھے سادھے مسلمان بن جائیں۔ خواہ مخواہ کی آویزش ختم کر کے مرنجاں مرنج بن جائیں اللہ اللہ تے خیر سلا۔

صاحب بہادر آپ مزید غور فرمائیں تو آپ کو معاملہ مزید بگڑا ہوا نظر آجائے گا کیونکہ حدیث میں نفس منفوسۃ علی الارض ہے یعنی کوئی بھی جاندار چیز جو سطح ارضی پر موجود ہے وہ سو سال تک ختم ہو جائے گی اس میں انسان غیر انسان تمام مخلوق آجاتی ہے نیز اس میں سطح ارضی کی قید ہے۔ مگر آپ زمین سے نظر اٹھا کر

فوراً مسیح کے پیچھے آسمان پر جا پہنچے جو کہ اس حدیث کا مصداق ہی نہیں۔ آپ نے ترجمہ حدیث میں خواہ مخواہ محض سینہ زوری سے خود کار جملے بڑھا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے بھلے مانس ارض و سما کی تمام تدبیر اور نظام اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے الا یعلم من خلق اسی نے علم و حکمت کے مطابق ہر بات کی وضاحت فرما دی ہے اس نے خود اپنے لاریب کلام میں حضرت روح اللہ کا رفع بیان فرمایا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کی زبان اقدس سے ان کا نزول اور جملہ حالات و کوائف اس تفصیل اور انداز سے بیان فرما دیئے کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی اخفاء۔ گھپلہ یا شک و شبہ باقی رہنا ناممکن ہے اب آپ پر افسوس ہے کہ اتنی وضاحت و صراحت منصوبہ کے بعد بھی آپ ادرگرد سے تنکوں کا سہارا تلاش کرتے پھرتے ہیں کبھی کسی عموم سے اور کبھی اطلاق سے کبھی آپ نے سنۃ اللہ سے استدلال کرنے میں غلطاں نظر آتے ہیں اور کبھی قرآن و حدیث میں خود تراشدہ جملے بڑھا کر خدا رسول ﷺ سے ٹکر لیتے نظر آتے ہیں۔ خدارا کچھ تو حیا کریں۔ بھلا آپ کی اس دیسہ کاریوں سے اصل حقیقت (رفع و نزول مسیح) مخدوش ہو جائے گی ہرگز نہیں صاحب بہادر آپ ذرا اپنے وضع کردہ ضوابط کو تو ملحوظ رکھ لیا کریں۔ جب آپ نے حلفیہ بیان رسول ﷺ جو صرف ایک آدھ دفعہ کسی حدیث حسن یا ضعیف میں نہیں بلکہ بار بار اور صحیح ترین احادیث میں مختلف انداز میں مذکور ہے آپ ان سے کیوں منحرف ہو رہے ہیں۔ آخر اتنی مفاد پرستی اور خود غرضی کیوں؟ اصول و ضوابط سے انحراف کوئی معقولیت نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت مسلم ہے کہ انسان کو خود غرضی اندھا کر دیتی ہے مگر با اصول انسان یہ حرکت بد نہیں کرتا آخر استقامت بھی کوئی حقیقت ہے۔ جس کی بڑی مدح و تحسین فرمائی گئی ہے۔

اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان ہر حال میں اصول پر قائم رہے حقیقت پر مستقیم رہے۔ ہر طرف منہ نہ مارتا پھرے رب کریم کا ارشاد ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ۔

مگر صاحب آپ بار بار لوگوں کو اور ہمیں حق پرستی کا وعظ سناتے ہیں مگر

آپ ہر موقعہ پر بے اصول کو سینہ سے لگا لیتے ہیں آپ کو صرف اپنا ہی خود تراشید مغلو پیش نظر ہوتا ہے دیکھیے آپ نے ایک تو یہ بے اصول برتی۔ کہ ساری زندگی مسیح کو خارج ازامت کہہ کر ان کی آمد کا انکار کرتے رہے۔ مگر اب آپ کو حدیث مسلم میں اس بات کا رتی بھر خیال نہ رہا اسی طرح آپ ایک اور موقعہ پر بھی اپنا یہ نظریہ ذبح کر چکے ہیں وہ یہ ہے کہ

ایک دفعہ آپ سے سوال ہوا۔ کہ آپ ہمارے امام ہیں تو آپ خود نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟

تو آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فورا" کہہ دیا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ آنے والا مسیح دوسروں کے پیچھے نماز پڑے گا۔ حالانکہ تمہاری یہ بات بھی سراسر غلط ہے کیونکہ اما مکم منکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے تو اس وقت تمہارا امام (امام مہدی) تمہیں میں سے ہوں گے۔

تو از روئے حدیث نزول مسیح پر پہلی مرتبہ بوجوہ نماز امام مہدی کے پیچھے ادا کریں گے کیونکہ ان کے لئے اقامت ہو چکی ہو گی اور اس کے بعد آپ ہی امامت کرائیں گے۔

مگر آپ نے تو ساری زندگی اپنے مریدوں کے پیچھے ہی نماز پڑھی کیونکہ آپ اس لائق ہی نہ تھے آپ کو تو خود اپنی نماز بطور عزیمت ادا کرنا نصیب نہ ہوتی۔ غرضیکہ آپ بوجہ مجبوری کے یہاں بھی ڈنڈی مار گئے کہ حدیث میں آتا کہ مسیح دوسرے کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ پھر آپ کی امامت۔ اور حاکیت کس کام کی ہے آنے والا مسیح تو امامت کبری کا مالک ہو گا اور صغری کا بھی۔ مگر آپ ایسے لنگڑے لولے امام آئے۔ کہ محض گورنر جنرل ہی بنے رہے۔ نہ اپ کو امامت کبری نصیب لور نہ امامت صغری۔ تو ایسے ناکام اور بیکار امام کی امت کو کیا ضرورت تھی؟ جو نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ جب عام مومن کی شان یہ ہے۔ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ تو خاص مومن۔ ولی۔ مجدد۔ مہدی اور مسیح کی شان کیا ہو سکتی ہے؟ کہ وہ معذوری کی نماز بھی پابندی سے نہ پڑھے۔ بتایئے ایسا فاسق پیشوا امت کی خاک تربیت کرے گا۔

الحاصل ہم نہایت خیر خواہی سے موجودہ قادیانیوں کو عرض کرتے ہیں کہ تمہارا یہ امام عادل (گورنر جنرل) یہ مسیح نہ نبی مجدد و ملہم وغیرہ محض ایک ڈرامہ باز تھا اس میں رتی بھر حقیقت نہ تھی لہٰذا اس کا دین چھوڑ کا رہبر کائنات خاتم المرسلین ﷺ سے ہی وابستہ ہو جاؤ۔ قادیانیوں اس سے تو موجودہ زمانے کے ڈبے پیر ہی اچھے ہیں جو اللہ پر اتنا افترا نہیں کرتے جتنا یہ مصنوعی گورنر جنرل کرتا رہا ہے۔

ناظرین کرام آپ کو مندرجہ بالا تفاصیل سے قادیانی علم و معرفت کی مکمل حقیقت معلوم ہو چکی ہو گی کہ یہ صاحب محض ایک ڈرامہ باز سے بڑھ کر نہیں قرآن و حدیث سے سراسر غلط اور اختراعی مفاد کے حصول میں پاگل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسے دور سے ہی سلام کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیجیے۔

قسم سوم میں سے بیسیویں آیت

مرزا صاحب کی ترتیب سے ان کے نظریہ وفات مسیح پر تیسویں اور آخری آیت یہ ہے۔ او ترقی فی السماء --- قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا" رسولا "۔ (بنی اسرائیل)

قادیانی ترجمہ اور استدلال۔ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھا تب ہم ایمان لائیں گے ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھادے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لیجائے اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریمؑ کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔

بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد حضرت یحیی اور حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم اور حضرت یوسفؑ وغیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں اٹھائے گئے تو پھر کیونکہ معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح علیہ السلام کی رفع کے کیوں اور طور پر معنی کئے جاتے ہیں۔ (رفع جسمانی) تعجب کہ توفی کا لفظ جو صریح وفات مسیح پر دلالت کرتا ہے جا بجا ان کے حق میں موجود ہے اور اٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیونکہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اٹھائے گئے تھے اور اگر کہو کہ وہ لوگ اٹھائے نہیں گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان میں کیونکر پہنچ گئے۔ آخر

اٹھائے گئے تبھی تو آسمان پر پہنچے کیا تم قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھتے ورفعناہ مکانا علیا"۔ کیا یہ وہی رفع نہیں جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے؟ کیا اس کے اٹھائے جانے کے معنی نہیں ہیں فانی تصرفون۔

(ازالہ اوہام ص ۴۲۵ تا ۴۲۷)

تجزیہ و تبصرہ۔ ناظرین کرام۔ یہ آیت قادیانی استدلال کی آخری آیت ہے۔ جس کے الفاظ ۔ ترجمہ و استدلال میں جناب مرزا صاحب نے صرف حسب سابق نہیں بلکہ اس سے نہایت بڑھ کر۔ الحاد و زندقہ اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ اس اقتباس میں نہ تو

۱۔ الفاظ قرآن کو پورا نقل کیا گیا ہے بلکہ درمیان سے بھی اپنے خلاف مقصد الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

۲۔ آیت کے صرف آخری حصہ کو نقل کر کے بقول خود شریر۔ غنڈے اور بدمعاش لوگوں کی حرکت کی ہے۔ (دیکھیے خزائن ص ۲۰۲ ج ۲۳

۳۔ قرآنی آیت کی من مانی اور سلف سے ہٹ کر تفسیر کر کے من فسرالقرآن برائیہ فھو لیس بمومن بل ھو اخ الشیطان۔ ہونے کا ایوارڈ حاصل کیا ہے۔

۴۔ قرآنی مفہوم میں تضاد و تناقض کا اظہار کر کے سنگین ترین الحادوزندقہ کا ارتکاب کیا ہے۔

۵۔ اس تمام ہیرا پھیری کے ذریعہ امت کے اجماعی اور متواتر نظریہ حق سے خود منحرف ہو کر عوام الناس کو بھی دعوت انحراف و ضلالت دی ہے۔ فقد افتی بغیر علم فضل واضل فتعسا "له ولمن اتبعه اجمعین غرضیکہ آنجہانی مرزا صاحب نے اس آخری دلیل میں تمام جرائم کا دل کھول کر ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً"

۱۔ آیت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر محض ایک جملہ ہی نقل کیا ہے اور اس میں بھی شوق تحریف پورا کرنے سے باز نہیں رہ سکے کہ ولن نومن لرقیک کے الفاظ قرآنی لفظاً" و معنی الگ کر دیئے۔ اف له ولمن اتبعه

۲۔ ترجمہ اور الفاظ میں بھی نہایت عیاری اور ہوشیاری کا مظاہرہ کیا ہے نیز

مفہوم آیت میں بھی خوب اتباع ابلیس کی ہے۔

۳۔ طریقہ استدلال و استنباط میں نہایت بے اصولی اور بے قاعدگی کا ارتکاب کیا ہے۔

۴۔ سلف صالحین کے طے شدہ نظریہ سے نہایت جرأت و بیباکی سے انحراف کیا ہے؟

مندرجہ بالا ابتدائی معروضات کے بعد آیت کریمہ کا اصل منقول اور مستند مفہوم سماعت فرمائیے

مرزا قادیانی کے نقل کردہ الفاظ قرآنی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۹۳ کا آخری حصہ ہیں جناب مرزا صاحب نے سیاق و سباق کے علاوہ نفس مسئلہ کے متعلقہ سابقہ تین آیات نظرانداز کر دی ہیں جن کے نتیجہ اور جواب میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

اصل مسئلہ اور اس کا پس منظر

یوں ہے۔ کہ حق و باطل کا معرکہ اور آویزش قائم ہونے کی صورت میں مخالفین حق۔ تلاش حق کی نیت سے نہیں بلکہ محض حق کو ناکام کرنے کے لئے سو قسم کے حیلے بہانے پیش کرتے رہے۔ مثلاً" کبھی ذات پیغمبر پر اعتراض کہ یہ نوع بشر سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ کوئی آسمانی یا مافوق الفطرت مخلوق کا فرد آنا چاہیے۔ کبھی اعمال رسول ﷺ پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور سڑکوں بازاروں میں عام انسانوں کی طرح چلتا پھرتا ہے۔ اور کبھی اپنے اختراعی معجزات کا مطالبہ کیا جاتا کہ آپ فلاں فلاں معجزہ دکھائیں تو پھر ہم مانیں گے۔ کبھی کہتے کہ سابقہ نبیوں والے معجزات دکھاؤ تو پھر مانیں گے۔ غرضیکہ مخالفین حق کو تسلیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی اشاعت کو روکنے کے لئے قسم قسم کے عذر و حیلے پیش کرتے رہتے۔

جبکہ الٰہی ضابطہ یہ ہے کہ وہ اپنے رسول اور نبی ﷺ کی تائید و تصدیق کے لئے حسب ضرورت معجزات پہلے ہی عطا فرما دیتا ہے کہ جن کو ملاحظہ کر کے ایک

حق پسند اور معقول انسان قبول حق کی طرف بے ساختہ پیش رفت کر لیتا ہے مگر کفر پر ضد کرنے والے بدبخت افراد ان کو نظر انداز کر کے محض ضیاع وقت کے لیے مزید اختراعی نشانوں کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں چنانچہ حسب سابق خاتم الانبیاء ﷺ کے مخالفین نے بھی ایسے بے شمار عذر و حیلے تراشے۔ جن میں سے بعض پورے بھی کر دیئے جاتے مگر ان کے پیش نظر چونکہ محض ضد اور ہٹ دھری ہوتی ہے۔ حق پسندی نہیں ہوتی لہٰذا وہ مطلوبہ معجزات کو دیکھ کر بھی سحر و جادو کہہ کر ھل من مزید کی رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ان آیات کریمہ میں بھی حق و باطل کی محاذ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے اور ان پر اتمام حجت فرماتے ہوئے ان کے اختراعی اور مطلوبہ امور کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ

وقالو لن نومن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعا"○ اوتکون لک جنة من نخیل و عنب فتفجرالانہار خللھا تفجیرا○ اوتسقط السمآء کما زعمت علینا کسفا" او تاتی باللہ والملائکة قبیلا○ اویکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء۔ ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا" نقرؤہ۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا" رسولا○

ترجمہ اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں۔ یا اسوقت تسلیم کریں گے جب کہ آپ کا ایک کھجور اور انگور کا باغ ہو۔ جس میں باقاعدہ نہریں بھی جاری کر دی جائیں یا آپ کوئی آسمان کا ٹکرا گرا دیں جیسا کہ آپ کا خیال ہے یا آپ ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لے آئیں۔ یا آپ کی سونے کی رہائش گاہ ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور مزید یہ کہ ہم آپ کا آسمان پر چڑھنا اس وقت تسلیم کریں گے جب کہ آپ وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب لے آویں جسے ہم پڑھ لیں۔

اے میرے حبیب کریم ﷺ ان کے مطالبات کے جواب میں آپ فرما دیں۔ کہ میرا پرودگار ہر قسم کے نقص و ضعف سے پاک اور منزہ ہے (وہ سب کچھ

فراہم کر سکتا ہے باقی) میں تو نوع انسانی سے ایک رسول ہوں (لہٰذا یہ امور میرے اختیار میں نہیں) وہ چاہے تو سب کچھ فراہم ہو سکتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی معظم ﷺ کی زبان اقدس سے اعلان کرایا۔ کہ یہ تمام امور ممکن بالذات ہیں ممتنع نہیں لیکن میرے بس میں نہیں ان کو میرا رب ہی وجود پذیر کر سکتا ہے وہ چاہے تو یہ کیا اس سے بھی بڑھ کر ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ دیکھیے اس نے میری صداقت کے ثبوت کے لئے بے شمار معجزات ظاہر فرمائے ہیں جن کو تم دیکھ کر پھر بھی ایمان نہ لائے۔ اب اگر تمہارے مطلوبہ معجزات ظاہر بھی ہو جائیں تو کیا گارنٹی ہے کہ تم ضرور ایمان لے آؤ یہ تو گزشتہ زمانوں میں ہوتا آیا ہے کہ ضدی مخالفین نے من مانے معجزے مانگے جو ان کو مل بھی گئے جیسے ناقہ صالحؑ۔ تو پھر کیا وہ لوگ ایمان لے آئے؟ ہرگز نہیں ان کے سامنے تو بڑی اور اہم رکاوٹ رسولوں کا نوع بشر سے ہونا تھا نیز معجزات کے سلسلہ میں سیرت موسویؑ تمہارے سامنے ہے کہ ان کی قوم کے سامنے ید بیضا اور عصا کے معجزہ متعدد بار ظاہر ہوا مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے پے در پے ۹ معجزات دکھائے لیکن وہ لوگ پھر بھی یقین نہ لائے بالآخر ان کا حشر تاریخ عالم میں معروف اور زبان زد ہے لہٰذا جب اظہار معجزات مطلوبہ تمہارے ایمان کے لیے علت موجبہ نہیں بن سکتی تو پھر ان کے اظہار کا کیا فائدہ؟ ویسے بقدر ضرورت معجزات کا اظہار حکمت الٰہی کے تحت ہوتا رہتا ہے دیکھیے سب سے عجیب اور دائمی معجزہ قرآن مجید ہے کہ جس کے متعلق مدت سے چیلنج کیا جا رہا ہے کہ اگر تم اس کے کلام الٰہی ہونے میں متردد ہو۔ تو سب کے سب مل کر کبھی بھی اور کسی بھی زمانہ و مکان میں اس کی نظیر پیش کر دو تو ہم اپنا دعویٰ واپس لے لیں گے مگر ہمارا یہ بھی چیلنج ہے۔ کہ یہ صرف چند انسانوں کے بس میں نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام جن و انس مل کر بھی تا قیامت اس جیسا کلام نہیں لا سکتے۔ لہٰذا اگر تم واقعی مخلص اور طالب حق ہو تو اسی دائمی اور لازوال معجزہ میں غور و فکر کر کے راہ حق پر گامزن ہو جاؤ۔ ہمارے خاتم الانبیاء ﷺ کے قدموں میں آجاؤ اس کے علاوہ بھی ہم نے تفہیم حق کے لئے اس قرآن مجید میں ہر قسم کی دلیل و برہان کو واضح کر دیا

ہے اسی سلسلہ اعجاز پر اکتفا کر کے حق پرست بن جاؤ۔ مگر ضدی مخالف طلب حق کے لئے یہ محاذ آرائی نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ تو حیلے بہانے سے اشاعت حق میں مزاحمت پیدا کرنے کی کوشش میں تھے صرف خانہ پری اور وقت گزاری کے لئے یہ سلسلہ حیلہ سازی اور مطالبات پیش کئے تھے اسی بنا پر سب کچھ دیکھ بھال کر بھی انہوں نے کہہ دیا کہ آپ ہمارے سامنے فلاں فلاں امور کا اظہار فرمائیں اسی طرح اس موقعہ پر مخالفین کے چھ مطالبات تھے بعض سنگل بعض ڈبل۔ جیسے مطالبہ ۲ و ۶۔

حسب حقیقت ان امور کے مطلق امتناع کے پیش نظر نہیں بلکہ اختیار رسالت کے پیش نظر مجموعی طور پر جواب دلوایا۔ کہ یہ امور میرے اختیار میں نہیں کیونکہ میں نہ الٰہ ہوں نہ ہی الٰہی قدرت کا حامل۔ بلکہ میں تو صرف نوع انسانی میں سے اس کا ایک رسولؐ ہوں۔ جو محض اپنے اختیار اور ارادہ سے ہر مطلوبہ معجزہ نہیں دکھاتا پھرتا بلکہ وہ اس سلسلہ کو منشا و حکمت الٰہی کے سپرد کرتا ہے یہ ہے تمام حقیقت جس کو مرزا صاحب نے اپنے مذموم ترین مقصد کے تحت قدم قدم پر تحریف و تبدیلی کا مرقع بنا دیا۔ آپ دوبارہ آنجہانی کی عبارت کو دیکھیں۔ کہ اس جواب کو صرف او ترقی فی السماء کے ساتھ منسلک کر کے باقی امور کو نظر انداز کر دیا۔ الامان والحفیظ اتنی جرات اور بیباکی کہ جو ایک مومن باللہ والقرآن کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتی چنانچہ اس جیسی جسارت پر ہی مرزا صاحب سرسید کو جھنجھوڑ رہے ہیں۔ (آئینہ کمالات)

مگر معاملہ سو فیصد وہی ہے کہ دیگراں رانصیحت و خود را فضیحت۔ آنجناب نے دل کھول کر لم تقولون لما لا تفعلون کا تمسخر اڑایا ہے۔

دوسرے طرز سے

ان آیات میں کفار کی طرف سے چھ مطالبات کے جواب میں ایک ہی جملہ ہل کنت الا بشرا" رسولا فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چھ امور کا امکان یا امتناع یکساں ہے۔ ایسا نہیں کہ بعض ممکن ہوں اور بعض ممتنع۔ ورنہ سب کی

طرف سے ایک ہی جواب کفایت نہ کرتا۔

مگر مرزا صاحب نے اس جواب کو صرف آخری یعنی چھٹے مطالبہ او ترقی فی السماء سے متعلق کر کے دجل و فریب کا زبردست مظاہرہ کیا ہے۔ گویا مندرجہ بالا چھ امور یکساں نہیں بلکہ پہلے پانچ ممکن اور عام امور ہیں مگر چھٹا مطالبہ ممتنع ہے اسی لئے مرزا صاحب نے فرمایا

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں (یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟) کہ کسی جسم کو آسمان پر لیجائے پھر ڈبل یہ ماری کہ

اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکور سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہٰذا قطعی امر یہی ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد گئے ہیں (یعنی ان کی روح گئی ہے)

ناظرین کرام مرزا صاحب کا یہ سارا استدلال سراسر تحریف قرآن اور دجل و فریب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے ھل کنت الا بشرا" رسولا" صرف آخری مطالبہ سے متعلق نہیں فرمایا بلکہ چھ کے چھ امور سے وابستہ فرمایا ہے لہٰذا بقول مرزا اگر یہ عادت اللہ سے خارج اور ممتنع ہے تو باقی چھ امور بھی ممتنع ہوں گے اور اگر وہ ممکن الوجود ہیں تو یہ بھی ممکن الوجود ہو گا۔ تقسیم ناممکن ہے تو جب کفارہ کا صرف یہی ایک مطالبہ نہیں اور نہ ہی یہ عادت اللہ سے خارج ہے (کیونکہ اس کا کہیں ذکر ہی نہیں) لہٰذا کادیانی کی اگلی تصریحات بھی فضول اور لچر قرار پائیں گی۔ تو اس طرح نہ قرآن پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے اور نہ ہی تضاد و تناقض کا کوئی شائبہ۔

لہٰذا رفع جسدی بالکل ممکن ہے اور اس کا وقوع قطعی طور پر درحق مسیح ہو چکا ہے اس طرح خاتم الانبیاء ﷺ کا معراج جسمانی بھی قطعا" وقوع پذیر ہو چکا ہے بالفرض اگر اس رفع جسدی کو عادت اللہ سے خارج بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ یہ دونوں رفع بطور اعجاز من جانب اللہ وقوع پذیر ہوئے

ہیں یہ نہیں کہ ہر انسان جب چاہے آسمان پر چلا جائے جو کہ عام عادت اللہ کیخلاف ہے
بلکہ بطور اعجاز کے یہ دونوں واقعات معراج جسمانی اور رفع مسیح محض ارادہ و
قدرت الٰہی سے وقوع پذیر ہوئے ہیں اسی بنا پر قادر قیوم ذات باری نے دونوں کے
متعلق جمیع اعتراضات اور استبعادات کو بالفاظ۔ سبحان الذی اسری بعبدہ۔ اور
وکان اللہ عزیزا" حکیما مسترد فرما دیا۔ ویسے بھی معجزہ کہتے ہی خلاف عادت
امور کو ہیں عادی امور کو کون معجزہ کہتا ہے کیونکہ یہ تو اس کے نفس مفہوم سے ہی
خارج ہے۔

لہٰذا ایسے طے شدہ اور قطعی الثبوت امور کو محض ابلیسی وساوس اور نفسانی
اشکالات سے مشکوک و مخدوش نہیں کیا جا سکتا۔

نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ

جناب کادیانی یہ استنباط و استخراج کرنے کے لائق اس وقت ہوئے ہیں جب
کہ خود اس امر خشم میں بھی ارتکاب تحریف نہیں کر لیا۔ وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے
کفار کا مطالبہ یوں نقل فرمایا کہ

او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ۔

یعنی کفار کا یہ مطالبہ ڈبل تھا سنگل نہیں کہ صرف آسمان پر چڑھ جانے کا
مطالبہ ہو۔ بلکہ انہوں نے آسمان پر چڑھ جانے کو ممکن سمجھ کر ساتھ ایک اور
مطالبہ کر دیا کہ وہاں سے آپ ایک لکھی لکھائی کتاب بھی لاویں جس کو ہم پڑھ
سکیں۔ پھر ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔

معلوم ہوا کہ مرزا کادیانی نے او ترقی فی السماء سے جو استخراج کیا اس
کا خرابہ اگلا جملہ کر رہا تھا لہٰذا مرزا صاحب نے اس کو رکاوٹ سمجھتے ہوئے اسے حذف
ہی کر دیا تاکہ کچھ تو مکر و فریب چل سکے۔ لہٰذا جب اگلا جملہ قرآن مجید میں موجود
ہے اور ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں تو پھر کادیانی کا یہ سارا ڈرامہ محض تمسخر
بالقرآن کا مظاہرہ ہو گا۔ نہ کہ کوئی حقیقت پسندی۔

اسکے بعد آپ ان تمام امور کے امکان وقوع کے متعلق ارشادات باری
سماعت فرمائیے۔

امراول

چشموں کا پھوٹنا۔ ارشاد باری ہے وان من الحجارة لما یتفجر منه الانہار۔
(البقرہ آیت ۷۴)

ترجمہ اور بعض ایسے پتھر ہوتے ہیں کہ جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ پہاڑی علاقوں میں چشمے پھوٹتے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں یعنی صرف بطور معجزہ ہی نہیں بلکہ عام عادت اللہ کے تحت بھی چٹانوں اور پتھروں سے چشمے اور نہریں پھوٹ پڑتی ہیں۔

۲۔ حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا

واذا استسقی موسی لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجر۔ فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا" (۶۰:۲)

ترجمہ اور جب التجا کی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی تو ہم نے فرمایا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر ماریئے۔ (چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ایسے ہی دیگر آیات میں اس معجزہ کا تذکرہ ہے مثلاً" الاعراف ۱۶۰۔

مرزا صاحب یہ تو پتھر سے نہریں اور چشمے پھوٹنے کا معاملہ ہے اور یہ بھی اس لئے مخصوص فرمایا کہ اکثر خروج ما زمین سے ہوتا ہے مگر تم جیسے معاندین کو مزید سے مزید زچ کرنے کے لئے پتھر کا نام لیا۔ کہ اس سے پانی نکلنا زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر قربان جایئے قدرت خداوندی سے کہ اس نے ایسے تمام وساوس کو برباد کرتے ہوئے اس سے بھی محیر العقول امور کا اظہار فرمادیا ہے مثلاً"

پانی کا خروج عام زمین سے نہیں بلکہ چٹان اور پتھر سے کر دیا پھر اس سے بھی بڑھ کر جس ذات اقدس سے ان امور کا مطالبہ ہو رہا ہے ان کی انگشتان بابرکات سے بھی متعدد دفعہ پانی کے چشمے جاری فرمادیئے مرزا صاحب وہ ذات قدیر جو اپنے ایک معصوم نبی اور جد خاتم الانبیاء ﷺ کی ایڑھی سے ایک دائمی چشمہ (آب زمزم) جاری کر سکتا ہے وہ آپ کے لئے کوئی نہر یا چشمہ جاری نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ وہ ذات قدیر چاہے تو رحمتہ اللعالمین ﷺ کے جانثاروں کو چلتے

ہوئے دریا سے خشک سڑک کی طرح گزار دے ملاحظہ فرمائیے لشکر صحابہؓ کا پیدل دجلہ کا پار کرنا

او عقل کے اندھے منکرو۔ تمہارے دماغ کے دریچے کھل جانے چاہئیں۔ تم محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے انفجار انہار کو مستبعد سمجھ رہے ہو۔ یہاں تو آپ کا ایک جانثار خادم صرف ایک پرچی لکھ کر دریائے نیل کو بھیجتا ہے تو وہ خشک ہونے کے باوجود ایسا رواں دواں ہو گیا تھا۔ کہ آج تک وہ خشک ہی نہیں ہوا۔ تو جس کے خادموں کی برکات یہ ہیں اس آقا کی شان کیسی ہو سکتی ہے منکرین رسالت اور ان کے ہمنوا کاریانیو۔ ہمارا خدا تو ایسا قادر و قیوم ہے کہ جو صرف پتھروں اور چٹانوں سے نہریں ہی جاری نہیں کر سکتا بلکہ وہ چاہے تو اپنے پیارے کلیم کے لئے بپھرے ہوئے دریا کو آن واحد میں چٹان کی طرح منجمد بھی کر سکتا ہے۔ اس کی قدرتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟

۲۔ امر دوم کا وقوع

ارشاد باری ہے

تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذالک جنت تجری من تحتها الانهار ویجعل لک قصورا"۔ (الفرقان آیت ۱۰)

ترجمہ اے میرے حبیب کریم ﷺ یہ منکرین کیسے الٹے سیدھے مطالبے کر رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔ یا آپ کے پاس کو خزانہ آنا چاہیے۔ یا آپ کا کوئی منفرد باغ ہو۔(۲۵:۷ و ۸)

فرمایا کہ کفار حقیقت الامر سے غافل ہیں جاہل ہیں ان کو معلوم نہیں کہ یہ چیزیں تو محض دار دنیا کی ہیں جو کہ محض فانی اور عارضی ہیں اللہ کے ہاں ان کی کچھ وقعت نہیں۔ اس کے ہاں تو ان کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں لہٰذا اس نے یہ چیزیں اپنے پیاروں کو نہیں دیں ان کے لئے تو دائمی حیات میں ان سے بھی کہیں بڑھ کر عمدہ ترین اور دائمی نعمتیں ہوں گی۔ باغ بھی۔ محلات بھی۔ خزانے بھی خدام کے طور پر فرشتے اور حور و غلمان بھی۔ جن کے مقابلہ میں ان امور دنیا کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی گمان نہ کرلیں کہ شاید ان امور کا انبیاء

و صلحا کے لئے فراہم ہونا ہی ناممکن ہے نہیں ایسا بھی نہیں لو سنو۔

تبارک الذی۔ الخ یعنی وہ خالق کائنات بڑا بابرکت ہے اگر وہ چاہے تو آپ کے ان منکرین کی سوچ اور نقشوں سے کہیں افضل اور بہتر باغات نہروں سمیت اور بہترین قسم کے محلات مہیا فرما دے۔ اللہ کریم جو اپنے منکروں کو یہ نعمتیں بطور آزمائش کے دے سکتا ہے وہ اپنے پیاروں کو نہیں دے سکتا؟ دیکھیے کہ اس نے بطور نمونہ اپنے محبوب داؤد و سلیمان علیہم السلام کو کیا کچھ نواز رکھا تھا جن کے مقابلہ میں ان کفار کی مال و دولت اور وسائل دنیوی کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

اللہ کریم نے حضرت سلیمان کے تابع ہوا بھی کر دی تھی کہ جہاں چاہیں اپنا تخت چلا کر لیجائیں بتلایئے ان کفار یعنی ان کے کسی بھی ہمنوا کو آج تک یہ نعمت ملی ہے؟ نیز ان کے تابع صرف انسان ہی نہ تھے جو کہ عام بات ہے بلکہ جنات بھی تھے جو آج تک کبھی بھی بادشاہ کے تابع نہیں ہوئے۔

ایسے ہی ان کے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام کسی فیکٹری میں نہیں کسی عام یا بجلی کی بھٹی میں نہیں بلکہ صرف اپنے ہاتھ سے لوہے کی زرہیں بنا لیتے تھے اور بھی بے شمار عجائبات رب کریم نے ان کو عطا فرما رکھے تھے۔ اے دنیا دوں پر ریجھنے والو۔ یہ دنیا تو بالکل حقیر ہے چنانچہ اس کا خالق تو یہاں تک فرما رہا ہے کہ

ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا" من فضة ومعارج علیها یظهرون ولبیوتهم ابوابا و سررا" علیها یتکؤن وزخرفا۔ وان کل ذالک لما متاع الحیوة الدنیا۔ والآخرة عند ربک للمتقین۔ (الزخرف ۳۳ و ۳۵)

ترجمہ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ پھر ایک ہی طرح کے ہو جاتے (سب منکر و کافر) تو ہم کر دیتے رحمن کے منکروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی۔ اور سیڑھیاں بھی۔ جن پر وہ چڑھا کرتے۔ نیز ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے۔ جن پر وہ ٹیک لگایا کرتے۔ نیز سونے کے بھی۔ یعنی ان کی رہائش گاہیں اور بلند نگیں سونے اور چاندی کی بنا دیتے۔ مگر یہ کوئی اعزاز و اکرام کی چیز نہیں۔ بلکہ صرف چند روزہ دنیا کا سامان ہے پھر فنا و تباہی کے گڑھے میں

جانے والا ہے جب کہ آخرت کی دائمی نعمتیں صرف خدا ترس اور حساس افراد کے لئے ریزرو کر دی گئی ہیں اور یہ ساز و سامان اپنے منکروں اور مخالفوں کے حوالہ کر دیا گیا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہدیں کہ ہمیں یہ نعمتیں نہیں ملیں تو مولائے کریم نے حسب چاہت ہر ایک کو اس کی طلب پر عطا فرما دی ہیں۔ دنیا والوں کو دنیا میں اور آخرت والوں کو آخرت میں۔

لہٰذا اے منکرین حق تمہارا یہ مطالبہ کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں بلکہ یہ عین ممکن ہے بلکہ کئی مواقع پر وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے۔ پھر وہ خلاق عالم اب بھی ایسا واقع کر سکتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ خاتم الانبیاء ﷺ کو موقعہ دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ان پہاڑوں کو آپ کے لئے سونے کا بنا دیا جائے تو فرمایا کہ میں تو عاجز بندہ بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ کروفر والا بادشاہ بن کر نہیں بننا چاہتا۔

وقال اللھم اجعل قوت ال محمد کفافا" اوکما قال۔

امر سوم

او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا۔

اس کے متعلق فرمایا

ان نشاء نخسف بھم الارض اونسقط علیھم کسفا" من السماء۔

(السباء)

ترجمہ اگر ہم چاہیں تو ان مخالفین حق کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں ہم سب کچھ کر سکتے ہیں دیکھیے ہم نے کئی مجرم اقوام کو ایسے عذاب اور بلکہ ان سے بھی سنگین عذاب کے ذریعے صفحہ ہستی سے نابود کر دیا۔ ملاحظہ فرمایئے تمہارے اسلاف قوم عاد و ثمود ایسے ہی آسمانی عذابوں سے ہلاک و برباد ہوئی تھیں حضرت لوط کی قوم بھی آسمانی عذاب سے ہی صفحہ ہستی سے ملیامیٹ ہوئی تھی۔ کیا وہ خدا جس نے پہلے منکروں کو آسمانی عذاب سے برباد کیا وہ تم پر ایسی وبا نازل نہیں کر سکتا؟ ایک ٹکڑا تو کجا وہ تو تمام نظام فلکیات اپنے دست قدرت میں قابو کئے ہوئے ہے سنئے

ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما

من احد من بعلمہ (فاطر) چنانچہ ایک دن وہ تمام نظام کائنات کو درہم برہم بھی کر دے گا۔

یوم تبدل الارض غیرالارض والسموات۔ نیز فرمایا اذالشمس کورت واذا النجوم انکدرت وغیرہ آیات کثیرہ

معلوم ہوا یہ مطالبہ کفارہ بھی عین ممکن بلکہ وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے

امر چہارم کا امکان۔ اوتاتی باللہ والملائکۃ قبیلا"

یعنی ان کا چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ آپ برائے تصدیق اللہ تعالٰی کو اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک خدائی اور فرشتوں کی تصدیق بارسل کا معاملہ ہے تو وہ ہو چکی ہے سنئے۔

ارشاد باری ہے

لکن اللہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشھدون وکفی باللہ شھیدا (النساء ۱۶۶)

ترجمہ اللہ کریم تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اس قرآن کو اپنے علم سے آپ پر نازل فرمایا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں ویسے شہادت تو اللہ ہی کی کافی ہے۔

اسی طرح اور موقع پر بھی شہادت الٰہی کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی طرح فرشتوں کا اترنا برائے تبلیغ یا تائید انبیاء بھی مذکور ہے۔

چنانچہ فرمایا

۱۔ قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا (الاسراء ۹۵)

۲۔ وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون○ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون (الانعام ۸ و ۹)

نزول الٰہی

هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملائکة وقضی الامر (البقرہ آیت ۲۱۰) وکذالک آیات اخر۔

معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ بے مقصد اور بے نتیجہ کوئی فعل نہیں کرتا۔ جب ان کا مطالبہ بغرض ایمان و تسلیم نہیں تو پھر اظہار معجزہ کا کیا فائدہ؟ ہاں اگر یہ لوگ اسی مطالبہ پر اڑے ہی جاتے ہیں تو روز قیامت کو سب کچھ دیکھ لیں گے مگر اس وقت دیکھنے دکھانے کا کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلے گا۔

امر پنجم

یعنی آسمان پر بارادہ الٰہی چڑھ سکنا عام بشر بلکہ کفار کے لئے بھی ممکن ہے۔

ارشاد باری ہے ولو فتحنا علیهم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون۔ لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (سورہ الحجر)

ترجمہ اور اگر کفار پر آسمان کا دروازہ کھول دیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہمیں جادو کر دیا گیا ہے۔ ہم اپنے حواس میں نہیں۔

یہ عام کفار کا معاملہ ہے تو صالحین اور حضرات مرسلین جو نہایت اعزاز و اکرام کے لائق ہیں ان کے لئے رفع الی السماء کس طرح محال ہو سکتا ہے۔ جب آسمان کے فرشتے زمین پر آتے رہتے ہیں تو زمین والے لوگ بھی آسمان پر جا سکتے ہیں اسی طرح آسمان پر سے لکھی ہوئی کتاب بھی اتر سکتی ہے۔[1] اس میں محال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حدیث میں ہے الملائکة یتعاقبون ملائکة باللیل وملائکة بالنهار الخ (بخاری ص ۷۹ و ص ۴۵۷ ج ۱)

چنانچہ فرمایا کہ

ولو نزلنا علیک کتابا" فی قرطاس فلمسوه بایدهم لقال الذین کفروا ان هذا الا سحر مبین۔ (الانعام ۷)

ترجمہ منکر کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو واضح ترین جادو ہے۔

فرمایئے ایسے معاند منکروں کا کیا علاج ہو سکتا ہے آیا یہ لوگ اپنے مطالبہ معجزات میں حقیقت طلب ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی بنا پر علیم و خبیر ذات ان کے

---

[1] چنانچہ الواح توراۃ کا نزول ایک امر مسلمہ ہے

ایسے مطالبات پورے نہیں کرتا کیونکہ یہ محض ان کی شغل بازی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

یہ آیات صریحاً" بتلا رہی ہیں کہ یہ امور ستہ بالکل ممکن اور غیر ممتنع ہیں۔ تو پھر جملہ سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا سے عذر استحالہ کس طرح مناسب ہو گا کیونکہ اس صورت میں۔ قرآن مجید میں تعارض ہو جاتا ہے وھو محال۔

اس کا حل یہ ہے

کہ ان آیات کریمہ کا بغور ملاحظہ ثابت کرتا ہے کہ وہ کفار معاندین ان امور کو ممکن ہی جانتے تھے حتی کہ آخری مطالبہ اور ترقی فی السماء کو بھی بحوالہ معراج جسمانی ممکن سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اس امر کو ایک اور عجیب بات سے وابستہ کر دیا۔ کہ ہم صرف آسمان پر جانا تسلیم نہ کریں گے حتی کہ آپ وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب نہ لاویں۔ گویا ان امور کو انہوں نے حتی الوسع حد امکان سے خارج کرنے کی کوشش کی مگر پھر بھی وہ کامیاب نہ وہ سکے۔ نیز ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے سفارشی امور کو اللہ تعالیٰ صرف کسی کے کہنے پر ظاہر نہ کرے گا۔ تو ہمارا کچھ نہ کچھ بن جائے گا۔ لہذا انہوں نے ان وجوہ کی بنا پر مطالبہ کر دیا کہ آپ ان امور ممکنہ کو عام وقوع و وجود میں لا کر دکھائیں۔ تو اس ظاہری اور متوقع استحالہ کے پیش نظریہ اعلان کرایا گیا۔ یعنی امور ممکنہ کو بوجوہ ممتنع قرار دیکر یہ لاحقہ بیان فرما دیا۔

دوسرے انداز سے

قال ابن كثير في تفسيره۔ وقوله تعالى سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا ۔ اى سبحانه وتعالى وتقدس ان يتقدم احد بين يديه في امر من امور سلطانه وملكوته بل هوالفعال لما يشاء ان شاء اجابكم الى ما سالتم وان شاء لم يجبكم۔ وما انا الا رسول اليكم ابلغكم رسالات ربي وانصح لكم

وقد فعلت وامر کم فیما سالتم الی اللہ عزوجل۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

ترجمہ آیت سبحان ربی الخ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی اس امر سے پاک مبرا اور بلند شان ہے کہ کوئی مخلوق اس کے اقتدار و بادشاہت میں پیش دستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات یا کوئی فرمائش کر سکے بلکہ وہ ذات باجبروت خود ہی جس امر کو چاہے کر گزرتا ہے اور جسے نہ چاہے اسے نہیں کرتا۔ تمہارا مطالبہ اور التجا چاہے قبول کر لے اور چاہے نہ کرے یہ اس کی چاہت اور ارادہ پر موقوف ہے دوسرا کوئی اس کی ملکوت میں دخیل نہیں ہے اور میں تو صرف اس کا رسول ہوں میرا فرض منصبی صرف تبلیغ رسالت ہے۔ تمہاری فرمائشوں اور چاہتوں کو پورا کرنا میرا منصب نہیں تو میں خدائی احکام تم تک پہنچا چکا باقی تمہاری یہ فرمائشیں سو وہ خدا کے سپرد ہیں۔

ایسے ہی تفسیر سراج منیر میں مذکور ہے

ترجمہ جب کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ گئی تو آپ کی زبان حال بارگاہ الٰہی سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی تو جواب ملا۔ قل سبحان ربی الخ یعنی اے میرے حبیب کریم ﷺ آپ ان بدبختوں اور جاہلوں کو فرما دیں۔ کہ خداوند کریم کی ذات اقدس اس امر سے نہایت بلند و بالا اور ماوراء ہے کہ کوئی فرد مخلوق اس کے اختیار و قدرت میں دخل دے سکے۔ میں تو صرف ایک رسول ہوں مجھ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے وہ بھی کفار کے کہنے پر اپنی مرضی سے معجزات نہ دکھاتے تھے بلکہ یہ معاملہ منشاء الٰہی پر موقوف تھا وہ اپنی حکمت کے تحت مناسب حال معجزات کا اظہار کر دیتا۔ اظہار معجزہ ان نبیوں کے ہاتھ میں نہ تھا اور نہ ہی ان کو یہ اختیار تھا کہ وہ خدائی معاملات میں شریک و دخیل ہو سکیں۔ یہ مطالبہ کفار کا مجمل اور جامع جواب دیا گیا ہے اور تفصیلی جواب دیگر آیات میں متفرق طور پر مذکور ہے جیسے فرمایا ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدھم اور ولو فتحنا علیھم بابا" الخ المذکور من قبل اسی طرح دیگر مفسرین کرامؒ نے ان آیات کی تفسیر فرمائی ہے جس میں مرزائی مفہوم کا دور دراز تک شائبہ و

اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ جناب مرزا صاحب سلف صالحین سے منحرف ہو کر اور من مانی تفسیر فرما کر بقول خود ہی لیس ھو بمومن بل ھو اخ الشیطان کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ اور من شذ شذ فی النار۔ میں داخلہ لے لیا ہے پھر ہمارے اسلاف مفسرین کی تائید و تصدیق تو متعدد قرآنی آیات اور مزاج قرآن سے برملا ہو رہی ہے مگر مرزا آنجہانی بالکل ہی بے تائید اور محروم ہیں۔

مفہوم بالا کی تائید و تصدیق نصوص قرآنی سے

اب ذیل میں چند مقامات پیش کئے جاتے ہیں جن میں کفار کی جانب سے ایسے ہی من پسند نشانات کا مطالبہ مذکور ہے جن کے جواب میں خالق کائنات نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اسی قسم کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر یوں مذکور ہے۔

۱۔ واذلم تاتھم بآیۃ قالوا لولا اجتبیتھا۔ قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی۔ ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ (الاعراف ۲۰۳)

اے میرے پیغمبر برحق ﷺ جب آپ ان کی طلب کے مطابق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ آپ از خود کیوں یہ معجزہ بنا نہیں لاتے آپ ان کو جواباً" فرما دیجئے کہ میرا یہ فرض منصبی نہیں میں تو ایک رسول ہوں میں تو صرف وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔ دیکھو۔ یہ قرآن مجید تمہارے رب کی طرف سے ایک بصیرت افروز معجزہ ہے اور اہل یقین و ایمان کے لئے یہ موجب ہدایت و رحمت ہے۔ جب میں اسے پڑھا کروں تو تم اس کو غور سے اور چپ چاپ ہو کر سنا کرو تاکہ تم بھی مومن ہو کر مستحق رحمت الٰہی بن سکو۔

ملاحظہ فرمایئے کہ ان آیات میں کیسے صاف طور پر فرما دیا کہ ان سے کہدیجئے کہ میں بوجہ رسول الٰہی ہونے کے امر الٰہی کے تابع ہوں میں اپنی حول و طاقت سے کچھ نہیں دکھا سکتا میں منصب تبلیغ سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتا۔ نیز اظہار معجزات میرے فرض منصبی میں شامل بھی نہیں لہذا اگر طلب معجزات سے حق طلبی اور جستجو ہدایت ہے تو تصدیق رسالت کے لئے قرآن مجید نہایت کافی و وافی ہے اسے غور سے چپ چاپ ہو کر سنو۔ امید ہے کہ اس طرح توفیق ہدایت

سے بہرہ ور ہو جاؤ گے۔

اس طرح دوسری جگہ اس مسئلہ کو یوں بیان فرمایا کہ

وقالو لولا انزل علیه آیة من ربه قل انما الآیات عندالله وانما انا نذیر مبین۔ اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم ان فی ذالک لرحمة و ذکری لقوم یومنون۔

ترجمہ منکرین رسالت کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ معجزات تو صرف اللہ تعالیٰ کے قدرت و اختیار میں ہیں۔ (میرے بس میں نہیں) میں تو صرف اچھے یا برے انجام سے متنبہ اور آگاہ کرنے والا ہوں۔ اے پیغمبر کیا ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل نہیں کی جو ان کو پڑھ پڑھ سنائی جا رہی ہے (یہ کتاب ان کو طلب معجزات کے سلسلہ میں کافی وافی ہے) بلاشبہ اس کتاب میں یقین رکھنے والوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے۔

ناظرین کرام غور فرمایئے ان آیات میں بھی وہی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ منکرین کے مطلوبہ معجزات کا پورا کرنا پیغمبر کے فرض منصبی میں شامل نہیں اور نہ ہی اس کے اختیار و اقتدار میں ہیں۔ ان کا فرض منصبی صرف تبلیغ و آگاہی ہوتی ہے ہاں بقدر کفایت اللہ تعالیٰ ان کو معجزات عطا فرما دیتا ہے۔ مگر منکرین حق محض ٹالنے اور وقت گزاری کے لئے من مانے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں جن کا اظہار صرف قدرت و حکمت خداوندی پر موقوف ہوتا ہے وہ چاہے تو دکھا دے نہ چاہے تو نہ دکھائے نیز ویسے بھی اگر حسب خواہش کفار منکرین کا ہر مطلوبہ معجزہ ظاہر کر دیا جائے تو یہ ایک قسم کی شعبدہ بازی ہو جاتی ہے امر رسالت و نبوت کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ ضابطہ معجزات صرف خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ مطلق نبوت و رسالت کا ضابطہ ہے چنانچہ سابقہ حضرات انبیاءؑ کا معاملہ بھی یہی رہا ہے کہ وہ بھی بغیر اذن الٰہی اظہار معجزات پر قادر نہیں ہوتے تھے چنانچہ ارشاد باری ہے سورہ ابراہیم میں ہے۔

وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن الله (آیت ۱۱)

ازاں بعد بندہ خادم ہر دو فریق (اہل ایمان و قادیانی) کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری اس تحریر کو نہایت توجہ اور خلوص سے مطالعہ فرما کر حق و باطل میں صحیح صحیح فیصلہ کریں اور جو نتیجہ واقعتہ" ثابت اور ظاہر ہو اسے دل و جان سے قبول فرما کر حرز جان بنایا جائے۔ بلکہ دوسروں تک پہنچایا جائے۔

هذا آخر ما اردته

وما توفيقي الا بالله وما اريد الا الاصلاح۔ والله يهدى الى الحق والى طريق مستقيم اللهم ارنا الحق حقا" وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين۔

ترجمہ یعنی انبیاء کرام کا اعلان ہے کہ ہم بغیر اذن الٰہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔
ان حقائق مذکورہ بالا سے بالصراحت واضح ہو گیا کہ
کفار کے مطلوبہ معجزات کے جواب میں قل سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا کی تعلیم اس بنا پر نہیں کہ یہ امور ممتنع اور ناممکن ہیں بلکہ یہ تعلیم اس ضابطہ کے تحت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیشان بے مثال کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بھی فرد مخلوق یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ بلا اجازت صرف کفار کے کہنے پر دربار الٰہی میں مطالبہ کرنے لگے بلکہ وہ اپنی عبودیت کاملہ کے پیش نظر موقعہ بے موقعہ مناسب عرض و معروض کو بھی اس کی عظمت و جبروت کے خلاف سمجھتے ہیں لہٰذا ان کے شایان شان یہی مناسب ہے کہ سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا"

مرزا قادیانی کو عظمت و تقدس بارگاہ الٰہی، کا کیا شعور ہے؟ اس لئے وہ اس قسم کی بے تکی خرافات ہانکتا رہتا ہے۔ ھذا آخر ما اردت ایرادہ والامر الی اللہ

خاتمۃ الکتاب۔ ناظرین کرام بندہ حقیر پر تقصیر نے کتاب ہذا کے سلسلہ میں نہایت خلوص و دیانتداری سے کام لیتے ہوئے قادیانیت کے نظریات و مسائل اور دلائل و براہین کو خوب جانچ پڑتال کر کے ان کے جوابات سپرد قرطاس کئے ہیں نیز ان کے جملہ اعتراضات' اشکالات اور شبہات و وساوس کا نہایت تحقیق سے تجزیہ کر کے ازالہ کیا ہے۔

نیز قادیانیوں کے اقتباس نقل کرنے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا ہے پھر ان کے جوابات بھی محض دفع الوقتی کے طور پر نہیں بلکہ نہایت دیانتداری سے درج کئے ہیں۔ طرفین کے حوالجات کی نقل مع صفحات و جلد میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور حتی الوسع تقریباً" حوالجات اصل ماخذ سے نقل کیے ہیں۔

اعتذار۔ اس کے بعد آخر انسان سے کوئی نہ کوئی لغزش ہو جاتی ہے جس کا بندہ نہایت شرح صدر سے معترف ہے اس لئے اگر کسی حوالہ کے نقل میں نمبر صفحہ یا نقل الفاظ میں کمی بیشی ہو گئی ہو۔ یا کسی اقتباس سے استنباط و استخراج میں واقعتہ" کمی یا غلطی ہو گئی ہو تو مخلصانہ نشاندھی پر اس کے ازالہ کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

ازاں بعد بندہ خادم ہر دو فریق (اہل ایمان و قادیانی) کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری اس تحریر کو نہایت توجہ اور خلوص سے مطالعہ فرما کر حق و باطل میں صحیح صحیح فیصلہ کریں اور جو نتیجہ واقعۃً ثابت اور ظاہر ہو اسے دل و جان سے قبول فرما کر حرز جان بنایا جائے۔ بلکہ دوسروں تک پہنچایا جائے۔

ھذا آخر ما اردنہ۔

وما توفیقی الا باللہ۔ وما ارید الا الاصلاح۔ واللہ یھدی الی الحق والی طریق مستقیم۔ اللھم ارنا الحق حقا" وارزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔